فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت
مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور
آخر مین تکملۂ زین الدین آفندی کامل چار
مجلد ضخیم جدید الطبع۔

ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و
فوائد بہ تحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار
جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل۔
۱- جلدین اولین عبادات ۔
۲- جلدین آخرین معاملات ۔

فتاوائے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل و مجلد۔

ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین
کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد
مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند
لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل ۔
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح ۔
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب ۔

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام
قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد
معروف متداول دو مجلد کامل ۔

شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم
مع کامل حاشیۂ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید
چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح ۔

شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ۔

ذخیرۃ العقبی - حاشیۂ شرح وقایہ از یوسف
بن جنید چلپی متداول معروف ۔

اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف
مستند متداول ۔

خلاصۂ - از بیوع تا وصایا تحشی جدید ۔

کنز الدقائق - محشی متداول درسی کتاب

مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق
مشہور متداول ۔

چلپی شرح کنز الدقائق - محشی ہر چہار
جلد مستند معروف متداول دو مجلدین ۔
(۱) جلدین اولین عبادات مین ۔
(۲) جلدین آخرین معاملات مین ۔

مختصر وقایہ محشیٰ - از امام صدر الشریعۃ
درسی ۔

تحفۂ - فی مسائل الرضاعۃ از
مولوی تراب علی مرحوم ۔

قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن
درسی متداول ۔

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی ۔

تہذیب النفوس - از سید فخر الدین حسین ۔

باب دانش - مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش ۔

اوقات بخنری - از سید غلام حیدر خان ۔

ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد
مین ترجمۂ مولانا ابو الحسن فرید آبادی ۔

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش ۔

بستان تہذیب - جامع اخلاق و ادب
مرتبۂ نواب حاجی محمد عمر علیخان بہادر فیروز جنگ

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین ۔

النجیات - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ
منشی کامتا پرشاد ۔

کیمیائے حکمت - حصۂ اول بیان شرائط
علم و ادب ۔

نجات المومنین - ذکر کرامات حضرت
شاہ نجابت اللہ ۔

تہذیب الاخلاق - مؤلفہ مولوی نجم الحق

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حل
مطالب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین
بتفصیل ذیل ۔
(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ ۔
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ ۔

اخلاق رضی - مصنفۂ قاضی محمد رضی ۔

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم
مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب ۔

تحفۂ سروری - نظم آداب عبادت جملہ اعضا
از مفتی غلام سرور ۔

کنز الاسرار - ترجمہ اردو نظم شاہ بو علی قلندر
قدس سرہٗ ہموزن مثنوی از مولوی سید
غلام حیدر خان ۔

چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اردو پندنامۂ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہٗ
از مولوی عبد الغفور خان بہادر ۔

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین
عربی ہر چہار کامل در دو مجلد ۔

تہذیب احسانی - مؤلفۂ حکیم احسان علی ۔

سنن ابی داؤد - منجملہ صحاح ستہ ایک
یہ بھی ہے بصحت تمام ہر چہار جلد کامل دو جلد
میں از امام سلیمان بن اشعث سجستانی مجدد
معروف جدید الطبع -

دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسماء
متبرکہ و خواص اسماء حسنیٰ معروف -

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل -
ذخیرہ دعا وغیرہ مولانا غلام یحییٰ -

عناصر الخیرات - با ترجمہ اردو از حکیم
میر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ

	فقہ اردو	

نہایۃ الاوطار - ترجمہ اردو در مختار مترجمہ
مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار
جلد میں -

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ
مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری
حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ بے نمازان -
ترجمہ فتاویٰ عالمگیری - کامل ہر چہار
جلد مع مقدمہ یعنی جلد اول ترجمہ مولانا
احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ
ترجمہ مولانا امیر علی -
کشف الحاجۃ - ترجمہ اردو مالابدمنہ
از مولوی محمد نور الدین -
نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اردو
ہر چہار جلد یکجائی مطبوعہ نظامی -
ہزار مسئلہ - شامل ہشت رسالہ (۱) ہزار
مسئلہ (۲) سہ مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ

(۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵)
حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل -
مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام -

شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان
قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -
حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی
ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - ... -
کنز الدقائق - اردو ... مولوی
محمد سلطان خان -

چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین
بنگلوری -

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -
رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

	فقہ فارسی	

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ
فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت
سے متداول ہر دو مجلد کامل -

شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق
دہلوی معروف -

نہج الحج - مسمی بہ نہایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -
تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام
تبیان - در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین -
بدائع منظوم - مسائل فقہ منظم فارسی
از ملا ناظم علی رح -
نامِ حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -

مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ
رحمۃ اللہ -

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر
از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

مسلک المتقین - مرغوب علمائے ولایت
از مولوی الٰہ یار خان -

فتاویٰ برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی
نصیر الدین -

قدوری - مترجمہ مولانا ابو القاسم -
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمٰن جامی -
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشے
مع فرہنگ -

مالابدمنہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ
مع وصیت نامہ -

شرح مختصر وقایہ کورمیری - از مولانا
جلال الدین سمرقندی -

رسالۂ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت
جانوران -

رسالۂ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

	فقہ عربی	

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد العلی
بن محمد معروف -

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی
برجندی معتبر شرح -

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از شمس محمد
قہستانی متداول -

فتح القدیر حامل المتن لنظم حل ہدایہ اور لنظم خفی

قوم لوط وغیرہ جنھون نے شرک وگناہون سے زمین مین فساد برپا کیا اور رسول کا کہنا نہ مانا انکا انجام بنظر عبرت دیکھو آخر عذاب سے ہلاک کیے گئے - وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا یعنی اور اگر تم نے میرے رسول ہونے مین اختلاف کیا اور دو فرقے ہوگئے کہ ایک فرقہ تو ایمان لایا و نجات اختیار کی اور دوسرے فرقہ نے ایمان سے انکار کیا اور مجھے جھٹلایا ہی - فَاصْبِرُوْا تو انتظار کرو - حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ ہمارے تمھارے درمیان مین حکم کرے باین طور کہ جو حق پر ہی اسکو نجات دے اور جو ناحق پر ہی اسکو ہلاک کرے وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ وہی حاکمون مین سب سے بڑھکر انصاف کرنے والا ہی - اور یہ درحقیقت انکو صبر و انتظار کرنے کا حکم نہین ہی بلکہ سخت تہدید و وعید ہی اسواسطے کہ عدل الٰہی مین پکڑے گئے تو ہلاک ہوئے -

الافادہ مع التنبیہ

مخلوقات پر ذاتی فرض ہی کہ خالق عز وجل کو پہچانے اور اسپر ایمان لاکر حق تقوی وعبادت ادا کرے لیکن مخلوق سے جو چیز حادث ہو وہ بھی مخلوق ہوگی تو وہ شان خالق عز وجل کے لائق نہین ہوسکتی ہی اسی واسطے امام ابوحنیفہ رح نے رسالہ عقائد یعنے فقہ اکبر مین فرمایا کہ بندہ سے اللہ تعالےٰ کی عبادت جس شان سے لایق ہی ادا ہونا محال ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہی جمیع اہل السنت والجماعۃ کا اعتقاد ہی - پس ظاہر ہوا کہ عدل الٰہی عز وجل مین ماخوذ ہون تو کسی سے حق اصلی یعنے عبادت کا ذرہ بھی نہ پایا جاوے ولیکن حق تعالےٰ نے نیک بندون سے اپنے حکم کی تعمیل چاہی اور یہ ممکن ہی پس اس تعمیل مین اصل اعتقاد ہی اور اسی اصل پر طاعات صوم وصلوٰۃ کی شاخین ہین لہذا جسقدر اعتقاد خوب ومعرفت عالی ہو اسی قدر ثواب طاعت وقبولیت مین کمال ہوتا ہی حتی کہ ولی کی دو رکعت کے مقابلہ مین عامی کی ہزار رکعت نہین پہونچتی ہی فاعرفہ والسلام

اللہم اغفر لنا غفرانا واسعادا اللہم صل علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

تمت الثامنہ

آٹھوان جزو تمام ہوا بعدہ نوان قال الملأ الذین ہی -

معجزہ سے وہ معجزہ ہی جو انکو دیا گیا تھا مگر قرآن مجید مین مذکور نہین کہ وہ کیا معجزہ تھا۔ قال الحافظ حاصل آنکہ مین جو رسالت الٰہی لایا ہون اسکے بارہ مین میری سچائی کے لیے اللہ تعالے نے تمپر حجتین و بینات قائم کردین ۔ جب یہ ثابت ہوا کہ رسول ہین تو پھر جو کچھ رسول الٰہی امر و نہی کرے وہ اللہ تعالے کی طرف سے برحق ہی اسکو ماننا ضرور ہی لہذا انکے بد افعال چھوڑنے کی انکو نصیحت فرمائی بقولہ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ پس تم پورا دو لوگون کو کیل و میزان ۔ یہ لوگ ناپ تول کا کام تجارت کرتے اور بدکاری سے پورا نہین تولتے تھے اسمین کمی کرتے تو انکو اس سے منع کیا ۔ حدیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے گروہ موالی تم ناپ تول کے کام مین امانت دار ہو خبردار رہو کہ ایسا نہ کرنا جیسے اگلی امتون نے بخس سے اپنے آپ کو تباہ کیا ہذا حاصل الحدیث ۔ اگر کہا جاوے کہ کیل مصدر ہی بمعنی ناپنا اور میزان اسم آلہ ہی بمعنی ترازو تو عطف کیونکر ہی ۔ جواب دیا گیا کہ کیل سے مراد مکیال ہی جیسے عیش و معاش یعنے مکیال و میزان پورے دو نہ زیادہ نہ کم بلکہ بھرپور حق دو کیونکہ کمی نہونے کی طرف زیادہ اہتمام ہی اور بعض نے کہا کہ میزان مصدر ہی اسے وزن اور بعض نے کہا کہ ظرف الکیل مضاف مقدر ہی ۔ حق یہ ہی کہ تفہیم معنی کے واسطے یہ بیان کیا گیا اور اسی معنی کو ادا کرنے مین وہی کلام فصیح ہی اور سورہ ہود مین المکیال والمیزان آیا ہی پھر وجہ فساد پر تنبیہ کردی بقولہ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ بخس بباء و خاء معجمہ بمعنی نقص خواہ عیب دار دینا یا میل کرنا یا دھوکا دینا یا حیلہ کرنا یا بے وجہ شرعی لینا ۔ حاصل آنکہ اور مت کمی کرو لوگون کے حقوق مین ۔ اشیاء ۔ بلفظ تعمیم اسواسطے فرمایا کہ جلیل و حقیر و قلیل و کثیر سب مین وہ لوگ بخس کرتے تھے ۔ وقال السدی رح مکاس تھے کوئی چیز بدون مکس لیے نہین چھوڑتے تھے ۔ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا اور مت فساد کرو ملک مین یعنی کفر و گناہون سے بعد اسکی اصلاح کے یعنی رسولون کے بھیجنے سے اصلاح ہونے کے بعد ۔ پہلا فساد اس امت مین ان بدبختون نے پھیلایا جنھون نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ۔ ذَٰلِكُمْ یہ جو مذکور ہوا خَيْرٌ لَّكُمْ تمھارے حق مین بہتر ہی إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ اگر تم مومن ہو ۔ حالانکہ وہ لوگ مومن نہ تھے پس معنی یہ کہ اگر تم ایمان چاہتے ہو ۔ جزاء شرط محذوف ہی اسے فتبادروا الیہ ۔ پس اسکی طرف مبادرت کرو ۔ حاصل آنکہ اگر تم ایمان چاہتے ہو تو جو مذکور ہوا اسکی طرف مبادرت کرو یہ تمھارے حق مین بہتر ہی اور بہتری مجموع براہ دنیا و دین ہی ۔ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ اور مت بیٹھو ہر راہ پر خواہ حسی ہو یا معنوی ہر اس حال سے کہ تُوعِدُونَ خوف دلاؤ لوگون کو انکے مال ناحق لینے کا یا انسے جنگی لینے کا ۔ یہ راہ حسی پر بیٹھنے سے ممانعت ہی وَتَصُدُّونَ اور روکو لوگون کو عَن سَبِيلِ اللَّهِ اللہ تعالے کے دین سے ۔ مَنْ آمَنَ بِهِ ایسے شخص کو جو اللہ تعالی پر ایمان لایا اور یہ روکنا اسطرح کہ اسکو دھمکایا کہ ایمان لاویگا تو قتل کر ڈالینگے ۔ من امن مفعول تصدون ہی اور وہ توعدون پر عطف ہوکر ضمیر لاتقعدو سے حال ہی یعنے ہر راہ پر دھمکاتے اور روکتے ہوئے مت بیٹھو ۔ راہ حق اگرچہ واحد مستقیم ہی لیکن اسمین معرفت و حدود و احکام ہین اسی واسطے بکل صراط فرمایا ۔ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا یہ بھی توعدون پر عطف ہی یعنے اس حال سے کہ طلب کرتے ہو راہ کو معوجہ یعنے لوگون کو شبہ دلاؤ اور انسے کہو کہ ٹیڑھی راہ ہی ۔ اور راہ پر بیٹھنے سے درحقیقت بیٹھنا مراد نہین ہی بلکہ ایسے طریقہ اختیار کرنے سے ممانعت ہی قریش والے بھی لوگون کو آنحضرت صلعم پر ایمان لانے سے روکتے تھے اور اسی طرح دھمکاتے تھے ۔ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ اور یاد کرو کہ تم تھوڑے تھے پس اللہ تعالے نے تمکو بہت کر دیا اور بعبرت سے دیکھو کہ مفسدون کا انجام کار کیا ہوا یعنی تم سے پہلے

ہونے پر علماء کا اجماع ہی اور آنحضرت صلعم سے بہت سی احادیث اسکے حرام ہونے پر وارد ہوئی ہین وسورہ بقرہ مین گذر چکا

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ

اور مدین کو بھیجا انکا بھائی شعیب بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمہارا صاحب اسکے سوائے

قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا

پہونچ چکی تمکو دلیل تمہارے رب کیطرف سے سو پوری کرو ناپ اور تول اور مت گھٹاؤ

النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ

لوگوں کو انکی چیزین اور مت خرابی ڈالو زمین مین اسکے سنوارے پیچھے یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ

بھلا ہی تمہارا اگر تمکو یقین ہی اور مت بیٹھو ہر راہ پر ڈر کے دیتے

وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَ

اور روکتے اللہ کی راہ سے جو کوئی یقین لاوے اسپر اور ڈھونڈتے اسمین عیب اور

اذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

وہ یاد کرو جب تھے تم تھوڑے پھر تمکو بہت کیا اور دیکھو آخر کیا ہوا ہی حال

الْمُفْسِدِينَ ۝ وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي

بگاڑنے والوں کا اور اگر تم مین ایک فرقے نے مانا ہی جو میرے

أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ

ہاتھ بھیجا اور ایک فرقے نے نہین مانا تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے ہمارے بیچ

وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ وارسلنا الے مدین - اور بھیجا ہم نے مدین کی طرف - اس قوم کا نام مدین ہی جو مدین بن ابراہیم ع کی اولاد ہین - کذا قال البیضاوی اور یہی محمد بن اسحاق کا قول ہی اور ابن کثیر رح نے فرمایا کہ مدین کا اطلاق قبیلہ پر ہی جیساکہ مذکور ہوا اور مدین ایک شہر بھی ہی جو معان کے قریب ہی کما فی قصۃ موسیٰ ولما ورد ماء مدین وجد علیہ امۃ من الناس یسقون - اور وہین حضرت شعیب رہتے تھے اور یہی اصحاب ایکہ ہین جیساکہ ہم عنقریب انشاء اللہ تعالے بیان کرینگے حاصل آنکہ فرق کرنا یہان سہو ہی اور مراد یہان قبیلہ مدین ہی أَخَاهُمْ شُعَيْبًا انکے بھائی شعیب کو - یعنی برادری کے بھائی کو جنکا نام شعیب علیہ السلام ہی اور وہ شعیب بن میکیل بن یشجر بن مدین ہین اور ابن اسحاق نے کہا کہ سریانی مین انکا نام یثرون تھا اور بیضاوی رح نے کہا کہ خطیب الانبیاء انکا لقب ہی کیونکہ قوم کو جواب دیے ہین - قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ یہی توحید جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی دعوت تھی قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ البتہ آچکا تمہارے پاس معجزہ تمہارے پروردگار سے میری سچائی کا - اس

وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ پس نجات دی ہمنے لوط کو اور اسکے اہل کو یعنے جو لوگ اسپر ایمان لائے تھے سوائے اسکی جورو کے کہ وہ غابرین مین سے تھی - قوم لوط چار لاکھ آدمی تھے جنمین سے سوائے لوط ع کے گھر والون کے کوئی ایمان نہ لایا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا فاخرجنا من کان فیہا من المؤمنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین - پھر تحقیق نہوا کہ لوط ع کے سب ناتے دار سوائے دو بیٹیون کے اور بھی تھے یا نہین بالجملہ جو ایمان لائے تھے انکو نجات فرمائی جیسا کہ دوسری آیت مین تشریح ہوگیا اگرچہ یہ ظاہر فرما دیا کہ سبب رحمت و نجات یعنی ایمان فقط ایک گھر والون مین تھا اور وہ لوط کا گھر ہی لیکن انمین سے لوط ع کی جورو کا استثناء کیا و آگاہ کیا کہ وہ غابرین مین سے تھی کیونکہ ایمان نہ لائی تھی - غبر الشئ - گذر گئی وہ چیز - اور نیز - باقی رہگئی وہ چیز - پس یہ لغت اضداد مین سے ہی اور زجاج نے کہا کہ معنی آنکہ وہ غائب ہوئی نجات سے - اور مفسر رح نے کہا من الغابرین اے الباقین فی العذاب یعنی عذاب مین باقی رہنے والون مین سے تھی - اور بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ الا امراتہ یعنی واہلہ تام جو دل مین کافرہ تھی - کانت من الغابرین - اے من الذین بقوا فی دیارہم فہلکوا - یعنی باقیون مین سے یعنی ان لوگون مین سے تھی جو اپنے دیار مین باقی رہے پس ہلاک ہوئی اور غابرات نہین کہا کیونکہ مذکر کو غلبہ دیا اور غابرات کو تابع قرار دیا - قال الحافظ رح اسیواسطے جب لوط علیہ السلام کو شہر سے نکل جانے کا حکم ہوا کہ آخر رات مین مع اہل کے نکل جاوین تو حکم ہوا کہ اس عورت کو آگاہ نہ کرین اور نہ اسکو شہر سے نکالین - اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ وہ عورت انکے پیچھے پیچھے ہولی تھی پھر جب عذاب آیا تو اسنے منھ پھیر کر دیکھا پس اسپر بھی ایک پتھر آپڑا اور اظہر یہ ہی کہ وہ شہر سے نہین نکلی اور نہ لوط ع نے اسکو آگاہ کیا بلکہ انھین لوگون کے ساتھ باقی رہی اور لوط ع و اہل سے بچھڑ رہی - وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ اور برسایا ہمنے ان کافرون پر مطر - مفعول مطلق برائے نوع ہی مطر سے ایک نوع عجیب کی بارش کی اور وہ آیندہ مفصل قصہ مین جو انشاء اللہ تعالے آویگا بیان ہی لقولہ وامطرنا علیہا حجارۃ من سجیل منضود مسومۃ عند ربک وما ہی من الظالمین ببعید - اسی واسطے بیان فرمایا - فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ پس تو دیکھ یعنے انکے بیان حال مین عبرت سے نظر کر کہ مجرمون کا انجام کار کیا ہوا - جس شخص پر پتھر پڑا وہ خاک ہوگیا یعنی سب ہلاک ہوئے - نعوذ باللہ من عذاب اللہ عز وجل - قال الحافظ رح امام ابو حنیفہ رح کا یہ مذہب ہی کہ جو شخص لواطت کے فعل مین ہو اسکو بلند مقام سے گرا دین اور پیچھے سے پتھر سے مارین جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا - قال المترجم یہ مذہب بہت قوی ہی اسواسطے کہ اس فعل بد کی سزا کسی اور پر قیاس نہین ہوسکتی اور اللہ تعالے نے اسکی حرمت غلیظہ کو بیان فرمایا ہی پس سزا اسکی وہی ہی جو بیان فرمائی کیونکہ قوم مذکور کو اوپر اٹھا کر گرایا گیا اور پتھر برسے پس یہان بمانند اسکے ممکن ہی وہی کیا جاوے ثم قال الحافظ اور دیگر علماء اس طرف گئے ہین کہ وہ شخص خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو ہر حال مین پتھرون سے مار کر ہلاک کیا جاوے اور شافعی رح کے دو قول مین سے ایک قول یہی ہی اور حجت اسمین حدیث ابن عباس رض ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس شخص کو تم پاؤ کہ وہ قوم لوط ع کا فعل کرتا ہی تو کرنے والے اور کرانے والے دونون کو قتل کرو - رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ - مترجم کہتا ہی کہ قتل کرنا محتمل ہی کہ اسی طریقہ سے ہو جو امام ابو حنیفہ رح نے استخراج کیا ہی اور بعض آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے مؤید ہین قال الا ان الثانی اقرب واللہ اعلم - اور دوسرون نے کہا کہ لوطی مانند زناکار کے ہی اگر کنوارا ہی تو سو درے اور اگر بیاہا ہی تو پتھرون سے مار ڈالا جاوے اور یہی امام شافعی کا دوسرا قول ہی اور رہا عورتون سے دبر مین وطی کرنا تو یہ چھوٹی لواطت ہی اور اسکے حرام

نہین کیا۔ فی البیضاوی یہ جملہ مستانفہ ہی جو انکار کو موکد کرتا ہی گو یا پہلے انکو اس بدتر فعل کے کرنے پر ملامت کی اور پھر انکو اس
فعل بد کے اختراع کرنے پر ملامت کی کہ یہ اور زیادہ ان لوگون کے بد ہونے پر دلیل ہی۔ بعض متقدمین سے منقول ہی کہ قوم لوط کا
حال نہ سُنا ہوتا تو مجھے معلوم نہوتا کہ کوئی ایسا بھی کرتا ہی۔ اسمین دلیل ہی کہ یہ فعل نہایت بدتر ہی اور زنا سے زیادہ اسکی حرمت
غلیظ ہی افسوس کہ ہندوستان کے بھی بعض شہرون مین یہ فعل پایا جاتا ہی اللہ تعالے ان لوگون کو اس سے نفرت دیدے اور بعض
جاہلون نے یہ وہم کیا کہ لواطت کی حرمت ثابت نہین ہوتی حالانکہ یہ عجیب جہالت ہی کیونکہ حرام وہی ہی کہ جو شرع مین مذموم ہو اور اس سے
زیادہ کیا مذمت ہوگی جو یہان مذکور ہی اور اس سے زیادہ کیا عذاب کی وعید ہوگی کہ عاقبت مین تو عذاب ہوویگا یہان دنیا مین بھی
عذاب غضب دیا گیا نعوذ باللہ من ذلک اور عنقریب یہ مسئلہ آتا ہی۔ بالجملہ پہلے انکے فعل بدتر مذکور پر انکار کیا اور اسکی سخت مذمت
فرمائی پھر تاکید ملامت کی پھر استبعاد و انکار و تعجب کو جمع فرمایا بقولہ۔ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ
دُوْنِ النِّسَآءِ ارے کیا تم مردون کو آتے ہو بغرض شہوت لے عورتون کے سوائے۔ بیضاوی رح نے فرمایا کہ بیان جملہ انکار
اول ہی اور اسمین بہ نسبت سابق کے انتہاء درجہ کا انکار و ملامت ہی۔ شَهْوَةً مفعول لہ ہی یعنے بغرض شہوت کے کوئی اور بات نہین
سوائے اسی بات کے حالانکہ اس سے بڑھکر کوئی مذمت کا فعل نہین ہی یا مصدر بموقع حال ہی اور اس سے قید لگانے مین انکے محض
بہائم ہونے کی صفت بیان کی اور تنبیہ ہی کہ عاقل کو چاہیے کہ اس فعل سے اسکی مراد اولاد صالح ہو اور ظاہر ہی کہ وہ بدون عورت کے
نہین ہوگی۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم ایک قوم ہو کہ اسراف تمہاری صفت و عادت ہی یعنے حلال سے حرام کی طرف تجاوز
کرتے ہو۔ بیضاوی رح نے فرمایا کہ انپر انکار کرنے سے اضراب کرکے انکے حال سے جو انکو ایسے فواحش کی طرف لایا ہی خبر دیگئی یعنے
تم مین اسراف کی عادت پڑی ہوئی ہی یا انکار سے اضراب کرکے انکے جمیع معائب کا کلیہ بیان کر دیا۔ بالجملہ اس قوم بدبخت کو ہرچند
حضرت لوط علیہ السلام نے فہمایش کی کہ عورتون سے مخاطب ہون اور یہ حرکتین چھوڑین ہرگز نہ ملنے۔ اور ابن عباس رض سے
حکایت کیا جاتا ہی کہ آپ نے قوم مذکور کے اس فعل کی ابتدا یہ بیان کی کہ شیطان ایک نہایت خوبصورت طفل کی صورت بنکر آیا اور
لوگون کو ملاطفت کرکے آخر اپنے ساتھ اس حرکت کرنے پر آمادہ کیا پس جب اس سے یہ حرکت کرلی تو آخرکار دلیر ہوگئے اور یہی حرکتین
کرنی شروع کین۔ وفی تفسیر الحافظ مفسرین نے بیان کیا ہی کہ اس قوم کی یہ حالت تھی کہ مرد تو مردون کے ساتھ آپس مین مشغول تھے
اور عورتین بھی آپس مین عورتون سے مشغول تھین اور کسی کو دوسرے کی پروا نہ تھی۔ پھر حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت کون سنتا ہی
قلت شاید یہی وجہ ہو کہ عورتین بھی چونکہ راضی نہ تھین اسواسطے حضرت لوط علیہ السلام کو ھؤلاء بناتی ھن الخ مین درحقیقت اپنی پاک
بیٹیون کے ساتھ نکاح شرعی کی درخواست سے اتمام حجت کرنی پڑی واللہ اعلم۔ بہرحال کوئی نصیحت کارگر نہوئی اور ایک بھی مسلمان
نہوا سوائے اہل بیت لوط علیہ السلام کے بلکہ قوم مذکور نے یہ جواب دیا جو اللہ تعالے نے بیان فرمایا۔ وَمَا كَانَ جَوَابَ
قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ اے نکال دو انکو یعنے لوط اور انکے گھر والون کو مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اپنے قریہ یعنی
سدوم سے کیونکہ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ یعنی مردون کے دبر مین وطی کرنے سے بہت پاکی رکھتے ہین۔ حضرت لوط
علیہ السلام کی نصیحت و خیرخواہی کا یہ جواب تھا کہ انکو یہان سے نکال باہر کرو۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ یہ لوگ تطہر کرتے ہین پس یا تو
حقیقۃ یہی مراد تھی اور واقعی بھی تھا اور یا انھون نے مسخرہ پن سے کہا ہو اور یہی بیضاوی رح نے اختیار کیا ہی۔ فَاَنْجَيْنٰهُ

روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے طائف کو جاتے ہوئے فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہی اور وہ ثقیف کا جد اعلی ہی اور یہ قوم ثمود مین سے تھا اور حرم مین اس زمانہ مین تھا اس سے عذاب دور رہا جب پھر نکلا تو اس مقام پر اسکو عذاب پہونچا اور یہین دفن ہوا - اور اسکی علامت یہ ہی کہ اسکے ساتھ سونے کی ایک غصن (شاخ) مدفون ہی پس لوگون نے اُترکر تلوارون سے کھود کر اسمین سے وہ غصن نکال لی - رواہ عبد الرزاق مرسلا وابو داؤد موصولا وحسنہ الشیخ ابو الحجاج المزی وقال ابن کثیر عرضت علی الشیخ بان بجیر بن ابی بجر ممن لا یعرف الا بہذا الحدیث وقال یحیی بن معین لم اسمع احدا روی عنہ غیر اسمعیل بن امیۃ فلعلہ وہم فی رفعہ ویکون من کلام عبد اللہ بن عمرو مما اخذہ من الزاملتین اللتین وجدہما فی الیرموک فقال وہذا محتمل واللہ اعلم - بیضاوی وغیرہ مین جو ناقہ کے طول جثہ کے بیان مین ذکر کیا کہ وہ ایک نالہ سے جاتی تو پھر نہین سکتی تھی حتی کہ اس کوچہ سے پار ہوکر دوسرے نالہ سے واپس ہوتی تھی تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ اسپر دلالت کرتی ہی اور علماء رحم نے فرمایا کہ اسقدر جلد آسانی سے اسکا ہلاک ہوجانا اس قوم کی بدبختی کی علامت تھی پھر اللہ تعالے نے قوم لوط کا حال فرمایا -

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ
اور لوط کو بھیجا جب کہا اپنی قوم کو کیا کرتے ہو بیحیائی تم سے پہلے نہین کی یہ کسی نے

مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ
جہان مین تم تو دوڑتے ہو مردون پر شہوت کے مارے عورتین چھوڑ کر بلکہ

أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم مِّن
تم لوگ حد سے نہین رہتے اور کچھ جواب نہ دیا اُسکی قوم نے مگر یہی کہا نکالو انکو اپنے

قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۝ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ
شہر سے یہ لوگ ہین ستھرائی چاہتے پھر بچا دیا ہمنے اسکو اور اُسکے گھر والونکو مگر اسکی عورت رہ گئی

مِنَ الْغَابِرِينَ ۝ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝
رہنے والون مین اور برسایا اُن پر برساؤ پھر دیکھ آخر کیسا ہوا حال گنہگارون کا

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ظرف ہی - پس اگر ارسلنا مقدر ہی یعنی وارسلنا لوطا اذ قال - تو اذ سے زمانہ ممتد مراد لیا جاوے جسکے بعض وقت مین ارسال ہوا پھر بعض وقت مین قوم سے کہا اور حاصل آنکہ وارسلنا لوطا وقت قولہ لہم - اور اظہر یہ ہی کہ اذکر مقدر ہی اور اذ ظرف بدل ہی اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا - لوط کو سیبویہ نے کہا کہ اسم عجمی ہی وعلی ہذا قول زجاج رح کہ وہ مشتق نہین ہی صحیح ہی لیکن خفت کی وجہ سے منصرف ہوا اور لوط بن ہاران بن تارخ - حضرت ابراہیم ع کے بھتیجے ہین اور حضرت ابراہیم ع کے تابع نبوت مین نبی تھے اللہ تعالے نے انکو اردن کے مقام سدوم مین بھیجا تھا جو حمص مین سے ہی پس یہ قوم سے مراد یہی سدوم والے ہین - المعنی اور بیان کردے لوط کو یعنی جب کہ لوط نے اپنی قوم سے کہا - **أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ** فاحشہ صفت موصوف مقدر ای الفعلۃ الفاحشۃ - کیا کرتے ہو ایسا فعل فاحش کو یعنی غایت درجہ کے بدتر فعل کو - وہ مردون و لونڈون کے ساتھ مقعد مین لواطت ہی - **مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ** یعنی ہرگز اسوقت تک تم سے پہلے عالمین مین سے جن وانسان کسی نے اسکو

تحسر کے طور پر ایسا فرمایا یعنے افسوس ہو کہ تم نے اپنی یہ نوبت پہونچائی اور میرا کہنا نہ مانا اور مقصود اس سے حقیقۃً سنانا نہیں ہو کر
اور قتادہ رح سے روایت ہو کہ صالح علیہ السلام نے یہ بات اُنسے اسوقت کہی تھی کہ جب ان لوگون نے ناقہ کو قتل کر ڈالا تھا واللہ اعلم
پھر بعض مفسرین نے کہا کہ قوم صالح مین سے ایمان لانے والے چار ہزار آدمی تھے صالح علیہ السلام انکو لیکر حضر موت مین داخل
ہوئے اور وہین حضرت صالح علیہ السلام کا انتقال ہوا ۔ اور بعض نے کہا کہ جس نبی کی امت ہلاک ہوئی وہ ساتھی مسلمانون
کو لیکر حرم مکہ مین داخل ہو کر مرتے دم تک وہین عبادت کرتا رہا حتی کہ وہان بہت سے انبیاء علیہم السلام کا مدفن بیان کیا جاتا ہو واللہ اعلم
اور قوم ثمود کی بستی اُجاڑ پڑی رہی اور وہ حجر کہلاتا ہو اور رسول اللہ صلعم تبوک کو جاتے ہوئے سنہ نو ہجری مین وہان گذرے
تھے ۔ امام احمد نے ابن عمر رض سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلعم حجر مین قوم ثمود کے گھروان پاس اُترے تو لوگون نے انھین
کنوؤن سے پانی بھرا جنسے قوم ثمود پانی پیا کرتی تھی پس اسی پانی سے آٹا گوندھا اور ہانڈی اسی پانی سے چڑھائی پس آنحضرت صلعم نے
حکم دیا تو لوگون نے ہانڈیان اوندھا کر بہا دین اور گوندھا ہوا آٹا اونٹون کو کھلا دیا پھر آپ نے لوگون کو لیکر کوچ کیا اور جا کر اُس
کنوئین پر اُترے جس سے ناقہ صالح پانی پیا کرتی تھی اور لوگون کو منع کر دیا کہ جو قوم عذاب دی گئی ہو اسکے پاس نہ جاؤ اور
فرمایا کہ مجھے خوف ہو کہ تمکو بھی اسکے مثل نہ پہونچے جیسا انکو پہونچا پس تم انکے وہان نہ جاؤ ۔ وقد رواہ ایضاً عن ابن عمر رض کہا کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جب آپ مقام حجر مین تھے فرمایا کہ مت جاؤ ان لوگون کے وہان جو عذاب دیے گئے ہین مگر اس حال مین کہ
تم روتے ہوئے ہو ۔ پھر تم اگر روتے ہوئے نہو تو ان لوگون کے وہان مت جاؤ بخوف آنکہ کہین تمکو ویسا عذاب نہ پہونچے جو انکو
پہونچا ۔ واصل الحدیث مخرج فی الصحیحین من غیر وجہ ۔ ابو کبشہ رض سے روایت ہو کہ جب تبوک کے غزوہ مین آنحضرت صلعم جاتے ہوئے حجر
مین اُترے تو لوگون نے جلدی کی اور اہل حجر کے وہان جانا شروع کیا یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو منادی کرائی کہ الصلوۃ جامعۃ پس مین رسول اللہ
صلعم کے پاس حاضر ہوا اس حال مین کہ آپ ایک بکری کو پکڑے ہوئے یہ فرماتے تھے کہ کیا جاتے ہو ایسی قوم کے وہان جنپر اللہ تعالی
نے غضب کیا پس صحابہ رض مین سے ایک شخص نے آواز سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ اُنسے تعجب (عبرت) حاصل کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ
مین تمکو اس سے عجیب بات بتا دون تمھین مین سے ایک شخص (یعنی خود ذات مبارک صلعم) ہو کہ تم کو ان باتون سے آگاہ کرتا ہو جو تم سے پہلے ہو گذرین اور ان
باتون سے جو تمھارے بعد ہونگی پس تم استقامت پر رہو اور سداد اختیار کرو ۔ اللہ تعالے تمھارے عذاب کی کچھ پروا نہین فرماتا
اور ایک قوم عنقریب ایسی ہوگی کہ اپنی ذات سے کچھ دفع نہ کریگی ۔ رواہ احمد ولم یخرجہ احد من الستۃ ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ
جب رسول اللہ صلعم مقام حجر سے گذرے تو فرمایا کہ اے لوگو آیات (معجزات) مت مانگو چنانچہ قوم صالح نے آیۃ مانگی پس ناقہ اس نالہ کی راہ سے
پانی پینے آتی تھی اور اُس دوسرے نالہ سے نکلکر جاتی تھی پس قوم ثمود نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور ناقہ کو قتل کیا اور حال
یہ تھا کہ ناقہ ایک روز پانی پیتی تھی اور ایک روز وہ لوگ ناقہ کا دودھ پیتے تھے پھر اسکی کونچین کاٹ کر مار ڈالا پس انکو آواز کرخت نے
پکڑ لیا پس اللہ تعالے نے ادیم السماء کے نیچے جو کوئی اس قوم کا تھا سب کو خمود و بیجان (میت تھا) کر دیا سوائے ایک مرد کے کہ وہ اللہ تعالی
کے حرم مین تھا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون تھا فرمایا کہ ابو رغال پھر جب وہ حرم سے باہر ہوا تو اسکو بھی وہ عذاب پہونچا
جو اسکی قوم کو پہونچا تھا ۔ رواہ احمد باسناد علی شرط مسلم ولیس فی شیٔ من الکتب الستۃ ۔ علماء تفسیر نے ذکر کیا کہ ابو رغال یہی قبیلہ
ثقیف کا جد اعلی ہو جو طائف مین بستے تھے وقد رواہ عبد الرزاق عن معمر عن الزہری ان ابا رغال ابو ثقیف ۔ اور عبد اللہ بن عمرو سے

حملہ کر کے اسکو ذبح کر ڈالا اور اسکا بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور عبد الرزاق نے حسن بصری رح سے روایت کی کہ وہان اسنے تین آوازین دین اور کہا کہ اے میرے پروردگار میری ماں کیا ہوئی اور کافر لوگ اسکے پیچھے دوڑے اور پہاڑ شق ہوا اور وہ اسکے اندر غائب ہو گیا - جب صالح علیہ السلام کو خبر ہوئی تو وہ آئے اور اونٹنی کو مردہ دیکھکر روئے - بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ لوگون سے فرمایا کہ تین دن اپنے گھرون مین بسر کر لو چوتھے روز تمپر عذاب ہی اور کہا کہ اسکے بچہ کو تلاش کر کے خدمت کرو شاید عذاب دور ہو مگر ان لوگون نے ہر چند کوشش کی اسکو نہ پایا - قال المترجم شاید یون ہوا کہ اونٹنی کو قتل کر کے جب کچھ عذاب نہ دیکھا تو صالح علیہ السلام سے متکبرانہ کہا کہ لاؤ وہ عذاب کہان ہی پس صالح علیہ السلام نے کہا کہ تین روز بسر کرو - کل تمھارے چہرے زرد اور پرسون سرخ اور چوتھے روز سیاہ ہو جاوینگے پھر تین روز بعد متصل ہی عذاب آویگا - پھر جب دوسرے روز وہ علامت پائی تو فکر کی تب صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اسکا بچہ تلاش کرو شاید عذاب دور ہو مگر وہ نہ ملا - بیضاوی رح نے کہا کہ جب علامات دیکھین تو چاہا کہ صالح علیہ السلام کو قتل کر ڈالین پس اللہ تعالے نے انکو زمین فلسطین مین نجات دیدی - اور شیخ ابن کثیر رح نے امام ابن جریر رح وغیرہ سے نقل کیا کہ جنھون نے رات کو دھوکے سے قتل کا قصد کیا تھا انپر وعدہ گاہ سے پہلے آسمان سے پتھر آئے کہ انکے بھیجے نکل پڑے اور ذکر کیا کہ اونٹنی کو چہار شنبہ کے روز قتل کیا تھا اور اتوار کی رات وہ سب بدبخت کفن پہنے حنوط لگائے منتظر تھے کہ دیکھیے کیا ہو اعوذ باللہ من عذاب اللہ تعالے پس صبح سورج نکلتے ہی نیچے سے زمین کو سخت زلزلہ ہوا اور آسمان سے آواز سخت آئی کہ سب کی روح نکل گئی علماء تفسیر رح نے بیان کیا ہی کہ ذریات ثمود مین سے سوائے صالح علیہ السلام وانکے اوپر ایمان لائے مسلمانون کے اور کوئی نہین بچا - مگر ایک شخص ابو رغال نامے جو ان دنون مکہ معظمہ کے حرم مین تھا وہ احترام حرم سے بچا پھر بعض ضرورت سے جب مقام حل مین گیا تو آسمان سے پتھر آیا اور وہ مر گیا وسیاتی ما یتعلق بہ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ

وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ

پھر صالح نے ان لوگون سے منھ پھیرا اور کہا کہ اے قوم البتہ مین نے تمکو اپنے پروردگار کی رسالت پہونچادی اور تمھارے بھلے کو نصیحت کی ولیکن تم نصیحت کرنے والون کو دوست نہین رکھتے - حافظ ابن کثیر رح نے کہا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے یہ تقریع و ملامت اپنی قوم کو بعد ہلاک ہو جانے کے فرمائی اور قوم کے مردے اسکو سنتے تھے جیسے آنحضرت صلعم نے جب جنگ بدر مین کفار پر مسلمان غالب ہوئے تو تین روز وہان قیام کیا پھر تیسرے دن بعد آخر رات مین اپنا کجاوہ کھنچوایا اور روانہ ہو کر قلیب بدر پر آ کر کھڑے ہوئے اور یہ فرمانا شروع کیا کہ اے ابو جہل بن ہشام اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ اے فلانے اور اے فلانے بھلا پایا تم نے برحق جو تمکو تمھارے پروردگار نے عذاب کا وعدہ دیا تھا اور مین نے تو جو مجھکو میرے پروردگار نے وعدہ خیر دیا تھا برحق پایا - الحدیث کما فی الصحیحین وذکر فی السیرۃ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ بہت برے برادری والے تھے اپنے نبی کے حق مین تمنے مجھکو جھوٹا بنایا اور لوگون نے میری تصدیق کی - تم نے مجھے نکالا اور لوگون نے مجھے جگہ دی - تم میرے ساتھ لڑے اور لوگون نے میری مددگاری کی پس تم لوگ اپنے نبی کے بہت برے برادری والے تھے - پس ایسا ہی یہان صالح علیہ السلام نے فرمایا ہی - وفی البیضاوی بقرینۃ الفا تعقیب کے ظاہر آیت یہی ہی کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اس قوم کو جاثمین دیکھکر انسے اعراض کیا ہی - اور رہا یہ قول تو شاید انکے ہلاک ہو جانے کے بعد انسے کہا اور وہ سنتے ہون جیسے کہ آنحضرت صلعم نے قلیب بدر والون سے خطاب فرمایا تھا - یا ان لوگون پر

نے اور آسمان سے سخت آواز نے۔ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ جثم لغت میں پرند و آدمی کا زمین پر سینہ ڈال دینا اور ہلاک ہونے کو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مفسر رح نے کہا کہ جاثمین اسے بارکین علی الرکب میتین۔ یعنی صبح کی ان لوگوں نے اپنے گھروں میں اس حال پر کہ گھٹنوں کے بل مردے پڑے تھے۔ اور بیضاوی نے کہا کہ خامدین میتین۔ اس قصہ کو بیضاوی و شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے اسطرح بیان کیا ہے کہ بعد ہلاک و برباد ہونے قوم عاد کے ثمود نے بلاد کو معمور و آباد کیا اور مال و اولاد کی کثرت ہوئی اور عمریں دراز قریب ہزار سال تک ہوتی تھیں مکانات قبل موت کے فوت ہوجاتے آخر پہاڑوں کو تراش کر ایک خانہ آباد کرتے تھے اور بہت فراخی سے بسر کرتے آخر سرکشی کی اور زمین میں شرک و کفر کا فساد برپا کیا بتوں کو پوجنے لگے اللہ تعالیٰ نے صالح ع کو لنکے خاندان سے رسول فرمایا صالح ع نے انکو توحید کی راہ پر بلایا اور عذاب سے ڈرایا آخر انھوں نے معجزہ مانگا اور کہا کہ ہماری عیدگاہ چلو ہم اپنے معبودوں کو پکاریں اور تم اپنے اللہ تعالیٰ کو پکارو جسکو جواب ملے اسکی پیروی کریں۔ ان لوگوں نے ہرچند اپنے بتوں کو پکارا وہاں صالح ع کے سامنے شیطان کا وجود نہ تھا انکے بتوں سے کوئی آواز نہ آئی۔ آخرکار صالح ع سے انکے سردار جندع بن عمرو نے یہ ہٹ کی کہ کاثبہ نام پہاڑی سے ایک اونٹنی بڑے پیٹ والی جوف دار جسپر بہت بال ہوں نکال دے تو ہم تجھپر ایمان لاویں۔ حضرت صالح ع نے انسے بہت مضبوط عہد و میثاق لیا کہ ایسا ہو تو تم ضرور بالضرور ایمان لانا ان لوگوں نے مضبوط عہد و پیمان دیا پس صالح ع نے نماز پڑھکر حضرت باری تعالیٰ عز و جل میں دعا مانگی پس اس ٹیلہ میں ایسی حرکت پیدا ہوئی جیسے اونٹنی کو بچہ پیدا ہونے کے وقت دردزہ سے ہوتی ہے پھر پہاڑی شق ہوئی اور اسمیں سے عشراء جوفاء وبراء جس صفت کی انھوں نے بیان کی تھی بہت دراز قد اونٹنی پیدا ہوئی اور یہ لوگ آنکھوں دیکھتے تھے پھر اسیوقت ایک بچہ جنی جو بڑائی میں اسکے برابر ہوگیا۔ یہ دیکھکر جندع بن عمرو مع ایک جماعت کے مسلمان ہوگیا اور باقیوں نے ایمان لانا چاہا مگر ذواب بن عمرو اور حباب مالک بتخانہ اور رباب بن صمعر کاہن نے ان سب کو روکا۔ پھر ایک مدت تک وہ ناقہ مع بچہ کے لوگوں کے بیش نظر رہی کہ درخت و گھاس چرا کرتی تھی اور ایک دن درمیان دیگر کنوئیں پر آیا کرتی پس پانی سے سر نہ اٹھاتی یہانتک کہ سب پانی اسکا پی جاتی تھی پھر تھن لٹک پڑتے تھے پس لوگ جسقدر چاہتے اسکا دودھ دوہتے حتیٰ کہ انکے برتن بھر جاتے اور پیتے و رکھ چھوڑتے اور اونٹنی گرمیوں میں پشت وادی میں بسر کرتی تو انکے جانور وہاں سے بطن وادی کی طرف بھاگ جاتے اور جاڑوں میں بطن وادی میں بسر کرتی تو انکے مویشی مارے خوف کے پشت وادی کو بھاگ جاتے پس یہ امر انپر نہایت گراں گذرا اور صالح علیہ السلام نے بحکم الٰہی عز و جل انکو سمجھا دیا تھا کہ اس اونٹنی سے کچھ تعرض نہ کرنا مگر زمانہ کے بعد انکے دلوں میں سمایا کہ قتل کریں اور انکے دلوں میں زیادہ رچا یا اس ارادہ کو چند عورتوں نے شیخ ابن جریر و غیرہ علماء تفسیر نے ذکر کیا کہ سبب اسکے قتل کا یہ ہوا کہ انمیں سے ایک عورت عنیزہ بنت غنم بن مجلز تھی اس بڑھیا کو صالح علیہ السلام سے سخت عداوت تھی اور اسکی لڑکیاں بہت خوبصورت اور بڑی مالدار تھیں اور ذواب بن عمرو اسکا شوہر اور قوم ثمود کے سرداروں میں سے تھا اور ایسے ہی صدقہ بنت المحیا وغیرہا چند عورتوں نے اپنی جان و مال سے دریغ نہ کیا کہ یہ اونٹنی قتل ہو اور لوگوں کو آمادہ کیا آخر جملہ نو مرد جمع ہوئے جنکو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تسعۃ رہط یفسدون فی الارض ولا یصلحون ٥۔ پس پورے فرقہ کافرہ کو آمادہ و راضی کرکے اونٹنی کو قتل کرنے کی تاک میں گئے اور قدار بن سالف اور مصدع بن مہرج کمینگاہ میں بیٹھے اور عنیزہ بنت غنم مذکور بھی اپنی لڑکیوں کو سنگار کرا کے دور سے سامنے ہوئی پھر جب اونٹنی پانی سے لوٹی تو مصدع نے اسکو تیر مارا وہ زخمی ہوئی اور قدار ملعون نے پیچھے سے تلوار ماری وہ گر پڑی پس

بدل ہی باعادۂ حرف جارہ - یعنی ان لوگون سے جو ایمان لائے تھے انمین سے یعنی قوم مین سے یا مستضعفین مین سے - لمن آمن منہم
کی ضمیر قوم کی طرف ہو لمن آمن بدل الکل ہی اور اگر مستضعفین کیطرف ہو تو بدل البعض ہی - اور دلالت ہی کہ مستضعفین سب ایمان
نہ لائے تھے بلکہ بعضے ایمان لائے تھے اور بر تقدیر اول جسقدر ایمان لائے انھین کو مستضعفین فرمایا ہی - اور کلام مین دلیل ہی کہ
تکبر کرنا خصلت کفار ہی اور ایسے غریبون کو ضعیف وحقیر سمجھتا - کیونکہ انھین متکبرین نے انکو ضعیف وذلیل سمجھا تھا - اسمین علم ہی کہ ضعیف
وغریب لوگ وہی سب سے اول انبیاء علیہم السلام کے تابع ہوتے ہین اور صحیح ہوا کہ محتاج لوگ آخرت مین تونگرون سے پانچ سو برس پہلے
جنت مین داخل ہونگے اور یہین سے کہا گیا ہی کہ اہل اعراف یہی تونگر مومنین ہونگے جو پانچ سو برس تک اعراف پر روک رکھے جاوینگے
اور حدیث صحیح مین ہی کہ اسلام کا شروع ہونا غریبون سے ہوا اور آخر زمانہ مین غریبون کیطرف عود کر جائیگا پس غریبون کو بشارت ہو -
بالجملہ قوم صالح کے متکبر مغرورون نے کہا ان لوگون سے جنکو حقیر وذلیل سمجھا تھا جو انمین سے ایمان لائے تھے کہ **أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ** کیا تم یقین جانتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے رسول ہو بھیجا گیا ہی تمہاری طرف - کافرون نے
مسخرہ پن اور ٹھٹھے کے طور پر ان مومنون سے یہ بات کہی تھی **قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ** بولے کہ جس چیز کے ساتھ
وہ رسول کرکے بھیجے گئے ہین ہم اسپر مومن ہین - جواب فقط اسقدر کافی تھا کہ ہان ولیکن انھون نے اسطرح جواب دینے مین دو طرح تنبیہ
کی اول آنکہ صالح علیہ السلام کا مرسل ہونا ایسا ظاہر ہی کہ جسکو ذرا بھی عقل ہی اور کچھ بھی سمجھ ہی وہ شک نہین کرسکتا پس انکا حال پوچھو
جو صالح ؑ پر ایمان لائے اور جو نہین لائے ہین پس ہم ایمان لائے ہین دوم تعلمون فعل سے سوال تھا مفعول لیے انا مومنون سے
جواب دیا یعنے جملہ اسمیہ سے جو استمرار وتاکید کے ساتھ ہی اور جزم ثابت ومستمر ہی - **قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ** تکبر کرنے والون نے کہا کہ جسکے ساتھ تم ایمان لائے ہو ہم اس سے منکر ہین - بطریق مقابلہ کے یہ جواب
دیا - اور بجائے ارسل بہ - کے آمنتم بہ - کہا پس جسکو مومنون نے معلوم اور مسلم قرار دیا تھا اس سے انکار کیا - قال المفسر رح - ناقہ
کے واسطے پانی کا ایک روز تھا اور دوسرا روز ان لوگون کا تھا اس طرح تقسیم تھی یعنے اس ملک مین پانی کی بہت قلت تھی پس ایک روز
جو پانی جمع ہوتا اسکو اکیلی اونٹنی پی لیتی تھی پھر دوسرے روز کا پانی وہ نہ پیتی اور لوگ بھر لیتے تھے پس وہ لوگ اس بات سے ملال آگین
ہوئے اور اسکو ہمیشہ برداشت کرنے سے تنگ آگئے بسبب اسکے کہ خواہش نفسانی اسکے برخلاف تھی - **فَعَقَرُوا النَّاقَةَ** عقرہا
قدار بامرہم بان قتلہا بالسیف - پس ان لوگون نے ناقہ کو عقر کیا یعنے کونچین کاٹ دین - مراد آنکہ پہلے کونچین کاٹین پھر جب گر پڑی تو ذبح
کر ڈالا - حاصل آنکہ اونٹنی کو تلوار سے قتل کیا - اور ان سبھون کی طرف قتل کو منسوب کیا حالانکہ قدار نامے ایک شخص نے ایسا کیا تھا تو اسوجہ
سے کہ یہ سب اسکے فعل پر راضی تھے اور سبھون نے حکم دیا تھا - قتادہ رح نے کہا کہ مجھے روایت پہونچی ہی کہ جس شخص نے اسکو قتل کیا وہ سب کے
پاس پھر آیا حتی کہ پردہ نشین عورتون کے پاس بھی ہو آیا کہ وہ سب راضی ہین ولعض نے وجہ قتل اور بیان کی ہی چنانچہ آگے آویگی
بہرحال انھون نے ناقہ آیت کو قتل کیا - **وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ** اور تکبر کیا اپنے پروردگار کے حکم سے - اور یہ حکم وہ ہی جو
صالح علیہ السلام نے انکو پہونچایا تھا بقولہ فذروہا تاکل فی ارض اللہ ولا تمسوہا بسوء فیاخذکم عذاب الیم - اور اسپر اور زیادہ سرکشی یہ تھی
کہ **وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ** اور کہنے لگے کہ اے صالح تو وہ عذاب لا جس سے
تو ہمکو اسکے قتل پر ڈراتا تھا اگر تو اللہ تعالے کے رسولون مین سے ہی **فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ** پس پکڑ لیا انکو زمین سے سخت زلزلہ

بیان ہو اور لکم خبر ہو یعنی ثابت لکم اور یہی عامل ہوا آیۃ مین اور ناقۃ کی اضافت اللہ تعالے کی طرف بروجہ تعظیم ہے کیونکہ ان لوگون نے ہٹ
کی تھی کہ اس پہاڑ سے جسکو معین کر دیا تھا ایک ناقہ نکالے جسکے ایسے ایسے اوصاف ہون پس وہ اللہ تعالے کی طرف سے بدون ان
اسباب کے جنکی لوگون کی نظر مین عادت جاری ہے پیدا ہوئے تھے اور اسی واسطے آیت قرار پائی تھی - بالجملہ حکم دیا کہ یہ ناقہ الٰہی ہے
فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ پس اسکو چھوڑ دو چرے اللہ تعالی کی زمین مین یعنی اسکو اللہ تعالے کی زمین مین
چرنے دو مت چھیڑو پھر مصرح کر دیا - وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ اور مت چھوؤ اسکو کسی برائی کے ساتھ یعنی مار و قتل وغیرہ
کی کوئی برائی اسکو مت پہونچاؤ بلکہ مبالغہ کیا کہ برائی چھو نجاوے - قال البیضاوی منع فرمایا سوء کے ساتھ جو ہر طرح کی
برائی کو شامل ہے چھونے سے بھی جو مقدمہ ہے پہونچانے کا یعنی برائی پہونچانے سے ممانعت مقصود ہے مگر اسکو اس طرح بیان فرمایا
کہ برائی سے مس بھی نہ کرو کیونکہ چھونے سے پھر پہونچانے تک نوبت پہونچیگی پس حکم دینے مین پورے طور پر تعلیم کی اور عذر کی جگہ
نہین چھوڑی بلکہ اور تہدید مزید کر دی کہ - فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ جواب نہی ہے یعنی چرنے دو برائی مت پہونچاؤ
کیونکہ اگر نہ مانوگے تو تمکو عذاب سخت پہونچیگا اور عذاب مین پکڑے جاؤگے - پھر وہ اونٹنی مع بچہ کے چرتی پھرتی اور بہت دراز قد
تھی چنانچہ تفسیر سورہ والشمس مین انشاء اللہ تعالے آویگا - پس تمام پانی ایک روز پی جاتی اور تالاب خالی رہجاتا پھر جب رات
بھر مین جمع ہوتا تو دوسرے روز لوگ اور انکے جانور پیتے تھے اور جانور اسکی ہیبت سے بھڑکتے و بھاگتے تھے - پھر حضرت صالح
نے لوگون کو اللہ تعالے کی نعمتین یاد دلائین شاید اب راہ پر آجاوین - وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ
عَادٍ اور یاد کرو جبکہ تمکو خلیفہ کر دیا زمین پر بعد قوم عاد کے ہلاک کرنے کے - وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تبوء جگہ دینا اور
ٹھکانا دینا - المعنی اور بسایا تمکو زمین مین - یعنی زمین حجر مین جو انکی بستی کا نام ہے اس حال سے کہ تَتَّخِذُونَ مِنْ
سُهُولِهَا قُصُورًا اسہلہ زمین نرم - بناتے ہو تم زمین نرم سے قصور - جمع قصر یعنی مکان عالیشان اور اسواسطے قصر نام ہوا کہ فقیر
بیچارے اسکے حاصل کرنے سے قاصر ہوئے ہین - بعض نے کہا معنی یہ کہ زمین نرم سے کچی پکی اینٹین بنا کر اس سے محل بناتے ہو
وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا اور کندہ کرتے ہو پہاڑون سے بیوت - جمع بیت جسمین آدمی رات گذارے اور گھر کے
معنی مین مستعمل ہے اور کہا گیا کہ جسکی چہار دیواری اور چھت و دروازہ ہو - اور یہی فقہ مین معروف ہے اور سخت چیز کو مانند پتھر و لکڑی
وغیرہ کے چھیل کر اور کرید کر بنانا نحت ہوتا ہے والشیء منحوت - کہا گیا کہ بڑی عمرین ہوتی تھین تو عمارتین انکی عمر تمام ہونے سے پہلے
فناء ہو جاتی تھین لہذا پہاڑون کو تراش کر بناتے تھے قال الضحاک تین سو برس سے ہزار برس تک زندگی تھی اور مفسرین نے
کہا کہ گرمیون مین زمین نرم کے مکانات مین بسر کرتے تھے اور جاڑون مین پہاڑون کے مکانات مین رہتے تھے بنا برین یہ انکی رفاہیت
اور عیش کا بیان ہے جو منجملہ نعمتون کے تھا - اور بیوتا کو نصب بنابر آنکہ حال مقدرہ ہے یا مفعول ہے اسے تنحتون بیوتا من الجبال یا تنحتون
بمعنی تتخذون ہے - فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ پس یاد کرو اللہ تعالے کی نعمتین اپنے اوپر - وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ
مُفْسِدِينَ مفسدین حال ہے اور یہ حال مؤکدہ ہے کیونکہ لا تعثوا کے معنی مت فساد کرو ملک مین - قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ
اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ تکبروا عن الایمان بہ - کہا اشراف لوگون نے اسکی قوم والون مین سے جنھون نے صالح پر ایمان
لانے سے تکبر کیا تھا - لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا ان لوگون سے جو کمزور بنائے گئے تھے لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بدلیہ للذین سے

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا

وعدہ دیتا ہے اگر تو ہے بھیجا ہوا پھر پکڑا انکو زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے

فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

اپنے گھر میں اوندھے پڑے پھر الٹا پھرا ان سے اور بولا اے قوم میں پہونچا چکا تمکو

رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝

پیغام اپنے رب کا اور بھلا چاہا تمہارا لیکن تم نہیں چاہتے بھلا چاہنے والوں کو

وَاِلٰى ثَمُوْدَ وارسلنا الی ثمود۔ اور بھیجا ہم نے ثمود کی طرف۔ یہ عرب کا دوسرا قبیلہ ہے اور بسبب علم و تانیث قبیلہ کے غیر منصرف پڑھا گیا اور اس مقام کے سواے اور مقام پر منصرف بھی آیا ہے بتاویل حی یعنے احیاء عرب سے ایک حی مراد ہے اور نام انکا ثمود یا تو اس سبب سے کہ ثمار کے لفظ سے ماخوذ ہے جسکے معنی قلیل پانی کیونکہ انکے دیار میں پانی کی بہت قلت تھی کما قال ابوعمرو بن العلاء اور یا ثمود اس جہت سے کہ اپنے جد اعلی کے نام پر مشہور ہوئے مؤلف فتح البیان نے کہا کہ وہ ثمود بن عاد بن ارم تھا۔ یہ مؤلف مذکور کا وہم ہے اور صحیح ثمود بن عابر ہے جیسا کہ معالم و سراج و بیضاوی وغیرہ میں ہے۔ قال الحافظ علماء تفسیر و نسب نے بیان فرمایا کہ وہ ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح ؑ ہے اور وہ جدیس بن عابر کا بھائی ہے اور ایسی ہی طسم قبیلہ اور یہ سب قبائل عرب کے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پہلے تھے اور ثمود لوگ بعد عاد کے ہوئے ہیں اور انکی بستی حجر مشہور ہے کہ حجاز و شام کے درمیان وادی القری و اسکے گرد و پیش رہتے تھے۔ اور آخر میں ان شاء اللہ تعالے آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں جاتے وقت وہاں سے گذرے ہیں۔ بالجملہ فرمایا کہ اور بھیجا ہم نے قوم ثمود کی طرف۔ اَخَاهُمْ صٰلِحًا انکے بھائی صالح کو۔ بھائی ہونے کا بیان اوپر گذرا حاصل آنکہ دینی بھائی نہیں بلکہ نسبی بھائی تھے کیونکہ کوئی نبی کبھی کافروں کے اعمال پر نہیں ہوا۔ اور وہ صالح بن عبید بن آسف بن ماسح بن عبید بن حاذر بن ثمود ہیں اور مفسر رح نے تجیہ میں لکھا کہ صالح ؑ دو سو اسی برس زندہ رہے بعلت انکی قوم دراز قریب ہزار برس تک مانند قوم عاد وغیرہ کے جیتے رہتے تھے۔ پھر صالح ؑ کی دعوت بیان فرمائی قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اور یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت توحید ہے کما قال تعالے ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الآیہ۔ پھر اس توحید کے بعد اور کلمات نصح وغیرہ مانند قولہ ہو انشاکم من الارض واستعمرکم فیہا الآیات جیسا کہ سورۂ ہود میں ان شاء اللہ تعالے آویگا متعدد اوقات میں بیان کیے اور معجزہ مانگا وہ دعا کر کے دیا جیسا کہ آخر میں بیان ہوگا لیکن سواے چند لوگوں کے راہ پر نہ آے اور شیطان کے مطیع رہے بلکہ دلیر ہو گئے اور اپنی ہلاکت کا عذاب مانگا چنانچہ اسیقدر یہاں بیان فرمایا کہ۔ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ البتہ آچکا تمہارے پاس معجزہ میری سچائی و رسالت کا تمہارے پروردگار کی طرف سے۔ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً یہ ناقہ الٰہی تمہارے واسطے آیت۔ مفسر رح نے کہا کہ آیۃ کو نصب بنا بر آنکہ حال ہے اور اسمیں اسم اشارہ کے معنی یعنی اشیر عامل ہیں و فی البیضاوی قولہ ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ جملہ مستانفہ ہے گویا کہا گیا کہ وہ بینہ کیا ہے تو یہ جواب دیا اور لکم بیان اس شخص کا ہے جسکے واسطے آیہ ہے حاصل معنی یہ ہوے کہ یہ ناقہ الٰہی ہے جسکی طرف میں اشارہ کرتا ہوں درحالیکہ تمہارے واسطے آیت ہے یعنی میری صدق رسالت پر نشانی و معجزہ ہے اور جائز ہے کہ ناقۃ اللہ بدل یا عطف

کے پنجہ سے نجات دی اور اسکے حظوظ و شہوت سے مین بری ہوا کہ بقوت الٰہی مجھے اسکی گرفتاری سے نجات ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھکو اپنی رسالت کے واسطے خاص کیا اور شوائب طبیعت سے پاک کیا اور اپنی محبت و خدمت کا طریقہ مجھکو سکھوا دیا اب بعد اسکے مین تمکو شفقت و نصیحت کے ساتھ یہ طریقہ سکھلاتا ہون اور مین امین ہین یعنی امانت دار ہون کیونکہ میری نصیحت مین شیطانی غرض کی تہمت لگانے کی گنجائش نہین جیسے ان لوگون کی نصیحت مین ہوتی ہی جو سوائے اللہ عزوجل کے کسی اور کی طرف مائل ہوتے ہین۔ ابو حفص رح نے کہا کہ ناصح امین وہ شخص ہی جسکی نصیحت مین اسکے نفس کو کچھ حظ نہ ہو اور اپنے لیے کوئی جاہ و منزلت بھی نہ چاہے بلکہ اسکی غرض خالص یہی ہو کہ یہ شخص نصیحت قبول کرکے نجات پا جاوے قال المترجم یہ قول بہت سنجیدہ ہی پھر جب عاد اول کا ذکر ہو گیا اور اس سے علوم و نصائح اہل سعادت نے اپنی اپنی استعداد کے موافق حاصل کر لیے تو اللہ عزوجل نے عاد دوم کا جو اول سے سو برس بعد ہوئے ہین شروع فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور ثمود کیطرف اُنکا بھائی صالح بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمہارا صاحب

غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً

اُسکے سوا تمکو پہونچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کیطرف سے یہ اونٹنی اللہ کی ہے تمکو نشانی

فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

سو اُسکو چھوڑ دو کھاوے اللہ کی زمین مین اور اُسکو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح پھر تمکو پکڑے گی دکھ کی

اَلِيْمٌ ۝ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ

مار اور وہ یاد کرو جب تمکو سردار کیا عاد کے پیچھے اور تمکو ٹھکانا دیا زمین مین

تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ

بناتے ہو نرم زمین مین محل اور تراشتے ہو پہاڑون کے گھر سو یاد کرو احسان

اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ

اللہ کے اور مت مچاتے پھرو زمین مین فساد کہنے لگے سردار جو

اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

بڑائی رکھتے تھے اسکی قوم مین سے غریب لوگون کو جو ان مین یقین رکھتے تھے

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ

تمکو معلوم ہے کہ صالح بھیجا ہے اپنے رب کا بولے ہمکو جو اسکے ہاتھ بھیجا

مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

یقین ہے کہنے لگے بڑائی والے جو تمنے یقین کیا سو ہم نہین مانتے

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا

پھر کاٹ ڈالی اونٹنی اور پھرے اپنے رب کے حکم سے اور بولے اے صالح لے آ ہمپر جو

وصدق قال وكانت المرأة والرجل اذا البثرا وافدا الهم قالوا الآتكن كوافد عاد- ہكذا رواه احمد فی المسند ورواه الترمذی عن عبد بن حمید
عن زید بن الحباب بہ بنحوه ورواه النسائی من حدیث سلام بن المنذر عن عاصم بن بہدلہ ومن طریقہ رواه ابن ماجہ ایضا عن ابی وائل
عن الحرث بن حسان البکری بہ ورواه ابن جریر عن ابی کریب عن زید بن الحباب بہ ورواه ایضا عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش
عن عاصم عن الحرث بن حسان البکری فذکره ولم ار فی النسخۃ ابا وائل واللہ تعالے اعلم کذا فی تفسیر الحافظ رحمہ اللہ - وسیاتی فی
مواضع من القصۃ مایلیق بک انشاء اللہ تعالے ف ـــــ فی العرائس قولہ فاذکروا آلاء اللہ لعلکم تفلحون - نعمتیں اللہ تعالے کی یاد
کرو کہ کمال قدرت سے تمکو کیسے سانچے میں خوبصورت تصویر تمھاری بنائی اور اپنے سے کیا لباس تمکو پہنایا کہ تم خلق و نعمت میں
احسن واشرف ہو پس نہایت واضح آیات اور روشن دلالات سے اسکا ظہور تمپر موجود ہی شاید تم اسکی دوری سے مضطر ہو اور اسکے
قرب کی تمنا کرو - واضح ہو کہ دیدار نعمت موجب شکر ہی اور دیدار آلاء موجب ذکر دیا دہی اور ذکر سے دیدار مذکور منعم حاصل ہوتا ہی اور
اس سے محبت پیدا ہوتی ہی اور محبت سے فلاح و فوز ہی - واسطی رح نے کہا کہ عوام کو اوتعالے سے نعمتوں پر محبت ہی اسی واسطے فرمایا
اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اور خاص بندے اسکو آلاء سے محبت کرتے ہیں اور یہی قولہ فاذکروا آلاء اللہ لعلکم تفلحون - سے ظاہر ہی - مترجم
کہتا ہی کہ بنابرین ذکر آلاء تعمیم بعد تخصیص نہین بلکہ تخصیص بعد تعمیم ہوگی برخلاف قول بیضاوی رح کے اور شاید کہ آلاء سے مراد اشارہ میں
تخصیص کے ساتھ ہو اگرچہ بعد ذکر نعمت کے پھر ذکر آلاء سے ترقی منزلت کا اشارہ ظاہر ہی اور وہ عموم سے خصوص ہی - واللہ اعلم
پھر شیخ واسطی رح کا باقی قول شروع کیا کہ خاص الخاص بندے اپنے پروردگار سے ایثارا و ربوبیت پر محبت رکھتے ہین اور این سے
ہر ایک کے واسطے علامت جداگانہ ہی پس اول کی علامت یہ ہی کہ اوتعالے کا دائمی ذکر ہو اور اس سے فرحت و سرور ہو اور دوم کی علامت
یہ ہی کہ استیناس ہو اسکے ساتھ بسبب دیکھنے اس چیز کے کہ اسنے دور ڈالا تھا اور سوم کی علامت یہ ہی کہ اسی سے اشتغال ہو ہر قاطع
اس سے قطع کرنے والا ہی - ابن عطاء رح نے کہا کہ جب تونے آلاء و نعمتون کو یاد کیا تو تجھکو اوتعالے عزوجل کی محبت آویگی اور جب محبت
آئی تو اسکی طرف قصد کریگا اور جب قصد کیا تو پاجاویگا اور جب پاگیا تو تمام جہان و چیزون سے الگ ہوکر اسی کی طرف ہو جائیگا - مین کہتا ہون
کہ یہ قوم اگر خالص محبت والون میں سے ہوتی تو انکو آلاء کے یاد کرنے اور انکو دیکھنے کی طرف حوالہ نہ فرماتا بلکہ دیدار ذات و صفات کی طرف توجہ
دلوائی جاتی - چنانچہ تو دیکھ کہ خالص محبت والون کو بقولہ الم تر الی ربک کیف مد الظل - سے کیونکر خاص ذات و صفات کی طرف توجہ دلائی
اور محض مشاہدہ کا حکم دیا کیونکہ نعمت و آلاء سے جو محبت ہوتی ہی وہ محبت خالص نہین بلکہ ایک ناپید چیز سے معلول ہوتی ہی بسبب اسکے
کہ یہ چیزین حادث مانند معدوم ہین اور خالص محبت وہ ہی جو اسکی صفات جلال و جمال سے پیدا ہوتی ہی پس جسکی حالت محبت کی بسبب نعمتون
و آلاء کے دیکھنے کے ہو وہ اس تک کیونکر واصل ہو سکتا ہی - ہان ابتدائی ذکر کے واسطے انکو قولہ فاذکروا سے حکم دیا اور لقاء کو منتہی درجہ
قرار دیا ہی اور وہی عذاب سے نجات پانے کا درجہ ہی اور اگر قوم مذکور یعنی انہین سے ایمان والے اگر مرتبہ تحقیق کو پہونچے ہوتے تو غیر
کی یاد یعنی نعمتون وغیرہ کے یاد کرنے کا انکو حکم نہ دیا جاتا - مترجم کہتا ہی کہ یہ سب ظاہر ہی بات یون ہی ہی جو شیخ رح نے بیان فرمائی
واللہ اعلم ولیکن شیخ ابن عطاء وغیرہ سے جو منقول ہوا اس سے انکی مراد بھی یہی ہی کہ پتھر کو پگھلانے کے واسطے یہ طریقہ ہی کہ بذریعہ نعمتون
کی یاد کے درجہ بدرجہ ترقی پاوین اور آخر خود سب سے منقطع ہو جاوینگے جب واصل ہونگے اور یہ مراد نہین ہی کہ ایسی یاد سے واصل ہونگے
چنانچہ آخر جملہ قول شیخ ابن عطاء رح اسپر شاہد ہی فافہم واللہ اعلم بمراد عبادہ - قولہ وانا لکم ناصح امین - یعنی اللہ تعالی نے مجھکو میرے نفس

ولا الغلاما + وقد کانت نساؤہم بخیر + فقد امست نساؤہم غیامی + وان الوحش تاتیہم جہارا + ولاتخشی لعادی سہاما + وانتم ہہنا فیما اشتہیتم + نہارکم ولیلکم التماما + فقبح وفدکم من وفد قوم + ولا لقوا التحیۃ والسلاما + اس سے وہ لوگ متنبہ و بیقرار ہوئے مگر مرثد بن سعد نے کہا کہ واللہ تم لوگوں کو تمھاری دعا سے پانی نہ ملیگا جب تک تم اپنے نبی علیہ السلام کی پیروی نکرو پس تم توبہ کرکے پیروی کرو تو پانی پاؤ پس معاویہ بن بکر سے ان لوگوں نے کہا کہ تم اسکو منع کردو یہ ہمارے ساتھ مکہ مین نہ جاوے اسنے دین چھوڑکر ہود کی پیروی کرلی ہی پھر مکہ مین جاکر سب نے دعا مانگی اور قیل بن عنز کو آگے کیا پس اللہ تعالے نے تین ابر کے ٹکڑے پیدا کیے ایک سپید و ایک سرخ و ایک سیاہ اور قیل مذکور نے سیاہ پر لالچ کیا وہی عاد کی طرف چلا اور آواز آئی کہ سوائے بنو اللوذیہ کے کوئی نہ بچا سب برباد کرگئی ابن اسحاق نے کہا کہ بنو اللوذیہ بھی عادین سے ایک بطن ہی جو مکہ مین رہتے تھے یہی بچ رہے تھے اور دوم عاد یہی ہوئے ہین پس وہ سیاہ ابر قوم عاد پر وادی مغیث سے ظاہر ہوا جسکو دیکھ کر بولے کہ ہذا عارض ممطرنا- یہ تو ہمپر پانی برسانے والا ابر ہی سیجانا کہ وہی عذاب ہی جسکو مانگتے تھے مشہور ہی کہ مہد نامے ایک عورت نے اسکو اول پہچانا کہ یہ آندھی ہی اور بیہوش ہوگئی لوگون نے پوچھا کہ تونے کیا دیکھا وہ بولی کہ آندھی ہی جسمین آگ سے بگولے ہین اسکے آگے کچھ لوگ ہین جو اسکو لیے آتے ہین- ابن اسحاق نے کہا کہ مجھسے بیان کیا گیا کہ ہود علیہ السلام مع مومنین کے ایک حظیرہ کے اندر بیٹھ گئے تھے- پھر اللہ تعالے عز و جل نے آٹھ دن و سات راتین وہ آندھی اس قوم عاد پر مسخر کردی جسنے کسی عادی کو نہین چھوڑا مگر ہود علیہ السلام و مومنون کے بدن کو نرمی دینے والی اور دل خوش کرنے والی ہوا پہونچتی تھی- اور عادیون پر یہ حال تھا کہ اونٹ مع سوار اٹھاکر پتھر پر پٹکتی کہ بھیجا نکل جاتا تھا- ہذا حاصل ما ذکرہ ابن اسحاق- اور ابن عساکر نے بھی ہود علیہ السلام کے حظیرہ مین ہوجانے اور عادی کافرون پر یہ حالت گذرنے کو اسیطرح روایت کیا ہی- مولف فتح البیان نے زعم کیا کہ قرآن مجید مین باجمال یہ قصہ ثابت ہی اور اسکی تفصیل بلا اسناد ہی حالانکہ یہ وہم ہی فقد قال الامام احمد فی مسندہ حدثنا زید بن الحباب حدثنی ابو المنذر سلام بن سلیمان النحوی حدثنا عاصم بن ابی النجود عن ابی وائل عن الحرث البکری قال خرجت اشکو العلاء بن الحضرمی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فمررت بالربذۃ فاذا العجوز من بنی تمیم منقطع بہا فقالت لی یا عبد اللہ ان لی الی رسول اللہ صلعم حاجۃ فہل انت مبلغی الیہ قال فحملتہا فاتیت المدینۃ فاذا المسجد غاص باہلہ و اذا رایۃ سوداء تخفق واذا بلال متقلد سیفا بین یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقلت ما شان الناس قالوا یرید ان یبعث عمرو بن العاص وجہا قال فجلست فدخل منزلہ او قال رحلہ فاستاذنت علیہ فاذن لی فدخلت وسلمت فقال ہل بینکم وبین تمیم شیء فقلت نعم وکانت لنا الدائرۃ علیہم ومررت بعجوز من بنی تمیم منقطع بہا فسالتنی ان احملہا الیک وہا ہی بالباب فاذن لہا فدخلت فقلت یا رسول اللہ ارایت ان تجعل بیننا وبین تمیم حاجزا فاجعل الدہناء فحمیت العجوز واستوفزت وقالت یا رسول اللہ فالی این یضطر مضطرک قال قلت مثلی ما قال الاول معزی حملت حتفہا- حملت ہذہ ولا اشعر انہا کانت لی خصما اعوذ باللہ وبرسولہ ان اکون کوافد عاد قال لی وما وافد عاد وہو اعلم بالحدیث منہ ولکن یستطعمہ قلت ان عادا قحطوا فبعثوا وافدا لہم یقال لہ قیل فمر بمعاویۃ بن بکر فاقام عندہ شہرا یسقیہ الخمر وتغنیہ جاریتان یقال لہما الجرادتان فلما مضی الشہر خرج الی جبال مہرۃ فقال اللہم انک تعلم انی لم اجیء الی مریض فاداویہ ولا الی اسیر فافادیہ اللہم اسق عادا ما کنت تسقیہ فمرت بہ سحابات سود و بیض واحمر فنودی منہا ان اختر فاوما الی سحابۃ منہا سوداء فنودی منہا خذہا رمادا رمددا لا تبق من عاد احدا- قال فما بلغنی ان اللہ بعث علیہم من الریح الا قدر ما یجری فی خاتمی ہذا حتی ہلکوا قال ابو وائل

ہونے سے معلوم ہوگا اور یہ بالکل ندارد ہی اور ظاہر کر دیا کہ انتہاء درجہ کی حجت جسکو لاتے ہین یہ کہ ان بتون کا نام آلہہ ہی حالانکہ بدون کسی دلیل کے جو تحقیق مسمی پر دلالت کرے اور اسناد اس اطلاق کی اپنے باپ دادون وغیرہ ایسے لوگون کی طرف کرتے ہین جنکی بات کا کچھ اعتبار نہین ہی تو یہ حجت و یہ اسناد لانا دونون انکی سخت جہالت و انتہاء درجہ کی غباوت ہی اسی واسطے اتجادلوننی بحرف استفہام انکاری تعجب کے ساتھ ہی یعنے عجیب جاہل و بیوقوف ہو کہ بنائے ہوئے نامون پر مجھسے جھگڑتے ہو - اور اسپر ایسے دلیر ہو کہ مجھکو جھوٹا بناتے و نڈر ہو کر عذاب مانگتے ہو - اچھا - فَانْتَظِرُوْٓا انتظار کرو عذاب کا بسبب میرے جھٹلانے کے - اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ مین بھی تمہارے انتظار کرنے مین تمہارے ساتھ ہون - قال المفسر آخر عذاب آیا اور وہ ریح عقیم تھی - کما جاء فارسلنا علیہم الریح العقیم ما تذر من شئی اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم - قصہ ہود مین انشاء اللہ تعالے تفصیل آویگی - بالجملہ عذاب نازل ہوا - فَاَنْجَيْنٰهُ پاس اسے ہود - وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ من المومنین - بِرَحْمَةٍ مِّنَّا پس نجات دیدی ہمنے ہود کو اور ان لوگون کو جو اسکے ساتھ تھے یعنی ایمان لانے والون کو یہ نجات دینا ہماری طرف سے رحمت تھی - وقال البیضاوی اے برحمۃ منا علیہم - یعنی بسبب ہماری رحمت کے جو انپر تھی یعنے ازل سے انپر رحمت تھی - قلت اسمین علم لطیف ہی کہ حضرت رب العزۃ سلطان الکبریاء و العظمۃ کی صفت کے سامنے پتے پانی ہو جاوین اللہم غفرانک لا الہ الا انت سبحانک توفنی مسلما مومنا وانت ارحم الراحمین - بالجملہ حضرت او تعالی عز و جل کے کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ ہمنے اپنی رحمت سے ہود و اسکے ساتھی مومنون کو نجات دی - وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا قاموس مین ہی کہ دابر بمعنی آخر ہر شئی و بمعنی جڑ - پس اگر اول معنی ہون تو جب آخر تک قطع ہوا تو اول قطع ہوا اور معنی دوم اظہر ہین کہ جڑ سے کاٹ دیا اسی واسطے مفسر رح نے کہا اے استاصلناہم استیصال کر دیا حاصل آنکہ ارقطع کر دی ہمنے جڑ ان لوگون کی جنھون نے ہماری آیات کو جھٹلایا - وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ عطف ہی کذبوا پر - یعنے اور وہ مومن نہ تھے - وفی البیضاوی اس کلام مین دو فائدے ہین ایک یہ کہ جو لوگ انمین سے ایمان لائے تھے انکی مدح کی طرف تعریض ہی گویا یون کہا کہ جنکا ہم نے استیصال کر دیا اور جڑ سے نیست کر دیا وہ ایسے نہ تھے جیسے انمین سے ایمان لانے والے چند آدمی تھے اور دوم یہ تنبیہ ہی کہ نجات پانیوالون کے درمیان اور ہلاک ہونے والون کے درمیان فرق اسی ایمان سے ہوا - قال الحافظ وغیرہ - اللہ تعالی نے دوسری آیت مین فرمایا - واما عاد فاہلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرہا علیہم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما فتری القوم فیہا صرعی کانہم اعجاز نخل خاویۃ فہل تری لہم من باقیۃ الآیۃ - جیسا کہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالے آویگا - بالجملہ جب ان لوگون نے تمرد و سرکشی کی تو اللہ تعالے نے ہوا سے سرکش سے انکو ہلاک کیا اور وہ حلقہ انگوٹھی یا اسکے نگینہ کی مقدار تھی جیسا کہ حدیث مسند مین ثابت ہی پس یہ کیفیت تھی کہ ہوا کا جھونکا آیا اور جو کا فرعادی سامنے پڑا اسکو اٹھا کر آسمان و زمین کے بیچ مین بلند کیا پھر اسکو کھوپڑی کے بل پتھر پر دے پٹکا کہ بھیجا نکل پڑا حتی کہ دھڑ سے سر الگ ہو گیا - قال محمد بن اسحاق - جب قوم عاد نے کسی طرح نہ مانا تو اللہ تعالے نے تین سال انپر قحط ڈالا تو حرم مکہ معظمہ مین پانی کی دعا مانگنے کو آدمی بھیجے جنکا سردار بنام قیل بن عنز تھا - اور یہی اسوقت کے سب ملت والون کا دستور تھا اور مکہ مین عملیق بن آدم بن سام بن نوح کی اولاد سے عمالقہ رہتے تھے جنکا سردار بنام معاویہ بن بکر تھا جسکی ماں قوم عاد سے تھی پس مکہ سے باہر اسکے گھر اکر اترے اور شراب خواری و راگ مین غافل ہو گئے تو معاویہ کے اشارہ سے گانے والیون نے یہ گیت گایا - الا یا قیل و یحک قم فہینم + لعل اللہ یسقینا غماما + فیسقی ارض عاد ان عادا + قد امسوا لا یبینون الکلاما + من العطش الشدید فلیس ترجوا + بہ الشیخ الکبیر

جب اپنے پیغمبر کا کہنا نہ مانا اور جھٹلایا تو اسکی بددعا سے اللہ تعالیٰ نے سب کو ہلاک کر دیا اور تم پر یہ احسان کیا کہ ذریات نوح سے تمکو
باقی رکھا اور پیدا کر کے بجائے انکے خلیفہ کیا اور تمہاری خلقت مین فراخی دیدی ہر طرح تمکو کشائش حاصل ہے۔ فَاذْكُرُوٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ
پس تم نعمتین اللہ تعالیٰ کی جو تمپر ہین یاد کرو۔ یہ تعمیم بعد تخصیص ہے یعنے خاص خاص نعمتون کو بیان کر کے عموماً نعمتون کے شکریہ ادا کرنے کا
حکم دیا۔ آلاء جمع الی بکسرِ اول و سکون ثانی مانند حمل و احمال یا الے بضم اول و سکون ثانی مانند قفل و اقفال یا بکسر اول و فتح دوم مانند ضلع
و اضلاع۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تفوزون۔ شاید تم فوز پاؤ یعنی پوری بھلائی کی مراد تمکو ملے۔ وقال البیضاوی۔ یعنی تاکہ نعمتون کا
یاد کرنا انکی شکرگزاری کیطرف مودی ہو جس سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔ اگر وہ لوگ مانتے تو حضرت ہود علیہ السلام نے انکو دینی و دنیاوی
فلاح تک پہونچا دیا تھا مگر انھون نے جہالت سے نہ مانا۔ قَالُوٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ قوم والے بولے
کہ کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ وحدہ کی عبادت کرین۔ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اور چھوڑ دین جسکو
ہمارے باپ دادے پوجتے تھے۔ ان جاہلون نے مستبعد جانا کہ عبادت مخصوص اللہ عزوجل کے واسطے ہو اور باپ دادون کے بتون
سے اعراض کیا جاوے یہ تقلید مین انکا انہماک تھا اور رسم مالوف کی محبت تھی۔ کذا قال البیضاوی رح ثم قال اور جئتنا مین آنے سے
یا تو انکی مراد یہ کہ قوم سے الگ کسی کونے مین بیٹھکر تو یہ خیالات لایا ہے یا طنز و تہکم کے طور پر کہا کہ آسمان سے تو یہی لایا ہے یا بطریق مجاز
ہے جیسے عرب اس محاورہ مین کہ پھر اسکو برا کہنے لگا یون بولتے ہین ذَهَبَ يَسُبُّهٗ۔ حالانکہ جانا واقع نہین ہوتا گویا باتون سے چلا یعنی
باتین کرتے کرتے بدگوئی کی طرف چلا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اردو زبان کا محاورہ اس سے خوب موافق ہے کہ جب کسی کی بات گران جانتے
ہین تو کہتے ہین کہ کیا تو یہی کہنے آیا ہے۔ ایسے ہی ان لوگون نے کہا کہ تو ہمارے پاس یہی کہنے آیا ہے کہ جنکو باپ دادے پوجتے تھے انکو
چھوڑ کر اکیلے اللہ وحدہ کی عبادت کرین یعنے وہ ایسا نہ کرینگے یہ بعید ہے اپنے باپ دادون کی راہ نچھوڑینگے۔ تو چھوٹا ہے۔ فَاْتِنَا
بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ لے فاتنا بما تعدنا بہ من العذاب ان کنت صادقا فی قولک۔ یعنی اگر عبادت
توحید نہ کرنے مین عذاب ہوگا تو اس قول مین سچا ہے تو عذاب لا جس سے تو ڈراتا ہے۔ ان بدبختون نے عذاب مین جلدی کی اور یہ انکا
سخت تمرد تھا جیسے کفار قریش نے مانگا کہ اللھم ان کان ھذا ھو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم۔ محمد بن اسحاق وغیرہ
نے ذکر کیا کہ عاد والے بنام صمدا و صمودا و ہبا۔ وغیرہ بتون کو پوجتے تھے اسی واسطے حضرت ہود ع کا مقولہ فرمایا۔ قَالَ قَدْ وَقَعَ
عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ
کہا کہ البتہ واقع ہوا تمپر رجس و غضب یعنی واجب ہوا یا نازل ہوا کیونکہ متوقع بمنزلہ واقع کے ہے یا انکو وحی سے علم ہو گیا تھا پس کہا کہ
تمپر رجس یعنے عذاب و غضب الٰہی واقع ہوا یا رجس و غضب وہی بت تھے جو خود ناپاک و انکی عبادت موجب غضب تھی اسی واسطے
فرمایا اتجادلوننی یعنے بھلا تم جدال کرتے ہو میرے ساتھ ایسے نامون کے بارہ مین جنکو تم نے اور تمہارے باپ دادون نے مقرر کر لیا ہے
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے واسطے کوئی حجت و برہان نہین نازل فرمائی ہے۔ قال البیضاوی فی قولہ فی اسماء سمیتموھا انتم واباؤکم
یعنی جدال کرتے ہو ایسی چیزون کے بارہ مین جنکو تم لوگون نے خود الٰہ نام کر لیا ہے حالانکہ انمین الوہیت کچھ بھی نہین کیونکہ عبادت کا
مستحق بالذات تو وہی پاک پروردگار ہے جسنے کل کو ایجاد فرمایا اور سوائے ذاتی استحقاق کے اگر یہ چیزین مستحق عبادت ٹھہرائے ہوتے تو
ثبوت اسکا یون ہی ہوگا کہ خالق عزوجل ان چیزون کو مستحق بنادے سو اسکا بنانا کسی آیت اتارنے سے معلوم ہوگا یا کسی حجت کے قائم

جھٹلایا اور تعجب کیا اس بات سے کہ آیا تمھارا ذکر یعنی نصیحت تمھارے پروردگار کی طرف سے۔ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ تمھین مین سے ایک مرد کی زبان پر تاکہ وہ تمکو عذاب الٰہی سے ڈراوے۔ یعنی تم اس سے انکار و تعجب مت کرو بلکہ تمکو چاہیے کہ کمال نعمت سمجھکر اسپر اللہ تعالے کی حمد و ثنا کرو۔ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ اور یاد کرو کہ بعد قوم نوح ؑ کے تمکو خلیفہ بنا دیا یعنے زمین کی خلافت تمکو دیدی کیونکہ مشہور ہی کہ شداد بن عاد اکثر ولایتون کا بادشاہ ہوگیا تھا۔ پہلے انکو عذاب الٰہی سے خوف دلایا پھر انکو انعامات الٰہی یاد دلائے اور مزید فرمایا۔ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً اور بڑھا دیا تمھاری خلقت مین بسط۔ قال الحافظ اے تمھارے ابنا جنس سے تمکو اطول پیدا کردیا۔ قال المفسر یعنی تمھاری قوت مین و طول مین زیادتی کی۔ انمین سے جو لنبا ہوتا وہ سو ہاتھ کا ہوتا اور ٹھگنا ہوتا وہ ساٹھ ہاتھ ہوتا تھا۔ قال المترجم طول و عرض و قوت سب مین بحسب مناسبت زیادتی مراد ہی اور بسط در اصل فراخی ہی خواہ معانی مین ہو یا اعیان مین ہو لہذا قصہ طالوت مین فرمایا وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم۔ اور محتمل ہی کہ مخلوق کے درمیان انکو فراخی دینا مراد ہو اعم ازینکہ از راہ معانی ہو یا اعیان واللہ اعلم ولیکن مفسرین نے قول اول ہی اختیار کیا ہی مگر آنکہ ابن عباس رض سے مروی ہی کہ بسطۃ یعنی شدت ہی اور یہی محتمل دونون معنی کو ہی اور ابو ہریرہ رض سے روایت کیا جاتا ہی کہ عادی آدمی پتھر کے کواڑ اکیلا اٹھا لیتا اگر اسوقت کے پانچ سو آدمی لگین تو اسکو نہ اٹھا سکین اور جو مفسر سیوطی رح نے ذکر کیا وہ سدی آو کلبی رح سے مروی ہی وقال الجلال المحلی رح فی سورۃ الفجر سب سے بڑے لنبے کا قد چار سو ہاتھ تک تھا۔ ابو حمزۃ الثمالی نے ستر ہاتھ ذکر کیا اور ابن عباس رض سے اسی ہاتھ مذکور ہی اور مقاتل رح نے کہا کہ بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ انکا قد بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا۔ ابن عساکر رح نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کی کہ انکے ہاتھون کی ناپ مراد ہی۔ وہب بن منبہ کا قول ہی کہ انکا سر مانند ایک بڑے قبہ کے تھا۔ جو کچھ کلام مجید سے ثابت ہوتا ہی وہ انکی قوت و شدت ہی چنانچہ فرمایا۔ فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشد منا قوۃ الآیۃ۔ اور فرمایا فتری القوم فیہا صرعی کانہم اعجاز نخل خاویۃ الآیۃ۔ اور یہ روایات جو متقدمین سے روایت کیجاتی ہین انکے اسانید پر مترجم کو اطلاع نہین ہی اور مؤلف فتح البیان نے بدون بیان کے استبعاد و تضعیف کی ہی اور مترجم کی نظر مین واللہ اعلم یہ معلوم ہوتا ہی کہ برتقدیر صحت ان آثار کے قول مقاتل و قتادہ مین انکے ہاتھون کے ناپ کا بیان ہی جیساکہ وہب رح کی روایت ابن عساکر مین مصرح ہی اور باقی اقوال مین اسوقت کے ہاتھون سے ناپ مراد ہی پس تقریباً اقوال مین مراد متفق ہوجائیگی اور اس زمانہ سے قریب پنج گونہ کچھ زائد انکا قد دراز ہوگا۔ اگر کہا جاوے کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہوا ہی کہ درازی حضرت آدم علیہ السلام کے قد کی ساٹھ ہاتھ تھی پھر برابر خلقت کم ہوتی چلی آئی۔ تو جواب اسکا دو وجہ سے ہوسکتا ہی اول آنکہ درازی قد آدم ؑ انکے ہاتھون ساٹھ ہاتھ تھی پس عادی خلقت سے زیادہ ہوگی۔ دوم آنکہ حدیث مین بیان کیفیت کوتاہی کا ہی اور درازی کی تعیین نہین ہی یعنے آدم علیہ السلام کے بعد جب کوتاہی واقع ہوئی تو یہان تک نوبت پہونچی اور جانب طول اسیقدر پر مقصور ہونا مراد نہین ہی پس روا ہی کہ جب خلقت مین درازی واقع ہوئی ہو تو اس سے زیادہ یا برابر واقع ہوئی ہو فلیتامل فانہ دقیق وموضع تامل اذ عیاراتہم تدل علی طولہم انہ مما کان لا بائہم من قوم نوح ؑ وہم اقرب الی زمن آدم علیہ السلام فافہم۔ بالجملہ توجیہ اقوال مفسرین کی ضرورت سے یہ گفتگو کرنی پڑی ورنہ تفسیر یا اسکی کوئی ضرورت نہین صرف معنی یہ ہین کہ ہود علیہ السلام نے قوم کو نعمت الٰہی یاد دلائی کہ تم لوگ اللہ تعالے کا شکر یاد کرو کہ قوم نوح ؑ

اگلی امتون نے بھی نصح وموعظت انبیا علیہم السلام سے انکار کیا اور موجودہ زمانہ کے کفار عرب کا انکار وہ استبعاد اگلون سے بہت مشابہ ہی اور اسمین جو لطائف معانی ہین انکو بخوف طول عبارت نہین لکھ سکتا کیونکہ ہر بات کے واسطے بسط تقریر کی ضرورت ہو جب عام فہم ہو گی لہذا علماء رح نے علوم قرآنی مین الگ الگ تصنیفات کر دین اور تفسیر مین قدر ضرورت پر اکتفا کیا ہی۔ بالجملہ ہود نے قوم عاد کو موافق بیان مذکورہ بالا کے نصیحت کی- پھر جواب سخت یہ پایا- قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ کہا ان سردار لوگون نے اسکی قوم سے جو کافر ہوئے تھے- نہ اُن سردارون نے جو مسلمان ہو گئے کیونکہ مانند مرثد بن سعد وغیرہ کے بعضے سردار مسلمان بھی ہو گئے بخلاف قوم نوح ؑ کے کہ سردارون مین سے کوئی مسلمان نہوا- حاصل آنکہ ہود ؑ کی قوم مین سے کافر شریفون نے یہ جواب دیا کہ- إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ اے متمکنا فی سناہتہ وخفتہ عقل- ہم لوگ تجھکو دیکھتے ہین کہ تجھمین سفاہت یعنی جہالت وکم عقلی جم گئی ہی کیونکہ تو ہمکو بتون کی عبادت چھوڑنے کو اور اکیلے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے کو کہتا ہی جیسے کفار قریش نے بھی تعجب کیا اور کہا أجعل الآلهة إلها واحدا إن هذا لشيء عجاب- بھلا اسنے سب آلہہ کو ایک آلہ بنایا بے شک یہ تو عجیب بات ہی- وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ اور ہم تو ضرور تجھکو جھوٹون مین سے گمان کرتے ہین- یعنی رسول ہونے کے دعوی مین تجھکو جھوٹا گمان کرتے ہین- ایسے ہی کافر ومشرک لوگ وبداعتقاد وملحد لوگ اپنے اٹکل وگمان سے باتین بنایا کرتے ہین قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ کہا کہ اے قوم کچھ بھی سفاہت مجھمین نہین ہی بلکہ مین تو کمال ہدایت پر ہون کیونکہ رسول ہون لہذا ملزوم ذکر کیا- وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ولیکن مین رب العالمین کی طرف سے رسول ہون جسکا کمال ہدایت پر ہونا واجب ہی- اس سے ہدایت پر ہونا اور رسول ہونا دونون ثابت کر دیا- اور پھر تاکید فرمائی أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي مین تمکو اپنے پروردگار کی رسالتین پہونچاتا ہون- وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ اور مین خالص ومحض تمھارے نفع کے لیے تمھارا ناصح وامین ہون- اللہ تعالے نے اپنی رسالت مین مجھکو امین قرار دیا ہی وہ عالم الغیب ہی پس مین جھوٹا نہین ہو سکتا- اسمین دلیل ہی کہ انبیاء علیہم السلام کی شان مین دروغ کی صفت ہونا محال ہی بلکہ ابلاغ کامل اور نصح خالص وامانت صادقہ ان صفات سے رسول موصوف ہوتے ہین پس بعضے روافض نے جو زعم کیا کہ حضرت صلعم نے بعض باتین خاصکر اہل بیت رضوان اللہ علیہم کو مخفی بتلائی تھین از قسم دین وکمال شریعت جیسے انسان کو تقرب مزید حاصل ہوتا ہی تو یہ لوگ مفتری وجھوٹے ہین- وفی السراج اسمین حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی ذات کے واسطے ناصح وامین کی صفتین خود بیان فرمائین تو اسمین دلیل ہی کہ جہان ضرورت پیش آوے وہان آدمی کو روا ہی کہ اپنی ذات کی سچی صفات کو ظاہر کرے قلت چنانچہ حضرت یوسف ؑ نے بھی خزائن کی وکالت لینے مین بادشاہ مصر سے کہا تھا کہ مین قوی امین ہون چنانچہ سورہ یوسف مین انشاء اللہ تعالے آویگا- وفی البیضاوی- باوجودیکہ حضرت ہود ؑ جانتے تھے کہ قوم والے خود انتہا درجہ کے سفیہ وگمراہ ہین مگر اس حلم وبردباری سے جواب دیا بدون جواب ترکی بہ ترکی اسمین حسن ادب وخلق عظیم ہی اور یہ اہل النصح نیکوکار بندون کو اسی طریقہ کی تعلیم ہی- وفی السراج- حضرت نوح ؑ نے انصح لکم بجملہ فعلیہ کہا اور حضرت ہود ؑ نے ناصح بجملہ اسمیہ کہا کیونکہ نوح ؑ شب وروز نصیحت کرتے لیں فعل مناسب ہی کیونکہ وہ تجدد وتجدد پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ اپنے موقع مین ثابت ہو چکا- وفی البیضاوی جملہ اسمیہ بصیغہ صفت مین اشارت ہی کہ قوم والے حضرت ہود ؑ کو ابتداء سے ناصح وامین جانتے تھے جیسے قریش والے آنحضرت صلعم کو سچا بات صدوق وامین جانتے تھے پھر مزید تاکید کی- أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ یعنی کیا تمنے

جو سام بن نوح ؑ ہے و فی تفسیر الحافظ محمد بن اسحاق سے کہا کہ وہ اولاد عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح ؑ ہیں قال اور یہی عاد اول ہیں جو جنگلوں میں عماد بناتے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا الم ترکیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلہا فی البلاد ۔ اور اخاہم یعنے انکے بھائی کو یعنی نسب کے بھائی کو نہ دینی بھائی کو یعنی قبیلہ عاد میں سے ایک شخص انکے برادری کا جسکا نام ہود ؑ تھا یا اخاہم بمعنی صاحبہم ہو کیونکہ عرب والے صاحب القوم کو اخ بولتے ہیں اور اول اظہر ہے اور مفسر جلال رح نے تحبیر میں کہا کہ ہود بن عبد اللہ بن رباح بن الخاود بن عاد بن عوص مذکور ہیں اور چار سو چونسٹھ برس زندہ رہے ۔ قال الحافظ وغیرہ اور قوم عاد کی بستی احقاف یمن میں تھی جو عمان و حضرموت کے پاس ہے ۔ ربیع بن خثیم نے کہا کہ عاد والے یمن سے شام تک چونٹیوں کی طرح کثرت سے پھیلے ہوئے تھے ۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ اگرچہ عمان و حضرموت کے درمیان انکی اصلی بستی تھی لیکن اکثر روئے زمین پر پھیل گئے اور شدت قوت و توانائی سے سب کو زیر کر لیا اور ظلم و تعدی کرتے تھے اور عامر بن واثلہ سے روایت کی کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سنا کہ آپ حضرموت کے ایک شخص سے کہتے تھے کہ تو نے وہ سرخ ٹیلہ دیکھا جو اراک کے مقابلہ میں جسمیں سرخی مائل ٹیلے نکلے ہیں اور فلاں و فلاں جانب بیریوں کے بہت سے درخت ہیں اور وہ حضرموت کی زمین ہے اسنے کہا کہ جی ہاں اے امیر المومنین خدا کی قسم آپ تو ایسا اسکو ٹھیک ٹھیک پتہ سے بیان فرماتے ہیں جیسے کسی نے آنکھوں دیکھا ہو فرمایا کہ میں نے دیکھا نہیں ہے ولیکن اسکا قصہ مجھسے بیان فرمایا گیا ہے حضرمی نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اسکی بابت کیا قصہ ہے آپنے فرمایا کہ اسمیں ہود علیہ السلام کی قبر ہے ۔ رواہ ابن جریر قال الحافظ ۔ اس روایت میں یہ فائدہ ہے کہ ان لوگوں کی بستی معلوم ہوئی کہ یہ ہے اور ہود علیہ السلام وہیں دفن ہوئے ہیں اور وہ اس قوم میں سے ازراہ نسب کے اشرف و افضل تھے جیسے انبیاء ؑ ہوا کرتے ہیں لیکن قوم والے جیسے سخت و شدید الخلقة تھے ویسے ہی دل بھی انکے سخت تھے چنانچہ انکی دعوت و جواب سے ظاہر ہے قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ کہا ہود ؑ نے اے قوم تم اللہ تعالے کی عبادت کرو یعنی اسکی توحید کرو و شرک مت کرو مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ اسکے سوائے تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ قال کہا فقال نہ کہا مانند قصہ نوح ؑ کے ۔ جواب آنکہ بتقدیر سوال ہے یعنے فما فعل ہود ۔ جواب دیا کہ قال یا قوم ۔ بعض نے کہا کہ نوح ؑ برابر متواصل دعوت کرتے جیسا کہ دوسرے مقام پر منصوص ہے پس فاء تعقیب مناسب تھی اور ہود مختلف اوقات میں ایسا کرتے پس بدون فاء فرمایا ہے ۔ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ استفہام انکاری استبعادی ہے یعنے مستبعد ہے کہ تقوی نہیں کرتے قال المفسر رح یعنے خوف نہیں کرتے کہ تقوی والے ہو جاؤ ۔ واضح ہو کہ سورہ ہود ؑ میں افلا تعقلون مذکور ہے اور یہاں افلا تتقون ہے پس اولے یوں ہے کہ تقدیر کلام میں کہا جاوے افلا تتقون اے افلا تعقلون فتتقون ۔ یعنی بطریق انکار و استبعاد فرمایا کہ تم نہیں سمجھتے تا کہ متقی ہو جاؤ ۔ اور نیز دعوت متعدد اوقات میں تھی پس شاید دونوں طرح سے مخاطبت کیا ہو اور نیز حاصل کلام ایک ہی ہے پس بعض نے بیان پر اکتفاء کیا جیسے وہاں قولہ ان انتم الا مفترون ۔ بھی مذکور ہے اور وہیں کے بیان پر اکتفاء ہوا یہاں اسکو ذکر نہیں فرمایا اور اسی پر باقی اجزاء قصہ کو قیاس کرنا چاہیے بلکہ دیگر قصص میں بھی اسی قیاس پر سمجھنا چاہیئے خصوص محاورات زبان پر متعدد جاری ہوتے ہیں جنکا حاصل واحد ہوتا ہے کذا ذکرہ ابو السعود وغیرہ اور پوشیدہ نہیں کہ ہر مقام کے ساتھ مناسبات ہیں اور قدر مناسب پر اکتفاء ہوا ہے اسی واسطے ہر قصہ مکرر نہیں بلکہ فوائد جدیدہ نادرہ ہر مقام پر موجود ہیں اور انکے بیان کے واسطے بہت طول عبارت درکار ہے مگر گیشتے نمونہ از خروارے یہاں صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ

فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ

بے عقل ہیں اور ہماری اٹکل میں تو جھوٹا ہے بولا اے قوم میں کچھ عقل نہیں

وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ

لیکن میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا پہونچاتا تمکو پیغام اپنے رب کے

وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى

اور میں تمہارا خیرخواہ ہوں معتبر کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمکو نصیحت تمہارے رب کی

رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

ایک مرد کے ہاتھ تمہارے بیچ میں سے کہ تمکو ڈر سناوے اور یاد کرو جب کہ تمکو سردار کر دیا پیچھے

قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

قوم نوح کے اور زیادہ دیا تمکو بدن میں پھیلاؤ سو یاد کرو احسان اللہ کا شاید تمہارا بھلا ہو

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ

بولے کیا تو اسواسطے آیا ہم پاس کہ بندگی کریں ہم اکیلے اللہ کی اور چھوڑ دیں جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ

سو لے آ ہم پر جو وعدہ دیتا ہے ہمکو اگر تو ہے سچا کہا تم پر پڑ چکی ہے

عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ

تمہارے رب کے پاس سے بلا اور غصہ کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے کئی ناموں پر کہ رکھ لیے ہیں

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ

تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں اتاری اللہ نے انکی کچھ سند سو راہ دیکھو میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ

تمہارے ساتھ راہ دیکھتا ہوں پھر بچا دیا اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے اپنی مہر سے اور

قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

پچھاڑی کاٹی انکی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں اور نہ تھے ماننے والے

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا یعنی جیسے نوح علیہ السلام کو انکی قوم کی طرف بھیجا ویسے ہی ہود ؑ کو قوم عاد کی طرف بھیجا چونکہ قوم نوح کسی نام سے معروف نہ تھی قوم فرمایا اور قوم ہود بنام عاد معروف تھی مانند مدین و ثمود وغیرہ کے انکے نام سے بیان فرمایا اور یہ قوم عاد کے نام سے دو قوم ہیں۔ عاد اول اور عاد دوم جو بقیہ نسل اول ہے اور دونوں کے درمیان سو برس کا فرق ہے جیسے عاد اول اور قوم نوح ؑ کے درمیان آٹھ سو برس کا فرق بیان ہوا ہے اور مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ اولاد سام بن نوح ؑ سے ہیں لیکن بعض نے لکھا کہ وہ عاد بن عوص بن ارم بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے اور سراج وغیرہ میں لکھا کہ عاد بن عوص بن ارم

قال البیضاوی دل کے اندھے تھے انکو بصیرت نہ تھی اگرچہ بصارت ظاہری موجود تھی - عمین دراصل عمیین تھا تخفیف کر کے عمین رہا اور بعض نے عامین پڑھا ہے ولیکن عمین میں زیادہ بلاغت ہے کیونکہ وہ ثبات پر دلالت کرتا ہے - کمالین میں ہے کہ عمی کی دلالت عمی ثابت پر آئی اور عامی کی دلالت عمی حادث پر ہے و قال بعضہم اسلئے کہ عمین صیغہ صفت مشبہ ہے جو ثبوت و دوام پر دلالت کرتا ہے - قال ابن عباس رض عمین یعنے کافر تھے - قال بعضہم عمی تو بصیرت کے اندھے کو بولتے ہیں اور اعمی آنکھوں کے اندھے کو کہتے ہیں اعوذ باللہ منہا - قال الحافظ - اس قصہ میں اللہ تعالے نے اپنے محبوب بندوں کے واسطے کافروں سے انتقام لینے کو بیان فرمایا اور یہ کافر لوگ ان بندوں کو ایذا و آزار پہونچاتے اور انسے مسخرہ پن کیا کرتے تھے آخر ہلاک ہوئے اور اللہ تعالے کی سنت سنیہ دنیا و آخرت میں یوں ہی جاری ہے کہ انجام کار اہل تقوی کو فتح و ظفر ہے وقد قال تعالے والعاقبۃ للمتقین - سراج وغیرہ میں ہے کہ قصص قرآن میں علاوہ علوم و معارف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و مومنین کے واسطے تسلی ہے کہ آنحضرت صلعم کی قوم ہی فقط قبول حق سے اعراض کرنے والی نہ تھی بلکہ گذری امتوں میں سے بھی اکثر اسمیں نہ ماننے والی گذری ہیں اور عموماً اسمیں ایک تنبیہ ہے کہ جھٹلانے اور نہ ماننے والونکا انجام خواری و ہلاک ہے پس آنحضرت صلعم کے نہ ماننے والے بھی انجام کار خواہ دنیا میں بھی یا قطعاً آخرت میں خوار و برباد ہونگے - اور واضح ہو کہ اسمیں آنحضرت صلعم کی صحت نبوت کی کھلی دلیل ہے کیونکہ آنحضرت صلعم اُمی تھے کچھ لکھے پڑھے نہ تھے اور ہرگز اپنے وقت میں کسی تاریخ جاننے والے سے نہیں ملے خصوص جبکہ عرب میں اسکا رواج ہی نہ تھا باوجود اسکے گذری امتوں کے نہایت صحیح قصہ و اخبار کو بیان فرمایا اور تاریخ جاننے والوں کو جب معلوم ہوا تو کسی نے انمیں سے انکار نہیں کیا پس صریح ثابت ہوا کہ یہ بوحی الہی تھا اور یہی نبوت پاکیزہ و فضل الہی ہے - قال المترجم اور اس زمانہ میں جو بعضے ملحد انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وجہ اس طوفان کی تنور سے پانی کا جوش نہ تھا بلکہ چنین و چنان تھا تو اسکو باوجود الحاد کے بسبب بالاتفاق ثبوت طوفان نوح ع کے انکار طوفان کی مجال نہوئی پس اسقدر تو وہ خود مقر ہے کہ طوفان مذکور واقع ہوا تھا بعد اسکے تاریخ کی کیفیت معلوم ہے کہ رائے کو اسمیں بہت کچھ دخل ہوتا ہے لہذا پوشیدہ سبب پر اسکی رائے کا دعوی محض غلط ہے کیونکہ جب واقعہ ثابت ہے تو صرف ایک امر خفی پر اسکا انکار کرنا بدون دلیل کے صرف اسکے وہم کے نزدیک مستبعد ہے محض بیجا وہم ہے پس جو شخص کہ اللہ تعالے عزوجل کو قادر مختار مانتا ہے اسکے نزدیک کچھ بھی مستبعد نہیں ہے اور عجیب ہے کہ یہ منکر بدون کسی دلیل کے انکار کرتا ہے لہذا کوئی عقلمند اسکو تسلیم نہ کریگا خصوص جبکہ واقعہ طوفان کا اقرار ہے - فافہم

ف - فی العرائس قولہ انہم کانوا قوما عمین یعنے مشاہدہ الٰہی اور ذوق محبت سے دور تھے اپنے بصائر کی آنکھوں سے اندھے تھے انکو انوار صفات و ذات نظر نہیں آتے تھے حالانکہ ہر ذرہ ذرہ سے ظاہر ہیں - ابن عطاء رحمۃ اللہ نے کہا کہ عمین یعنے راہ حق سے گمراہ تھے - بعض نے کہا کہ دنیا اور جہان میں نظر عبرت سے اندھے تھے انکی نظر سے صرف انکی خواہش نفسانی و شہوات نظر آتی تھیں -

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ

اور عاد کیطرف بھیجا انکا بھائی ہود بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اسکے سوا

أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ

کیا تمکو ڈر نہیں بولے سردار جو منکر تھے اسکی قوم میں ہم تو دیکھتے ہیں تجکو

اور یہ ترتیب بر سہ علت کی نہایت حسن و خوبی پر ہے کیونکہ بندون نے جب ازل کا عہد بھلا دیا اور اسکے خلاف برتاؤ کیا تو بمقتضاے
رحمت شاملہ و کاملہ کے رسول آئے اور مقصود ارسال سے انذار ہے یعنے مخالفت کرنے سے ڈرانا اور انذار سے مقصود یہ کہ تقوے
کرین اور تقوی سے مقصود یہ کہ رحمت پاوین - کذا فی السراج اور بیضاوی رح نے لکھا کہ لعلکم ترحمون مین حرف لعل جو امید کے واسطے
ہے داخل کرنے مین تنبیہ ہے اس بات پر کہ تقوی پر خواہ مخواہ ترحم واجب نہین ہو جاتا ہے بلکہ ترحم فضل الٰہی پر موقوف ہے اور تنبیہ ہے کہ متقی کو
چاہیے کہ اپنے تقوی پر گھمنڈ نہ کرے اور عذاب الٰہی عز و جل سے بیخوف نہ ہو جاوے اور معتزلہ وغیرہ نے جو ایسی باتون مین زعم کیا کہ
اللہ تعالے پر واجب ہے تو یہ انکی جہالت ہے حق یہ ہے کہ او تعالے عز و جل پر کوئی امر واجب نہین اور یہ لفظ زبان سے نکالتے ہوے
رونگٹے کھڑے ہوتے ہین مگر یہ لوگ بے ادب ہین اللھم اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و تب علینا انک انت التواب الرحیم - اس
حسن و خوبی سے نوح علیہ السلام نے رسالت الٰہی کو پہونچایا مگر سواے چند گنتی کے آدمیون کے باقی سب ایمان نہ لائے آخر عذاب
مین گرفتار ہوئے چنانچہ اللہ تعالے عز و جل نے فرمایا - فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ
الذین کا عطف انجیناہ - کی ضمیر مفعول پر ہے اسے انجیناہ ایاہ والذین آمنوا معہ - اور فا انجام کار کے واسطے ہے کیونکہ نوح علیہ السلام
کئی سو برس تک برابر ان لوگون کو ایمان و توحید کی طرف بلاتے رہے اور وہ لوگ جھٹلاتے اور سخت ایذائین دیتے تھے آخر غضب الٰہی
ظاہر ہوا اور نوح علیہ السلام نے بددعا کی کہ زمین پر کوئی کافر باقی نہ رہے - اور کشتی بنانے کا حکم ہوا انھون نے طول طویل کشتی
بنائی مروی ہے کہ دو سال مین بنائی تھی خود بڑھئی کا کام جانتے تھے - یہان سے ظاہر ہوا کہ فکذبوہ کے معنی فاستمروا علی التکذیب
یعنی برابر جھٹلانے پر اڑے رہے - المعنی پھر برابر نوح ع کی قوم والے جھٹلاتے رہے پس ہمنے نوح کو اور اسکے ساتھ والے مومنون کو
کشتی مین نجات دی - یعنی پانی کا طوفان جو غضب الٰہی تھا انہین ڈوبنے سے نجات دی اور قصہ ان شاء اللہ تعالی مفصل آویگا - بیضاوی
مین ہے کہ انکے ساتھ ایمان لانے والے بعض نے کہا کہ چالیس مرد و چالیس عورتین تھین اور بعض نے کہا کہ صرف نو آدمی انکے تینون
بیٹے سام و حام و یافث اور چھ آدمی اور تھے - وفی تفسیر الحافظ منصوص اسقدر ہے کہ وما آمن معہ الا قلیل - یعنی نوح ع کے ساتھ ایمان
نہ لائے مگر تھوڑے آدمی - امام مالک رح نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کی کہ قوم نوح ع اس کثرت سے تھی کہ زمین و پہاڑ انکی
سمائی سے تنگ تھے - عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ نہین عذاب دیا اللہ تعالے نے قوم نوح کو مگر اس حال مین کہ روے
زمین انسے بھری ہوئی تھی اور کوئی قطعہ زمین نہ تھا مگر آنکہ ان لوگون مین سے کوئی نہ کوئی اسکا مالک و قابض ہو رہا تھا - اور
ابن وہب رح نے کہا کہ مجھکو حضرت ابن عباس رض سے روایت پہونچی کہ حضرت نوح ع کے ساتھ کشتی مین اسّی آدمی بچے تھے ایک انمین
سے جرہم تھا اور اسکی زبان عربی تھی رواہ ابن ابی حاتم وروے من وجہ آخر عن ابن عباس متصلا - قلت شاید چالیس مرد و چالیس
عورت کا قول کسی شخص نے اسی روایت سے یہ سمجھکر کہ کشتی نوح مین ہر شئی کے جوڑے جوڑے تھے نکالا ہے حالانکہ یہ وہم ہے اسواسطے
کہ جو ایمان لایا وہ غرق نہین ہوا خواہ جوڑا ہو یا فرد ہو ہان جانورون مین البتہ جوڑا رکھا گیا تھا فافہم - مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام
دسوین رجب کو کشتی مین سوار ہوے اور طوفان شروع ہوا اور آخر دسوین محرم کو کشتی سے اترے تھے اور طوفان سے تمام کافر ہلاک
ہو گئے - کما قال تعالے - وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ یعنی اور طوفان مین
غرق کر دیا ہمنے ان لوگون کو جنھون نے جھٹلایا تھا ہماری آیات کو - بے شک یہ لوگ اندھی قوم تھی - یعنی امر حق انکو نہین سوجھتا تھا

جانتے ہو پس اول بین جو کہا تھا کہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔ اسی کی اسمین تقریر ہی۔ فافہم ف۔ فی العرائس قولہ وانصح
لکم واعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ یعنی تمکو خلوص نیت سے تمھارے پروردگار کی معرفت حاصل کرنے کا طریقہ سکھلاتا ہون اور اپنی نصیحت
سے تمکو تمھارے پروردگار کے مشاہدہ ولطف ورحمت خاصہ حاصل ہونے کی راہ بتلاتا ہون اور جو کچھ مین اللہ تعالے کی طرف سے
جانتا ہون وہ تم نہین جانتے ہو یعنی اسکے احسان ومہربانی ولطف وکشف صفات وجمال ذات وحلاوت مشاہدہ ولذیذ خطاب وغیرہ
کا جو علم حاصل ہی وہ تمکو حاصل نہین ہی جو اسکی درگاہ مین پہونچ گیا وہ ایسی بادشاہت کو پاگیا کہ کبھی اسمین خرابی نہوگی اور ایسی
سعادت کو پاگیا کہ کبھی فنا نہو اور جو اس سے محروم رہا وہ ایسی سختی وبلا وگمراہی مین پڑا کہ کبھی اسکی فراری دور نہوگی اور بعض
نے کہا کہ قولہ انصح لکم۔ یعنی تمکو راہ ہدایت بتلاتا ہون اور اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ مین اشارہ ہی کہ مجھے اسکی وسعت رحمت معلوم ہی
کہ جو کوئی توبہ کرکے اخلاص کے ساتھ اسکی طرف رجوع ہوا تو تعالے اسکی توبہ قبول فرماتا ہی۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم
کے جاہل جو رسم کے پابند تھے اور اللہ تعالے کی طرف سے رسالت کو خلاف رسم وعادت سمجھتے اور نہایت تعجب کرتے حالانکہ
دل کی آنکھون سے اندھے تھے حضرت نوح علیہ السلام کے نور نبوت کو کیا پہچانتے پس حضرت نوح علیہ السلام نے انکا تعجب دور
کرنے کو فرمایا۔ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ہمزہ استفہام انکاری ہی اور واو عاطفہ ہی پس
معطوف علیہ محذوف ہی کما قال المفسر رح اے اکذبتم وعجبتم یعنے کیا تم نے جھٹلایا اور تعجب کیا اور ذکر بمعنی موعظت ونصیحت اور
ان جاءکم۔ بوجہ ان مصدریہ کے بتاویل مصدر ہوکر مفعول محذوف ہی یعنے کذبتم کا معمول ہی کیونکہ عجبتم کا تعدیہ بحرف من ہوگا
اسے من ان جاءکم۔ اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بعض نے جو لفظ انکرتم مقدر کیا وہ خوب نہین کیونکہ وہ بھی حرف علی چاہتا ہی یقال
انکر علیہ۔ انکرتم علی ان جاءکم یا عجبتم من ان جاءکم۔ کی ضرورت ہوگی بخلاف قول مفسر رح کے کہ مقدر خود متعدی ہی مگر یہ ضرور ہی
کہ بحکم المقدر کالمذکور۔ اسکو عمل دلایا جاوے ورنہ تقدیر بہرحال ضرور ہوگی اور قولہ علی رجل منکم۔ اے علی لسان رجل کان منکم۔
اور بر زبان ایک شخص کے جو تم مین سے ہی یعنے خود حضرت نوح علیہ السلام اور یہ بنا بر اینکہ حضرت نوح علیہ السلام پر صرف وحی اُتری کوئی
کتاب مجموع نہین اُتری بمانند توریت کے اور علی ہذا قولہ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح الآیۃ۔ یعنی آنحضرت صلعم پر وحی کی تشبیہ
وحی نوح علیہ السلام سے دونون باتون مین موافق ہی ایک نفس انجار مین یعنے وحی کرنا حضرت صلعم کی طرف کوئی نئی بات نہین کہ نوح
سے یہ ہوتا آیا ہی اور دوم محض وحی مین بدون لوح مکتوب کے کیونکہ قرآن مجید مجموع مکتوب نہین اُترا ہی اگرچہ مقصود وہان صرف انجام
مین تشبیہ ہی اور دوسری بات مین موافقت واقع ہوگئی ہی فافہم۔ پھر ظاہر یہ ہی کہ محل تعجب یہی جملہ ہی یعنے علی رجل منکم۔ یعنی اس بات
پر تعجب کرتے تھے کہ ایک آدمی پر وحی الٰہی نازل ہو جیسے مشرکین مکہ کو تعجب تھا اور کہتے تھے کہ فرشتہ کیون نہین اُتارا۔ اور شاید قوم نوح
کو دونون باتون مین تعجب ہو یعنی پروردگار کی طرف ذکر وموعظت نازل ہونے مین اور ایک آدمی پر نازل ہونے مین۔ اگرچہ امر دوم
سے تعجب ہوکر انکار اول کی طرف متعدی ہوگا۔ المعنی کیا تم نے جھٹلایا اور تعجب کیا اس بات کو کہ آئی تمھارے پاس نصیحت تمھارے
پروردگار کی طرف سے تمھین مین سے ایک آدمی کی زبان پر۔ لِيُنْذِرَكُمْ تاکہ وہ تمکو ڈراوے یعنی عذاب کا ڈر سناوے
اگر ایمان وتوحید پر قائم نہو۔ وَلِتَتَّقُوْا اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالے سے تقوی کرو۔ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اور شاید تم
رحم کیے جاؤ۔ یہ لام تعلیلیہ ہین یعنے ذکر وموعظت مذکور کا آنا اس فائدہ کے واسطے کہ تمکو ڈراوے اور تم تقوی کرو اور شاید رحم کیے جاؤ

امور کی طرف وہم نہو اسی واسطے لیس زید بالقائم ولکنہ قاعد۔ کہنا فصیح ہی یعنے زید کھڑا نہین ولیکن بیٹھا ہی اور یہ کہنا کہ لیس زید بالقائم ولکنہ شارب۔ فصیح نہین یعنے زید کھڑا نہین ولیکن پانی پیتا ہی۔ پس جب نفی ضلالت سے بالکل ضلال کی نفی کی تو ہدایت کی طرف سے استدراک کیا اور ظاہر یون تھا کہ ولکنی علی ہدی۔ ہو لیکن بجاے اسکے ولکنی رسول من رب العالمین کہا تو رسول موصوف کو ہدایت مین کامل بلکہ اکمل ومکمل ہونا واجب ہی کیونکہ وہ خود ہدایت پر ہوتا اور دوسرون کو ہدایت پر لاتا ہی پس گویا یون کہا کہ ولکنی علی غایۃ الہدی لانی رسول من رب العالمین۔ یعنی مین انتہا درجہ ہدایت پر ہون کیونکہ مین رب العالمین کا رسول ہون۔ اور تعریض ہی ان لوگون کی حماقت پر کہ شاید ہدایت پر نہ سمجھین حالانکہ کوئی شخص دو حال سے خالی نہین ہوتا ہدایت پر یا ضلالت پر پس ضلالت تو بالکل نفی ہی پھر سخت حماقت ہی کہ عدم ہدایت کا وہم بھی ہو پس اسکو استدراک کرنے مین تعریض ہی۔ **اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ** ابو عمرو رح کی قراءۃ مین ابلغ از ابلاغ ہی بتخفیف لام اور باقیون کی قراءۃ مین تبلیغ سے بتشدید لام ہی معنی آنکہ پہونچاتا ہون تمکو رسالتین اپنے پروردگار کی۔ بیضاوی نے کہا کہ یہ جملہ صفت رسول واقع ہی یا جملہ مستانفہ ہی اور اسوجہ بیان سے یہی رسول ہونا متقرر فرمایا اور رسالات کو جمع اس وجہ سے کہ متعدد اوقات مین اسکا نزول ہوتا رہا یا اسوجہ سے کہ اقسام وانواع کی رسالت تھین مانند اعتقادات ومواعظ واحکام وغیرہ کے۔ **وَاَنْصَحُ لَكُمْ** اور نصیحت کرتا ہون تمہارے نفع کے لیے۔ جملہ صفت رسول یا استناف ہی اور النصح کے معنی یہ کہ ارادہ کرتا ہون بھلائی کا۔ اور لکم۔ مین لام زائد کر دیا یعنے انصحکم نہین فرمایا تاکہ دلالت کرے کہ نصیحت محض انھین کے حق مین نافع تھی اسمین ناصح کی کوئی غرض اپنے متعلق نہ تھی۔ اور نصح کے معنی یہ کہ دوسرے شخص کیواسطے اسیطرح بھلائی کا قصد کرے جیسے اپنے واسطے چاہتا ہی اور تعدیہ اسکا بواسطہ وبلا واسطہ دونون طرح ہی یقال نصحتہ ونصحت لہ۔ اور بعض نے کہا کہ نصح کی حقیقت یہ ہی کہ مصلحت کی راہ پہنچوا دے اسطرح کہ ہر مکروہ بات سے اپنی نیت خالص ہو۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ مطلق نصیحت مین اور رسول کی نصیحت مین فرق ہی پس رسول کی نصیحت یہ ہی کہ امت کو اللہ تعالے کے تمام اوامر ونواہی اور تمام تکالیف شرعیہ جسطرح اللہ تعالے نے مقرر فرمائے ہین پہونچا دے اور عام نصیحت یہ ہی کہ اپنے بھائیون کو ان اوامر ونواہی وشرائع کے قبول کرنے مین رغبت دلاوے اور نافرمانی کرنے سے ڈراوے کہ اولتعا کا اسمین عذاب ہی۔ یہان سے واضح ہوا کہ حدیث صحیح مین جو النصح لکل مسلم۔ آیا یعنی ہر مسلمان کیواسطے نصح لازم ہی تو وہ دوسرے معنی پر ہی اور معنی نصح کے وہی ہین جو اول مذکور ہوئے چنانچہ حدیث ابن مسعودؓ مین اسی کی تفسیر ہی کہ کوئی مسلمان نہین ہوتا جب تک ایسا نکرے کہ جو اپنی ذات کیواسطے پسند کرتا ہی ویسا ہی اپنے بھائی کیواسطے پسند کرے۔ اور مراد ان چیزون سے بھلی چیزین ہین جنکو شرع مین بھلا کہا گیا ہی اور یہ نصح نہین ہی کہ رشوت سے مال جمع کرنا خود چاہتا ہی تو دوسرے کے واسطے بھی پسند کرے کیونکہ یہ نصح نہین بلکہ اغوا ووشیطانیت ہی فافہم۔ بالجملہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ حسن اخلاق سے جواب دیا کہ مین ضلالت مین بالکل نہین بلکہ کمال ہدایت پر ہون اور تمکو اللہ تعالے کے رسالات پہونچاتا ہون اور محض تمہاری بہتری کے لیے تمکو نصیحت کرتا ہون۔ **وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** اور مین جانتا ہون اللہ تعالے کیطرف سے جو تم نہین جانتے ہو یعنے اللہ تعالے کی جانب سے وحی کے ذریعہ سے جو چیزین مجھکو معلوم ہوتی ہین وہ تمکو نہین معلوم ہوتی ہین پس تقدیر قولہ من اللہ اے من جہۃ اللہ بالوحی۔ ہی اور بعض نے کہا کہ تقدیر یہ ہی کہ من صفات اللہ تعالے وشدۃ بطشہ وعدم رد باسہ عن المجرمین یعنی اللہ تعالے کی صفات اور اسکی سخت گرفت اور مجرمین سے اسکا عذاب نازل ہوکر پھر نہ پھرنا وغیرہ مین جانتا ہون تم نہین

حضرت نوح علیہ السلام نے دعوت فرمائی پھر قوم کا جواب نقل فرمایا۔ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ملا بمعنی اشراف ماخوذ از ملا بالسکون ثانی بمعنی بھر دینا کیونکہ اشراف بھی مجلس کے لوگوں کے دل ہیبت و اجلال سے بھر دیتے ہیں اور جمع املاء مثل سبب و اسباب اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ملا یعنے جمہور و سردار و پیشرو اور بڑے بڑے مذہر یعنی اسکی قوم کے بڑے بڑے مدبر لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اپنی عقل و رائے میں تجھکو کھلے ضلال میں دیکھتے ہیں۔ حاصل آنکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تو دیوانہ ہوگیا یا بہک گیا ہے کہ ہمکو اکیلے اللہ کی عبادت کرنے کو بلاتا ہے۔ گمراہوں کا یہی حال ہے کہ وہ شیطانی نفسانی سرکشی میں راہ حق کی طرف ہدایت کرنے والوں کو اُلٹے خود بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ نوح ع نے قوم کو کہا کہ اے قوم مجھے کوئی ضلالت نہیں لگی و لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔ قوم نے انپر ضلال کا بہتان لگایا تھا اور انھوں نے ضلالت کو دور بتلایا تو مفسر رح نے کہا کہ ضلالت بہ نسبت ضلال کے اعم ہے پس ضلال کے دور کرنے سے ضلالت کی نفی کرنا زیادہ بلیغ ہے یعنے ضلالت تو ہر وجہ سے گمراہی ہے اور ضلال بعض وجہ سے بھٹکنے کو۔ اور غی کو بھی شامل ہے پس ضلالت اعم ہے کیونکہ ہر چیز جسکو ضلال کہیں اسکو ضلالت کہینگے اور اسکا الٹا نہیں ہے کیونکہ غی کو یا بعض وجہ سے بھٹک کو ضلال نہیں کہتے مگر ضلالت کہتے ہیں پس ضلالت کی نفی کرنا زیادہ بلیغ ہوا اسلیئے کہ وہ اعم ہے اور عام کی نفی کرنے سے خود خاص کی نفی ہو جاتی ہے برخلاف خاص کی نفی کے کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں چنانچہ اگر مان لیا جاوے کہ اس جنگل میں کوئی جاندار موجود نہیں تو خود ظاہر ہے کہ انسان بھی نہوگا اور اگر خاص جاندار کی نفی کی مثلاً شیر نہیں ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بھی نہو پس ظاہر ہوا کہ ضلال کے بہ نسبت ضلالت کی نفی یہاں زیادہ بلیغ ہے اور تعجب ہے کہ صاحب کشاف نے لکھا کہ ضلال نہیں کہا بلکہ ضلالت کہا اسواسطے کہ ضلالت اخص ہے پس ضلال کی نفی سے ضلالت کی نفی زیادہ بلیغ ہوگی اور خطیب نے سراج المنیر میں اسی کی پیروی کی حالانکہ یہ سہو ہے اسواسطے کہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں ہے اور کشاف کے محشین نے اس مقام پر طول کلام سے کچھ بھی فائدہ نہ نکالا اور خطیب رح باوجود کثرت اتباع بیضاوی رح کے یہاں کشاف کی پیروی میں دھوکا کھا گئے حالانکہ بیضاوی رح نے یہاں افادہ فرمایا کہ قولہ یا قوم لیس بی ضلالۃ۔ اے شئی من الضلالۃ یعنے کچھ بھی ضلالت نہیں ہے۔ پس جیسے ان لوگوں نے ضلال کے ثابت کرنے میں مبین کہکر مبالغہ کیا تھا یعنے ضلال نہیں کہا بلکہ ضلال مبین کہا تھا اسی طرح انکے جواب میں نفی ضلال میں مبالغہ کیا یعنے کچھ بھی ضلالت نہیں ہے اور یہ قلت مستفاد ہے مقابلہ سے کیونکہ ضلال کے مقابلہ میں ضلالت کی نفی درصورت قصد مبالغہ در کمال ہدایت خود دلیل ہے کہ ادنی و اقل کی بھی نفی ہے گویا یوں کہا کہ میرے ساتھ اقل قلیل بھی ضلال نہیں ہے پس آئین قوم والوں پر بیوقوفی و گمراہی کی تعریض ہے کہ باوجود ذرا بھی نہونے کے اپنی بیوقوفی سے ضلال سمجھے بلکہ ضلال مبین سمجھے پس حماقت نہیں بلکہ احمق ہیں اور اشارہ ہے کہ یہ لوگ مکابرہ و عناد میں پڑے ہیں کیونکہ جو اس مرتبہ ہدایت پر ہے کہ اسمیں ضلالت کا نام نہیں اسکو ضلال مبین سے موصوف کیا۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ ولکنی۔ بحرف لکن واسطے استدراک کے ہے پس یہاں جانب مقابل کا وہم دور کرنا چاہیئے تھا نہ آنکہ لکنی رسول۔ فرمایا۔ تو جواب یہ ہے کہ لکن اس مقام پر بہت بلیغ ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہ استدراک باعتبار لازم کے ہے اور لازم اسکا کمال ہدایت ہے یعنے دو امر متقابل میں جب ایک کی نفی ہو تو دوسرے کی جانب وہم متردد ہوتا ہے پس اسکو اثبات کیا جاتا ہے اگرچہ غیر متعلق

کیا کرتے تھے اور لوگ انکے زمانہ کے خراب و بت پرست و مشرک ہو گئے تھے۔ قال الحافظ اور عبداللہ بن عباس رضہ وغیرہ سے علماء تفسیر نے فرمایا کہ بت پرستی کی صورت یون واقع ہوئی کہ ابتداء مین جب صالح دمتقی و اولیاء اللہ لوگ مرے تو انکی قوم والون نے انکی قبرون کے ہان مسجدین بنائین اور مسجدون پر انکی تصویرین نقش کر دین تاکہ انکے حالات و عبادات کو یاد کرین اور انھین کے مانند عبادات و اخلاق حاصل کرین پھر جب اسکو زمانہ دراز گذرا تو اسی نقش کی مورتین بنا کر رکھین پھر جب اسپر بھی زمانہ دراز گذرا ان مورتون کی تعظیم کرنے لگے آخر انکو پوجنے لگے اور انھین پرہیزگارون کے نام پر ان مورتون کے نام رکھے پس جب یہ نوبت پہونچی تو اللہ عز و جل کا احسان ہے کہ اسنے انبیاء و رسول بھیجے پس اول رسول حضرت نوح کو بھیجا چنانچہ فرمایا۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ واللہ لقد ارسلنا۔ کیونکہ لام جواب قسم محذوف ہے اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ قریب ہے کہ نہ اطلاق ہو اس لام کا مگر ہمیشہ قد کے ساتھ کیونکہ جملہ قسمیہ کا سوق نہین ہوتا مگر ایک دوسرے جملہ کی تاکید کے واسطے جسپر قسم واقع ہوتی ہے اور وہ جواب قسم کہلاتا ہے پس قد کے ساتھ لاتے ہین کیونکہ وہ مظنہ توقع ہے کیونکہ مخاطب جب اسکو سنتا ہے تو جس کی تقدیر ہوتی ہے اسکے وقوع کی توقع کرتا ہے جیسے یہان اسپر نبض ہے۔ اور ارسال کے معنی مبعوث کرنے کے ہین یعنی اسی قوم مین سے ایک شخص کو مبعوث فرمایا اور معنی یہ ہین کہ واللہ ہمنے مبعوث فرمایا نوح ع کو اسکی قوم کی طرف فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ پس نوح ع نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم تم بندگی کرو اللہ تعالےٰ کی۔ یعنی فقط اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ من زائدہ ہے بغرض استغراق نفی کے آیا ہے یعنی کوئی بھی نہین پس آلہ مجرور ہے من سے مجرور ہے ورنہ محل مین رفع کی ہے بنا بر مبتداء ہونے کے لہذا کسائی کے سوائے باقی قراء رحمہ نے غیرہ کو مرفوع پڑھا کہ بدل از محل الہ ہے اور کسائی رحمہ نے بلحاظ لفظی اعراب کے غیرہ مجرور پڑھا۔ المعنی نہین تمھارا کوئی بھی الٰہ سوائے ایک اللہ تعالےٰ کے پس تم اسی کی عبادت کرو کیونکہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی اور دوسرون کی عبادت کی تو تم نے ایسی چیز کی عبادت کی جو معبود نہین ہے اور تمنے معبود کی طرف سے منھ موڑا اور جو بات اسی کے واسطے خاص ہے وہ دوسرے مین ثابت کی اس سے بڑھکر کوئی ظلم نہین کہ خالق عز و جل نے پیدا کیا رزق دیا مال اولاد دی صحت و تندرستی ہزارہا بیشمار نعمتین دین اس سے منھ موڑ کر غیر کی عبادت کرنے لگے شرک کرنے لگے پس تم فقط اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور اگر نہ مانو گے تو مین ایک بندہ ہون اللہ تعالےٰ کے حکم سے تمکو راہ بتلانے والا ہون لیکن اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ مجھے تمپر عذاب یوم عظیم کا خوف ہے اگر تم غیر کی عبادت کرو گے۔ یوم عظیم سے مراد روز قیامت ہے اور اسمین بیان ہے توحید اختیار کرنے کے سبب کا یعنی توحید کرو کیونکہ نہ اختیار کرو گے تو عذاب سخت پاؤ گے۔ بعض نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ مجھے تمھارے اوپر عذاب یوم عظیم کا ڈر ہے کیونکہ تم مجھے ایمان لاتے نہین نظر آتے ہو۔ اور بعض نے کہا کہ یوم عظیم سے مراد طوفان کا روز ہے اور لفظ اخاف یعنی شک کے ساتھ اسوجہ سے بیان کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ آیا دنیا ہی مین ان لوگون سے مواخذہ ہو گا یا قیامت تک کے واسطے چھوڑ دیے جاوینگے۔ کذا فی السراج وغیرہ اور حافظ ابن کثیر رح نے قول اول اختیار کیا اور مفسر رح نے بھی اسی پر اکتفا کیا اور ظاہر یہ ہے کہ اخاف بطور ادب کے ہے اگرچہ کافر کے حق مین قطعی وعدہ عذاب کا ہے اگر کفر و شرک پر مرے لیکن بنظر عظمت و جلال الٰہی کے حکم قطعی نہ لگایا یون نہ کہا کہ تمپر یون عذاب ہو گا بلکہ ادب سے اخاف کہا وقد اشار المترجم الی جواب آخرین فافہم۔ اسطرح

قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ

قوم کے تو ہم دیکھتے ہین تجکو صریح بہکا ہوا بولا اے قوم مین کچھ بہکا نہین لیکن مین

رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَ

بہیجا ہوا ہون جہان کے صاحب کا پہونچاتا ہون تمکو پیغام اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہون اور

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ

جانتا ہون اللہ کیطرف سے جو تم نہین جانتے کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمکو نصیحت تمہارے

رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

رب کیطرف سے ایک مرد کے ہاتھ تم مین سے کہ تمکو ڈرساوے اور تم بچو اور شاید تم پر رحم ہو

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا

پھر اسکو جھٹلایا پھر ہمنے بچالیا اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے کشتی مین اور غرق کیے

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝

جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتین وہ لوگ تھے اندھے

اول سورہ مین اللہ تعالے عزوجل نے واقعہ آدم علیہ السلام کو شروع فرمایا اور اسکے متعلقات ومتصلات کو پورا بیان فرماکر اب دیگر انبیاء علیہم السلام کے قصص کو ترتیب وار اول وثانی سے بیان فرمایا لہذا پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر شروع کیا۔ کذا قال الحافظ فی التفسیر وقال المترجم عفی عنہ حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ مین بہت بڑے بڑے علوم باریک تھے اور لوگون کی سمجھ کے لائق جہانتک ممکن ہوا صراحۃً واشارۃً بیان ہوچکا اور منجملہ ان علوم کے یہ کہ ہر چیز تحت تسخیر قدرت رب جلیل عزوجل ہے اور مخلوقات بعض طیب وپاکیزہ ہے اور بعض خبیث ونجس ہے اور رحمت الٰہی یکسان ہے مگر مانند زمین کے کسی کو باران رحمت سے فائدہ ہے دو قسم سے کہ خوب اس سے سیراب ہوتی ہے اور سر سبز وشاداب خود بھی نفع پاتی ہے اور دوسرون کو بھی ہر طرح نفع دیتی ہے یا کہ اس کو خود نفع ہے اور دوسرون کو بھی مگر ایک خاص طرح کا نہ عموماً مثل اول کے اور بعض زمین کو کچھ بھی فائدہ نہین اور یہ ہر ایک کی جوہر قابلیت کا تفاوت ہے چنانچہ سابقین کے احوال کو ترتیب وار اس بیان کے واسطے مع دیگر علوم کثیرہ کے جنکی طرف انشاء اللہ تعالیٰ ضمناً اشارہ آتا جائیگا بیان فرمایا اور موافق ترتیب کے اول نوح علیہ السلام کا ذکر شروع کیا۔ قال الحافظ وغیرہ کیونکہ نوح ؑ بعد حضرت آدم ؑ کے اول رسول ہین جنکو اللہ تعالے نے اہل زمین کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول جو رسول بھیجا گیا وہ نوح علیہ السلام ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ وابن عساکر رح اور نسب نامہ انکا یہ ہے نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن مہلیل بن قینن بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام ایسا ہی محمد بن اسحاق اور دیگر علماء نے جو فن نسب مین ماہر ہین بیان فرمایا ہے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ جیسے اذیت حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف سے پہونچی ایسے کسی اور نبی کو نہین پہونچی سوائے انکے جو اپنی قومون کے ہاتھ سے قتل ہوگئے ہین اور چالیس برس کی عمر ہونے پر نوح علیہ السلام کو نبوت ہوئی بعض نے کہا کہ پچپن برس کے تھے اور بعض نے کہا کہ دو سو پچاس برس کے تھے اور ذکر کیا گیا کہ ہر نبی کا پیشہ

خوش ذائقہ میوہ پیدا ہوتا ہے پھر انکے برخلاف جس دل میں ہوا و ہوس کے بیج پڑے ہیں اس سے شہوات کے خاردار درخت جھاڑیاں پیدا ہوتی ہیں - اور شناخت یہ ہے کہ جو دل منور ہیں ان دلوں کے جسم کے اعضاء و جوارح پر آثار محبت ظاہر ہوتے ہیں اور وہ آثار یہ ہیں کہ وہ احکام الٰہی تعالے و سنت رسالت پناہی صلعم سے موافقت محبوب رکھتا ہے اور جو دل تاریک و سیاہ ہے اسکے جوارح و اعضاء پر آثار مخالفت ظاہر ہوتے ہیں اور وہ اپنی شہوات نفس کی پیروی کرتا ہے - پھر او تعالے عزوجل نے تبدیل اخلاق و نشر افعال و ثبوت مقامات و پرداز حالات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ سب بارادہ سابقہ و مشیت ازلیہ ہیں جسمیں کچھ تغیر و تبدیل نہوگا اور وہاں کسی کی تدبیر کچھ کارگر نہوگی اور یہی اصل تقدیر کہلاتی ہے چنانچہ فرمایا وکذلک نصرف الآیات لقوم یشکرون - یعنی ایسی قوم کے واسطے جو حضرت مشکور تعالے عزوجل کو ان نعمتوں کے وجود سے پہلے سے پہچانتے ہیں اور خود او تعالے عزوجل کو اپنے انعام کا شاکر پاکر خجالت سے پانی پانی ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو ادائے شکر کے مقام سے عاجز پاتے ہیں شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ البلد الطیب مومن متقی کے دل کی مثال ہے - یخرج نباتہ باذن ربہ - یعنی اسکے اعضاء و جوارح پر انوار طاعات و زینت کے اخلاص کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں - والذی خبث - قلب کافر ہے اس سے سوائے نکد و شوم و تاریکی کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا اسکے اعضاء و جوارح پر تاریکی و مخالفت ظاہر ہوتی ہے اور واسطی رح نے کہا کہ قولہ باذن ربہ - یعنی او تعالی کی تجلی اور اسکی پرداخت و عنایت سے سب آسانی سے بہت کچھ میوہ جات موافقت و انوار تقرب ظاہر ہوتے ہیں اور خبیث سے سوائے نکد کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ تجلی و خطاب سے محجوب ہے اور قولہ کذلک نصرف الآیات - جیسے کہ آفتاب تھوڑی نباتات کو جلا دیتا ہے اور تھوڑی نباتات کو اگاتا ہے اور بعض کو مزہ دار اور خوشگوار و پاکیزہ بناتا ہے جیسا جسکا جوہر و استعداد ہے ویسے ہی ارادہ واحد سے موافقت و مخالفت آدمیوں میں ظاہر ہے - بعض نے کہا کہ بلد طیب وہ ہے جو ہمیشہ امون اور اسکا سلطان عادل ہو - جسکے دل کا ساکن صافی ہے اسکے ظاہر افعال پاکیزہ و نیک ہیں اور جو اسکے برخلاف ہے اسکا حال برخلاف ہے استاد رح نے کہا کہ جب اصل پاکیزہ ہو تو فرع میں نمو ہوتا ہے یعنی جب جڑ اچھی حالت میں ہوتی ہے تو شاخیں اچھی طرح سرسبز ہوتی ہیں اور مراد یہ ہے کہ قلب نیک ہوتا ہے تو ظاہر و باطن سب صالح ہوتا ہے قلت حدیث میں بھی قلب کے بیان میں ہے کہ جب وہ صالح ہوتا ہے تو سب جسم صلاحیت پر ہوتا ہے اور جب اسکی حالت خراب ہوتی ہے تو تمام اعضاء بدکار و فاسق ہو جاتے ہیں - بعض نے کہا کہ بلد طیب وہ قلب مومن ہے جسکو اللہ تعالے نے طاہر بنایا اور روح کو آب قرب سے پاک و طاہر کیا اور کرامت سے خوشبودار کر دیا اور قلب کو علم سے پاکیزہ بنایا اور سر باطنی کو نور معرفت سے پاکیزہ بنایا اور زبان کو ذکر و تسبیح بولنے سے پاک کیا اور جوارح کو آب عصمت سے نہلایا اور نور توفیق سے پاک کیا - پھر جب معلوم ہوگیا کہ جو قلوب خبیث ہیں انکو ہرچند تعلیم و اصلاح و پند و نصیحت دیجاوے کچھ مفید نہیں ہوتی اور بیہودہ وہم و بے بنیاد شک پیدا کرتے ہیں اور نیک راہ و نیک بات و نیک تعلیم و نیک نصیحت سب سے آنکھ بند کر لیتے ہیں چنانچہ انکے احوال کے واقعات بتضمن علوم بیان فرمائے بقولہ

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ

بیشک ہم نے بھیجا نوح کو طرف قوم اسکی تو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمھارا معبود اسکے سوا میں ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے بولے سردار اسکی

وسیر و باطن کا کیا ذکر ہی لہٰذا نفس کشی کے یہ معنی سمجھنا کہ جسم و حواس کو بیکار و باطل کر کے خبط و مبہوت ہو جاوے محض غلط ہیں یہ کیسی بزرگ نے نہیں فرمایا بلکہ نفس کشی کے فقط یہ معنی ہیں کہ ابتدا میں نفس جو شرع سے برخلاف چلتا اور شیطان کی پیروی ڈھونڈھتا ہی اسکو مار کر قواد مخواہ شرع و سنت پر ثابت رکھے ہاں شرع و سنت میں یہ منع ہی کہ پیٹ مت بھرو بلکہ کم کھاؤ اور کم سوؤ اور کم ہنسو اور کم بک بک کرو اور خیال بد اور وسواس باطل وغیرہ مت لاؤ اور ایسے ہی ریا کاری و غرور و تکبر وغیرہ بہت سے امور ہیں کہ ان سب پر ٹھیک ٹھیک قائم ہو اور ایک مرد صالح پیر بزرگ کی خدمت نصیب ہو جو اپنے نفس کو مہذب کر چکا ہو تو نہایت ہی عمدہ بات ہی کہ وہ ہر وقت اسکی غفلت کو ٹوکتا جاوے اور ہوشیار کرتا جاوے اور زیادہ طول تقریر کی گنجایش نہیں ہی میں نے صرف ابتدائی مرتبہ پر بتوفیق الٰہی تنبیہ کر دی ہی اور اس سے اوپر کے مراتب کے واسطے خود اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہونچ جاویگی انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر ابتدا ہی غلط ہی تو اوپر کا مرتبہ کیسا فاستقم ولا تتبع الہوی فیضلک عن سبیل اللہ پھر شیخ رح نے فرمایا کہ بالجملہ تجلی ذات کے ظہور سے پہلے دلہاے مردہ کے واسطے پاکیزہ ہوائیں ظہور تجلی صفات کے بھیجدیں چنانچہ فرمایا حتیٰ اذا اقلت سحابا ثقالا سقناہ لبلد میت یعنی دلہاے مردہ کو تاب تجلی ذات کے ظہور کی نہیں ہو سکتی ہی تو تجلی صفات سے ان دلوں میں حیات جو اسکے مناسب ہی حاصل ہو جاوے اور معلوم ہی کہ تجلی ذات کا بارگران کوئی نہیں اٹھا سکتا ہی سوائے ریاح تجلی صفات کے اور انوار قدم کو سوائے قدم کے کوئی نہیں چلا سکتا ہی اور زلال دریاے قدم کو ایسے پیاسے کو پلانے کے واسطے جو غرق حیرت ہی سوائے ازلی صفت کے کوئی نہیں لیجا سکتا ہی اور قلوب کی سرزمین میں درختان علوم غیوب کے کوئی نہیں اُگا سکتا سوائے حضرت علام الغیوب جل جلالہ کے لہٰذا فرمایا فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات - یہ ثمرات بھی مقامات و حالات و مکاشفات و مشاہدات ہیں ؎ الا یا صبا نجد متی ہجت من نجد + لقد زادنی مسراک وجدا علی وجد + اے ہواے نجد جہان لیلی رہتی ہی جبھی تو نے نجد سے جنبش کی تو میرا وجد بر وجد بڑھتا گیا - بعض مشائخ نے کہا کہ ہر قسم کی ہوا سے ایک قسم کی رحمت خاص متعلق ہی پس ہواے توبہ سے قلب پر محبت پہونچتی ہی اور ہواے خوف سے رحمت ہیبت کا نشر ہوتا ہی اور ہواے امید سے رحمت انس کا اور ہواے قرب سے رحمت شوق کا اور ہواے شوق سے آتش قلق و بیتابی عشق کا نشر ہوتا ہی استاد رح نے کہا پہلے تقرب کی ہوا چلتی ہی جس سے مشام اسرار کو خوشبوے وصال پہونچتی ہی - اور استاد رح نے قولہ حتیٰ اذا اقلت سحابا ثقالا کے اشارہ میں کہا کہ اسمیں اشارہ یہ ہی کہ جب مہجور کو صدمہ فراق دو جدو اختلال جسم بلکہ بالکل باطل ہونے سے دوری پہونچی ہی اسکے پاس تقرب کا بشارت دینے والا پہونچتا ہی پس گھل جانے کے بعد تر و تازہ ہو جاتا ہی اور بعد سقوط کے اسکا مٹا ہوا حال قوی و تندرست ہو جاتا ہی - پھر حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے قلب کا حال ذکر کیا کہ انمیں سے بعض کا یہ حال ہی کہ جب اسپر باران رحمت ہوا تو طرح طرح کے مقامات و حالات کے پھل پھول اس سے نکلتے ہیں اور بعض کی یہ کیفیت ہی کہ وہ اسکے برخلاف ہیں جو کہ شہوات نفس و حظوظ بشریت میں سنگستان کے مانند ہو رہے ہیں اور انمیں سوائے خارزار کے کچھ نہیں ہی چنانچہ فرمایا - والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ الآیۃ - اے برادر قلب کی زمین ہی جس سے وجد و ارادت کے پھل پھول موافق کشف صفات و انوار ذات کے طرح طرح کے نکلتے ہیں پس جس دل میں تخم محبت ہی اس سے مشاہدہ کا درخت جمتا ہی اور جسمیں تخم شوق ہی اس سے انس و وصال کا درخت اُگتا ہی اور جسمیں تخم عشق ہی اس سے کشف جمال و جلال کا

قبول کرتے اور اس سے نفع کثیر ہوتا ہی اور منافقون کے دل نہین لیتے اور بہت کم اس مین اثر اور اس سے انتفاع ہوتا ہی تو یہ تھی قول اول کی تلخیص ہی کیونکہ مومن وکافر سے مقصود انکے دل ہین کہ انھین پر مدار ہی اور قول اول پر دلیل ہی جو حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا مثل ما بعثنی اللہ بہ من الہدی والعلم کمثل غیث اصاب ارضا الحدیث یعنی آنحضرت صلعم نے کہا کہ جس علم وہدایت کے ساتھ مجھکو اللہ تعالے نے بھیجا اسکی مثال ایسی ہی جیسے موسم کا اگانے والا اپنے وقت کا پانی کسی زمین پر برسا پس اس زمین مین سے کوئی ٹکڑا پاکیزہ تھا یعنے اسکی مٹی شیرین ونرم وہموار اگانے والی تھی پس اسنے پانی کو قبول کرلیا اور گھانس تر وتازہ اور پیداوار بہت کثرت سے اگائی اور کچھ ٹکڑے اسمین سے اجدب تھے جنھون نے پانی کو روک لیا یعنی انمین پانی بھر رہا پس اللہ تعالے نے اس سے آدمیون کو نفع پہونچایا کہ انھون نے خود اسمین سے پیا اور پلایا و سینچا و زراعت کی اور بعض اور ٹکڑا اسمین سے ایسا تھا کہ وہ چٹیل میدان کنکر یلا پتھریلا تھا کہ نہ وہ پانی کو روکتا ہی اور نہ کچھ سبزہ اگاتا ہی پس یہی مثال ہی دو قسم کے لوگون کی ایک وہ کہ جسنے اللہ تعالے کے دین مین سمجھ حاصل کی اور اللہ تعالے نے مجھے جسکے ساتھ بھیجا ہی اس سے نفع پایا پس سیکھا اور سکھلایا اور دوم وہ کہ جسنے سر سے کچھ اسکی طرف توجہ نہ کی اور نفع نہ پایا اور جسکے ساتھ مجھے اللہ تعالے نے بھیجا اس ہدی کو قبول نہ کیا۔ رواہ البخاری ومسلم وغیرہما

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ کما بینا ما ذکرنا بین الآیات لقوم یشکرون اللہ تعالے فیومنون یعنی جیسے ہم نے یہ سب بیان فرمایا جو مذکور ہوا ہی اسی طرح ہم کھلے بیان کرتے ہین آیات کو ایسی قوم کے واسطے جو شکر کرتے ہین اللہ عز وجل کا پس ایمان لاتے ہین۔ اسمین قوم شکرگزار کی خصوصیت اسواسطے ہی کہ آیات الٰہی سے انھین مقبولون کو نفع حاصل ہوتا ہی اور خبیث لوگون کو کچھ بھی حاصل نہین ہوتا اور اسمین اشارہ ہی کہ آیات الٰہی محض فضل ونعمت ہی اسکا بہت بڑا شکر یہ واجب ہی سبحان اللہ بحمدہ وسبحان اللہ العظیم۔ ان آیات کریمہ مین انواع دلالات ولطائف اشارات وعلوم پاکیزہ ہین اور تفسیر عرائس مین جو کچھ بیان ہین وہ یہ ہین **ف** فی العرائس قولہ تعالے وہو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ۔ اوتعالے نسیم وصال کو طلوع جلال کے سحر کے وقت مین اہل انس کے واسطے انکی حالت سجدہ کے شہود مین انکے مشام مین پہونچاتا ہی تاکہ شوق مین زیادتی ہو اور اسکی طرف باران رحمت کے زیادہ پیاسے ہوجاوین پس ظہور صفات سے پہلے قرب ومنزلت کے آثار ظاہر ہوتے ہین پھر ظہور تجلی صفات سے کشف ذات کا فیض پاکیزہ ارواح عاشقہ کو پہونچتا ہی پھر اس باران رحمت سے ان ارواح کو زلال محبت کا جام ملتا ہی کہ بعد اسکے پینے کے ان ارواح کو حدوث مین استقرار کی تاب نہین رہتی بلکہ ازل وابد کے بازو سے لطف قدیم سے فضائے ناپیدا کنار بقا و ہوائے قدم مین پرواز کرتے ہین۔ کمال لطف سے ظہور تجلی ذات سے پہلے انکو ہوائے تجلی صفات سے انکشاف دیا کیونکہ قبل تجلی ذات کے قبض وبسط کے اعلام سے واقف ہون اور فنا ہوجانے سے بچاین اور کشف قدم کی طرف جذب ہونے مین انکے قلوب مردہ کو رزق سے زندگی ملے جس سے قابلیت حاصل ہو۔ قال المترجم بعض مقام پر پارہ اول تا ثالث مین گذرا کہ حدیث صحیح مین جو اپنے نفس وجورو ومہمان وغیرہ کے حق لازم ہونے کا قطعی حکم آیا ہی وہ اسی معنی پر تمام اکابر نے اعتقاد کیا ہی جو ظاہر ہین اور اسکا یہی بھید ہی کہ ہزارون پردون کا قطع کرنا اسی جسم کثیف سے ہی اور وہ اس راہ سے بڑی نعمت ہی پس مرید صادق کو خبط حواس وضرر لا یطاق سے ایسی نوبت پہونچیگی کہ اسمین انکشاف حواس باطنی کی استعداد نہ رہے اور پھر حواس مخفیہ جن سے علوم ظاہری مین بحث نہین ہی انکے انکشاف کا فائدہ نہ حاصل ہوگا تب عقل وقلب وروح

کی ہین چنانچہ فرمایا۔ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ بلد طیب وہ زمین جسکی مٹی پاکیزہ شیرین ہموار
نرم ہو یعنے بلد طیب نکالتا ہو اپنی نبات کو بہتر وعمدہ باراده اپنے پروردگار کے۔ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ
اور وہ بلد کہ جسکی مٹی خبیث ہو وہ نہین نکالتا پیداوار کو کسی حال سے مگر بحال نکد۔ یعنی بسختی ومشقت۔ اور کشاف مین کہا کہ نکد وہ چیز
کہ جسمین بھلائی نہین ہو اور بیضاوی نے کہا کہ نکد یعنے قلیل بے نفع وبیکار اور نصب اسکو بنا بر انکہ حال واقع ہو۔ اگر کہا جاوے
کہ بلد طیب کے ساتھ پیداوار اگانے مین باذن ربہ کے قید فرمائی اور خبیث کے ساتھ یہ قید نہین فرمائی حالانکہ بدون مشیت
وقدرت الٰہی کے دونون مین سے کسی کو اخراج نبات کا اختیار نہین ہو تو شیخ ابو حیان رح نے جواب دیا ہو کہ دونون کی نبات اگرچہ
اللہ تعالے ہی کے ارادہ ومشیت سے نکلتی ہین لیکن بلد طیب کے ساتھ اذن پروردگار کی قید فرمائی تاکہ اسکی بزرگی ومدح ظاہر
ہو۔ کمالین مین ہو کہ قولہ باذن ربہ۔ موقع حال مین واقع ہو اور اس پیداوار کا باراده ومشیت الٰہی ہونے کے ساتھ قید فرمانے
مین بیان ہو کہ او تعالے عزوجل کی مشیت وارادت سے اسکو آسانی حاصل ہوئی جس سے اسمین نباتات نہایت عمدہ کارآمد
بہت کثرت سے حاصل ہوئی پس باذن ربہ سے اس بلد کی پیداوار کی خوبی وکثرت سے تعبیر ہو گویا یون فرمایا کہ والبلد الطیب
یخرج نباتہ نباتا حسنا غزیرۃ۔ پس یہ مقابلہ مین بلد خبیث کے ہوا جسکی یہ صفت ہو کہ لا یخرج نباتہ الا نکدا۔ اسی واسطے بیضاوی
رحمہ اللہ نے کہا کہ بلد خبیث نہین نکالتا اپنی پیداوار مگر بہت قلیل۔ اور خراب وبیکار۔ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ والبلد الطیب
یخرج نباتہ باذن ربہ۔ یعنی زمین شیرین وپاکیزہ اپنی پیداوار کو آسانی سے خوبصورت عمدہ نکالتی ہو۔ اور والذی خبث کی تفسیر مین
حضرت مجاہد وغیرہ نے کہا کہ جیسے کنکریلی وشوریا زمین وغیرہ۔ واضح ہو کہ علی ابن ابی طلحہ رح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس
آیت مین روایت کیا کہ اللہ تعالے نے مومنون وکافرون کے حال کی یہ مثال بیان فرمائی ہو اور سراج ومعالم وغیرہ مین کہا کہ جملہ مفسرین
نے اتفاق کیا ہو کہ اللہ تعالے نے مومن وکافر کے واسطے یہ ضرب المثل بیان فرمائی ہو پس مومن کو زمین پاکیزہ سے تشبیہ دی اور
اسکے دل پر قرآن نازل ہونے کو مینھ کا پانی نازل ہونے سے تشبیہ دی پس جب یہ پانی اسپر نازل ہوا تو اس سے طرح طرح کے گل بوٹے
اور پھل پھول نکلتے ہین ایسی ہی مومن نے قرآن سنا اور ایمان لایا اور اسپر عمل کیا تو اسمین طرح طرح کی عبادات وطاعات وعمدہ عمدہ
اخلاق کثرت سے ظاہر ہوتے ہین اور کافر کو زمین خبیث سے تشبیہ دی کہ ہرچند اسپر مینھ کا عمدہ پانی پڑے مگر اس سے کچھ انتفاع
نہین ہوتا ایسے ہی کافر نے جب قرآن سنا تو ایمان نہین لاتا اور اسکی تصدیق نہین کرتا بلکہ اس سے کفر وسرکشی زیادہ ظاہر ہوتی جاتی ہو
اور اگر کافر نے دنیا مین کوئی فعل جو نیک ہو وہ کیا بھی تو بہزار مشقت اسکو کیا کیونکہ خیرات وصدقہ وغیرہ جو نام کے واسطے کیا ہو وہ کچھ
فعل نیک نہین ہو باوجود اسکے آخرت مین اس سے کچھ نفع نہین ہو اور یہ جو حضرت مجاہد رح سے روایت ہو کہ یہ مثال اولاد آدم ۴
کی ہو کہ انمین سے بعضے پاکیزہ وبعضے خبیث ہین تو مترجم کہتا ہو کہ اسکا مآل بھی وہی مومن وکافر کی طرف راجع ہو اور ارتباط اسکا
مابعد کے کلام سے واضح ہو چنانچہ انبیاء علیہم السلام عین ہدایت ونصیحت لائے ولیکن جو پاکیزہ تھے وہ ایمان لائے اور جو ناپاک تھے
وہ کافر رہے۔ اور ابو نحاس رح نے ذکر کیا کہ یہ تیز فہم اور کم فہم کی مثال ہو تو شاید بنظر قولہ لعلکم تذکرون۔ کے ہو جو اس سے پہلے ہو یعنے
تذکر وسمجھ دو قسم ہین جو بلد طیب کی مثال ہین وہ جلد سمجھ جاوینگے وبرعکس اسکے برخلاف ہونگے ولیکن اسکا ضعف ظاہر ہو ہان جو حضرت
حسن وقتادہ رح سے مروی ہو کہ یہ قلوب کی مثال ہو مومن ومنافق کے دل مختلف ہین پس پاکیزہ قلوب مومنون کے پند ونصیحت الٰہی کو

نکالنے کے مثل جو مذکور ہوا نکالینگے ہم مردون کو انکی قبرون سے زندے - یعنی مردون کے فناء ہوجانے اور انکے آثار مٹ جانے
کے بعد حشر کے روز انکی قبرون سے پھر ہم انکو زندہ نکالینگے اور یہ تشبیہ اس بات مین نہین ہی کہ اسی طرح ہوا کھینچکر ابر مجتمع کرکے انکو
پانی سے پیدا کرینگے بلکہ مطلق نکالنے مین تشبیہ ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ جو پروردگار قادر مختار جسکی قدرت کے آثار سے یہ سب انکھون
دیکھتے ہو کہ خشک لکڑی سے تروتازہ پھل و پتے نکلتے ہین اور پریٹ مردہ زمین سے طرح طرح کے گل و بوٹے پیدا ہوتے ہین وہ ضرور
بالیقین قادر ہی کہ قبرون سے مردے نکال دے اور کیونکر انکار ہو سکتا ہی حالانکہ ابتدا مین جب کچھ بھی نہ تھے تب انکو پیدا کرکے
موجود کر دیا - لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ شاید تم تذکر سے جان لو پس ایمان لے آؤ - وفی تفسیر الحافظ فی قولہ کذالک نخرج الموتیٰ یعنی
جیسے ہمنے اس زمین کو بعد اسکے مردہ ہوجانے کے اور قوت انبات وغیرہ جاتے رہنے کے زندہ کر دیا اور وہی قوت انبات
اسمین آگئی ایسے ہی ہم اجسام کو انکے گل سڑ جانے کے بعد قیامت کے واسطے زندہ کرینگے اور صحیح ہوا کہ اللہ تعالےٰ آسمان سے
پانی نازل فرماویگا پس چالیس روز تک مینھ برستا رہیگا اس سے اجسام اپنی قبور مین اسطرح اوگینگے جیسے زمین سے دانہ اگتا ہی
اور یہ پند و نصیحت قرآن مین اس مثال سے بہت آئی ہی اسی واسطے فرمایا لعلکم تذکرون - سراج مین ہی یعنی تاکہ تم عبرت و پند اور
تذکر حاصل کرو - خلاصہ آنکہ تم برابر مشاہدہ کرتے ہو کہ ایام بہار مین درخت پہلے پھولے سرسبز ہوتے ہین پھر تم خریف و دیگر اوقات
مین انکو خشک اور پھل پتون سے ننگے دیکھتے ہو پھر اللہ تعالےٰ انکو دوبارہ زندہ کر دیتا ہی پس اس سے نصیحت حاصل کرو کہ جو پاک
پروردگار انکے زندہ کر دینے پر قادر ہی وہ قیامت کے واسطے مردون کے زندہ کرنے پر بالیقین قادر ہی - حضرت ابو ہریرہ و
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ جب پہلی بار صور پھونکی جائیگی سب کے سب مر جاوینگے تو بعد اسکے اللہ تعالےٰ
آسمان سے عرش کے نیچے سے پانی مینھ کا نازل فرماویگا پس مردے جہان کہین انکی خاک ہو وہ زمین مین نباتات کے مانند
اُگینگے جب انکے جسم کامل ہو جاوینگے تو انمین روح پھونکی جائیگی پھر انپر نیند غالب ہو جائیگی پس قبرون مین سوتے رہینگے پھر
دوسری بار جب صور پھونکا جائیگا تو قبرون سے چونک کر اُٹھائے جاوینگے اور حشر کیے جاوینگے اور اس حال مین انکے سرون و
آنکھون مین نیند کا خمار ہوگا تو اس حالت مین کہینگے کہ یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا ہذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون الآیہ جیسا
انشاء اللہ تعالےٰ اسکی تفسیر مین آویگا - پوشیدہ نہین ہی کہ بہت سے درخت پھولون کے نہایت نرم و کمزور بیج کے ہوتے ہین
کہ انکے بیج ایک فصل مین زمین کے اندر گر کر خاک ہوجاتے ہین اور دوسری فصل مین جب برسات مین مینھ برسا تو اسی زمین سے
وہی درخت جم جاتے ہین بلکہ جہان تک ہوا انکی خاک اوڑا لیجاتی ہی وہان جمتے ہین بلکہ پیپل وغیرہ پر پرندون کی بیٹ سے
بہت سے ہضم ہونے والون بیجون کی پیدائش ان درختون پر ہوتی ہی پس انکار بعث و حشر جن قومون سے صادر ہوا انکو عقل
و فکر سلیم بالکل نہین ہی - اللھم ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا انک انت الوھاب - پھر واضح ہو کہ قولہ کذالک نخرج الموتےٰ
مین صیغہ مضارع حال و استقبال دونون معنی کو شامل ہو سکتا ہی غایۃ آنکہ ایک بالاشارہ ہو پس اسمین تفکر و تذکر سے عجائب
صنع الٰہی پر دلیل حاصل ہوتی ہی ویہدی اللہ لنورہ من یشاء وھو العلیم الحکیم - پھر واضح ہو کہ کذالک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون -
سے درمیان بیان مین ایک اہتمام کے لائق مضمون پر تنبیہ فرمائی پھر عجائب صنعت و قدرت کو شروع فرمایا یعنی زمین مردہ کو باران
رحمت پہونچا کر لطف و کرم سے زندہ فرماتا ہی اور ہر زمین مردہ کو اسکا فیض باران برابر پہونچتا ہی پھر انکی استعدادات مختلف طرح طرح

مین ہی کہ السحابۃ بمعنی بادل اسکی جمع سحاب وسحب وسحائب ہی۔ اور بعض اہل لغت علماء معانی نے کہا کہ سحاب اسم جنس جمعی ہی اسکا مذکر و مونث یکسان ہی اسمین لفظ و معنی کی رعایت ہو سکتی ہی اور یہی قول مختار ہی پس سحاب بادل ہی خواہ اسمین پانی ہو یا نہو اور سحاب اسکا نام اسوجہ سے ہوا کہ ہوا مین تسحب یعنی دامن پھیلائے ہوے ہوتا ہی اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ سبحانہ اپنی قدرت سے ریاح کو مینھ کی بشارت دینے والا ارسال فرماتا ہی یہانتک کہ جب یہ ہوائین سحاب کو جو پانی سے بھاری ہو رہی ہین اٹھاتی ہین سُقْنٰہُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ ساق یسوق سوقا روان کرنا۔ سقناہ روان کردیتے ہین ہم اس سحاب کو۔ اور باعتبار سابق بیان کے ساقہ للبلد المیت۔ ہو تا یعنے ہانکتا ہی اسکو اللہ تعالےٰ واسطے مردہ بلد کے لیکن سقناہ بصیغہ تکلم فرمایا اسمین غیبت سے التفات فرماکر تکلم کی طرف رجوع ہی اور یہ بلاغت زبان عرب مین شائع ہی اور ضمیر مفعول مفرد راجع بجانب سحاب کے باعتبار لفظ کے ہی کیونکہ لفظ مفرد ہی۔ اور بلد زمین کا موضع آبادان۔ ازہری رح نے لیث بن سعد سے روایت کیا کہ آباد ہو یا غیر آباد ہو خالی ہو یا اسمین کچھ ہو اور ایک ٹکڑا اسمین سے بلدہ اور جمع اسکے بلاد ہی اور بلد مذکر و مونث دونون آتا ہی اور جنگل و بیابان کو بھی بلدہ کہتے ہین۔ اور میت یا بن معنی کہ اسمین کچھ نباتات مین سے نہین اور اہل عرب ایسی زمین کو میت بولتے ہین وقد قال تعالےٰ فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا۔ الآیۃ۔ اور سقت لہ۔ اور سقت الیہ۔ دونون طرح مستعمل ہی اور مفسر رح نے کہا کہ سقناہ لبلد میت ای سقناہ البلد میت لاحیائہ۔ یعنی ہم نے اس بادل کو واسطے زندہ کرنے بلد مردہ کے روان کیا۔ اور ظاہر یہ ہی کہ لام بمعنی الی قرار دیا یعنی ہم نے سحاب کو بلد میت کی طرف روان کیا اسکے زندہ یعنی نباتات والا کرنے کے واسطے اور بیضاوی نے کہا کہ یون بھی ہو سکتا ہی کہ سقناہ لسقی بلد میت یعنی بلد مردہ کے سیراب کرنے کے واسطے روان کیا۔ اور زمخشری رح نے کشاف مین لبلد میت کے لام کو لام علت قرار دیا اے سقناہ لاجل بلد میت۔ یعنی بغرض بلد مردہ کے اسکو روان کیا۔ اور شیخ ابو حیان رح نے اسکو رد کردیا کہ یہ لام علت نہین بلکہ لام تبلیغ ہی بمعنی پہونچانا جیسے بولتے ہین قلتُ لک۔ کیونکہ اسکے یہ معنی نہین کہ مین نے تیری جہت سے کہا۔ اور بیان کیا کہ فرق یہ ہی کہ سقت لک مالا۔ مین لام تبلیغ کے ساتھ یہ ضرور ہی کہ مین نے تیرے واسطے مال روان کیا اور تجھکو پہونچ گیا۔ اور سقت لاجلک مالا۔ مین تجھکو پہونچ جانا ضرور نہین ہی۔ یہ فرق لطیف ہی اور یہی لام تبلیغ یہان مراد ہی حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہمنے سحاب کو پانی سے بھاری ہوا کے اوپر لدا ہوا زمین مردہ کی طرف پہونچا دیا۔ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ ضمیر بہ راجع بجانب بلد ہی اور یہی شیخ زجاج و ابن الانباری رح کا قول ہی اور باء بمعنی الصاق ہی یعنے اُتارا ہم نے پانی ملصق بلد مذکور۔ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اے بالماء۔ پھر نکالا ہم نے بواسطہ پانی کے مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اے من کل انواع الثمرات۔ ہر قسم کے پھلون سے۔ اور یہ بیضاوی کا قول ہی اور ظاہر یہ ہی کہ تبعیض مراد ہو یعنی جملہ ثمرات سے بعض نکالے اور کلیہ اس معنی کر کہا کہ تمام اقسام ثمر کی پیدائش بواسطہ آب باران کے ہی اگرچہ کسی خاص بلد مین سب نہ پیدا ہوتے ہون۔ حاصل کلام پاک کا یہ ہی کہ عظیم قدرت الٰہی پر نظر کرو کہ ایک وقت زمین مردہ ہو جاتی ہی اور تمازت آفتاب وغیرہ سے اسمین نام کو بھی نبات نہین رہتی ہی پھر اللہ تعالےٰ عزوجل اپنی رحمت سے ابر مینھ کا پانی برساتا ہی پس اسمین انواع و اقسام کے پھل و پھول و نباتات پیدا کرتا ہی اور زمین مذکور دوبارہ زندہ ہو جاتی ہی پس جس مخلوق کو جب چاہے موت دیدے اور جب چاہے زندہ کردے اسی واسطے جو لوگ قیامت مین مردے زندہ ہونے سے منکر ہین انکو دلیل بتلائی بقولہ۔ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى اے مثل ذلک الاخراج المذکور نخرج الموتی من قبورہم احیاء۔ یعنی ایسے

ع

اَلاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ ۵

ہم آیتین حق ماننے والے لوگون کو

جب پہلے اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا کہ وہی خالق آسمانون و زمین کا اور وہی حاکم و مدبر ہے اور اسی کی قدرت کے حکم مین سب مخلوق بڑھی ہو یا چھوٹی ہو مسخر ہین اور مخلوق کو اپنی ہی طرف دعا کرنے و عبادت کرنے کا ارشاد فرمایا کیونکہ وہی پاک پروردگار ہر بات پر قادر ہے جو چاہے کرے تو مخلوق کو تنبیہ فرمایا کہ وہی رزاق ہے اور وہ ضرور بقدرت جلیل انکو قیامت کے روز اعادہ فرماویگا چنانچہ فرمایا۔ **وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ** ارسال بمعنی روان کرنا۔ ریاح جمع ریح در اصل روح بواو ہے جو یا سے بدل گیا۔ بشرا مین قراءات ہین اول نشرا بضمہ نون و شین معجمہ جمع نشور یا ناشر بمعنی نسبت اسے ذات نشر اور یہ قراءت ابوعمرو و ابن کثیر و نافع کی ہے۔ دوم نشرا بضم نون و سکون شین معجمہ بطریق تخفیف کے جیسے رسل مین تخفیف سے ضمہ کو ساکن کر دیتے ہین اور یہ قراءت ابن عامر رح کی ہے۔ سوم نشرا بفتح نون و سکون شین معجمہ بنابر آنکہ مصدر ہے یعنی مفعول مطلق واقع ہے کیونکہ ارسال و نشر قریب ہین گویا یون ہے کہ ینشر الریاح نشرا۔ یا یہ مصدر بمقام حال مین ہے اسے یرسل الریاح حال کو ہانا شرۃ۔ اور یہ قراءت حمزہ و کسائی کی ہے اور مرجع ان سب قراءتون کا نشر کی طرف ہے جو طی کے برخلاف ہے یعنی جیسے طی کے معنی لپیٹ دینا اور تہ کر دینا ویسے اسکے برخلاف نشر کے معنی پھیلانا چھٹکانا منتشر کرنا اور کہا گیا ہین کہا کہ نشر بمعنی تفریق ہے بالجملہ مفسر رح نے اسکو موضع حال مین قرار دیا کیونکہ نشرا کی تفسیر مین کہا اسے متفرقۃ یعنی ارسال فرماتا ہے ریاح کو درحالیکہ متفرقہ ہوتی ہین اور یہی تفسیر ابوعبیدہ رح سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ وہ پاکیزہ ہوائین جو ہر طرف سے چلتی ہین اور فرار رح نے کہا نشرہ ہوا سے نرم جو بادل کو منتشر کرتی ہے اور ابن الانباری رح نے کہا کہ وہ منتشرہ جو پھیلی ہوئی بہتی ہین۔ قراءۃ چہارم بشرا۔ بضم باء موحدہ و سکون شین معجمہ جمع بشیر یعنی خوشخبری و بشارت دینے والی باران کی اور یہ قراءۃ عاصم رح کی ہے۔ کمافی قولہ تعالےٰ امن یہدیکم فی ظلمات البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ الآیۃ۔ اور ہوا و ریح مین فرق اسی قدر ہے کہ ریح وہ ہوا جو چلتی ہوا اور مذکور ہے کہ ریاح چار ہین صبا۔ مشرقی ہوا جو بادل اُٹھالاتی ہے۔ اور دبور مغربی ہوا جو بادل کو متفرق کرتی ہے۔ وفی الحدیث نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور۔ فتح دیا گیا مین صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہوار دبور سے اور سوم شمال بفتح اول و سکون ثانی ہوار شمالی وہ بادل کو جمع کرتی ہے چہارم جنوب بفتح اول جو دکھن سے چلتی اور پریشان کرتی ہے اور ابن عمر رض سے روایت ہے کہ ریاح آٹھ قسم ہین انھین سے چار قسم تو عذاب ہین قاصف و عاصف و صرصر و عقیم۔ اور چار قسم رحمت ہین ناشرات و مبشرات و مرسلات و ذاریات۔ بنابرین اس آیت مین اختلاف قراءۃ بنون و بباء مین قسم ہوا سے فرق ہوگا۔ پھر رحمۃ سے مراد مطر یعنی مینھ ہے اور بین یدی رحمتہ کے معنی آگے آگے مینھ کے اور معنی کلام کے یہ ہین۔ اور وہی اللہ تعالےٰ ہے کہ بھیجتا ہے چلتی ہوا اون کو متفرقہ یا مبشرہ آگے آگے مینھ کے **حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا** ۔ یہانتک کہ جب لا دلیتی ہین یہ ہوائین سحاب یعنی بادلون کو جو پانی سے بھاری ہین۔ اقلت بتشدید لام از اقلال بمعنی برداشت کرنا۔ اُٹھالینا۔ اور اشتقاق اسکا قلت سے ہے چنانچہ جسنے کوئی چیز طاقت بھر اٹھائی و برداشت کہا تو وہ اسکو قلیل ہی جانتا ہے اپنی ہستی سے زائد نہین جانتا اور بولتے ہین کہ اقلہ و استقلہ بمعنی قلیل جانا لیس برداشت کرنے کے معنی مین مجازاً مستعمل ہے فافہم۔ ثقال جمع ثقیل ہے اسواسطے جمع آیا کہ سحاب بمعنی سحب یعنی جمع ہے یا سحاب جمع سحابۃ ہے قاموس

شیرین و خوشگوار ہو اور جوش دل سے انکی خاطر کی حرکتین کیا پسندیدہ ہین - استاد رح نے کہا کہ جو کوئی بندہ خلوص دل سے
دعاء کرتا ہو اللہ تعالی ضرور اسکے دل کو اسی وقت راحت بخشتا ہو - پھر اللہ تعالے نے بندون کو اعلی سے ادنی کی طرف اور
اتباع حق سے اتباع نفس کی طرف جانے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور مراقبہ و مشاہدہ و حضوری سے دل صاف و اصلاح پذیر
ہونے کے بعد اسکو نفس کی شہوات و ہوا و ہوس سے خراب کرنے سے منع فرمایا بقولہ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا - استاد رح
نے کہا کہ یہ خرابی و بربادی اسطرح ہوتی ہو کہ مجاہدہ و ریاضت کرنے سے نفس کو مہلت دیدی اور حقوق شرع قائم کرنے کے بعد حظ نفس
مین ڈالدیا تو بعد اصلاح کے خراب ہو جائیگا پھر اوتعالی نے اداب دعاء مین اخلاص و تواضع و خوف و امید کو مزید فرمایا بقولہ وادعوہ
خوفا وطمعا - اسکے دیدار جلال مین اسکی عظمت کی رعایت رکھو اور جمال مین البتہ بسط سے دعاء کرو کیونکہ حقیقت دعاء حالت شہود مین عزت
ربوبیت مین دل لرزنے کے ساتھ ہو کیونکہ عبودیت کی یہی شان ہو اور وصول مقصود کی صورت مین سرور ہوگا اور نیز خوف رکھو کہ
سوائے اسکے کوئی تمھارے دل مین جاری ہو جاوے یعنی حدوث کا ذکر دیدار قدم مین طاری نہو اور طمع کے یہ معنی ہین کہ دعاء سے
اشرف مقام کی امید رکھو کیونکہ دعاء وسیلہ ہو پھر جب مقصود حاصل ہوگیا تو وسیلہ منقطع ہوگیا مگر آنکہ اس سے بالاتر مقام مین
دوسری دعاء کرو - اور نیز یہ خوف رکھو کہ وہ پاک پروردگار عز یز متعال ہو پاک بے پروا ہو ایسا نہو کہ دعاء مردود ہو جاوے
اور طمع یہ رکھو کہ رحیم کریم ارحم الراحمین ہو امید ہو کہ دعاء قبول فرماوے اور جن بندون کی یہ صفت ہو وہ ان محسنین
مین سے ہو جنکو بلطف او تعالے اسکی درگاہ مین تقرب حاصل ہو انھین کو فرمایا بقولہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین - اور
بعض نے کہا کہ خوف اسکے عقاب سے اور طمع اسکے ثواب کی ہو - بعض نے کہا کہ خوف کرو کہ دور نہ کیے جاؤ اور طمع اسکی
درگاہ مین تقرب کی رکھو اور بعض نے کہا کہ خوف اسکے اعراض سے اور طمع اسکے اقبال کی ہو - بعض نے کہا کہ خوف اسی سے
ہو اور طمع اسی کی ہو - بعض نے کہا کہ محسن وہ ہو جو قلب سے حاضر ہو اور غافل نہو اسکے حق کو فراموش نہ کرے - پھر او تعالی
عز وجل نے اپنی ذات پاک کو وصف فرمایا کہ اسی نے باطن غیب سے مبشرات قرب پیدا فرمائین تاکہ نسیم وصال و مشاہدہ
ارواح عاشقین و قلوب مشتاقین و اسرار واصلین و دلہائے محبین و الباب مریدین کو اسکی فیض رحمت سے
پہونچے بقولہ تعالے -

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ

اور وہی ہو کہ چلاتا ہو ہوائین خوشخبری لاتین آگے اسکے مہر سے یہانتک کہ جب اٹھا لائیں

سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ

بدلیان بھاری ہانکا ہمنے اسکو ایک شہر مُردے کیطرف پھر اسمین اُتارا پانی پھر اُس سے نکالے سب طرح کے

الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ

پھل اسیطرح نکالینگے مُردوں کو شاید تم دھیان کرو اور جو شہر ستھرا ہو اسکا سبزہ

نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ

نکلتا ہو اُسکے رب کے حکم سے اور جو خراب ہو اُسمین نکلے سو ناقص یوں پھیر پھیر بتاتے ہیں

اور دوسرے معنی مین جائز ہی لهذا یہان خبر کا مذکر لانا اسی فرق کے واسطے ہی - اور رحمت کا محسنین سے قریب ہونا اسواسطے کہ آدمی ہردم دنیا سے منھ موڑے اور آخرت کی طرف قدم بڑھائے ہوئے ہی اور اس حالت مین موت بہ نسبت زندگی کے آدمی سے زیادہ قریب ہی اور محسنین اور اللہ تعالے کی رحمت یعنی ثواب کے درمیان کوئی روک نہین سوا سے موت کے کہ وہ آجاوے تو فوراً رحمت مل جاوے اور موت ہر آدمی سے قریب ہی - صحیح مین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھنا مروی ہی ۵ وامرأ مصبح فی اهله + والموت ادنی من شراک نعله + اور حافظ نے تفسیر مین لکھا کہ قریب من المحسنین یعنی مرصد للمحسنین محسنین کے واسطے انتظار کھی گئی ہی جو اللہ تعالے کے حکم مانتے اور ممنوعات سے باز رہتے ہین جیسے فرمایا ورحمتی وسعت کل شئی فساکتبها للذین یتقون الآیۃ - اور مطر الوراق رح نے کہا کہ اللہ تعالی کے وعدے پورے مل جانے کی اسطرح خواہش کر کہ اسکی فرمانبرداری وطاعت کو ادا کرو کیونکہ اسنے مقرر کر دیا ہی کہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین - یعنی اسکی رحمت مطیع لوگون سے قریب ہی - رواہ ابن ابی حاتم فـــــی العرائس قولہ تعالے ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ - جبکہ تم نے حضرت کبریاء عز وجل کے نعوت اور جلال عظمت وعزت قدم وبقاء کو پہچانا تو اللہ تعالے کی طرف محتاج ہونے مین ان صفات کے دیدار مین فانی ہو جاؤ اس طرح پر کہ تمھارے اسرار پر تمھارے نفس بھی واقف نہون کیونکہ مضطر ومحتاج کی دعاء اس درگاہ کبریائی مین مسموع ہوتی ہی جبکہ زبان دل سے ہو اور صفاء وقت سے تضرع کے ساتھ خفیہ دعاء ہو اور یہ ذکر خفی وہی ہی جسکی نسبت آیا ہی کہ سب ذکرون سے خفی ذکر بہتر ہی - ابو عثمان رح نے کہا کہ دعاء مین تضرع کرنا اسطرح نہین ہی کہ اپنے افعال مانند نماز وروزہ وقراءۃ وغیرہ کو مقدم کر کے اسکے پیچھے ان افعال کی نظر سے دعا کرے بلکہ تضرع یہی ہی کہ اپنی عاجزی وبے بسی ومحتاجی وغیرہ کو پیش کر کے بدون علت وبلا سبب کے دعا مانگے تو تیری دعاء البتہ حضرت عزت مین باریاب ہو - واسطی رح نے کہا کہ تضرع یہ ہی کہ اپنی عبودیت کو قربان کرے اور طول طویل بکسر سرکشی نفس کی چھوڑ دے اور خفیہ رکھے کہ غیر اس سے آگاہ نہو - واضح ہو کہ دعاء کے واسطے چند مقامات ہین - بعضے زبان ظاہر سے دعا کرتے ہین - بعضے زبان باطن سے دعاء کرتے ہین - بعضے اشارۂ عقل سے اور بعضے اشارۂ قلب سے اور بعضے اشارۂ روح سے اور بعضے اشارۂ سر باطن سے دعاء کرتے ہین پس اہل ظاہر کی صفت تضرع ہی اور اہل باطن کی صفت افتقار وخشوع ہی اور اہل عقل کی صفت فکر ہی اور اہل قلب کی صفت ذکر ہی اور اہل روح کی صفت شوق ہی اور اہل السر کی صفت فناء ہی اس سے باذن دعاء کرتے ہین اور دعاء کی اجازت فقط دو مقام پر حاصل ہوتی ہی ایک مقام قبض اور دوم مقام بسط پس مقام قبض مین دعاء بصفت عبودیت ہی اور مقام بسط مین دعاء بحکم انبساط ہی کیونکہ صولت ربوبیت کو اس مقام مین پاتا ہی - عارفون کے واسطے ضرور یہ دونون مقام حاصل ہوتے ہین - دعاء کی حالتین بہت ہین ایک تو بلاء مین مبتلا دعاء کرتے ہین اسواسطے کہ انکے ہم وغم دور ہو جاوین - دوم اہل نعمت دعاء کرتے ہین تاکہ کشف وجود ہو - سوم محبین دعاء کرتے ہین تاکہ قلوب کو تسلی حاصل ہو - چہارم مشتاقین دعاء کرتے ہین تاکہ منزل مقصود کو پہونچ جاوین - پنجم عاشقین دعاء کرتے ہین تاکہ مراد حاصل ہو - ششم عارفین دعاء کرتے ہین تاکہ لقاء کو پاوین - ہفتم موحدین دعاء کرتے ہین تاکہ فناء مین محو ہو جاوین اس دعاء مین اہل انس کو انس اور عارفون کو تضرع اور محبین کو بہاء اور موحدین کو آنکھون کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہی اور مسجود جب انکی حالت نہایت عمدہ ہو جاتی ہی کیونکہ موجود کا کشف حاصل ہوتا ہی اور آنسو بہانے کے ساتھ مین انکی مناجات نہایت ہی

حضرت سعد رضہ سے روایت ہو کہ انھون نے اپنے ایک بیٹے کو اسطرح دعاء کرتے سُنا کہ اللہ تعالے مین تجھسے جنت و اسکی نعمتین و استبرق مانگتا ہون اور تجھسے دوزخ و اسکے طوق و بیڑیون سے پناہ مانگتا ہون تو حضرت سعد رضہ نے کہا کہ تو نے اللہ تعالی سے بہت بھلائی مانگی اور بہت برائی سے پناہ مانگی اور مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہو کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک ایسی قوم ہوگی جو دعاء کرنے مین حد سے تجاوز کریگی اور ایک روایت مین ہو کہ طہارت کے پانی بہانے اور دعاء کرنے مین حد سے تجاوز کریگی اور یہ آیت پڑھی ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ الآیۃ سو اے رب تجھے اسقدر کہنا کافی ہو کہ اے میرے پروردگار مین تجھسے جنت کو اور ہر قول و عمل کو جو اس سے قریب کرے مانگتا ہون اور تجھ سے دوزخ سے اور ہر قول و عمل سے جو اس سے قریب کرے پناہ مانگتا ہون - رواہ الامام احمد و ابو داؤد - عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ انھون نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سُنا کہ اے میرے پروردگار مین تجھسے جنت کے داہنی طرف قصر سپید مانگتا ہون تو عبد اللہ رضہ نے فرمایا کہ اے فرزند تو اللہ تعالے سے جنت مانگ اور دوزخ سے پناہ مانگ کیونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی جو طہارت کے پانی بہانے اور دعاء مین حد سے تجاوز کریگی - رواہ احمد و ابن ماجہ و ابو داؤد قال الحافظ اسنادہ حسن لا باس بہ

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا اور مت فساد کرو زمین مین یعنے شرک و گناہون سے بعد اصلاح زمین کے بایں طور کہ رسول بھیجکر اسکی اصلاح ہوئی اور احکام مشروع ہوئے اور بعض نے کہا کہ زمین مین فساد مت کرو کہ اللہ بارش کو روک دے اور کھیتیان برباد ہون بسبب تمہارے گناہون کے - وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا خوف اسکے عذاب سے اور طمع اسکی رحمت کی - یعنے اور دعا مانگو اللہ تعالے سے درحالیکہ خائف ہو اسکے عذاب سے اور طامع ہو اسکی رحمت مین - قال القرطبی رح ہمکو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ بندہ وقت دعاء کے خوف و امید مین ہو حتی کہ خوف و امید اسکے واسطے بمنزلہ دو بازوون کے ہون جو اسکو استقامت پر رکھین پس اگر انمین سے کوئی بات نہ رہی تو بندہ تباہ و برباد ہوگا اور خوف یہ کہ جن مضرتون کے واقع ہونے سے بچنت نہین ہو سکتا انکے خیال سے باز رہے اور بعض نے کہا آیندہ کسی مکروہ پہونچنے کا خیال ہو اور طمع آیندہ کسی محبوب بات کے ملنے کی امید ہو - اور ابن جریج رح نے کہا کہ خوف ہو عدل سے اور طمع ہو فضل مین - بعض اہل علم نے کہا کہ بندہ پر زندگی بھر خوف غالب رہنا چاہیے پھر جب موت آوے تو اسکو امید غالب ہو جانا چاہیے کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا لا یموتن احدکم الا وہو یحسن الظن باللہ تعالے رواہ مسلم یعنے تم مین سے کوئی نہ مرے مگر اس حال مین کہ وہ اللہ تعالے کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو - آیت اولی مین دعاء کی شرط کا بیان ہو اور دوسری آیت مین فائدہ دعاء کا بیان ہو - إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ بے شک اللہ تعالی کی رحمت قریب ہو محسنین سے یعنے مطیع و فرمانبردار بندون سے قریب ہو - رحمت کا لفظ مونث ہو اور قریب اسکی خبر باوجود مشتق ہونے کے بلفظ مذکر ہو تو مفسر رح نے کہا کہ رحمۃ اللہ صفات ہو اللہ تعالی کی طرف پس اس سبب سے اسکی خبر مذکر آئی ہو - وفی السراج - سعید بن جبیر رح نے کہا کہ رحمت یہان بمعنی ثواب ہو - وعلی ہذا قریب کا صیغہ صفت بحسب المعنی ہو - اور بعض نے کہا کہ رحمت کی تانیث حقیقی نہین ہو اور جو ایسی ہو اسمین اہل لغت کے نزدیک خبر مین تذکیر و تانیث دونون جائز ہین - اور بعض نے کہا کہ قریب بمعنی نزدیکی جو ناتے مین ہو اور نیز بمعنی دیگر جیسے یہان ہو پس ناتے کے معنی مین جو قریب ہو اسمین مبتدا مونث ہو تو خبر قریب کی تانیث واجب ہو چنانچہ فلانۃ قریبۃ کہنا چاہیے اور فلانۃ قریب نہین چاہیے

نہین رکھتا معتدین یعنے تجاوز کرنے والون کو یعنی دعاء مین حد سے بڑھ چلنے والے بایں طور کہ اکھڑ بن ہو یا طول کلام ہو اور آواز
بلند ہو ایسے بندے اللہ تعالی کو پسند نہین ہین - فی السراج دعاء بمعنی سوال ہی اور وہ ایک قسم کی عبادت ہی کیونکہ بندے کو
کسی چیز کی حاجت ہوئی جسکے تو وہ حاصل کرنے سے عاجز ہی اور جانتا ہی کہ میرا پروردگار سبحانہ وتعالے دعاء کو سنتا اور حاجت کو
جانتا ہی وہی قادر ہی کہ بندے کو اسکا مطلوب مل جاوے پس بندہ اپنے آپ کو عاجز و ذلیل و ناقص جانکر اپنے رب سبحانہ وتعالے
کو قادر کریم عز برجلیل یقین کرکے اس سے تضرع سے دعاء کریگا اور تضرع اظہار ذلت نفس اور خشوع ہی یعنے گڑگڑاتے ہوئے
اپنے آپ کو ذلیل و خوار بنائے ہوئے اور دل مین سمجھے ہوئے دعا کرو - اور خفیہ ہو علانیہ نہو - وفی تفسیر الحافظ رح ابن جریر رح نے
کہا کہ دعاء مین آواز بلند کرنا و چیخ پکار مکروہ تحریمی ہی اور تضرع و استکانۃ کا حکم دیا جاوے اور ابن عباس رضہ سے روایت
کی کہ خفیہ سے معنی سر یعنے پوشیدہ - اور قولہ تعالے عز وجل نے فرمایا واذکر ربک فی نفسک الآیۃ - جیسا کہ انشاء اللہ تعالی آویگا
اور صحیحین مین حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لوگون نے تکبیر مین
آواز بلند کرنی شروع کردی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو اپنی جانون پر نرمی کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہین پکارتے ہو
تم لوگ تو پاک رب سمیع بصیر یعنے سنتے دیکھتے کو پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہی - ابو موسی رضہ نے بیان کیا کہ مین پیچھے تھا اور اپنے
دل مین لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا تھا - پس حضرت صلعم نے مجھسے خطاب فرمایا کہ اے عبد اللہ بن قیس مین تجھے جنت کے
خزانون مین سے ایک خزانہ پر راہ بتادون مین نے عرض کیا کہ جی ہان بتلا دیجئے تو فرمایا کہ وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی - قال
المترجم اسکے معنے یہ کہ بندہ نہایت تضرع سے عرض کرتا ہی کہ کچھ بھی طاقت اور کچھ بھی قوت نہین ہی مگر اللہ تعالے کے ساتھ -
پس یہ کلمہ بہت محبوب ہی اس سے شیطان رد ہو جاتا ہی کیونکہ جب بندے نے اللہ تعالے کی حول و قوت پائی تو پھر اس پر شیطان
کا کچھ قابو نہین چل سکتا - بالجملہ خفیہ دعاء کا حکم فرمایا - اور ابن جریر رح نے تفسیر مین کہا کہ خفیہ سے یہ مراد کہ دلی خشوع سے اور اللہ تعالے
عز وجل کی وحدانیت و ربوبیت پر یقین کرکے اپنے دل مین اخفاء سے بدون جہر کے دعاء کرو - عبد اللہ بن المبارک رح نے حضرت
حسن بصری رح سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ پہلے لوگ تھے کہ آدمی تمام قرآن کا جامع ہوتا اور لوگون کو اس سے شعور بھی نہوتا
اور آدمی تھا کہ اسکو بہت فقہ حاصل ہوگئی اور لوگون کو معلوم بھی نہین - اور آدمی تھا کہ وہ گھر مین بہت دراز نماز پڑھتا اور اسکے
یہان اور لوگ مہمان ہوتے حالانکہ انکو خبر بھی نہین ہوتی اور اب مین نے ایسی قومون کو پایا کہ روے زمین پر کوئی کام ایسا نہین
کہ جسکو وہ پوشیدہ کرسکتے ہین مگر ہمیشہ اسکو علانیہ کرینگے اور پوشیدہ و علانیہ دعاء مین ستر گونہ فرق ہی اور البتہ مسلمان لوگ
تھے کہ نہایت کوشش سے دعاء کرتے تھے حالانکہ انکی آواز سنائی نہین دیتی تھی وہ تو انکے اور پروردگار تعالے کے درمیان
ہمس ہوتے تھے اور یہ بات اسوجہ سے تھی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی - ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ - یہ اسوجہ سے تھی کہ اللہ تعالی نے ایک
بندہ صالح کو ذکر فرمایا جسکا فعل پسندیدہ ہوا کہ فرمایا اذ نادی ربہ نداء خفیا الآیۃ - معالم و سراج مین ہی کہ حسن رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے
بندہ متقی اور دعاء مخفی کو جانتا ہی پھر روایت باقی ذکر فرمائی - پھر یہان مین اعتداء یعنی حد سے تجاوز کرنا نہین چاہیے - تفسیر بیضاوی
مین ہی کہ اسمین تنبیہ ہی کہ دعا کرنے والے کے لائق جو چیز نہین ہی مانند رتبہ انبیاء علیہم السلام وغیرہ کے وہ نہ مانگے - مین کہتا ہون
کہ یہی شیخ ابو مجلز رح سے اعتداء کی تفسیر مین بصرح مروی ہی اور بعض نے کہا کہ اعتداء یہ ہی کہ طول طویل دعاء بلند آواز سے مانگے

سورج ہی اور قمر عقل ہی اور نجوم یہ معلومات ہین اور یہ سب آسمان ملکوت اور ہوا جبروت مین اسطرح مسخر ہین کہ اسکی قدرت کاملہ وعزت شاملہ اور محبۃ قادیہ کے قبضہ مین ہین وہی ان ارواح پاکیزہ کو مشاہدہ ازلیہ سے الفت دیتی ہی پھر اللہ تعالی سبحانہ نے سب کو اپنی مشیت پر اور نفاذ قدرت پر تفویض فرمایا اور سب کو مرتبہ تسخیر مین لایا بقولہ الالہ الخلق والامر۔ خلق اسکا فعل ہی اور امر اسکی صفت ہی خلق تو اشباح مین جاری ہی اور امر اسکا ارواح مین جاری ہی۔ نور خلق سے تمام عقول کو مبہوت فرمایا اور انکو ادراک کنہ آیات مین حیرتناک کر دیا اور تجلی امر سے قلوب کو عالم صفات کی طرف جذب کیا اور عالم ذات پر اسکو عاشق بنایا۔ پھر جب مخلوقات افہام اسکے وصف صفات سے عاجز ہوئے اور زبانین اسکی مدح سے گونگی ہوگئین تو خود اپنی ذات پاک کا وصف فرمایا بقولہ تبارک اللہ رب العالمین۔ یعنی جو کچھ بندون ومخلوق کے وہم وخیال مین اللہ تعالے کی ذات وصفات سما وے او تعالے اس سب سے پاک برتر ہی رب العالمین یعنے سب مخلوق کا رب ہی اسکی صفت تمام مخلوق مین ظاہر ہی۔ عارفون کو اپنی ذات پاک کے ظہور سے تربیت فرمایا اسطرح کہ صفات کے آئینہ سے ذات کو ظاہر فرما کر مقام عرفان مین پہونچایا۔ استاد نے کہا کہ اس آیت مین مخلوقات کو معرفت کی طرف ارشاد فرمایا بایں طور کہ ان آیات ظاہرہ سے اسکی قدرت کی طرف معرفت حاصل کرین اور وہ اسکے افعال ہین اور انمین سے خاص لوگون کو اپنی آیات سے جو اسکے افضال واقبال پر دلیل ہین معرفت دی اور خاص الخاص بندون کو اپنی نعوت ذاتیہ کی معرفت دی اور وہ جمال وجلال ہین پس ایک قوم سے دوسری قوم تک بڑا فرق وتفاوت ہی۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ تعالے الالہ الخلق والامر۔ جب سب اسی کے واسطے ہوا تو اسی سے اور اسی کے ساتھ اور اسی کی طرف ہی کیونکہ امر تو صفت آمر ہی یعنے امر اپنے حکم دہندہ کی صفت ہی پس مرجع امر کا اسی کی طرف ہی۔ پھر جب او تعالے عزوجل نے ربوبیت کے اعلام سے ان لوگون کو آگاہ فرمایا تو انکو خالص عبودیت ادا کرنے کا حکم دیا اور بہت عمدہ ادب انکو سکھلا دیا۔ بقولہ تعالی۔

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۚ وَلَا

پکارو اپنے رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اسکو خوش نہین آتے حد سے بڑھنے والے اور مت

تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۚ اِنَّ

خرابی مچاؤ زمین مین اسکے سنوارے پیچھے اور پکارو اسکو ڈر اور توقع سے بیشک

رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ

رحمت اللہ کی نزدیک ہی نیکی والون سے

ادْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا اے تذللا۔ دعا مانگو اپنے پروردگار سے تذلل سے اے متضرعین متذللین یعنی درحالیکہ تضرع وتذلل رکھنے والے ہو۔ قال البیضاوی اے ذوی التضرع یعنے تم مین تضرع کی صفت موجود ہو اس حال مین دعا کرو وَّخُفْيَةً سرا۔ اور پوشیدہ یعنی مخفین ومسرین یعنے درحالیکہ تضرع کی حالت کے باوجود اخفا کرنے والے ہو کیونکہ اخفا کرنا اخلاص کی دلیل ہی اسمین ریا کا دخل نہین ہوتا اور اسمین اشارہ ہی کہ قریب نفس ایسے پوشیدہ ہین کہ آدمی خود واقف نہین ہوتا پس جو طریقہ اللہ تعالے واسکے رسول صلعم نے طریقہ بتلا دیا اسکو اختیار کرے۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ او تعالی دوست

کے واسطے ہی اور دوم القیاض کے واسطے ہی پھر انکو صفات سے افعال کی طرف پھیرا جیسے پہلے انکو ذات سے صفات کی طرف پھیرا تھا تاکہ انوار الوہیت خالصہ مین جل نجاوین پس اول خطاب قلب ہی اور دوم خطاب روح ہی اور سوم خطاب عقل ہی اور مراد اول سے قولہ ربکم اور دوم سے قولہ اللہ اور سوم سے قولہ الذی ہی پھر انکو شہود سے شواہد کی طرف اُتار دیا اور انکی عقل کے موافق انکو خطاب کیا کیونکہ قدم سے حدوث کی طرف حوالہ کردیا ہی پس او تعالےٰ دانا تر ہی کہ وحدانیت کے سطوات تجلی کو وہ اب نہین اُٹھا سکتے ہین پس فرمایا الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام پس مشاہدہ والون کے واسطے آیات کو دیدار صفات کا آئینہ بنادیا۔ ان آیات کو چھ روز مین پیدا فرمایا اور ایام الٰہی اسکی قضاء و قدر مین انکو چھ یوم مین محصور کیا اسکے ایام مین سے ہر روز اسکی کسی صفت کا مطلع قدم سے ظہور ہی کہ اسنے عدم کے واسطے تجلی فرمائی پس چھ ایام اسکی صفات مین سے چھ صفات کا ظہور ہی۔ اول علم۔ دوم قدرت۔ سوم سمع۔ چہارم بصر پنجم کلام ششم ارادہ۔ پس ان چھ صفات کے انوار سے تمام چیزین کامل طور پر ظاہر ہوگئین پھر جب پوری ہوئین تو تمام حوادث مانند جسم آدم کے بدون روح کے حاصل ہوئین پس اپنی ساتوین صفت سے انپر تجلی فرمائی اور وہ ساتوین صفت اسکی حیات قدیم ازلی ہی جو ہر نفس کے اوہام و خیال و قیاس سے و مشابہت سے پاک منزہ ہی پس تمام چیزین اسکی صفات سے جو اسکی ذات سے قائم ہین موجود ہوگئین پس اسکی حیات پاک ہے جو منزہ از انفصال و اتصال ہی ہر ایک کو حاجت و محتاجی ہی اور او تعالےٰ پاک برتر ہی کوئی چیز اسکے مشابہ نہین ہی۔ یہان نہایت دقیق اشارہ ہے یون سمجھو کہ آسمان ارواح ہین اور زمین اشباح ہین اور عرش قلوب ہین اور کشف افعال سے اشباح کی ابتدا فرمائی اور کشف ذات سے قلوب ظاہر کیے کیونکہ قلوب کی منظر محل غیوب ہین اور قلوب سے غیوب محل استواء تجلی قدم ہین۔ پھر قدم کا استواء ظہور ہوا عدم کے واسطے پھر افعال پر استواء تجلی صفات ہوا پھر صفات پر استواء تجلی ذات ہوا۔ پس اپنی ذات پر اپنی ذات کے واسطے بذات خود مستوی ہوا جو کہ اتصال و انفصال و حدوث والنکے ساتھ ہونے سب سے پاک منزہ ہی۔ استواء حضرت باری تعالےٰ کی صفت ذاتی ہی وہ مخلوق کے مطالعہ سے خارج ہی۔ سموات و ارض کو تجلی صفات کے واسطے مخصوص کیا اور عرش کو تجلی ذات کے واسطے مخصوص کیا پس آسمان و زمین تو اس عالم کے واسطے بمنزلہ شخص کے ہی جسم ہین اور عرش اس عالم کا قلب ہی اور کرسی اس عالم کا دماغ ہی پس باقی سب کو افعال و صفات کے ساتھ مخصوص کیا اور عرش کو ظہور ذات سے مخصص فرمایا کیونکہ وہ سب کا قلب ہی اور وہی عیب الرحمٰن جو اسکا علم و حکمت ہی۔ مین نے عرش کو مکاشفہ مین دیکھا کہ انوار لطیف نورانی ہین نہ جسم ہی نہ مکان نہ کوئی صورت وہ جگمگاتا ہی پس مین نے دریافت کیا تو مجھسے کہا گیا کہ یہ ایک عالم ہی جسکو عرش کہتے ہین۔ تفسیر مین عرش سے کہا گیا کہ علم ہی جیسے حضرت ابن عباس رضؓ نے کرسی کی تفسیر مین کہا کہ کرسی الٰہی وہ علم الٰہی ہی۔ قال المترجم بعض تفاسیر مین لکھا ہی کہ مراد عرش سے ایک جسم نورانی ہی جو تمام اجسام پر محیط ہی اور یہ قول صحیح نہین ہی۔ پھر او تعالےٰ نے افعال کو ذکر فرمایا تاکہ ارواح و اشباح باقی رہین بقولہ یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس و القمر و النجوم مسخرات بامرہ۔ پہلے رات کو ذکر کیا کیونکہ وہ پردہ اولیاء و حجلۂ اصفیاء و ملجاء اتقیاء و خیام عرائس اہل مناجات ہی قبض کو بسط پہنایا جاتا ہی کیونکہ دونون ضد ہین۔ رات قبض عارفین ہی اور روز بسط مشاہدین ہی ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا طالب ہوتا ہی کیونکہ وصف اسکا حضور و غیبت اصطلاح ہی کہ تجلی کا ظہور ہو یا مخفی ہو جاوے۔ لیل تو نفس ہی اور نہار یہ قلب ہی اور شمس

[illegible] برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو پالنہار ہے تمام عالمین کا - آیت کریمہ میں تصریح ہی کہ خلق وامر سب اللہ تعالیٰ کے واسطے
ہی کسی اور کو [illegible] اختیار نہیں ہی - سفیان بن عیینہ رحمہ نے کہا کہ خلق تو عرش ورا اس سے نیچے سب ہی اور امر اس سے
[illegible] ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خلق وامر میں فرق کیا ہی پس کلام الٰہی یعنی قرآن کو
[illegible] اس آیت میں دلیل ہی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق نہیں ہی پس جس شخص نے
[illegible] تاثیر ہو کی [illegible] تو اسنے یہ گمان کیا کہ ان چیزون کو کسی وقت کسی حال میں خود کوئی اثر پیدا کر دینے
[illegible] حالانکہ سب خلق وامر سب اسی کی قدرت کاملہ ہی پس ہر فعل و ہر تاثیر جو کسی چیز سے ہوتی ہی وہ اسی کی
قدرت سے ہوتی ہی - قال ابن جریر حدثنی المثنی حدثنا اسحاق حدثنا ہشام ابو عبد الرحمن حدثنا البقیۃ بن الولید حدثنا عبد الغفار
[illegible] عبد العزیز الشامی عن ابیہ وکانت لہ صحبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یحمد اللہ علی
[illegible] یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے کوئی نیک کام بجا لانے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا نہ کی اور اپنی بھلائی
[illegible] اسکا کام برباد ہوا اور جسنے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے بندون کے واسطے بھی امر میں سے کچھ قرار دیا ہی تو
[illegible] اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل کیا تو اس سے یہ شخص کافر ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی الا لہ الخلق والامر تبارک
[illegible] - [illegible] حدیث بقیہ رحمہ اللہ سے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً روایت میں ہی کہ اللہم
[illegible] الحمد کلہ والیک یرجع الامر کلہ اسالک من الخیر کلہ واعوذ بک من الشر کلہ - یعنی اے میرے پاک پروردگار
[illegible] سب ملک ہی اور تیرے ہی لیے سب حمد ہی اور تیرے ہی طرف سب امر راجع ہی مین تجھی سے سب بھلائی مانگتا ہون اور
تجھی سے سب برائی سے پناہ چاہتا ہون - بیضاوی رحمہ نے اس آیت کریمہ کے نقرہ کو بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہی کہ کافرون نے
جہالت سے بے اختیار چیزون وبندون وغیرہ کو اپنے واسطے معبود بنا لیا تھا تو انکے واسطے کھلے بیان سے ظاہر فرمایا کہ معبود
[illegible] وہ اللہ تعالیٰ عز وجل ہی کہ کوئی اسکے سوائے معبود نہیں ممکن ہی کیونکہ اسیکا خلق وامر ہی اسلیے کہ
[illegible] آسمانون کو پیدا کیا اور نادر صنعت وعجیب حکمت اسمین ظاہر ہی کہ وہان تحقیق حالات کے لیے اوہام وعقول کو مجال نہیں
[illegible] زمین کے اجسام سفلی کو طرح طرح کی بدیع صنعت و نادر حکمت سے پیدا کیا پھر ان اجرام واجسام کی جملہ تدابیر اپنے
[illegible] قدرت میں رکھیں - کما قال یدبر الامر من السماء الی الارض - یعنی آسمان سے زمین کیطرف اسکی تدبیر امر جاری ہی
اسی کی قدرت سے افلاک گردش میں ایک ذرہ برابر انکو تجاوز کرنے کا اختیار نہیں ہی ایسے ہی سیارے وکواکب مین اور
[illegible] داخل ہوتے ہین اس خلق وامر میں وہی قادر مختار ہی کسی کو ذرہ برابر تجاوز کا اختیار نہیں ہی بلکہ ممکن نہیں کہ
[illegible] قدرت عظیم سے سوائے مسخر ہونے کے جنبش کر سکے پھر نتیجہ بہت ظاہر سمجھا دیا کہ آگاہ رہو کہ اسی کا خلق وامر ہی -
[illegible] اللہ رب العالمین ف ——— فی العرائس قولہ تعالیٰ ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی
علی العرش - یعنی الوہیت سے انکو صریح تنبیہ کردی کہ ربکم اللہ - پروردگار ہونے کے ساتھ خطاب فرمایا اسلیے کہ انکے دل اسپنے
[illegible] کی محبت کی طرف کھنچین - پھر انکو الوہیت کی طرف نام پاک سے اشارہ کیا تاکہ قدم مین حدوث کو فنا ہوجاوے پھر محو کی
حالت سے ذکر ہوشیاری کی طرف پھیرا اور حضوری سے غائب کیا - بقولہ الذی - اور یہ اشارہ ہی اور ربکم - عبارت ہی پس اول تو انبساط

لیتے ہین اور اسی پر اعتماد و اعتقاد کرتے ہین وہ یہ ہی کہ سلف صالحین کی پیروی کرتے ہین اور تاویل سے زبان روکتے ہین اور
(یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین)
جو لفظ نص آتے ہین انکو اپنے ظاہر معنی پر رکھتے ہین اور انکی کیفیت و تاویل الیہ الامر کو اللہ عزوجل کے علم قدیم کامل کو سونپتے ہین انتہی
مافی الکمالین - سراج مین ہی کہ سلف نے اجماع کیا ہی کہ آیت کے اوپر تاویل کی زیادتی نہ کرین - مدارک مین ہی کہ ہمارا
مذہب وہ ہی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تھے فرمایا کہ استواء معلوم ہی اور اسکی کیفیت مجہول ہی اور اسکا سوال کرنا بدعت
ہی - مترجم کہتا ہی کہ مسلمان بھائیون کو چاہیے کہ سلف صالحین کی پیروی کرین اور اسپر ایمان لاوین کہ اللہ عزوجل اپنے عرش
پر ہی ولیکن ہرگز ہرگز اسکی صورت اپنے خیال مین نہ باندھین کیونکہ یہ اللہ تعالے کی صفت ہی اور یہ معلوم کہ اوتعالے کی ذات
وصفات پاک کسی بندہ کے خیال مین نہین آسکتی ہی اسکے کنہ ذات وصفات مین دم مارنا کسکی مجال ہی ولیکن یہ ہرگز نہین چاہیے
کہ اسکی کسی صفت سے انکار کرکے کافر ہوجاوے نعوذ باللہ من الکفر والالحاد - پھر اوتعالے عزوجل نے اپنی مخلوق مین اپنی
قدرت کاملہ کے ظہور کا اشارہ فرمایا بقولہ - یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ - یغشی از تغشیہ یعنی باب تفعیل سے بھی پڑھا گیا
اور اغشاء یعنی باب افعال سے بھی پڑھا گیا ہی اور معنی یہ ہین کہ اوتعالے تغطیہ کردیتا یعنی ڈھک دیتا ہی ہر ایک رات و دن کو
دوسرے سے درحالیکہ - یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا - اے یطلب کل واحد منہما الآخر طلبا حثیثا اے سریعا - طلب کرتا ہی ہر ایک
رات و دن مین سے دوسرے کو طلب حثیث یعنی جلدی و تیزی کے ساتھ - یعنی رات کا اندھیرا دن کی روشنی سے جاتا رہتا ہی اور
دن کی روشنی رات کی تاریکی سے جاتی رہتی ہی اور انمین سرعت ہوتی ہی کہ ذرا بھی تاخیر نہین ہوتی بلکہ جبھی ایک گیا فی الفور دوسرا
آگیا - کما فی قولہ لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون - رازی رح نے کہا کہ اللہ تعالے
نے اس رات و دن کی آمد و رفت کی حرکت کو حثیث یعنی بہت تیزی سے وصف فرمایا تو بات یہ ہی کہ دن و رات کا ایک دوسرے
پر بدلتے آنا قدرت الٰہی مین فلک اعظم کی حرکت پر ہی اور اسکی حرکت مین نہایت سخت تیزی ہی کیونکہ نہایت تیز دوڑنے والا آدمی
جتنی دیر مین اپنا ایک قدم اٹھا کر رکھتا ہی اتنی دیر مین فلک مذکور تین ہزار میل حرکت کرجاتا ہی جسکے بہت کڑے ایک ہزار کوس ہوے
اسی واسطے یطلبہ حثیثا فرمایا یعنی جلد اسکے پیچھے آجاتا ہی جیسے اسکا طالب تھا کہ ان دونون کے بیچ مین کسی چیز کا بھی واسطہ نہین
ہوتا ہی پس یہ جملہ حالیہ لیل ونہار دونون سے حال ہی - پھر جو کوئی وہم کرے کہ رات و دن تو سورج نکلنے ڈوبنے یا فلک اعظم کی
حرکت سے ہین وہ جاہل ہی کیونکہ یہ سب بھی زیر فرمان قدرت ہین چنانچہ فرمایا - وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ
مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ - یہان بھی دو قرات ہین ایک نصب پس سموات پر عطف ہی اور مسخرات بھی منصوب بنابر آنکہ ان چیزون
سے حال ہی یعنے پیدا کیا ان چیزون کو درحالیکہ یہ چیزین مسخر ہین اسکے حکم مین - اور دوسری قراءۃ مین ان کو رفع ہی بنابر آنکہ
مبتدا ہین اور مسخرات خبر ہی پس معنی یہ کہ یہ چیزین اللہ تعالے کے حکم مین مسخر ہین یعنی مذلل ہین یعنی اسکے پاک حکم کے قبضۂ قدرت
مین ذلیل ہین ذرا سرکشی نہین کرسکتی ہین ہر دم ہر حال مین اسکی قدرت و ارادہ کے موافق حرکت کرتی ہین اور کسی چیز مین خود
کسی تاثیر کا یا اثر کا کچھ بھی اختیار نہین ہی - اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ - آگاہ رہو کہ سب خلق اسی کی اور سب امر
اسی کا ہی کسی اور کو یہان ذرہ برابر بھی کچھ نہین ہی - تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ - تبارک مین عظمت پر دلالت
ہی یعنے برتر و برتر عالی ہی اپنی وحدانیت کے ساتھ اپنی الٰہیت مین اور بے انتہا عظمت و برکت والا ہی اپنی فردانیت کے ساتھ

یعنی اوتعالےٰ کے ساتھ کوئی چیز مشابہ نہین ہی پس عرش پر مستوی ہونے کی صفت مین بھی کوئی چیز اسکی مشابہ نہین ہی۔ سراج مین لکھا کہ ہم لوگ اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ فرقہ مجسمہ کی طرح ہم اوتعالےٰ کو کسی مخلوق سے کسی صفت وغیرہ مین تشبیہ دین اور اسی طرح اس بات سے بھی پناہ مانگتے ہین کہ ملحدون کی طرح ہم اوتعالےٰ مین کوئی صفت ثابت نہ کرین۔ حافظ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ ہم اس مقام پر سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہین اور امام مالک و اوزاعی و ثوری و شافعی و لیث بن سعد و احمد بن حنبل و اسحق بن راہویہ اور انکے سوا اور مسلمانون کے پیشواؤن اگلون و پچھلون کا یہ مذہب کہ ایسی آیات و احادیث صفات کو جیسی آئی ہین ویسی ہی جاری رکھو بدون اسکے کہ انکی کیفیت کو تصور مین لاؤ اور بدون اسکے کہ تشبیہ دو اور بدون اسکے کہ بیجا تاویل سے ان صفتون کی نفی کرو۔ اور جو لوگ کہ تشبیہ دیتے ہین انکے خیال مین جو وہم یہان سمایا ہی وہ حضرت باری تعالےٰ جل جلالہ سے قطعًا منفی و دور ہی کیونکہ اوتعالےٰ عزوجل کے واسطے صفات ہین مگر اسکے ساتھ کوئی چیز کسی بات مین کسی وجہ سے بھی مشابہ نہین ہی کما قال تعالےٰ لیس کمثلہ شئی وہو السمیع البصیر۔ بلکہ بات وہ ہی جو اامون نے بیان کی چنانچہ انہین سے امام بخاری رح کے استاد شیخ نعیم بن حماد الخزاعی نے کہا کہ جسنے اللہ تعالےٰ کو اسکے مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی وہ کافر ہوا اور جسنے اس صفت سے انکار کیا جس سے اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پاک کو موصوف فرمایا ہی تو وہ بھی کافر ہوا۔ پس جس صفت سے اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پاک کو موصوف فرمایا یا اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے وصف کیا اسمین کچھ بھی تشبیہ نہین ہی سو جس شخص نے اللہ تعالےٰ کے واسطے ان صفات کو جس شان سے کہ حضرت باری تعالےٰ کے لائق ہین جسکا اوتعالےٰ دانا ہی ثابت رکھا اور ہر طرح کے نقص و عیب سے ذات الٰہی کو پاک جانا وہ ہدایت کی راہ چلا۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ الاسلام حنفی صاحب کمالین نے اپنے حاشیہ مین لکھا کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ و حضرت حسن بصری رح و امام الفقہاء ابوحنیفہ و امام مالک رح سے روایت ہی کہ استواء معلوم یعنی اللہ تعالےٰ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہی اور اسکی کیفیت نہین معلوم ہی اور اسپر ایمان لانا فرض ہی اور کیفیت کا پوچھنا بدعت ہی۔ بیہقی رح نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ آسمان پر ہی نہ زمین مین۔ اور نیز ابوحنیفہ رح سے مروی ہی کہ جو شخص اس بات سے انکار کرے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہی تو وہ کافر ہی۔ امام شافعی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ اپنے عرش پر آسمان مین ہی وہ اپنی مخلوق سے قریب ہی اسکی کیفیت وہی جانتا ہی اور جیسے چاہتا ہی نزول فرماتا ہی۔ امام احمد رح سے اسکی مثل مروی ہی اور امام اسحاق بن راہویہ رح نے کہا کہ علماء سنت کا اجماع ہی کہ اوتعالےٰ عزوجل اپنے عرش پر مستوی ہی اور وہ ہر چیز کو جانتا ہی اور یہی قول شیخ مزنی رح و امام المحدث محمد بن اسمٰعیل بخاری اور ابوداؤد رح و ترمذی رح و ابن ماجہ و ابویعلی و بیہقی اور دیگر ائمہ الحدیث کا ہی اور شیخ ابراہیم حنبلی نے کہا کہ ہمارا طریقہ وہ ہی جو سلف صالحین کا طریق ہی اور وہ کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم و اجماع کے تابع تھے اور منجملہ انکے اعتقاد کے یہ ہی کہ اوتعالےٰ عزوجل قدیم ہی اور ہمیشہ سے وہ اپنی تمام صفات مین کامل ہی۔ شیخ ابراہیم اسی طرح لکھتے آئے یہانتک کہ لکھا اور جو حدیثین صحیح آئی ہین اور آسنے ثابت ہوتا ہی کہ اوتعالےٰ عزوجل اپنے عرش پر مستوی ہی پس سلف صالحین اسکے قائل ہین اور اس صفت پر ایمان لاتے ہین بدون اسکے کہ اسکی کیفیت ثابت کرین یا کچھ تشبیہ ثابت کرین بلکہ سب کے سب یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ اوتعالےٰ عزوجل کے ساتھ کسی طرح کوئی چیز مشابہ نہین ہی۔ امام الحرمین نے کہا کہ ہم جس بات کو اپنے واسطے پاکیزگی ہے

اور استویٰ الی السماء اے صعد یعنی آسمان کی طرف مستوی ہوا یعنی اس طرف صعود کیا اور چڑھ گیا اور ابو عبیدہ رح سے منقول ہی کہ یہان
استوار کے معنی ارتفاع و علو کے ہین اور حضرت ابن عباس رضہ سے مروی ہی کہ استویٰ کی استقرار سے تفسیر فرمائی۔ جیسا کہ صحیح بخاری
مین ہی۔ اور عرش کا استعمال لغت مین کئی معنی مین ہی۔ چنانچہ صحاح و قاموس وغیرہ مین عرش بمعنی تخت بادشاہی مذکور ہی اور کہا گیا
کہ جو بلند ہو کر سایہ انداز ہو اور کنایہ از عزت و سلطنت و مملکت ہی اور عرش البیت بمعنی چھت اور عرش البیر لکڑی کا جو کٹھا۔ وغیر ذلک
من المعانی التی استعمل فیہا۔ اور یہان عرش کی تفسیر اس مقام پر تخت بادشاہی سے جیسا کہ مفسر رح نے ذکر کیا مستند ہی اور استوا
کے معنی استقرار سے جو ابن عباس رضہ سے مروی ہی وہی ماخوذ ہی اور علامہ نسفی رح نے جو مدارک مین اس سے انکار کیا وہ وہم و سہو
ہی جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا اور ایسے ہی خفاجی رح نے جو حاشیہ بیضاوی مین کہا کہ عرش وہ فلک الافلاک ہی یہ بھی وہم و خلاف
ہی اور معتمد وہ ہی جو احادیث مین عرش کی صفت ثابت ہوئی کہ وہ آسمانون و زمین کو محیط بلکہ بہت عظیم ہی جیسا کہ تفسیر آیۃ الکرسی مین
گذرا ہی۔ راغب رحمہ اللہ نے کہا کہ عرش اللہ عز وجل ایسی چیز ہی کہ بندہ اسکو نہین جانتا صرف اسکا نام درحقیقت جانتا ہی
اور جو کچھ عوام اپنے وہم مین تصور کرتے ہین وہ باطل ہی کیونکہ ایسا ہوتا تو وہ اللہ تعالے کو اپنے اوپر اٹھانے والا ہوتا اور یہ
محال ہی اللہ تعالے پاک ہی اور نیز جن لوگون نے وہم کیا کہ وہ فلک الافلاک ہی اور کرسی فلک الکواکب ہی یہ بھی وہم و باطل ہی
بعد اس تفسیر کے اب جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے ثم استویٰ علی العرش کے کیا معنی ہین پس یہان لوگون کے اقوال بہت ہین
جنکو یہان بیان کرنا بیکار ہی مگر اسی قدر کہ ظاہر تفسیر جو استوار و عرش کے معنی بیان کرنے سے معلوم ہوئی ہی آیا اسمین تاویل کی
ضرورت ہی یا وہی مختار ہی اور کس معنی کر کے وہ مختار ہی پس ظاہر معنی یہ ہوے کہ پھر اللہ تعالے اپنے عرش پر مستقر ہوا۔ فرقہ معتزلہ
اور ایک جماعت متکلمین نے کہا کہ ظاہر تفسیر سے یہ لازم آتا ہی کہ او تعالے تخت بادشاہی پر متمکن ہوا اور روا نہین کہ عرش کو
اللہ تعالے کا اٹھانے والا کہا جاوے کیونکہ او تعالے پاک و برتر ہی کہ عرش مخلوق اسکو برداشت کر سکے پس یہان استویٰ بمعنی استولیٰ
ہی یعنے غالب و مستولی ہوا عرش پر۔ اور استوا بمعنی استیلاء آیا ہی چنانچہ شاعر نے بشر کے حق مین کہا ؎ قد استویٰ بشر علی العراق
من غیر سیف ودم مہراق ؛ یعنی بشر مستولی و غالب ہوگیا ملک عراق پر بدون تلوار کے اور بدون خونریزی کے۔ اور یہ تاویل رد
کر دی گئی باین طور کہ اہل لغت کے نزدیک یہ ٹھیک نہین ہی چنانچہ ابن الاعرابی رح نے فرمایا کہ استویٰ فلان علی کذا بمعنی استولیٰ علیہ کے
معروف نہین مگر جبھی کہ وہ شخص اس چیز سے دور ہو اسپر قابو نہ رکھتا ہو پھر اسپر قابو پا جاوے تو البتہ ایسا بولتے ہین اور یہان معلوم
ہی کہ اللہ تعالے عرش وغیرہ جملہ اشیاء پر قادر قدیم ہی اور ابن فارس لغوی رح نے کہا کہ اس شعر مذکور کا کہنے والا معلوم نہین ہوتا
کہ کون شخص ناواقف ہی اور اگر معلوم ہو تو بھی کچھ حجت نہین کیونکہ جو مستولی نہو اسکے مستولی ہو جانے پر ایسا بولتے ہین اور یہان صحیح
نہیں ہی جیسا کہ بیان ہوا۔ معالم و سراج وغیرہ مین کہا کہ اہل سنت رحمہم اللہ کے نزدیک عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالے کی صفت
ہی ہم اسپر ایمان لاتے ہین بدون کیفیت کے اور جو اسکی واقعی کیفیت ہی وہ ہم نہین جانتے ہین۔ پس یہ وارد نہین ہوتا کہ اللہ تعالے
مستوی ہی تو عرش اللہ تعالے عز وجل کا اٹھانے والا ہو جائیگا کیونکہ ہم اس استوار کے معنی یہ نہین کہتے کہ جیسے کوئی مخلوق کسی چیز پر مستقر
ہوتی ہی اسی طرح ہی بلکہ جو استوار کہ حضرت باری تعالے کو لایق ہی ویسے ہی مستوی ہی جسکی تاویل اللہ تعالے جانتا ہی ہم بندے اسکو
نہیں جان سکتے جیسے اللہ تعالے عز وجل اور صفات مقدس کی تاویل کو نہین جانتے ہین ہان یہ یقین رکھتے ہین کہ بحکم قولہ تعالی لیس کمثلہ شیٔ

پس علم الٰہی سے جیسے چھ ایام کی مقدار ثابت ہوئی ویسے ہی ان ایام کی توزیع بھی ثابت ہوئی کیونکہ توزیع انھین ایام کی ہو اور
سنیچر کے واسطے مقدار متروک ہو اور علی ہذا اگر ترک کا اعتبار نکیا جاوے تو وہ بھی داخل ہو سکتا ہو اور اسی وجہ سے روایت
مذکورہ مین استیعاب مذکور ہونا بھی مشکل نہین اور یہ بمانند قولہ تعالےٰ لہم رزقہم فیہا بکرۃ وعشیا۔ ہو حالانکہ جنت مین رات و
دن کا وجود نہین ہو بالجملہ وہم اسوجہ سے خطا کرتا ہو کہ شب وروز کے لوازم ومقدار زمانہ کے اندر سے اسکو خارج ہونے کی مجال
نہین ہو پس تو اپنے وہم سے دامن چھڑا کر عقل سے تصدیق کرے واللہ سبحانہ الموفق۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ سبحانہ قادر ہو
کہ سب چیز کو ایک لمحہ مین پیدا فرماوے بلکہ وہان دیر کے معنی بحسب ارادہ متصور ہی نہین۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول
لہ کن فیکون۔ وہان تو ادھر چاہا اور ادھر ہو گیا بلکہ چاہنا ہی پیدائش ہو لیکن اس مدت مین پیدا کرنا مخلوق کو تثبیت کی تعلیم ہو
جیساکہ سعید بن جبیر رح سے مروی ہو اور حدیث مین آیا ہو کہ تانی یعنے ٹھہراو کے ساتھ کام کرنا اللہ تعالےٰ کی طرف سے اور
جلد بازی کرنا شیطان کی طرف سے ہو۔ واضح ہو کہ بعضے یونانی فلاسفہ نے زعم کیا کہ اللہ تعالےٰ سے خلقت خود بخود باضطرار
صادر ہوئی کیونکہ علت تامہ ہونے پر وجود معلول بے اختیار ہو اور یہ شیطانی گمراہی وکفر ہو وقال البیضاوی رح اللہ تعالےٰ
نے اشیاء کو تدریج کے ساتھ پیدا فرمایا باوجودیکہ او تعالےٰ قادر تھا کہ انکو دفعۃً ایک آن مین پیدا فرماوے تو یہ اسواسطے کہ
مخلوق کو دلیل ملے کہ او تعالےٰ قادر مختار ہو اور نظر کرنے والے اس سے اعتبار حاصل کرین اور لوگون کو درنگی مین آمادگی
دلائی ہو۔ بالجملہ او تعالےٰ عز وجل نے آسمانون وزمین اور جو کچھ انمین ہو سب چھ روز مین پیدا فرمایا۔ **ثم استوی**
علی العرش پھر او تعالےٰ عرش پر مستوی ہوا۔ مفسر رح نے کہا کہ لغت مین عرش کے معنی بادشاہی تخت کے ہین اور
استواء سے یہان ایسا استواء مراد ہو جو او تعالےٰ جل جلالہ کے لائق ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ مفسر رح نے اس مقام پر سلف
وخلف صالحین ومعتبر ائمہ فقہ وائمہ حدیث وائمہ کلام کا مذہب اختیار کیا کہ کوئی تاویل نہین کی بلکہ تفسیر پر اکتفا کیا اور اسکے
حق ہونے کا اعتقاد کیا اور اسپر ایمان لایا اور اسکی تاویل وعلم حقیقی کو اللہ عز وجل کے سپرد کیا۔ واضح ہو کہ تاویل کے کئی معنی
آیا کرتے ہین اول بمعنی مایؤول الیہ الامر۔ جیساکہ عنقریب اوپر گذرا۔ قولہ ہل ینظرون الا تاویلہ۔ کی تفسیر مین بس باین معنی جو کچھ
وعدہ ووعید وقیامت وجنت ودوزخ وغیرہ قرآن مجید مین مذکور ہین اسکی تاویل کوئی نہین جانتا کیونکہ وہ بدون واقع ہونے
اور معائنہ ہو جانے کے کیونکہ معلوم ہو اور یہی قولہ ہذا تاویل رؤیای۔ مین مراد ہو کہ جب حضرت یوسف ع کو انکے بھائیون وماں باپ
نے تعظیمی سجدہ کیا تو انھون نے کہا یہ میرے خواب کی تاویل تھی۔ دوم تاویل کے معنی یہ کہ ظاہر معنی راجح آیت پر کوئی وجہ ایسی پیش
آتی ہو جس سے ایک مرجوح معنی کیطرف رجوع کیا جاوے اور یہی مفسرین کی اصطلاح مین شائع ہو اور تفسیر اس سے اعم ہو جیساکہ
ابتداے سورہ بقرہ مین بروایت عبد الرزاق بسند جید از ابن عباس رض یہ بیان مفصل گذرا ہو پس تفسیر کلمات اور ترکیب کلام
مین مرجع اہل زبان کی طرف ہوگا اور وہی معنی ظاہر مراد ہونگے اگر کوئی دلیل ایسی قائم نہو کہ اس سے دوسرے معنی کی طرف رجوع
کیا جاوے اور بدون دلیل کے دوسرے معنی کی طرف رجوع کرنا حرام ہو۔ جب یہ بات بیان ہو گئی تو واضح ہو کہ استواء کے معنی لغت
مین برابری وبلندی واستقرار وصعود واستیلاء واعتدال وغیرہ کے مستعمل ہوتے ہین اور حرف علی کے ساتھ بمعنی استقرار وعلو
مستعمل ہو جوہری رح نے صحاح مین کہا کہ استوی علی ظہر دابتہ اے استقر۔ یعنی اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر مستوی ہوا بمعنی آنکہ اسپر استقرار

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بے شک تمہارا پروردگار اللہ تعالے ہی جسنے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو۔ خلق لغت میں بمعنی تقدیر یعنے مقدر کرنا اور استعمال اسکا اس معنی میں کہ شئے کو بدون اصل سابق کے پیدا کر دینا حاصل آنکہ ان دونوں کی خلقت کو بدون مثال سابق کے ابداع فرمایا اور انکے احوال کو مقدر کیا۔ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ روز میں۔ ایام جمع یوم اور وہ طلوع آفتاب سے غروب تک کے زمانہ کو کہتے ہیں اور چونکہ اس حال میں آفتاب وغیرہ کچھ نہ تھا لہذا چھ روز سے مراد اسقدر وقت ہی اور قولہ تعالے ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب الآیۃ میں بھی چھ روز میں زمین اور آسمان مع تمام چیزوں کے پیدا کرنا ثابت ہی۔ پھر اطلاق لفظ یوم کا مقدار زائد پر بھی ہی مانند یوم القیامۃ کے اور قولہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون۔ اور قولہ خمسین الف سنۃ مما تعدون یعنی ہزار برس اور پچاس ہزار برس کی مقدار ہمارے شمار کے موافق کو بھی یوم فرمایا پس جسنے طلوع آفتاب سے غروب تک میں یوم منحصر ہونے کو زعم کیا اسکا وہم ہی لہذا آیت میں علماء کے دو قول ہیں بعض نے کہا کہ ایام دنیا کے چھ روز کی مقدار اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ چھ روز ایام آخرت کے بحساب ہزار سال مراد ہی اور ابن عباس رض سے ہزار سال کا دن مراد ہونا مروی ہی بعض نے لکھا کہ یہی جمہور کا قول ہی وفی تفسیر الحافظ قول اول بموافق معنی متبادر ہی اور ہزار سال مراد ہونا حضرت مجاہد رح سے منصوص ہی اور امام احمد بن حنبل نے بھی یہی کہا اور ضحاک رح نے اسکو ابن عباس رض سے روایت کیا ہی قلت تصریح بروایت ضحاک باین معنی کہ انکے اسماع میں ابن عباس سے کلام ہی پس اگر نہیں سنا تو روایت منقطع ہوگی واللہ اعلم پھر ان چھ ایام میں بھی اختلافی دو قول ہیں اول آنکہ یکشنبہ یعنی اتوار سے لیکر جمعہ تک چھ روز میں تمام پیدا ہوا اور جمعہ کو خلقت کا اجتماع ہوا اور اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوے اور رہا ساتواں روز شنبہ یعنی سنیچر تو اسمیں خلقت نہیں واقع ہوئی اسی سے اسکو سبت نام رکھا بمعنی قطع۔ اور بعض نے لکھا کہ یہی عبد اللہ بن سلام وکعب احبار وضحاک ومجاہد کا قول ہی اور یہی شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا۔ قول دوم آنکہ ابتداے خلقت روز شنبہ سے واقع ہوئی چنانچہ ابو ہریرہ رض نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے مٹی کو سنیچر کے روز پیدا کیا اور اسمیں پہاڑوں کو اتوار کے روز قائم کیا اور درخت دوشنبہ کے روز پیدا کیے اور مکروہات منگل کو پیدا کین اور نور چہارشنبہ کو پیدا کیا اور جانور دواب اسمیں پنجشنبہ کو منتشر کیے اور آدم کو جمعہ کو آخر روز پیدا فرمایا۔ رواہ احمد ومسلم والنسائی۔ علامہ اسنوی رح نے کہا کہ یہی قول بدلیل اس حدیث کے صواب ہی اور حافظ الحدیث ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے چھ روز پر تنصیص فرمائی ہی اور اسمیں ساتوں روز کا استیعاب ہی اور اسکو اگرچہ امام مسلم رح نے روایت کیا لیکن امام بخاری وبہت سے ائمۃ الحدیث نے اس روایت میں کلام کیا اور اسکو وہم قرار دیا ہی اور کہا کہ ابو ہریرہ رض نے اسکو کعب احبار سے لیا ہو اور یہ حدیث مرفوع نہیں ہی۔ اور سلیمان جمل رح نے یہاں یہ اشکال پیش کیا کہ بہر حال اتوار ودوشنبہ ومنگل وغیرہ کی تقسیم کیونکر ہو سکتی ہی کیونکہ ایام دنیا وہاں نہ تھے اور مقدار چھ روز کا زمانہ لینے سے اشکال نہیں دفع ہوتا ہی۔ کما لا یخفی اور جواب یہ ہو سکتا ہی کہ زمانہ کا وہاں وجود نہ تھا جیسے ان ایام کا وجود نہ تھا

ہوگا کہ تاویل سے انتظار مین بڑی غفلت وغلطی کی کہ اسکی اصلاح اب ممکن نہین ہی ف۔ فی العرائس قولہ تعا ولقد جئناہم بکتاب فصلناہ الآیۃ۔ اللہ تعا نے مومنون کے لیے ہدایت ورحمت اپنا کلام قدیم بھیجنے سے احسان رکھا اور جو سعادات وکرامات ودرجات عمدہ عمدہ انکے واسطے آخرت مین رکھے ہین اس سے آگاہ فرمایا اور اسی کتاب مجید سے انکو اعمال پاکیزہ وحالات شریف ومقامات بلند کیطرف ہدایت کی اور اسی سے اپنے اسماء پاک ونعوت وصفات مقدس اور ذات متعالی کی معرفت سے سرفراز کیا اور انتظام صنائع واعلام قدرت کے ہر بیان سے ہر ایک صفت قدیمہ مقدسہ کی طرف دلالت ہی جس سے معرفت ذات پاک حاصل ہوتی ہی عارفون کے لیے اس کتاب سے معرفت ہی اور موحدین کے لیے خزانہ غیب کی کشایش ہی اور غافلون کے دل سے پردہ غفلت وجہالت کا انکشاف ہی اور لطائف سے جذب دلہاے محبین ومشتاقین وعاشقین ہی اور اسمین مقامات عبودیت ومعارف ربوبیت کی ترتیب ہی۔ قال المترجم سورہ یٰسین کی تعریف مین آیا ہی کہ قرآن کا قلب ہی اور ترتیب ظاہری مین بھی اسی طرح واقع ہی اور اسمین اسرار ولطائف وعجائب ہین کہ وہ اس بیان سے منکشف نہین ہوتے ہین بلکہ اللہ تعالے اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہی ہدایت فرماتا ہی۔ قال الشیخ یہ سب اسکے علم قدیم سے صادر ہی اسی سے مومنون کے دلون کو ہدایت فرماتا ہی اور یہ کتاب پاک اسکی طرف سے رحمت کافی ہی عموم وخصوص کی طرف اور جسکو اس سے اپنی طرف ہدایت فرمائی اسکے حق مین رحمت ازلی سابق ہو چکی تھی اور اس سے زیادہ کونسی نعمت ہوگی کہ اپنے کلام پاک کو ہماری طرف نازل فرماکر ہمکو نفس کی بندگی سے اور شہوات نفسانی سے چھوڑایا اور انوار ربانیہ کی طرف راہ بتائی فالحمد للہ الذی امتن علینا بفواتح انعامہ ولطائف اکرامہ واصطفانا بخطابہ وجعل اسماعنا محل استماع کلامہ وقلوبنا اوطان بیانہ واسرارنا اوعیۃ انوار سلطانہ دار واحنا خزائن عرفانہ وعقولنا مشاہد برہانہ وابداننا مساقط شرائع قرآنہ لہ الحمد حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ مبارکًا بہ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالے نے کتاب اُتاری جسمین گمراہی سے ہدایت ہی اور عذاب سے رحمت ہی اور دشمن ودوست مین تفریق ہی اسکے معانی پر کوئی مطلع نہین اس طور کہ فیض پاوے مگر وہی لوگ جو اسکے تنزیل پر ایمان لاے ہین اور اسکے احکام پر عمل کرتے ہین اور اوقات شب وروز مین اسکی آیات کی تلاوت کرتے ہین طالب فلاح کے لیے اسمین فلاح ہی اور قاصد نجات کے لیے اسمین نجات ہی اس سے کوئی ہلاک نہین ہوتا مگر وہی جسکی تقدیر مین بربادی ہی اور جسکے حق مین نجات مقدر ہی اسکو اس سے نجات ہی۔ جب خطاب سے عارفون کو آگاہ کیا تو اپنے افعال نورانی وبرہان قدرتی وآیات صفاتی اور اعلام ذاتی سے اپنی معرفت انکو دکھلائی جس سے عام لوگون کو بھی معلوم ہو جاوے کہ وہی معبود برحق اسی کی توحید فرض عین ہی۔ لقولہ تعالے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

تمہارا رب اللہ ہی جسنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا

پھر بیٹھا تخت پر اوڑھاتا ہی رات پر دن اسکے پیچھے لگا آتا ہی دوڑتا اور

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ ط أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ط

اور سورج اور چاند اور تارے کام لگے اسکے حکم پر سن لو اسی کا کام ہی بنانا اور حکم فرمانا

جو امور آئندہ کے واسطے مذکور ہین انکی تاویل وہی انکا واقع ہونا اور قرآن مجید کی سچائی برملا ظاہر ہوجانا ہے پس کافرون کو تنبیہ فرمائی کہ
ابھی نہین سچ مانتے ہین تو کیا اسکے وعدہ و وعید وغیرہ کی تاویل کے منتظر ہین۔ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ
نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ جسدن اسکی تاویل آجاویگی تو جن لوگون نے اسکو پہلے سے فراموش کر رکھا تھا وہ
اسوقت کہینگے کہ البتہ ہمارے پروردگار کے رسول علیہم السلام سچ بات لائے تھے۔ یوم سے مراد روز قیامت ہے جیسا کہ ابن عباس رض
و جملہ مفسرین نے بیان کیا ہے مگر ربیع بن انس رح کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ کے قتل و خوار ہونے کی تاویل اور ایسے
یہود و نصاریٰ کے قتل و خوار و تابع ہونے کی تاویل جسکی خبر پہلے سے فرمائی تھی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک مین دنیا مین بھی
واقع ہوگئی ولیکن اس کلام مین قیامت ہی کے روز کے واقع ہونے والی تاویل مراد ہے۔ اور نسوہ من قبل کے یہ معنی کہ اس کتاب
کے موافق عمل کرنے کو پہلے سے یعنی دار الدنیا مین فراموش و ترک کیا تھا یعنے اسطرح چھوڑ رکھا تھا جیسے فراموش کرنے والا بے پروا
چھوڑتا ہے یعنے قیامت کے روز جب اس کتاب مجید کی تاویل واقع ہوگی تو دنیا مین اس کتاب کے موافق عمل کرنے کو چھوڑنے والے
آنکھون دیکھکر اقرار کرینگے کہ بیشک اللہ تعالے کے رسول علیہم السلام سب سچی باتین لائے تھے ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ ہمنے
نہ مانا اور اسکے موافق عمل نہ کیا حالانکہ یہ ایمان و اقرار وہان کچھ مفید نہو گا تب کافر کہینگے کہ فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا
لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ بھلا ہمارے واسطے کوئی شفاعت کرنے والون سے ہین
کہ ہماری سفارش کرین یا ہم پھیر دیے جاوین تو ہم عمل کرین سوائے اس عمل کے جو ہم کیا کرتے تھے۔ پس نرد مرفوع اور عطف ہے
لنا من شفعاء پر اسے ہل نرد اور ایک قراءۃ مین نرد بالنصب ہے پس فیشفعوا پر عطف ہے یا حرف او بمعنی الی ان ہے پس اول
صورت مین درخواست دو باتون مین سے ایک بات کی ہے کہ ہمارے واسطے کوئی شفیع ہون یا ہم دنیا مین پھیر دیے جاوین۔ اور
دوسری صورت یعنی قراءۃ نصب پر اگر عطف ہے تو درخواست یہ ہے کہ شفیع ہون یا تو سفارش سے معاف کرادین بدون واپسی کے
یا واپس کرادین انکو بدون سفارش کے اور اگر حرف او بمعنی الی ان ہے تو شفیع ہون جنکی سفارش سے یہ ہو کہ دنیا مین رد کیے جاوین
پس جاکر عمل کرین سوائے اس عمل کے جو کرتے تھے یعنی شرک و کفر و بد اعمال کے سوائے توحید و نیک اعمال کرین اور ہرگز شرک
کے پاس نہ پھٹکین پس فنعمل بالنصب جواب فقط استفہام ثانی کا ہے اور بعض قراءۃ مین نعمل مرفوع آیا اسے فنحن نعمل۔ یعنی اظہار ہے کہ
بر تقدیر واپس کیے جانے کے ہم پہلے اعمال کے سوائے توحید و اعمال صالح ادا کرینگے حالانکہ درحقیقت جھوٹے ہین کما قال اللہ تعالیٰ
ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا یا لیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین بل بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا
لما نہوا عنہ وانہم لکاذبون ہ۔ اسی واسطے مفسر رح نے یہان جواب استفہام مین لا مقدر کیا یعنی انکی اس درخواست کا
جواب یہ ہوگا کہ نہین یعنے نہ تمھارے شفیع ہین اور نہ تم پھیرے جاؤگے قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ اور تعالے نے فرمایا
کہ البتہ خسارہ مین ڈالا ان کافرون نے اپنی جانون کو کیونکہ اپنے آپ کو ایسی ہلاکت مین ڈالا جس سے نجات نہین ہے وَضَلَّ
عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ضل عنہم اے ذہب عنہم۔ جاتا رہا ان سے یعنی باطل ہوا اور کچھ بھی انکے کام نہ آیا جو
دنیا مین شریک وغیرہ کا دعوی بنایا کرتے تھے۔ پس ما کانوا مین ما مصدریہ ہے یعنے باطل ہوا انکا افترا۔ اور احتمال ہے کہ ما موصولہ ہو
یعنے وہ چیز جسکو افترا سے شریک وغیرہ بناتے تھے وہ یہان باطل ظاہر ہوئی کہ کچھ بھی انکے آڑے نہ آسکی اور انکو ایسا یقین

لَنَا مِن شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ط

اپنا — سفارش والے — تو ہماری سفارش کریں — یا — ہمکو پھر جانا ہو تو ہم کام کریں — سوائے اُسکے — جو کر رہے تھے

قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ

تحقیق — ہارے — اپنی جان — اور بھول گیا — جو — جھوٹھ — بناتے تھے

جب اللہ تعالے عز وجل نے کافرون کی آخرت کا حال اور جس خرابی کی طرف انکا انجام ہوا ہی بیان فرما دیا تو اب یہ بھی ظاہر فرمایا کہ دنیا مین انکے علل و اعذار سب اس طرح دفع کر دیے تھے کہ رسول ہدایت کرنے والے اور کتابین رحمت سے بھیجدی تھین چنانچہ فرمایا - وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِكِتَابٍ اور البتہ اُتار دی ہم نے انکے پاس کتاب - یہان دو تفسیرین ہین ایک یہ کہ ضمیر ہم راجع بجانب اصحاب النار ہی یعنے اصحاب النار کی ہدایت کے لیے دنیا مین ہم نے کتاب دیدی تھی اور کتاب سے جنس مراد ہی پس ہر فریق دوزخی کو کسی کتاب آسمانی کی پیروی کا حکم ہوا تھا مگر اُسنے نہ مانی اور آخر دوزخی ہوا - دوم یہ کہ ضمیر راجع باہل مکہ ہی اور کتاب سے قرآن مراد ہی اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا یعنی البتہ ہم نے اہل مکہ کو ایمان لانے و عمل نیک ادا کرنے کے واسطے کتاب دی جسکی یہ صفت ہی کہ - فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ اسے بینا و بالاخبار والوعد والوعید حال کوننا عالمین بما فصل فیہ - یعنی ایسی کتاب کہ ہم نے اسکو بیان کر دیا اخبار و وعدہ و وعید سے درحالیکہ ہم خوب جانتے ہین جو کچھ اس کتاب مین مفصل ہوا ہی - یعنی عقائد و احکام و وعظ و نصیحت سب کو ہم نے مفصل ظاہر کھلا کھلا فرما دیا اور ہم نے اسکی وجہ تفصیل سے آگاہی کے ساتھ بیان کیا یہان تک کہ کتاب موصوف ایک کتاب محکم ہوئی - کما فی قولہ کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت الآیۃ - اور قرآن مین نو قسم کی تفصیل و تبیین ہی - حلال - حرام - محکم - متشابہ - بشارت - انذار - قصص - وعظ - مثل - اور بعض نے کہا کہ تفصیل سے مراد حق و باطل کی تمیز ہی - بالجملہ قولہ علیٰ علم - حال ہی اسے فصلناہ عالمین - اور اسمین دلیل ہی کہ اللہ تعالے عالم بالعلم ہی یعنی یہ صفت اسکی ذات پاک کے لیے ثابت ہی اور بعض نے اسکو کتاب کی ضمیر سے حال قرار دیا یعنے مشتملا علی علم - درحالیکہ وہ کتاب مشتمل ہی علم خاص پر - اور بعض قراءۃ مین فضلناہ بضاد معجمہ آیا یعنے تفضیل دی ہم نے اس کتاب کو دیگر کتب آسمانی پر درحالیکہ ہم خوب جانتے ہین کہ یہ اسی فضیلت کے لایق ہی - یہ قراءۃ موئد ہی تفسیر دوم کی جسکو مفسر رح نے اختیار کیا ہی - پھر فصلناہ کی ضمیر ہا سے جو کتاب کی طرف راجع ہی حال فرمایا - هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ یعنی درحالیکہ یہ کتاب ہدایت و رحمت ہی ایسی قوم کے واسطے جو اسپر ایمان لاتے ہین - پھر کافرون کو تنبیہ فرمائی - هَلْ يَنظُرُونَ ما ینتظرون - نہین انتظار کرتے ہین - إِلَّا تَأْوِيلَهُ مگر اسکی تاویل کا - یعنی اس کتاب مین جو وعدہ و وعید مذکور ہین اور اس سے ظاہر ہوتے ہین اسکے ظہور سے اسکی سچائی کھل جانے کا انتظار کر رہے ہین یعنے کافرون کے حق مین جو عذاب کا اور مومنون کے واسطے ثواب کا وعدہ ہی اور جنت و دوزخ کا بیان ہی اسکے انجام کار واقع و ظاہر ہونے کا انتظار کر رہے ہین کذا قال مجاہد وغیر واحد من الائمۃ رحمہم اللہ - ربیع بن انس رح نے کہا کہ برابر اس کتاب کی تاویل ایک ایک کر کے آتی رہیگی یہانتک کہ جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ مین داخل ہو جاوین پس اُسوقت تاویل پوری ہو جائیگی - التاویل مرجع الشئ و مصیرہ - یعنی تاویل ہر چیز کی وہ ہی جو انجام کار مین اُس شے کا ظہور ہو اور یہی معنی ہین کہ تاویل الشئ ما یؤول الیہ امرہ - یعنی تاویل ہر شئ کی وہ ہی جس طرف اُس شئے کا انجام کار ہو پس قرآن مین

أفیضوا علینا من الماء الآیۃ کے اشارہ مین کہا کہ اللہ تعالےٰ کے لطف وکرم سے یہ بات ہی کہ دوزخیون کے واسطے اہل جنت کا پردہ اُٹھا دیا ہی حتی کہ جنت وجنتیون کے دیکھنے سے وہ لوگ عذاب سخت کو اُٹھا لیتے ہین اور یہ اوتعالےٰ کے الطاف خفیہ مین سے ہی تو نہین دیکھتا کہ عاشق اگر برف یا زمہریر مین پڑا ہو اگر معشوق پر اسکی نظر رہے تو اسکے دیدار کی حلاوت مین برف سے گل جانے کا دکھ نہین پاتا - تجھے چاہیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ یاد کر کہ عورتون نے انکے دیدار مین کیونکر اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کٹنے کے درد سے خبر نہوئین - مین نے سنا کہ مشائخ مین سے کوئی بزرگ تھے کہ اپنے مکان کے پڑوس کی مسجد مین مغرب وعشاء کے درمیان جاتے تھے تا کہ عشاء کی نماز ادا کرین اور ان دنون برف گرا کرتا تھا پس راہ مین دیکھا کہ ایک جھروکے کے نیچے ایک نوجوان آدمی اپنے معشوق سے باتین کرتا ہی اور معشوق جھروکے پر ہی اور یہ دونون اپنی باتون مین ایسے غافل تھے کہ انکو شیخ موصوف کے آنے سے خبر بھی نہوئی پھر جب شیخ موصوف عشاء کی نماز کے بعد واپس ہوے تو بھی انکو اسی حال مین دیکھتے آئے پھر رات گذر کر جب صبح کی نماز کا وقت قریب ہوا اور شیخ موصوف لالٹین لیے ہوے مسجد کو چلے تو دیکھا کہ وہ دونون اسی حال سے باتین کرتے ہین اور برف اُسکے گھٹنون تک چڑھ گیا ہی جب قریب ہوے تو معشوق نے عاشق سے کہا کہ اے پیارے اسوقت ٹل جا کہ شیخ نماز عشاء کو جاتا ہی اور یہ جدائی پیش آنے سے دردناک شعر پڑھا - شیخ یہ حال دیکھکر روئے اور ایک چیخ مار کر بیہوش ہوگئے - پھر ہوش آیا تو ایک نعرہ مارا اور گریبان چاک کر ڈالا اور کہا کہ آدمیون کے آپس کے عشق مین یہ حال ہی کہ عشاء وفجر کی خبر نہین اور برف وسردی سے اثر نہین اور مین حضرت خالق عزوجل کے اس پردۂ غفلت مین پڑا ہون ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود + این فساد خوردن گندم بود + عاشق صنع خدا با فر بود + عاشق مصنوع او کافر بود + عشق بر مردہ نباشد پایدار + عشق را برحے وبر قیوم دار + عشق آن بگزین کہ جملہ انبیاء + یافتند از عشق او کار ردکیا + قولہ افیضوا علینا من الماء - اسواسطے پانی مانگا کہ وہ آگ کا ضد ہی اور یہ اشارہ ہی اے درگاہ بے نیاز کے بندو کچھ ہم پر بھی دریاے رحمت سے پانی بہا دو یا جو کچھ تمکو رزق تقرب حاصل ہوا ہی اسمین سے ہمکو بھی دلوا دو - یعنی ہماری شفاعت کردو - حضرت استاد رحمہ نے فرمایا کہ انکو ایک قطرہ نہ دیا جائیگا باوجود اسکے کہ او تعالےٰ پاک پروردگار انکے عذاب دینے سے بے پرواہ ہی اور جو چاہے انکو دیدے اور چاہے جس نعمت مین انکو رکھے ولیکن یہ قہر ربوبیت وعزت احدیت ہی وہ قادر مختار ہی جو چاہے کرے کون وہان دم مار سکتا ہی لا یسأل عما یفعل وہم یسألون - جیسے دنیا مین انکو ایک ذرہ معرفت نہ دی ویسے ہی آخرت مین ان حالتون مین انکو ایک قطرہ نہ عطا کریگا - اور یہ لوگ پانی مانگینگے کہ اس سے روئین کیونکہ انکے آنسون منقطع ہونگے -

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ

اور ہمنے انکو پہنچا دی ہی کتاب جو کھول کر بیان کی ہی خبرداری سے راہ بتاتی اور مہربانی ایمان والے لوگون کو - کیا راہ دیکھتے ہین مگر یہی کہ وہ پڑے - جسدن وہ ٹھیک پڑے گی کہنے لگینگے جو اسکو بھول رہے تھے پہلے سے سچ بات لائے تھے ہمارے رب کے رسول اب کوئی

بناتے تھے اور انکو حقیر و ذلیل سمجھکر کہتے کہ کیا یہی لوگ جنت کی نعمتون سے سرفراز ہونگے۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
اور مغرور کر دیا تھا انکو زندگانی دنیا نے۔ یعنی سردست جو راحت و آرام ناپید ہونے والا انکو ملا اسنے اپنے اوپر فریفتہ کر کے
انکو اللہ تعالےٰ و رسول الٰہی پر ایمان لانے اور آخرت کا حصہ لینے سے غفلت مین ڈال رکھا یہانتک کہ اسی حال خراب مین انکی
موت آگئی۔ غرہ اس غفلت کو کہتے ہین جو چھاگئے مین ہو اور وہ انسان کی طمع اس بات مین کہ عمر دراز ہو اور خوب عیش ملے
اور بہت مال و جاہ حاصل ہو پھر جب ایسا ہوا تو دنیا کی لذتون مین ڈوب کر نجات سے غافل ہو گیا۔ کذا فی السراج۔ پھر جب
کافرون کی یہ بدخصلتین بیان فرمائین تو پھر فرمایا۔ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۔
فالیوم نترکہم فی النار جیاعا عطاشا کما نسوا لقاء ہذا الیوم بترکہم العمل لہ۔ یعنے پس آج کے روز ہم بھی انکو آگ مین بھوکے پیاسے
چھوڑ دینگے جیسے وہ خود بھولے بیٹھے رہے اس روز کی ملاقات سے باین طور کہ آج کے واسطے خود کچھ کام نہین کر رکھا۔ اگر
کہا جاوے کہ نسیان و بھول تو اللہ تعالےٰ کی جناب مین محال ہے پھر فالیوم ننساہم۔ کیونکر فرمایا۔ تو جواب یہ ہے کہ ننساہم کے یہ معنی
کہ نعاملہم معاملۃ من نسیہم۔ انکے ساتھ ہم وہ برتاؤ کرینگے جیسے انکو بھولنے والا انکے ساتھ کرتا۔ اللہ تعالےٰ کے علم پاک سے کوئی
چیز فراموش نہین چنانچہ خود فرمایا۔ لا یضل ربی ولا ینسی۔ اور یہان بطریق مقابلہ کے مجازاً فرمایا ہے جیسے قولہ نسوا اللہ فنسیہم
اور جیسے فرمایا۔ کذلک اتتک ایاتنا فنسیتہا وکذلک الیوم تنسی۔ حاصل آنکہ آیت کے معنی یہ ہین کہ ہم انکے ساتھ وہ برتاؤ کرینگے
جیسے کوئی بھول کر اپنے بھولے ہوئے سے معاملہ کرتا ہے کہ ہم انکی کچھ دستگیری نفرماوینگے اور بالکل انکو آگ مین چھوڑ دینگے اور فالیوم
کی فاء فصیحہ ہے۔ پس نسیان یہان مجازاً استعارہ ہے اور قرآن مجید مین ایسے استعارات بہت آئے ہین کیونکہ جو معانی عالم الغیب
کے ہین انکو عالم الشہادۃ مین اسی چیز سے تعبیر کیا جائیگا جو اسکے مماثل و مشابہ ہے اور یہ خود ظاہر ہے۔ قال العوفی عن ابن
عباس۔ دوزخیون کو اللہ تعالےٰ نے بھلائی سے گویا فراموش فرمایا اور آگ و تکلیف و عذاب سے فراموش نہین رکھا۔ علی
بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے ننساہم کی تفسیر نترکہم۔ سے روایت کی جیسا کہ مفسر رحمہ نے لکھا ہے۔ مجاہد رحمہ نے کہا کہ ننساہم
اسے نترکہم فی النار۔ اور سدی رحمہ نے کہا اسے نترکہم من الرحمۃ کما ترکوا ان یعملوا للقاء یومہم ہذا۔ یعنے ہم انکو رحمت سے
متروک رکھینگے جیسے انھون نے ترک کر رکھا تھا اس بات کو کہ آج کے دن کے واسطے کچھ کار خیر کرین۔ حدیث صحیح مین ہے کہ
اللہ تعالےٰ قیامت کے روز بندے سے فرماویگا کہ بھلا مین نے تجھے جورو نہین دی تھی مین نے تجھے مکرم نہین کر دیا مین نے
تیرے زیر فرمان گھوڑے و اونٹ نہین کر دیے مین نے تجھے نہین چھوڑ دیا کہ تو کھاتا پھرے سیر ہو کر وہ عرض کریگا کہ ہان
کیون نہین پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے یقین تھا کہ مجھسے ملیگا۔ وہ عرض کریگا کہ نہین پس فرماویگا کہ پھر آج کے روز ہم بھی تجھے
فراموش کرینگے جیسے تو ہمکو بھولا ہوا تھا۔ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ اسے وکما کانوا جاحدین بایاتنا۔ اور
جیسے انھون نے ہماری آیات سے انکار کیا تھا۔ اسمین دلیل ہے کہ نسیان قیامت اور نسیان الٰہی انھین بندون کو ہے جو کافر
ہین اور جو ایمان لایا وہ فراموش کرنے والا نہین ہے مگر جو کوئی قیامت کے لیے سامان نہ کرے اسکے حق مین تہدید ہے۔ فقال
ابن العربی رحمہ نے رحمت الٰہی کے غضب پر سبقت کیے ہوئے ہونے کو ہر چیز مین ثابت کیا حتی کہ دوزخیون
کے حق مین بھی بیان کیا اور اسی طور پر شیخ شیرازی رحمہ نے عرائس البیان مین قولہ ونادی اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان

ہونے کو بیان فرمایا بقولہ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ یعنی دوزخیوں نے پکار کر مانگا اہل جنت سے
اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ یہ کہ افاضہ کرو ہمپر کچھ پانی- اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یا جو تمکو اللہ تعالیٰ نے
رزق دیا ہی اسمیں سے- افاضہ بمعنی توسعہ یعنی کشایش و فراخی دینا اور معنی یہ کہ بہا دو ہمپر کچھ پانی- اور اسمیں دلیل ہی کہ جنت
بہ نسبت دوزخ کے اونچے پر ہوگی- قالہ البیضاوی- اور رزق سے مراد طعام ہی کما قال السدی رح یا اور پینے کی چیزیں مراد ہیں
بنظر لفظ افاضہ کہ اسمیں سیلان کے معنی ہیں اور مفسر رح نے قول سدی رح کو اختیار کیا پس افیضوا علینا متضمن معنی القاء ہی
یعنے ہماری طرف ڈالدو خواہ بہا کر یا اور کسی طور سے- اور فعل میں تضمین معنی دیگر کا ہونا استعمال عرب میں شائع ہی مانند قول
شاعر ؎ علفتہا تبنا و ماء باردا ؎ یعنی میں نے ناقہ کو چرائی خشک گھاس اور ٹھنڈا پانی یعنی ٹھنڈا پانی پلایا- پس علفت متضمن
معنی سقاء ہی- پھر حرف آو- جو قولہ او مما رزقکم- میں ہی یا تو اپنے معنی پر ہی یعنے دوزخیوں نے بھیک مانگی کہ پانی یا کھانا جو کچھ تمھارا
جی چاہے یا تم سے ہو سکے ہمکو دیدو اور یا حرف او بمعنی واو ہی کیونکہ آگے دونوں کی حرمت کافروں پر مذکور ہی اور عبد الرحمن بن
زید نے تفسیر کی کہ دوزخی اُنسے پانی اور کھانا مانگینگے- سعید بن جبیر رح سے روایت ہی کہ دوزخی آدمی اپنے باپ یا بھائی کسی کو
پکاریگا کہ میں آگ سے جل گیا میری طرف ذرا سا پانی بہا دے تو اہل جنت کو حکم ہوگا کہ انکو جواب دو تو وہ لوگ جواب دینگے جو کہ
فرمایا- قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ- کہینگے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کھانے و پانی دونوں کو کافروں
پر حرام فرمایا ہی- یعنی جنت کے کھانے و پانی کو حرام فرمایا ہی ورنہ دوزخ کے حمیم اور غساق کہ اعوذ باللہ منہ- یہ لوگ پاوینگے چنانچہ
انشاء اللہ تعالیٰ کلام مجید میں اسکا بیان آویگا- اگر کہا جاوے کہ تحریم و تحلیل تو ان لوگوں پر ہوتی ہی جن سے ایمان کے بعد
احکام کی بجا آوری کو کہا گیا ہو اور دار آخرت میں یوں کوئی مکلف نہو گا بلکہ یہ تو فقط دنیا میں ہی پھر کیونکر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
کافروں پر حرام کیا- تو جواب یہ کہ حرمت بمعنی منع ہی یعنے کافروں پر ممنوع فرمایا جیسے دنیا میں بندہ مومن کو اشیاء محرمات سے منع
فرمایا ہی جو لوگ یہاں شراب وغیرہ حرام چیزوں سے نہیں بچتے انکو آخرت میں حسرت ہوگی- فافہم- ابن عباس رض سے مروی ہی کہ
حضرت صلعم نے فرمایا کہ افضل الصدقہ پانی ہی اور اسی آیہ کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا- رواہ ابن ابی حاتم- ابو صالح رح سے مروی ہی
کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے تو مشرکوں نے اُنسے کہا کہ اگر آپ اپنے اس بھتیجے یعنی محمد صلعم کے پاس کسی کو بھیجیں کہ وہ جنت سے
ایک خوشہ آپ کو منگوا دے تو آپ کو اس سے صحت ہو جاوے- پس آنحضرت صلعم کے پاس آدمی آیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت
صلعم کے پاس بیٹھے تھے پس ابو بکر نے اس آدمی کو جواب دیدیا کہ ان اللہ حرمہما علی الکافرین- پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی حالت
دنیاوی سے انکی مذمت بیان کی بقولہ اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا یعنی جنت کا کھانا پینا کافروں پر حرام کیا
جنکی یہ بد خصلت تھی کہ انھوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا لیا تھا- یہ بیان مبالغہ ہی کہ دین سے بالکل خارج تھے اور جس چیز کے
ساتھ ہمت صرف کرنا خوب نہیں اسمیں مصروف ہونا لہو ہی اور جس سے خوشی کی خواہش کرنا خوب نہیں اس چیز سے خوشی کو چاہنا
لعب ہی پس ہر شئی و ہر طریقہ جو شرع میں روا نہیں لہو و لعب ان دو اعتبار سے ہوگا- فی السراج- یہ لہو و لعب جیسے شیطان نے
مشرکین عرب کی نظر میں سانڈ چھوڑنا اور جانوروں کے کان کاٹنا و ننگے طواف کرنا وغیرہ بد کاموں کی زینت ظاہر کی تھی- بعض نے
کہا کہ دین کو لہو و لعب اس معنی کر کے بنایا تھا کہ جو کوئی پیغمبر یا نیک آدمی انکو ایمان کی طرف بلاتا تھا اسکو لہو و لعب و تمسخر سے مسخرہ

کسی کو اللہ تعالے نے یہ کیا ہو کہ اوسکو بدون باپ پیدا کیا اور اسنے مادرزاد اندھے و کوڑھی بارادہ آلٰہی اچھے کیے اور مردے بارادۂ آلٰہی زندہ کیے ہون- تو کہینگے کہ نہین- وہ فرمائینگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور تمھاری سفارش نہین کر سکتا ولیکن تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پاس جاؤ پس وہ محمد صلعم کے پاس آوینگے- حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مجھسے آکر سفارش چاہینگے تو مین ہاتھ اپنے سینہ پر رکھکر اقبال کرونگا پھر چلکر عرش کے روبرو حاضر ہونگا پس ایسی ثناء و صفت و حمد آلٰہی مجھکو علم مین حاصل ہو جائیگی جو سننے والون نے کبھی نہین سُنی پھر مین سجدہ مین ہو جاؤنگا تو مجھسے ارشاد ہوگا کہ اے محمد اپنا سر اٹھا اور مانگ کیا مانگتا ہے تجھکو عطا ہوگا اور سفارش کر کہ تیری سفارش سنی جاویگی پس مین سر اُٹھا کر عرض کرونگا کہ یا ربّ امتی- اے پروردگار تیری امت کو بخشدے- پس اوتعالے عزوجل فرماویگا کہ وہ تیرے واسطے مین لینے تجھے بخشے گئے- پس کوئی نبی مرسل اور کوئی فرشتہ مقرب نہ رہیگا جو مجھپر غبطہ نہ کرے اور یہی مقام المحمود ہے پھر مین انکو جنت مین لاؤنگا اور وہ لوگ نہر الحیاۃ پر لیجا کر نہلائے جاوینگے پس انکے اجسام مثل چمکتے تارے کے ہو جائینگے ولیکن انکے سینون مین سپید تل ہونگے جس سے انکی شناخت ہوگی اور ان لوگون کو مساکین اہل جنت کہینگے- قال المترجم یون ہی اس مقام پر شیخ ابن کثیر رح کے نسخہ تفسیر مین لکھا ہے اور شفاعت و مقام محمود کی احادیث کثرت سے متواتر المعنی مروی ہین ولیکن انمین یون ہے کہ بہت لوگون کو دوزخ مین سے نکال لاینگے پس شاید کہ اول مین ابتدا انھین لوگون سے ہو جو اہل اعراف ہین بنا بر آنکہ اہل اعراف ایسے لوگ ہونگے جو دوزخ مین نہین داخل ہوئے اور جنت مین بھی نہین داخل ہوئے بلکہ نیکیان و برائیان برابر ہونے کی وجہ سے اعراف پر محبوس رہے ہین جیسا کہ قول جمہور ہے اور البتہ ثابت ہوا کہ مطلقاً شفاعت اس مقام محمود کی شفاعت سے عام ہے اور وہ حساب کے واسطے بھی ہوگی جیسا احادیث صحاح مین ثابت ہوا ہے اور یہ مقام اسکے بیان کا نہین ہے اور مسلم بن لیسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اہل اعراف وہ لوگ ہونگے جنپر قرضہ ہے- کما رواہ ابن ابی حاتم اللھم سھل علی اداء الدین و اقض دینی یا ارحم الراحمین- بعض نے کہا کہ اہل اعراف مشرکون کے بچے جو مر گئے- اور بعض نے کہا کہ جنون مین سے مومن لوگ ہونگے اور بعض نے کہا کہ زمانہ فترت مین جو لوگ موحد رہے ہین- بالجملہ اسمین کوئی بات قطعی نہین اور اللہ تعالے دانا تر ہے کہ کون مراد ہین

وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا

اور پکارے آگ والے جنت والون کو کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی یا جو

رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا

روزی تمکو دی اللہ نے بولے اللہ نے یہ دونون بند کیے ہین منکرون سے جنھون نے ٹھہرایا

دِیۡنَہُمۡ لَہۡوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ نَنۡسٰہُمۡ کَمَا

اپنا دین تماشا اور کھیل اور بہکے دنیا کی زندگی پر سو آج ہم انکو بھلا دینگے جیسے

نَسُوۡا لِقَآءَ یَوۡمِہِمۡ ہٰذَا ۙ وَمَا کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ ۝

وہ بھولے اپنے اسدن کا ملنا اور جیسے تھے ہماری آیتون سے جھگڑتے

اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے دوزخیون کے حال ذلت و رسوائی اور اہل جنت سے کھانا پانی مانگنے کو اور اس سوال گدائی کے قبول

کر بھلا یہ وہی لوگ ہین جنکے حق مین تم دنیا مین قسم کھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالے کی رحمت انکو نہ پہونچیگی - حالانکہ ان لوگون سے
کہدیا گیا کہ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ تم لوگ جنت مین داخل ہو تہنیت و عزت
کے ساتھ درحالیکہ تمھارے حق مین مقدر ہوا کہ نہ تمپر خوف ہی اور نہ تم غمگین ہو - واضح ہو کہ جنھون نے اہل اعراف کی تفسیر مین کہا کہ
اعراف والے لوگ بہ نسبت اہل جنت کے اشرف و افضل ہونگے انھون نے آیت کی تفسیر یون بیان کی ہی کہ اعراف والے پہلے
سے اس مقام پر بیٹھینگے اور وہ جنتیون و دوزخیون مین سے ہر فریق کو اسکی علامت سے پہچان جاوینگے پس جب اہل جنت اپنے
اچھے مسکن مین جانے کو قریب پہونچینگے تو انکو آواز دینگے کہ سلام علیکم یعنے جنت مین آنے کی مبارک باد و سلامتی دینگے لم یدخلوھا
وہم الخ - درحالیکہ جنت والے جنت مین پہونچ جانے کی طمع کرتے ہونگے اور ہنوز داخل نہوئے ہونگے - اور جب دوزخیون کیطرف
نظر ڈالینگے تو دعا و پناہ مانگینگے کہ پروردگارا ہمکو ان ظالمون کے ساتھ نفرمائیو - اور دوزخیون کو پہچانکر کہینگے کہ آج تمھارے تکبر و
جمع نے تمکو دوزخ سے نجات دلوانے مین کچھ فائدہ نہ دیا اور ضعیف مسلمانون کی طرف اشارہ کرکے ان دوزخیون کو حسرت دلانے
کو کہینگے کہ یہی ہین جنکی نسبت تم قسم کھایا کرتے تھے کہ انکو رحمت الٰہی ہرگز نہین پہونچیگی پھر ان مسلمانون سے کہینگے کہ شاباش تم
اللہ تعالے کے فضل و رحمت سے جاؤ جنت مین داخل ہو - اور بنا بر قول جمہور کے تقدیر کلام یون ہی کہ یقولون مشیرا الی ضعفاء
المسلمین أھولاء الذین اقسمتم لا ینالھم اللہ برحمۃ وقد قیل لھم ادخلوا الجنۃ الخ - جیسا کہ مذکور ہوا - قال علی بن ابی طلحہ عن
ابن عباس یعنے اصحاب اعراف کہینگے کہ ادخلوا الجنۃ الخ - اور ابن جریر رح نے بطریق دیگر ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب
اعراف والے جنتیون و دوزخیون سے وہ بات کہہ چکینگے جو اللہ تعالی نے کہنا مقدر فرمائی ہی تو تکبر کرنے والون اور مالدارون سے اللہ تعالی
فرماویگا اھولاء الذین اقسمتم لا ینالھم الخ - اور حافظ ابن کثیر رح نے یہان ذکر کیا کہ حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ اعراف والے ایسی
قوم ہین کہ انکے اعمال نیک و بد مخلوط ہونگے پس نیک اعمال تو جنت مین جانے سے کمی کرینگے اور بد اعمال بھی ایسے نہونگے کہ دوزخ
مین لیجاوین پس وہ اعراف پر رکھے جاوینگے کہ لوگون کو شناخت کرین پھر جب اللہ تعالے بندون کے درمیان فیصلہ پورا کردیگا
تو ان لوگون کو اجازت فرماویگا کہ اپنے واسطے سفارشی ڈھونڈو پس آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ ہمارے باپ ہین
آپ پروردگار عز و جل کے حضور مین سفارش فرماوین - آدم ع فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالے نے میرے سوا کسی کو
اپنے ہاتھون پیدا کردیا اور اسمین روح پھونکی اور اسکی طرف رحمت الٰہی نے غضب الٰہی پر سبقت فرمائی اور اسکے واسطے ملائکہ
نے سجدہ کیا ہو تو کہینگے کہ نہین تب آدم ع فرماویگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا ہون اور مین تمھاری سفارش نہین کرسکتا ولیکن تم لوگ
ابراہیم ع کے پاس جاؤ پس ابراہیم ع کے پاس آکر شفاعت کیے خواستگار ہونگے وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوا
کسی مخلوق کو اللہ تعالے نے ایسا کیا کہ اپنا خلیل بنایا اور جانتے ہو کہ بھلا کسی اور کو اسکی قوم نے اللہ تعالے کے معاملہ مین آگ
مین ڈالا ہو تو کہینگے کہ نہین تب ابراہیم فرماویگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور مین تمھاری سفارش نہین کرسکتا ولیکن تم میرے
فرزند موسی ع کے پاس جاؤ پس وہ لوگ موسی علیہ السلام کے پاس آوینگے اور وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کسی سے
اللہ تعالے نے کلام کیا اور مناجات مین اسکو مقرب کیا تو کہینگے کہ نہین - وہ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور تمھاری سفارش
نہین کرسکتا ولیکن تم عیسیٰ ع کے پاس جاؤ پس عیسیٰ ع سے آکر سفارش کے خواستگار ہونگے وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوا

دنیا مین دیکھا تھا پس بہت سی قومین تو ایسی پاوینگے جنپر انوار قرب سے نشان ہوگا اور بہت سی قومین ایسی پہچانینگے جنپر مطرود و مردود ہونے کا نشان ہوگا۔ قال الاستاذ رح یہ لوگ جو اعراف پر ہونگے اشراف لوگ ہونگے جو آج کے روز انوار لطائف سے مخصوص فرمائے گئے ہین اور اپنے اسرار سے مقادیر خلق پر مشرف ہوئے ہین وہ کل کے روز یعنی قیامت مین سب کے مقامات و طبقات پر اپنے ابصار سے مطلع ہونگے۔ قال المترجم عرائس کے بیان سے اہل اعراف کا اکابر و عارفین ہونا ظاہر ہی لہذا تفسیر علماء مفسرین سے بھی ایسے اقوال ذکر کرنا یہان مناسب معلوم ہوا پس قشیری رح نے شرجیل بن سعد رح سے ذکر کیا کہ اعراف والے شہید لوگ ہونگے۔ مجاہد سے مروی ہی کہ مومنین مین سے افضل و علماء و فقہاء ہونگے جو اپنے ذاتی احوال سے فارغ ہو کر لوگون کے احوال دیکھنے کو مشغول ہونگے۔ بعض نے کہا کہ وہ انبیاء علیہم السلام مین سے ایک گروہ ہوگا اسکو زجاج رح نے ذکر کیا اور ابن الانباری رح نے حکایت کیا ہی۔ بعض نے کہا کہ وہ عادل لوگ ہونگے جو قیامت مین لوگون پر انکے اعمال کے شاہد ہونگے اور وہ ہر امت مین سے کچھ لوگ ہونگے۔ اور اسی کو ابو جعفر النحاس رح نے اختیار کیا اور کہا کہ جملہ اقوال مین سے یہ بہتر قول ہی۔ اور تجھے معلوم ہو چکا کہ بسبب ظاہر قولہ تعالے لم یدخلوہا وہم یطمعون۔ کے ان اقوال مذکورہ مین بعد و غرابت ہی اور سب سے ابعد قول ابو مجلز رح ہی کہ وہ ملائکہ ہونگے۔ فلیتامل۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا

اور پکارے دیوار کے سرے والے کچھ مردون کو کہ انکو پہچانتے ہیں نشان سے بولے

مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

کیا کام آیا تمکو جمع کرنا اور جو تم تکبر کرتے تھے اب یہ وہی ہین

اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

کہ تم قسم کھاتے تھے نہ پہونچاویگا انکو اللہ کچھ مہر چلے جاؤ جنت مین نہ ڈر ہی تم پر

وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○

اور نہ تم غم کھاؤ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا اے من اصحاب النار۔ اور پکارینگے اعراف والے کچھ لوگون کو یعنے کچھ دوزخیون کو۔ يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ جنکو انکی نشانیون سے پہچانینگے۔ کلبی رح نے کہا کہ انکو نام بنام آواز دینگے کہ او فلانے او فلانے قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ من النار جَمْعُكُمْ اے جماعتکم وکثرتکم او جمعکم المال۔ یعنی نہ بچایا تم کو آگ سے تمھاری جمع نے یعنی تمھاری جماعت و جتھے نے یا تمھارے مال جمع کرنے نے۔ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ا ما مصدریہ ہی اے واستکبارکم عن الایمان۔ اور تمھارے تکبر و سرکشی نے ایمان لانے سے۔ یہ جمعکم پر عطف ہی یعنی تمھارے جمع نے اور تمھارے استکبار نے آج تمکو آگ مین پڑنے سے کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ کلبی رح نے کہا کہ پھر جنت کی طرف نظر کرینگے اور اسمین فقیر و غریب مسلمانون کو دیکھکر انکی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوزخ والے متکبر کافرون سے کہینگے۔ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ یعنی کافرون کو سرزنش و ملامت کرتے ہوئے کہینگے

اعراف والے یہ لوگ آواز دینگے اہل جنت کو کہ سلام علیکم یعنے اہل جنت کو تحیت پہونچا دینگے - اللہ تعالی نے فرمایا - لَمۡ یَدۡخُلُوۡهَا
وَهُمۡ یَطۡمَعُوۡنَ یعنی اعراف والے جنت مین اب تک داخل نہین ہوئے اور وہ طمع کرتے ہین - حسن بصری رح سے روایت
ہو کہ یہ آیت کریمہ پڑھکر کہا کہ واللہ انکے دون مین یہ طمع اسی واسطے ڈالدی کہ انکے حق مین کرامت کا ارادہ فرمایا ہو - اور قتادہ رح
نے کہا کہ اللہ تعالے نے تمکو انکے مقام طمع سے آگاہ فرمایا - اور عوفی عن ابن عباس رض مین ہو کہ اعراف والے اپنی حالت مین
اہل جنت کو تحیت پہونچاوینگے ابھی تک وہ داخل نہین ہوئے اور طمع کرتے ہونگے کہ داخل ہون اور وہ انشاء اللہ تعالی داخل
ہوجاوینگے - وکذا قال مجاہد والضحاک والسدی والحسن وغیرہم - اور حذیفہ رض سے روایت مین ہو کہ پھر اعراف والے اس حال
مین ہونگے کہ ناگاہ اللہ تعالے عز وجل انپر تجلی فرماویگا اور حکم دیگا کہ جاؤ جنت مین داخل ہو کہ مین نے تمکو بخشدیا - رواہ الحاکم -
بالجملہ جسوقت اعراف پر ہونگے تو طمع کے ساتھ اہل جنت پر سلام پہونچا دینگے - وَاِذَا صُرِفَتۡ اَبۡصَارُهُمۡ تِلۡقَآءَ
اَصۡحٰبِ النَّارِ اور جب پھیری جاوینگی نظرین اہل اعراف کی بجانب دوزخیون کے - قَالُوۡا رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا مَعَ
الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ تو کہینگے اے ہمارے پروردگار تو ہم بندون کو قوم ظالمون یعنے کافرون ومشرکون کے ساتھ دوزخ مین
مت کیجیو - اسمین اشارہ ہو کہ اہل جنت پر انکی نظر جمی ہوگی اور دوزخیون کی طرف پھیری جائیگی اور یہ دعا بھی سبب رحمت و
مغفرت ہو فافہم - فــــی العرائس قولہ تعالے وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماہم الآیۃ - دنیا مین کچھ بندے ایسے
ہین کہ انکے قلوب مقام ملکوت مین پرواز کرتے ہین اور انکی روحین انوار جبروت مین پرواز کرتی ہین اور انکی عقلین اسرار پر مطلع
ہوتی ہین اور انکے اسرار خاص انوار پر مطلع ہوتے ہین پس وہ نور الٰہی کے ساتھ عرش سے تحت الثری تک بقوت الٰہی دیکھتے ہین
اور تمام کو پہچانتی ہین کہ کون مقرب ہو اور کون دور پڑا ہوا ہو اور یہ بات اس مخلوق کے چہرون سے ظاہر ہوتی ہو اور چہرون پر
سعادت وشقاوت کی مہر ہو جسپر یہ امر لکھا ہوا ہو اسکو سوائے عارف ربانی کے کوئی نہین پڑھ سکتا ہو اسی واسطے آنحضرت صلعم
نے اشارہ فرمایا - اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ - یعنی مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے دیکھتا ہو
اعراف والے قیامت کے روز درگاہ عالی کی بلندیون پر ہونگے اور ہر دو جہان کے احوال پر مطلع ہونگے پس دوزخی ان لوگون
کی طرف نظر کرینگے تو عذاب کی بوجھ انکے دیدار سے برداشت کرلینگے - اور اہل جنت ان لوگون پر نظر کرینگے تو انکا عیش وسرور
زیادہ ہوگا - یہ لوگ ہر قصور وار کے حق مین شفاعت کرینگے اور ہر نعمت والے کے لیے توفیر ومزید نعمت کے داعی ہونگے اور
اسی پر دلالت کرتا ہو قولہ تعالے ونادوا اصحاب الجنۃ ان سلام علیکم - اہل اعراف کی طرف سے اہل جنت پر سلام ہونا جنتیون کے
حق مین مزید تقریب ہو اور قولہ تعالے لم یدخلوہا وہم یطمعون - یعنی اعراف والے کہ اللہ تعالے کے نزدیک انکا بڑا مرتبہ ہو
مخلوق کی شفاعت کرنے کو اس مقام پر روکے جاوینگے حالانکہ وے طمع کرتے ہونگے کہ جنت علیین داخل ہوکر عوام کے ساتھ
عیش کرین پس مثال انکی مانند بادشاہون کے ہو کہ کم مرتبہ لوگون کے ساتھ انکو بیٹھنا پڑتا ہو حالانکہ دل انکے بادشاہت کی
عیش کو چاہتے ہین - ابو الحسن الفارسی نے سہل بن عبد اللہ رح سے روایت کی کہ اہل معرفت ہی اعراف والے ہونگے اللہ تعالے
نے فرمایا کہ یعرفون کلا بسیماہم - پس انکو اس مقام پر اسواسطے ٹھیرا رکھا کہ دونون جہان واسکے لوگون پر انکو مطلع فرماوے جیسے دنیا مین
بندون کے احوال واسرار پر مطلع کردیا تھا - بعض نے کہا کہ اعراف والے اور لوگون کو اس نشانی سے پہچانینگے جس سے انکو

سدی رح نے کہا کہ اعراف اسواسطے نام ہوا کہ وہان کے لوگ ایسے ہونگے کہ اور لوگون کو شناخت کرینگے - پھر مفسرین کی عبارات
مختلف ہین کہ اعراف پر یہ کون لوگ ہین ولیکن معنی ان مختلف عبارات کے قریب قریب ہین اور مرجع انکا ایک معنی کی طرف ہی یعنی ایسی
قوم ہوگی جنکی نیکیان و برائیان برابر ہونگی اور حضرت حذیفہ و ابن عباس و ابن مسعود و بہت سے سلف رضی اللہ عنہم و خلف رحمہم اللہ سے
یہ صریح منصوص روایت کیا گیا ہی اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہ رض سے روایت کی کہ جسکی نیکیان و
برائیان برابر ہون اسکا حال آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہی اعراف والے لوگ ہین جو جنت مین داخل نہین ہوئے مگر طمع
کرتے ہین - قال الحافظ - ہذا حدیث غریب - عبد الرحمن المزنی سے مرفوع روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے اہل اعراف کو فرمایا کہ وہ لوگ
ہین جنہون نے اپنے باپ کی معصیت کی اور راہ خدا مین شہید ہوئے پس باپ کی نافرمانی سے تو جنت مین داخل ہونے سے رو کے
گئے اور راہ خدا مین شہید ہونا انکو دوزخ مین داخل ہونے سے مانع ہوا - رواہ سعید بن منصور و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن جریر
والبیہقی والطبرانی و ابو الشیخ و عبد بن حمید و ابن منیع - وقد رواہ ابن ماجہ مرفوعًا من حدیث ابی سعید الخدری و ابن عباس رضی اللہ
عنہما - قال الحافظ - ان احادیث کا مرفوع ہونا واللہ اعلم صحیح ہی یا نہین ولیکن آخر اس سے کم نہین کہ یہ خبر موقوف ہو یعنے
انھین صحابہ رض کا قول ہو تب بھی جو ہم نے ذکر کیا اسکے واسطے دلیل ہی - حذیفہ رض سے روایت ہی کہ وہ ایسے لوگ ہین جنکی نیکیان
و برائیان برابر ہین پس برائیون نے جنت مین جانے سے روکا اور نیکیان دوزخ سے آڑے آئین پس دیوار پر ٹھہرا رکھے گئے
یہانتک کہ اللہ تعالے انکے درمیان حکم کرے - رواہ ابن جریر - اور عمرو بن جریر سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم سے اعراف والے
لوگون کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ بندون مین سے سب سے آخر جنکے درمیان اوتعالے فیصلہ فرماویگا وہ اہل اعراف ہین پس جب اللہ تعالے
بندون کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہوگا تو فرماویگا کہ تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری نیکیون نے تمکو آگ سے نکالا اور تم جنت مین داخل
نہوئے پس تم میرے آزاد کیے ہوئے ہو پس تم جنت مین سے جہان چاہے کھاتے پھرو - رواہ سنید - وقال الحافظ ہذا مرسل
حسن - اور مجاہد رح سے مروی ہی کہ اعراف والی قوم صالحین فقہاء و علماء ہونگے اور ابو مجلز رح سے روایت ہی کہ وہ ملائکہ ہونگے اور
حافظ رح نے ان دونون قولون کو غریب بلکہ قول دوم کو اغرب خلاف سیاق و خلاف جمہور قرار دیا - مترجم کہتا ہی کہ مفسر رح
نے بھی قول جمہور اختیار کیا کہ وہ ایک قوم ہی جسکی نیکیان و برائیان برابر ہونگی - اور ابن الجوزی رح نے ذکر کیا کہ وہ ایک قوم ہوگی
جن سے انکے باپ راضی رہے اور مائین ناراض رہین یا برعکس ہوا - اور اسکو ابراہیم نخعی رح سے روایت کیا اور پہلے معلوم ہوا
کہ یہان دیگر اقوال ہین جنکے ثبوت مین کلام اور صحت مین مقال اور غرابت مین کمال ہی انکے ذکر سے تطویل بیفائدہ ہی بلکہ ترک کرنا
صواب ہی - قولہ یعرفون کلا بسیماہم - یعنی اہل جنت کو انکے چہرون کی سپیدی کے ساتھ اور دوزخیون کو انکے چہرون کی سیاہی
کے ساتھ پہچانینگے - رواہ علی بن ابی طلحہ والضحاک عن ابن عباس - اور بیضاوی رح نے جو کہا کہ یہ شناخت انکو بالہام یا بتعلیم
ملائکہ ہوگی یہ قول بعید ہی اور صواب وہ ہی جو مفسر رح نے کہا کہ اونچے مقام سے وہ دونون کو دیکھکر پہچانینگے چنانچہ قولہ واذا صرفت
ابصارہم سے یہ بات خود ظاہر ہی اور عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے اس مقام پر انکو اسواسطے
اتارا کہ جو لوگ جنت مین ہین اور جو لوگ دوزخ مین ہین انکو پہچانین اور دوزخیون کو انکے چہرون کی سیاہی سے پہچانین اور اللہ تعالے
سے پناہ مانگین کہ انکو قوم ظالمین کے ساتھ نہ کرے - وَنَادَوْا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ - اور

صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَاۤءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

پھری اُنکی نگاہ دوزخ والون کیطرف بولے اے رب ہمارے نہ کر ہمکو گنہگاروں کے ساتھ

وَبَيْنَهُمَا اسے بین اصحاب الجنۃ و اصحاب النار۔ یعنی جنتیون اور دوزخیون کے درمیان مین حِجَابٌ ایک حجاب ہی جو درمیان مین حائل ہی بعض نے کہا کہ وہی سور دیوار اعراف ہی کما فی قولہ تعالے فضرب بینہم بسور الآیۃ۔ اور احتمال ہی کہ بینہما کی ضمیر خود جنت و دوزخ کی طرف راجع ہو یعنی دوزخ وجنت کے بیچ مین ایک حجاب ہی جو ایک مین دوسرے کا اثر پہونچنے سے مانع ہی۔ ذکرہ البیضاوی۔ وَعَلَى الْاَعْرَافِ اعراف دیوار جنت ہی اور وہی حجاب ہی اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور الاعراف معرف باللام آیا کیونکہ مراد اس سے حجاب مذکور ہی اور زمخشری نے کہا کہ الاعراف اے اعراف الحجاب یعنی عالیہ۔ یعنی حجاب مذکور کے اعراف پر یعنی بلندیون پر۔ قال البیضاوی اعراف جمع عرف اور وہ مستعار از قول عرف الفرس و عرف الدیک ہی یعنی اسکی گردن کے بال اور بعض نے کہا کہ انکو عرف اسواسطے کہتے ہین کہ یہ نسبت باقی جسم کے اونچے ہوتے ہین اور عرف ہر وہ چیز جو کسی شئی مین سے مرتفع ہو کیونکہ وہ بسبب ظہور کے اعرف ہوتی ہی۔ بالجملہ معنی یہ کہ اعراف پر رِجَالٌ تھوڑے مرد ہین۔ یعنی اعراف پر ایک گروہ مردون کا ہوگا۔ يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ اے یعرفون کل واحد من اہل الجنۃ والنار بعلاماتہم وہی بیاض الوجوہ للمومنین وسوادہا للکافرین لرویتہم لہم اذ موضعہم عال۔ جو پہچانینگے ہر ایک فریق کو یعنی اہل جنت کو اور اہل دوزخ کو انکی علامتون کی وجہ سے اور وہ علامت یہ ہی کہ مومنین کے چہرے منور سپید ہونگے اور کافرون کے چہرے سیاہ ہونگے اور اعراف والے اس وجہ سے پہچانینگے کہ ان دونون فریق مین سے ہر ایک کو دیکھینگے کیونکہ وہ اونچی جگہ پر ہونگے۔ اور بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ شناخت انکو الہام سے ہوگی یا ملائکہ کے سکھلانے سے حاصل ہوگی۔ بسیما بروزن فعلی۔ ماخوذ از قولہم سام ابلہ۔ یعنے چراگاہ پس اپنے اونٹ کو علامت لگاکر چھوڑا۔ یا وسم بمعنی داغ وعلامت ونشان سے ماخوذ ہی پس یہ مقلوب ہی جیسے جاہ کا لفظ مقلوب از وجہ ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسمین اختلاف ہی کہ اعراف پر جو مرد ہونگے یہ کون لوگ ہین اسمین بارہ قول ہین جنکو قرطبی رح نے مفصل ذکر کیا جنمین بعض سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ از قسم ملائکہ ہین بصورت رجال۔ اور بعض سے آدمی ہونا پھر بعض سے انکا اہل جنت سے افضل ہونا اور بعض سے مفضول ہونا معلوم ہوتا ہی ولیکن ان اقوال کے واسطے کوئی دلیل قطعی نہین اور مترجم کو بہتر معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر سے یہ مقام ملخص ترجمہ کرے قولہ تعالی وبینہما حجاب الآیۃ حجاب حاجز جو دوزخیون کو جنت مین آنے سے مانع ہی۔ قال ابن جریر رح۔ وہ سور یعنی دیوار ہی جسکو اللہ تعالے نے قولہ فضرب بینہم بسور لہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب الآیۃ مین فرمایا ہی اور یہی اعراف ہی جسکو حق تعالے نے قولہ وعلی الاعراف رجال مین ذکر فرمایا ہی۔ پھر سدی رح سے روایت کی کہ حجاب وہ سور ہی اور وہ اعراف یہی ہی۔ وقال مجاہد۔ اعراف ایک حجاب درمیان جنت و دوزخ کے ہی ایک دیوار ہی جسمین دروازہ ہی۔ ابن جریر رح نے کہا کہ اعراف جمع عرف ہی اور ہر مرتفع زمین کو عرب والے عرف بولتے ہین اور عرف الدیک بسبب ارتفاع کے عرف کہلایا۔ عن ابن عباس۔ اعراف ہر اونچی چیز کو کہتے ہین۔ مجاہد عن ابن عباس اعراف ایک دیوار ہی مانند عرف الدیک کے۔ وفی روایۃ عنہ۔ اعراف ایک اونچا ٹیلہ درمیان دوزخ وجنت کے ہی جسپر کچھ گنہگار لوگ محبوس رہینگے وفی روایۃ عنہ۔ اعراف دوزخ وجنت کے درمیان دیوار ہی اور یہی ضحاک وبہتیرے علماء تفسیر سے مروی ہی۔ اور

اصحاب الجنۃ و اصحاب النار مین لفظ جمع کا مقابلہ جمع سے ہی پس توزیع ہو کر فرد بمقابلہ فرد ہوگا تو جنت والون مین سے ہر فریق دوزخیون مین سے ہر فریق کافر کو جسکو دنیا مین پہچانتا تھا آواز دیگا - اور لفظ اصحاب النار سے ظاہر وہ لوگ مراد ہین جو دائمی دوزخ مین رہینگے کیونکہ گنہگار مسلمان جو دوزخ مین جاوینگے انکو وعدہ و وعید الٰہی مین شک نہین تھا پس انکو اقرار کرانے کے کوئی معنی نہین ہین - پھر ندا کو بیان فرمایا - اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا ہمنے پایا جو ہمکو ہمارے رب نے وعدہ دیا تھا برحق یعنے وعدۂ ثواب ہم نے برحق پایا یعنی اسکی تحقیق تاویل ظاہر ہو گئی فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا پھر کیا تم نے بھی پائی جو تم کو تمہارے پروردگار نے عذاب کی وعید فرمائی تھی برحق - یعنی تم نے بھی وعید عذاب کو برحق پایا - اور یہ استفہام تقریری ہی بغرض تبکیت و حسرت دلانے کی لہذا دوزخیون نے ناچار جواب دیا جیسا کہ نقل فرمایا - قَالُوۡا نَعَمۡ دوزخی بولے کہ ہان تحقیق پایا - فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ منادی ندا دہندہ الفریقین - پھر پکارا ایک پکارنے والے نے دونون فریق کے درمیان مین سب کو سنا دیا کہ - اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ لعنت ہی اللہ تعالےٰ کی ظالمون یعنے کافرون و مشرکون پر - الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ یعنی ایسے ظالم لوگ جو اپنی جانون پر ظلم کرنے کے باوجود لوگون کو دین الٰہی سے روکتے وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا اور طلب کرتے سبیل کو اسطرح کہ ٹیڑھی ہووے - ابن عباس رضہ سے مروی ہی کہ اللہ تعالےٰ کے سواے اور کے لیے عبادت نماز وغیرہ ادا کرتے اور جسکی اللہ تعالےٰ نے تعظیم نہین فرمائی اسکی تعظیم کرتے - عوجا بمعنی معوجۃ ہی اور بکسر عین مہملہ دین مین اور امر مین اور ہر ایسی چیز مین جو قائم نہو اسکی کجی کو کہتے ہین اور بفتح عین ہر ایسی چیزمین جو دیوار و نیزہ وغیرہ کے مانند منتصب ہو بولتے ہین - حاصل آنکہ راہ مستقیم پر جسطرح وہ مستقیم ہی نہین چلتے بلکہ اسمین کجی و میلان چاہتے - وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ كٰفِرُوۡنَ اور وہ آخرت و قیامت سے کافر ہیں - بعض نے کہا کہ یہ موذن ملائکہ ہونگے اور بعض نے کہا کہ اسرافیل ؑ ہونگے - قال الحافظ جیسے اہل جنت کا دوزخیون کو توبیخ کرنا مذکور ہوا ایسے ہی رسول اللہ صلعم نے جنگ بدر کے روز کافر مقتولون کو جو قلیب بدر مین ڈالے گئے تھے تقریع فرمائی تھی یعنے قلیب مذکور کے کنارے کھڑے ہوکر ابوجہل و عتبہ و شیبہ وغیرہ مقتول کافرون کا نام لیکر فرمایا کہ ہل وجدتم ما وعد ربکم حقا فانی وجدت ما وعدنی ربی حقا - پس عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسی قوم سے خطاب فرماتے ہین جو مردار جیفہ ہوگئے ہین تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ جو مین کہتا ہون اسکو اس قوم سے زیادہ سننے والے تم نہین ہو و لیکن یہ قوم اسکا جواب دینے کی استطاعت نہین رکھتی ہین - مترجم کہتا ہی کہ علماء حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق مردے نہین سنتے ہین بدلیل آیات جو آیندہ انشاء اللہ تعالےٰ اپنے مقام پر آوینگی اور حدیث مذکور مین معجزہ ہی کہ آنحضرت صلعم کا کلام ان مقتولون نے سن لیا و المسئلۃ معروفۃ

وَبَيۡنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الۡاَعۡرَافِ رِجَالٌ يَّعۡرِفُوۡنَ كُلًّاۢ بِسِيۡمٰٮهُمۡ ۚ وَنَادَوۡا

اور دونون کے بیچ مین ایک دیوار ہی اور اُسکے سرے پر مرد ہیں کہ پہچانتے ہین اور وہ پکارینگے

اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ اَنۡ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ ۚ لَمۡ يَدۡخُلُوۡهَا وَهُمۡ يَطۡمَعُوۡنَ ۚ وَاِذَا

جنت والون کو کہ سلامتی ہی تم پر داخل نہین ہوئے جنت مین اور وہ امیدوار ہین اور جب

ہونے کا حکم دیا- بعض نے فرمایا کہ جو بندہ درگاہِ قرب مین داخل ہوا اس سے نفس کی رعونت اور شیطان کے حظوظ نکل جاتے ہین جیساکہ قولہ تعالے ونزعنا ما فی صدورہم من غل سے ثابت ہی- میرے نزدیک واللہ اعلم یون ہی کہ کوئی شخص درجۂ ولایت کو نہین پہونچتا مگر انکہ اوتعالے قبل اسکے کہ وہ درجۂ ولایت پر پہونچ جاوے اسکے سینہ کو تمام علتون سے پاک کر دیتا ہی- قال المترجم مجھے اسمین تامل ہی کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو اثر پہلے مروی ہوا اس سے صریح ثابت ہی کہ قیامت مین انکے سینون سے پاک کیا جائیگا اور یہ ظاہر ہی کہ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ درجۂ ولایت سے جو معروف ہی بہت بڑھا ہوا تھا حتی کہ کوئی ولی انکے مرتبہ کو نہین پہونچ سکتا- فافہم واللہ اعلم- ثم قال الشیخ- پھر اس آیت کے بعد اوتعالی نے ان بندون کی ثنار وصفت فرمائی باین طور کہ انھون نے اپنے اوپر ازلی فضل الٰہی و قدیم لطف و احسان کو جو علت اعمال و اکتساب سے بری ہی پہچانکر حمد الٰہی ادا کی جب کہ دیدار کی فضیلت و انعام جنت سے اپنے آپ کو مشرف دیکھا چنانچہ فرمایا وقالوا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ- واضح ہو کہ اَن بمعنی اَنّہ ہی یعنی ان مشددہ کا مخفف ہی یا اَن مفسرہ بمعنی اَئی ہی اور یہی مابعد کے چار مقامون مین بھی ہو سکتا ہی- اور معنی آنکہ ہمکو خود اوتعالے نے اپنی ذات پاک کی طرف ہدایت فرمائی اور یہ اسکا سابق انعام مقدر ہی جو ازل مین ہو چکا تھا- بعض نے کہا کہ ہم کو اپنی توحید پر دلالت فرمائی اور ہمکو اپنے علم قدیم مین اپنے خاص بندون مین سے قرار دیا اور ہمارے واسطے نہایت عزیز دین کو اختیار فرمایا اور اگر ہم کو ہمارے نفوس کی سپردگی مین فرماتا تو ہم اول ہی لحظہ مین تباہ و برباد ہو جاتے- بعض مشائخ نے اس آیت مین کہا کہ ہیبت الٰہی پر نظر کرنے سے حال مین انقباض طاری ہوتا ہی اور لیسا اوقات انبساط بھی ہوتا ہی اور بندہ ان دونون حالتون کے درمیان مین متردد رہتا ہی پس حال انبساط کا نتیجہ تھا کہ جو انھون نے الحمد للہ الذی ہدانا لہذا- کہا شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ جب انھون نے دیکھا کہ حق عز و جل نے انکو ہدایت فرمائی اور اس ہدایت کو حق جل و علا کی طرف سے دیکھا تو وہ لوگ اپنے افعال و اعمال کو بھول گئے اور پہچان لیا کہ یہ فعل اسکا احسان ہی احسان ہی پس کھڑے ہو کر شکریہ ادا کرنے لگے-

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۘ

اور پکارا جنت والون نے آگ والون کو کہ ہم نے پا چکے جو ہمکو وعدہ دیا تھا ہمارے رب نے تحقیق سو تم نے بھی پایا جو تمھارے رب نے وعدہ دیا تھا تحقیق بولے ہان پھر پکارا ایک پکارنے والا انکے بیچ مین کہ لعنت ہو اللہ کی بے انصافون پر جو روکتے ہین اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈھتے ہین اسمین کجی اور وہ آخرت سے منکر ہین

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اور پکارینگے جنت والے- اَصْحٰبَ النَّارِ دوزخیون کو- یعنی دوزخیون کو قائل کرنے اور لاجواب و حسرت ناک کرنے کو جنت والے آواز دینگے- اور ظاہر یہ ہی کہ مطلقاً جنتی لوگ دوزخیون کو آواز دینگے اور بعض نے کہا کہ

ڈھانپ لے۔ قال المترجم خود اللہ تعالے نے فرمایا۔ ذلک الفضل من اللہ۔ یعنی جنت میں داخل ہونا فضل ہی اللہ تعالے کی طرف سے۔ اور نیز فرمایا۔ فسیدخلھم فی رحمۃ منہ وفضل۔ یعنی عنقریب اللہ تعالے ان نیکوکار بندوں کو اپنی رحمت وفضل میں داخل کریگا۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہی اور کشاف میں معتزلہ کے قول کے موافق کہا کہ قولہ بما کنتم تعملون۔ یعنی بسبب اپنے اعمال کے وارث ہوئے نہ بسبب فضل الٰہی کے۔ قال المترجم یہ قول اسکا مردود ہی جیسا کہ حدیث صحیح و آیات دیگر سے ثابت ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ آیت میں تصریح ہی کہ بسبب عمل کے وارث ہوئے اور حدیث میں اسکی نفی ہی تو جواب یہ ہی کہ بسبب اعمال کے رحمت ملی جس سے وارث ہوئے۔ کما سبق۔ اور حافظ ابن حجر رح نے فتح الباری میں جواب دیا کہ حدیث میں نفی ہی بسبب ایسے اعمال کے داخل ہونے کے جو قبولیت سے خالی ہوں یعنی کوئی شخص اپنے ایسے اعمال سے جو اللہ تعالے نے قبول نہیں فرمائے جنت میں داخل ہوگا اور آیت کریمہ میں ایسے اعمال کے سبب داخل ہونا ثابت کیا گیا جنکو اللہ تعالے نے قبول فرمایا ہی اور اعمال کا قبول کرنا فضل ہی اللہ تعالے کیطرف سے۔ قال القرطبی بالجملہ جنت و اسکے منازل بدون رحمت الٰہی کے نہیں مل سکتے ہیں پس جب اپنے اعمال کیوجہ سے داخل ہوتے تو اللہ تعالے کی رحمت سے وارث ہوئے اور اسکے فضل ہی سے داخل ہوئے اسواسطے کہ انکے اعمال حضرت اللہ تعالے کیطرف سے رحمت وفضل ہیں قال المترجم اصح یہ ہی کہ اعمال صالحہ بندے کے مخلوق نہیں ہیں بلکہ پیدا کاری فضل و رحمت ہی اللہ تعالے کیطرف سے اور انھیں اعمال کی وجہ سے جب جنت میں داخل ہوا تو در حقیقت اللہ تعالے کے فضل و رحمت سے داخل ہوا کیونکہ عمل صالح اسی وقت صالح ہی جب اسکو اللہ تعالے قبول فرماوے اور قبول فرمانا اسکا فضل ہی پس اعمال صالحہ پر کچھ اعتماد نہیں بلکہ اللہ تعالی کی قبولیت پر اور اسکی رحمت پر بھروسا ہی پس جو نیک کام بندہ سے صادر ہو وہ اللہ تعالے کا فضل ہی اور پھر اسکے قبول فرمانے کی آرزو کرے جو کہ اسکے فضل پر موقوف ہی پھر جب قبول ہوئے تو اسکے یہی معنی ہیں کہ جنت و رضوان میں داخل ہوا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اعمال نیک کچھ چیز نہیں محض بیکار ہیں اسنے غلط کیا اور نیز جسنے یہ وہم کیا کہ اعمال پر اعتماد ہی وہی سبب ہیں وہ بھی راہ غلط پر چلا اور تحقیق اسکی انشاء اللہ تعالے آویگی ف۔ فی العرائس قولہ ونزعنا ما فی صدورھم من غل۔ اسمیں حق تعالی عز وجل نے ثابت فرمایا کہ اہل ولایت گو قرب و منزلت کے سینے باوجودیکہ نور اسلام و یقین کے مقامات ہیں لیکن علت بشری یعنی غل و غش وغیرہ کے لیے بھی اسمیں گنجایش ہی اور ایسی علتوں و بشریت کی جہت سے ولی مومن خارج نہیں ہوجاتا پس کوئی گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ وسے لوگ مقدس پیدا ہوئے اور اگر یہی ہوتا تو انپر یہ احسان کیونکر ہوتا کہ انکے سینے ہر ایسے خطرات سے پاک فرمائے جو حضرت اللہ تعالے کے لائق نہیں اور تصدیق اسکی قول امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہی کہ فرمایا یہ آیت واللہ ہم ہی اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی ہی۔ اور نیز احتمال ہی کہ یہ نزع یعنے نکال لینا اشارہ ہی کہ انکے دل اس میل کچیل یعنے غل و حسد وغیرہ سے پاک پیدا ہوئے ہیں اور پاک کیے گئے کیونکہ وہ اللہ تعالی کی نظر کا مقام ہیں اور یہ علت حقد و حسد کی انکے سینوں پر جاری ہوسکتی ہی جو دل سے الگ ہیں کیونکہ وہ شیطانی وسوسہ کا مقام ہیں۔ کما فی قولہ تعالی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔ اور علت جب دل میں داخل نہو تو اوپر سے طاری ہی اسکا اثر کچھ جما نہیں رہ سکتا پس اولیا کی علت تو سینوں میں ہوسکتی ہی اور عوام کی علت البتہ دلوں تک سما جاتی ہی۔ بعض نے کہا کہ غل سے مراد باہمی حسد و بغض ہی جس سے آنحضرت صلعم نے فی قولہ لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا۔ میں منع فرمایا اور بقولہ کونوا عباد اللہ اخوانا۔ سے بھائی بھائی

اور تم کے بندے باہم سب بھائی ہو ۱۲

باہم حسد و بغض اور غیبت نہ کرو ۱۲

رواہ البخاری - اور سدی رح نے کہا کہ جب جنتی لوگ جنت کو روانہ کیے جاوینگے تو اُسکے دروازہ پر ایک درخت پاوینگے کہ جسکی اصل ساق سے دو چشمہ جاری ہونگے پس ایک سے پانی پینگے تو جو کچھ انکے سینہ مین غل ہوگا سب نکل جائیگا پس یہ شراب طہور ہی اور دوسرے چشمہ سے نہاوینگے تو انپر نضرۃ النعیم جاری ہوگی پس اسکے بعد انکو شعث و کلح کبھی نہوگا اور حضرت امیر المومنین علی رضہ سے بھی اسی کے مانند مروی ہی کما سیاتی فی قولہ وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمرا الایۃ انشاء اللہ تعالے - قتادہ رح نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ مین اور عثمان و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم انھین لوگون مین سے ہون جنکی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل - رواہ ابن جریر اور عبد الرزاق نے روایت کی کہ حسن بصری رح نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ واللہ ہم ہی اہل بدر کے حق مین نازل ہوا قولہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل - مترجم کہتا ہی اسمین دلالت ہی کہ پہلے انکے سینون مین ہو لیکن انکے دل صاف تھے والحمد للہ علی ذلک - پھر اورانکا حال پاکیزہ بیان فرمایا - تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ جاری ہونگی انکے نیچے یعنی انکے مکانون کے نیچے نہرین - پھر جب ان عالیشان مکانون مین اس نعمت سے قرار پکڑینگے تو شکریہ ادا کرینگے چنانچہ فرمایا - وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا اور کہینگے کہ جمیع حمد ثابت ہی واسطے اللہ تعالے کے جسنے ہمکو ہدایت دی اسکی یعنے ایسے عمل خیر کی جسکے عوض یہ ثواب ہی - وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ اور ہم خود نہ تھے کہ ہدایت پاوین اگر ہم کو اللہ تعالے ہدایت نفرماتا - لولا کا جواب بسبب دلالت ماقبل کے محذوف ہی - اگر کہا جاوے کہ ماقبل کیون جواب نہین تو کہونگا کہ لولا کا جواب اسپر مقدم نہین ہوتا جیسا کہ علماء نحو نے تصریح کی ہی اور حذف جواب کے ساتھ اسطور پر شائع و ذائع مستعمل ہی لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ یہ بھی اہل جنت کا بقیہ قول ہی المعنی اور البتہ لائے تھے ہمارے پروردگار کے رسل علیہم السلام سچی بات - یعنی سچے ایمان و اعمال کی باتین اور سچے وعدے دیے تھے - نسائی وابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سب جنتی ہر آدمی دوزخ مین سے اپنا ٹھکانا دیکھیگا پس کہیگا - لولا ان ہدانی اللہ - پس یہ اسکے واسطے شکر ہو جائیگا اور ہر دوزخی اپنا ٹھکانا جنت مین سے دیکھیگا پس کہیگا - لو ان اللہ ہدانی - پس اسکے واسطے حسرت ہو جائیگا جو اسکے واسطے جب اہل جنت نے جنت مین اپنے ٹھکانے پائے وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ پکارے گئے کہ یہ تمہاری جنت ہی جسکے تم وارث کیے گئے بسبب اپنے اعمال صالحہ ادا کرنے کے قال محی السنۃ البغوی فی المعالم - بعض نے کہا کہ یہ ندا اسوقت ہوگی کہ جب دور سے جنت کو دیکھینگے اور بعض نے کہا کہ یہ ندا جنت مین ہوگی جب اپنے اپنے ٹھکانے پہونچ جاوینگے حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آواز دینے والا پکاریگا کہ تمہارے لیے ثابت ہوا کہ زندہ رہو پھر کبھی نہ مروگے اور تمہارے لیے ثابت ہوا کہ نعمت مین رہو پھر کبھی محتاج نہوگے پس یہی ہی قولہ ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموہا بما کنتم تعملون رواہ مسلم - قال الحافظ یعنے بسبب تمہارے اعمال کے تمکو رحمت الٰہی پہونچی پس تم جنت مین داخل ہو کر اپنے اپنے اعمال کے موافق اپنے اپنے ٹھکانے پہونچے - قال الحافظ اور یہ تاویل اسوجہ سے واجب ہی کہ صحیحین مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ تم مسدد و مقارب رہو اور خبردار ہو کہ تم مین سے کوئی بسبب اپنے اعمال کے ہرگز جنت مین داخل نہ ہوگا یعنی بدون رحمت الٰہی کے - صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اور نہ آپ یا رسول اللہ تو فرمایا کہ اور نہ مین مگر آنکہ اللہ تعالے مجھکو اپنے فضل و رحمت سے

بات پر معلق کرتے ہین مثلاً کہتے ہین لا افعل ذلک حتی یشیب الغراب او ابیض القارۃ - یعنی مین ایسا نکرونگا یہانتک کہ کوے کے پر بڑھاپے سے سپید ہوجاوین یا جو بہا انڈے دیوے اور مراد آنکہ کبھی نہ کرونگا ایسے ہی مراد آنکہ کافر کبھی جنت مین داخل نہونگے - وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ اے مثل الجزاء المذکور نجزی الذین اجرموا بالکفر - مانند سزاے مذکور کے بدلا دیتے ہین ہم ان لوگون کو جنھون نے کفر کا جرم کیا لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ انکے واسطے جہنم سے مہاد یعنی بستر ہی وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ اور انکے اوپر غواش ہین - ابن عباس رض نے فرمایا اسے لحف ہین جمع لحاف اور یہی محمد بن کعب القرظی وضحاک وسدی سے مروی ہی حاصل آنکہ اوپر سے آگ کے اغطیہ ہین اور اغطیہ جمع غطاء بمعنی سرپوش اور جسمین کوئی چیز لپیٹی جاوے اور مراد یہان اوپر کا اوڑھنا - پس غواش جمع غاشیہ اور تنوین اسکی سیبویہ کے نزدیک یاء محذوفہ کا عوض ہی اور دوسرون کے نزدیک ظرف کی ہی - وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اور ایسی ہی ہم ظالمون کو سزا دیتے ہین جنت سے محروم ہونے مین جرم کا ذکر کیا اور دوزخ مین داخل ہونے مین ظلم فرمایا اس تنبیہ کے واسطے کہ سب سے بڑا جرم ظلم کفر و شرک ہی - پھر وعید کفار کے بعد اکرام مومنین کو ذکر فرمایا - وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جو لوگ ایمان لائے یعنی تصدیق کی اور نیک کام کیے - موصول مع صلہ کے مبتدا ہی اور قولہ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یہ جملہ معترضہ ہی درمیان مبتدا وخبر کے اور اسکے معنی یہ ہین - نہین تکلیف دیتے ہم کسی نفس کو مگر اسکی وسعت بھر یعنی جسقدر وہ عمل کرسکے - قال الزجاج رح - وسع استقدر کہ جسپر قدرت ہو اور اس سے عاجز نہو - اور جسنے کہا کہ وسع بمعنی بذل المجہود ہی اسنے غلط کیا اور اس سے ظاہر ہوا کہ فرائض وواجبات جسطرح شرع مین آئے ہین سب داخل وسعت ہین خارج نہین ہین لہذا جو شخص کھڑے ہوکر نماز نہین پڑھ سکتا مثلاً وہ بیٹھ کر پڑھے ورنہ لیٹ کر اشارہ سے پڑھے بالجملہ وسعت سے خارج تکلیف نہین حتی کہ جو باوجود قصد بے نماز کے وقت سوگیا وہ گنہگار نہین لیکن جب جاگے تو قضا کرے - پھر مبتدا مذکور کی خبر یہ ہی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی اس جنت کے لوگ جنھون نے دل سے سچ مانا اور نیک کام کیے ہین یہ جنتی ہین یہ جنت مین ہمیشہ رہینگے - اہل جنت کے درجہ جدا جدا ہونگے اور کبھی بعض مومنون کو بعض کی طرف سے دنیا مین میل رہا ہی پھر اگر جنت مین اونچے درجہ کی ہوس یا جس سے میل تھا اسکے دیکھنے سے ملال ہو تو جنت مین کوئی ملال نہین پس یہ انعام ذکر فرمایا - وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اور نکال ڈالا ہم نے جو انکے سینون مین تھا غل - یعنی حقد کہ جو دنیا مین انکے درمیان ہوگیا تھا اور نیز حسد - قال فی المعالم یعنی ہم نے انکو بھائی بھائی کردیا کہ آمنے سامنے تختون پر رہینگے کوئی دوسرے سے کسی بات پر جس سے اللہ تعالے نے اسکو مخصوص فرمایا ہی حسد نہ کریگا - کما فی قولہ تعالے اخوانا علی سرر متقابلین الآیۃ - قال الحافظ - قولہ تعالے ونزعنا ما فی صدورہم من غل یعنی حسد و بغض جیساکہ ابو سعید خدری رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب مومنین اس سے نجات پاجاوینگے کہ دوزخ مین بھیجے جاوین تو جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے جاوینگے پس جو مظلمہ کہ دنیا مین انکے درمیان تھے انکا قصاص لیا جائیگا یہان تک کہ جب مہذب و صاف ہوجاوینگے تو انکو جنت مین داخل ہونے کا حکم دیا جائیگا پس قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ ہر شخص جنت مین اپنے مسکن کو اس سے زیادہ پہچانیگا جتنا کہ دنیا مین اپنے گھر کو پہچانتا تھا

پسلیاں ادھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں اور ایک بدشکل اور خراب کپڑے پہنے بدبودار آدمی اسکے پاس آتا ہی اور کہتا ہی کہ بشارت ہو
تجھکو ایسی چیز سے جو تجھکو غمگین کرے آج تیرا وہی دن ہی جس سے تو ڈرایا جاتا تھا اور وعید کیا گیا تھا ۔ کہیگا کہ تو کون ہی کہ تیرے
چہرہ سے برائی کے آثار ظاہر ہیں وہ کہیگا کہ میں تیرا خبیث عمل ہوں تب دعائیں مانگیگا کہ پروردگار قیامت نہ قائم کیجیو ۔ ورواہ النسائی
وابن ماجہ وابن جریر وکذا رواہ ہو لاء باسنادہم الی ابی ہریرہ عن النبی صلعم اور عذاب قبر کے بارہ میں احادیث متواترہ ہیں
حتی کہ منکر اسکا غیر ماول ہو تو کافر ہی اور واضح ہو کہ اس حدیث میں ملائکہ کا آنا اپنی حقیقت پر ہی اور روح مومن کی خوشبو اور نیز
روح کافر کی بدبو اپنی حقیقت پر ہی اور لباس جنت اور مسوح کا بیان تفہیم ہی اور انکی حقیقت معلوم نہیں ہی ہاں اسقدر معلوم ہی
کہ ایسا ہی ہوگا اور جو شخص اسمیں استبعاد کرتا ہی وہ احمق ہی کہ بلا وجہ کہتا ہی کہ عقل سے بعید ہی پس اگر بلا دلیل اس احمق کی
عقل سے بعید ہی تو علماء عقلاء کی عقل صحیح سے موافق ہی اور حدیث سے لا تفتح مجہول از فتح کی قراءۃ ظاہر ہوتی ہی اور تفتیح از تفعیل
بھی ہو سکتا ہی فافہم ۔ پھر واضح ہو کہ مقامات علیین وسجین واقعی موجود ہیں اور زیرین طبقہ زمین بیان ہی حقیقی حالت کا جیسے
دوزخ و بہشت موجود ہیں اور وہ آنکھوں سے پوشیدہ ہیں اور نیز مردوں پر عذاب ہوتا ہی اور انکی گریہ وزاری کو تمام مخلوق
سنتی ہی سوائے جن و انسان کے جو امتحان میں رکھے گئے ہیں پس اگر امر ظاہر نظر آوے تو امتحان باقی نہ رہے پس جس شخص
نے زعم کیا کہ زمین گول ہی تو امریکا والوں کے واسطے سجین اس طبقہ علیق سے متصل ہوگا اور طبقہ علیق والوں کا سجین امریکا
سے متصل ہوگا پس یہ زعم بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ زمین گول ہی تاہم جہالت ہی اور جہالت کا منشا یہ ہی کہ اسنے امر عذاب و
ثواب کو اپنے گھر کے چوکھے چکی کے مانند اپنے حس میں جلتا و چلتا تصور کیا حالانکہ مترجم نے بارہا بدلائل اس امر پر تنبیہ
کردی کہ بندہ کے افعال و اسکے لواحق و متعلقات کا مدار تو محسوسات پر ہی اور تصدیق و امور غیب و عذاب و ثواب کا مآل غیر محسوس
پر ہی اور عجیب حکمت الٰہی ہی کہ جسکو ان امور میں سے کسی امر میں استبعاد ہو اسکی نظیر خود آفاق یا اسکے نفس میں موجود پا دیگا پس
اگرچہ صنعت میں فرق ہو پس محض اسکا استبعاد کرنا بدون دلیل کے جہالت ہی جیسے کسی جاہل کے سامنے کہا جاوے کہ میرے دو
فٹ لمبی اور ڈیڑھ فٹ چوڑی کتاب کے چار صفحہ زید نے اپنی انگوٹھی کے نگینہ پر اُتار لیے تو وہ ضرور نہایت بعید جانیگا حالانکہ جو
جانتے ہیں کہ فوٹوگراف کے عکس سے بخوبی آسکتے ہیں اور وہ دوربین سے پڑھے جاسکتے ہیں وہ کبھی مستبعد نہیں جانینگے پس اس
احمق کا مستبعد جاننا اسکی جہالت سے ہی اور یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہی کیونکہ خارج از بحث ہی یہاں تو غرض یہ ہی کہ
قولہ تعالٰی لا تفتح لہم ابواب السماء ۔ کی تفسیر یہ ہی کہ کافروں کے مرنے کے بعد انکی روح خبیث کے واسطے آسمان کے دروازہ
نہ کھولے جاوینگے بلکہ اہانت کے ساتھ عذاب سجین میں پھینکدیے جاوینگے ۔ **وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي
سَمِّ الْخِيَاطِ** اور داخل نہونگے جنت میں یہانتک کہ گھس جاوے اونٹ سوئی کے ناکے میں ۔ یعنی یہ غیر ممکن ہی ایسے ہی انکا
جنت میں داخل ہونا غیر ممکن ہی پس حتی انتہاء ہی انکے عدم دخول کے مشروط ایک محال بات پر پس یہ مبالغہ ہی کہ نہ کبھی یہ محال بات
ہوگی اور نہ وے جنت میں داخل ہونگے ۔ قال البیضاوی جمل وسم میں قراءات ہیں پس پڑھا گیا جُمّل بروزن قُمّل اور جُمَل
بروزن قفل ونغر اور جُمُل بضمتین اور جُمْل بروزن جُمْل یعنے کتان کی موٹی رسی اور بعض نے کہا کہ کشتیوں کے رسے اور سُم بالضم
والکسر مشہور جَمَل بفتحتین بمعنی اونٹ ہی اور سَم بالفتح ہی بمعنی سوئی کا ناکا ۔ معالم میں ہی کہ عرب جب منع کو موکد کرتے ہیں تو نہونے والی

پاکیزہ خوشبو نکلتی ہی جیسے روے زمین پر آکر نہایت عمدہ مشک پایا جاوے پس اسکو اوپر چڑھا لیجاتے ہین اور جس گروہ ملائکہ پر
گذرتے ہین وہ کہتے ہین کہ یہ کیا خوب روح پاکیزہ خوشبودار ہی تو جواب دیتے ہین کہ فلان بن فلان ہی اسکا بہت اچھا نام لیتے ہین
جس سے وہ دنیا مین پکارا جاتا تھا یہانتک کہ اسکو آسمان دنیا تک لیجاتے ہین اور دروازہ کھلواتے ہین پس دروازہ کھول دیا جاتا ہی
پس ہر آسمان سے اس آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اسکے ساتھ ہو جاتے ہین یہانتک کہ ساتوین آسمان تک پہونچتے ہین
پس اللہ عزوجل فرماتا ہی کہ میرے بندے کا نام دفتر علیین مین لکھو اور اسکو زمین کیطرف اعادہ کرو کیونکہ مین نے انکو اسی سے پیدا کیا اور
اُسی مین لوٹاؤنگا اور اُسی سے دوبارہ نکالونگا - آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پھر اسکی روح اعادہ کر دیجاتی ہی پس دو فرشتے آکر اسکو بٹھلاتے
ہین اُس سے کہتے ہین کہ کون تیرا پروردگار ہی وہ کہتا ہی کہ میرا رب اللہ ہی - پھر دونون کہتے ہین کہ تیرا دین کیا ہی وہ کہتا ہی کہ اسلام میرا
دین ہی پھر کہتے ہین کہ یہ کون مرد ہی جو تم مین مبعوث ہوا وہ کہتا ہی کہ وہ رسول اللہ ہین صلے اللہ علیہ وسلم اس سے دونون کہتے ہین کہ تیرا علم
کیا ہی وہ کہتا ہی کہ مین نے کتاب الٰہی کو پڑھا اور اسپر ایمان لایا اور اسکو سچ مانا پس آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہی کہ میرے بندے
نے سچ کہا جنت سے اسکے واسطے فرش کرو اور جنت سے اسکو لباس پہناؤ اور جنت کیطرف اسکا دروازہ کھول دو پس اسکو جنت کی
خوشبو و طیب آتی ہی اور قبر اسکے واسطے کشادہ ہو جاتی ہی بقدر درازی نظر کے - اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکے پاس ایک مرد خوبصورت
خوش لباس آتا ہی جس سے خوشبو چلی آتی ہی اور کہتا ہی کہ بشارت ہو تجھکو مسرور کرنے والے آج وہ دن ہی کہ جسکا تجھکو وعدہ دیا جاتا تھا
اس سے کہیگا کہ تو کون ہی کہ تیرے چہرہ سے آج بھلائی آتی معلوم ہوتی ہی وہ کہیگا کہ مین تیرا عمل صالح ہون پس بندہ مومن کہیگا اے پروردگار
قیامت قائم کر اے پروردگار قیامت قائم فرما تاکہ مین اپنے اہل و عیال کیطرف لوٹ جاؤن - بندۂ کافر جب دنیا سے منقطع اور آخرت کیطرف
راجع ہوتا ہی تو آسمان سے ملائکہ اترتے ہین جنکے چہرے سیاہ ہوتے ہین اور انکے ساتھ مسوح ہوتے ہین پس درازی نظر کی دوری پر بیٹھتے ہین
پھر ملک الموت آکر اس کافر کے سرھانے بیٹھتا ہی اور فرماتا ہی کہ او نفس خبیث نکل طرف خشم الٰہی اور اسکے غضب کے - حضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ روح
اس جسم مین ڈری ہوئی چھپتی ہی اور ملک الموت اسکو کھینچ لیتا ہی جیسے صوف مبلول سے سفود کھینچا جاتا ہی پس اسکو پکڑ لیتا ہی اور پلک مارنے
دیر نہین ہوتی کہ اسکو اسی مسوح مین کر دیتے ہین اور اس سے سخت بدبو جیسے نہایت سڑے ہوے مردار مین سے روے زمین پر
پائی جاوے نکلتی ہی پس اسکو آسمان کو چڑھا لیجاتے ہین اور کسی گروہ ملائکہ پر نہین گذرتے مگر آنکہ وہ کہتے ہین کہ یہ کیا خبیث روح
ہی پس جواب دیتے ہین کہ یہ فلان بن فلان ہی اسکا نہایت قبیح نام لیتے ہین جس سے وہ دنیا مین پکارا جاتا تھا پھر جا کر اسکے واسطے
آسمان کا دروازہ کھلواتے ہین مگر دروازہ نہین کھولا جاتا پھر حضرت صلعم نے پڑھا قولہ تعالے لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون
الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط - پس اللہ عزوجل فرماتا ہی کہ اسکا نوشتہ لکھو زیرین تہ زمین کے نیچے پس اسکی روح سطرح
کر دی جاتی ہی پھر آپ نے پڑھا قولہ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تہوی بہ الریح فی مکان سحیق - پس اسکے
جسم مین اعادہ کی جاتی ہی اور دو فرشتے اسکے پاس آتے ہین اور بٹھلا کر اس سے کہتے ہین کہ تیرا پروردگار کون ہی وہ کہتا ہی ہاہ ہاہ
مین نہین جانتا - کہتے ہین کہ تیرا کیا دین ہی وہ کہتا ہی کہ ہاہ ہاہ مین نہین جانتا پھر کہتے ہین کہ یہ کون شخص ہی جو تم مین مبعوث کیا گیا
تو کہتا ہی کہ ہاہ ہاہ مین نہین جانتا پس آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہی کہ یہ جھوٹ بولا اسکے واسطے آگ سے فرش کرو اور دوزخ
کی طرف دروازہ کھول دو پس دوزخ کی گرمی و سموم سے اسکی طرف پہونچتی ہی اور قبر اسپر نہایت تنگ ہوتی ہی یہانتک کہ اسکی

نجزي الظّٰلمين ۝ والذين اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لا نكلّف نفسًا
بدلہ دیتے ہین بے انصافون کو اور جو یقین لائے اور کین بھلائیان ہم بوجھ نہین رکھتے کسی جی پر

الّا وسعها اولٰئك اصحٰب الجنّة هم فيها خٰلدون ۝ ونزعنا
مگر اُسکے مقدور کا وہ ہین جنت کے لوگ وہ اُسمین رہ پڑےسے اور نکال لی ہمنے

ما في صدورهم من غلٍّ تجري من تحتهم الانهٰر ۚ وقالوا
جو اُنکے دل مین تھی خفگی بہتی ہین اُنکے نیچے نہرین اور کہتے ہین

الحمد لله الذي هدٰنا لهٰذا ۗ وما كنّا لنهتدي لولا ان هدٰنا
شکر اللہ کو جسنے ہمکو یہان راہ دی اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ راہ دیتا ہمکو

الله ۚ لقد جاءت رسل ربّنا بالحقّ ۗ ونودوا ان تلكم الجنّة
اللہ بیشک لائے تھے رسول ہمارے رب کے تحقیق بات اور آواز ہوئی کہ یہ جنت ہر

اورثتموها بما كنتم تعملون ۝
وارث ہوسے تم اُسکے بدلہ اپنے کامون کا

ان الذين كذبوا باٰيٰتنا مراد آیات سے قرآن ہی یا عام اس سے جو اللہ تعالے کی معرفت پر دلالت کرین۔ **واستكبروا عنها** اے تکبروا عنها فلم یومنوا بها۔ اور تکبر کیا ان آیات سے پھر ایمان نہ لائے۔ وقال البیضاوی عنها اے عن الایمان بها۔ حاصل آنکہ جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ایمان لانے سے تکبر کیا تو۔ **لا تفتح لهم ابواب السماء** نہین کھولے جاوینگے انکے واسطے آسمان کے دروازے۔ بعض نے کہا مراد یہ کہ آسمان سے انکا کوئی عمل صالح ودعا نہین چڑھائی جاویگی کذا قال مجاہد وسعید بن جبیر ورواہ العوفی وعلی بن ابی طلحہ وعطاء عن ابن عباس۔ ظاہر آنکہ معنی آیت کے اسکو شامل ہین اور اصل معنی یہ ہین کہ بعد موت کے جب انکی روحین چڑھا کر آسمان کی طرف لیجاوینگے تو دروازہ نہ کھولے جاوینگے یہی سدی رح وغیرہم کا قول ہی اور یہی ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہی۔ اور اسی پر دلالت کرتی ہی حدیث جو امام احمد رح نے براء بن عازب رض سے روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایک شخص انصاری کے جنازہ مین نکلے جب قبر تک پہونچے تو ہنوز قبر کھودی نہ گئی تھی پس حضرت صلعم بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا ہمارے سرون پر چڑیان ہین اور آنحضرت صلعم کے دست مبارک مین ایک چھڑی تھی جس سے زمین پر چوکتے جاتے تھے پھر سر اُٹھا کر فرمایا کہ اللہ تعالے سے عذاب قبر سے پناہ مانگو اسکو دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا پھر کہا کہ بندہ مومن جب دنیا سے جدا ہونے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کو ہوتا ہی تو آسمان سے ایسے ملائکہ جنکے چہرہ روشن گویا آفتاب ہین جنت کے کفن اور حنوط جنت کے ساتھ لیے ہوئے اسکی طرف اسکی مد نظر پر بیٹھتے ہین پھر ملک الموت آکر اسکے سرہانے بیٹھتا ہی پس کہتا ہی کہ اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی مغفرت و رضوان کی طرف نکل آ پس وہ روح پاکیزہ اسطرح سائل ہوتی ہی جیسے پانی کا قطرہ دہانہ مشک سے روان ہو کر نکل آتا ہی پس ملک الموت و فرشتہ اسکو لیکر پلک مارتے اپنے ہاتھ مین نہین رکھتے حتی کہ اسکو اسی کفن اور حنوط مین رکھدیتے ہین پس اس سے نہایت

یہانتک کہ جب متلاحق و متداخل ہو جائینگے۔ فِيهَا جَمِيعًا سب کے سب دوزخ مین تو۔ قَالَتْ أُخْرَاهُمْ
کہیگی پچھلی امت انکی جو داخل ہونے مین پیچھے ہی یا منزلت مین پیچھے ہی بالجملہ اقتدا کرنے والی امت کہیگی لِأُولَاهُمْ اسی لاجل
اولاہم واسطے اپنی اولی امت کے یعنی متبوع گروہ کے واسطے اللہ تعالے سے پچھلی امت عرض کریگی رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا
اے پروردگار یہی لوگ ہین جنھون نے ہمکو گمراہ کیا۔ یعنی گمراہی کی راہ نکال گئی تھی پس انکے پیچھے ہم بھی اسی راہ پر چلے
اور انکی تقلید کرکے گمراہ ہوئے۔ فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ پس تو ان لوگون کو دوزخ مین سے زیادہ
گونہ عذاب دے کیونکہ ایک تو یہ خود گمراہ تھے اور دوسرے انھون نے دوسرون کو گمراہ کیا پس ضعف یہان کئی گونہ
ہی چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ دنیا مین جب کوئی قتل ناحق واقع ہوتا ہی تو حضرت آدمؑ کے بڑے بیٹے یعنی قابیل پر ایک حصہ عذاب کا
قائم ہوتا ہی کیونکہ اسی نے قتل ناحق پہلے نکالا ہی۔ قال المترجم افسوس ہی لوگون کے حال پر تعزیہ وغیرہ کے مانند کفر و شرک و حرام و مکروہ بدعتین
نکالے چلے جاتے ہین اور خوف نہین کرتے کہ تا قیامت انکے نامہ اعمال پر عذاب بڑھتا چلا جائیگا اللہم انی اعوذ بک و استغفرک و اتوب
الیک۔ بالجملہ اتباع و اقتدا والون نے اپنے متبوع لوگون کے واسطے مزید عذاب کی درخواست کی اور یہ انکی جہالت تھی کہ اس سے
غافل تھے کہ ہر ایک پر اسکے گناہ کی قدر عذاب ہی اسی واسطے فرمایا۔ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ یعنی اللہ تعالے نے فرمایا کہ تم مین سے اور
انھین سے ہر ایک کیواسطے عذاب مضعف ہی۔ وَلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُونَ ولیکن جانتے نہین کہ ہر فریق کے واسطے جو کچھ عذاب ہی
کیونکہ پچھلون کے طریقہ گمراہی سے بھی اور لوگ گمراہ ہوئے ہین۔ یعلمون بالتاء الفوقیہ اکثرون کی قراءۃ ہی پس تمہ خطاب
ہوا اور عاصم کی قراءۃ مین بالیاء التحتیہ ہی پس انکی جہالت کا بیان ہی۔ قال البیضاوی متبوع لوگون پر بسبب ذاتی کفر کرنے
اور دوسرون کی تضلیل کرنے کے ضعف عذاب ہوا اور تابع لوگون پر بسبب خود کفر کرنے کے اور گمراہون کی تقلید کرنے کے
دونا عذاب ہوا۔ وَقَالَتْ أُولَاهُمْ لِأُخْرَاهُمْ یعنی جب اگلون نے پچھلون کے حق مین حکم الٰہی سن لیا تو کہا کہ
جب ایسا معاملہ ہی فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ تمکو ہمپر کچھ فضیلت نہین ہی۔ قال البیضاوی۔ اگلون نے
جواب الٰہی پر اپنی گفتگو کو مرتب کرکے کہا کہ پھر تم لوگون کو ہمپر کچھ فضیلت نہین ہی بلکہ گمراہی اور استحقاق عذاب مین ہم تم دونون
مساوی ہین۔ آیت سے ثابت ہوا کہ جہالت کے ساتھ تقلید کرنا بھی عذر نہین ہی لہذا چاہیے کہ آدمی اللہ تعالے و اسکے رسول
معصوم کے حکم کو دریافت کرلے اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسکے معنی معلوم کرے فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ
تَكْسِبُونَ پس چکھو عذاب بدلے اس چیز کے جو تمنے کمایا ہے یہ تمہ قول فریق اولی ہی یا فرمان الٰہی ہی اور یہی مفسر رحمہ نے اختیار کیا

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ
بیشک جنھون نے جو جھٹلائین ہماری نشانیان اور انسے تکبر کیا نہ کھولے جائینگے انکو دروازے آسمان کے

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي
اور نہ داخل ہونگے جنت مین جب تک پیٹھے اونٹ سوئی کے ناکے مین اور ہم یون بدلہ دیتے ہین

الْمُجْرِمِينَ ۝ لَهُمْ مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذٰلِكَ
گنہگارون کو انکو دوزخ کے فرش ہین اور اوپر سائبان اور ہم یون

اس شخص سے جسنے افترا باندھا اللہ تعالےٰ پر جھوٹ یعنی اللہ تعالےٰ کا کسی کو شریک قرار دیا خواہ زبان سے یا فعل سے یا اعتقاد سے یا کہا کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے فرزند ہی خواہ بیٹا یا بیٹیاں یا کہا کہ فواحش بجالانے کا ہمکو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہی بالجملہ اس سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں جسنے اللہ تعالےٰ خالق رزاق منعم کبیر متعال جل جلالہ پر افترا باندھا - اَوْكَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اللہ تعالےٰ کی آیات کو یعنی قرآن مجید کو - اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ انہے یصیبہم ایسے لوگوں کو پہونچ جائیگا نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ اے حظہم ما کتب لہم فی اللوح المحفوظ من الرزق والاجل وغیر ذلک - انکا حصہ اس چیز سے جو لکھا گیا ہی انکے واسطے لوح محفوظ میں موافق مشیت الٰہی کے رزق واجل وغیرہ ایسا ہی محمد بن کعب القرظی وربیع بن انس وعبد الرحمٰن بن زید نے تفسیر فرمایا اور مجاہد رح نے کہا کہ جو انکو بھلائی برائی کا وعدہ دیا گیا ہی وہ پہونچیگا اور یہی قتادہ رح و ضحاک وبہتوں کا قول ہی اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا ہی اور حافظ ابن کثیر رح نے کہا کہ قول بحسب المعنی قوی ہی اور سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہی یعنی قولہ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یہانتک کہ جب آجاوینگے انکے پاس ہمارے رسول یعنی ملائکۃ الموت يَتَوَفَّوْنَهُمْ انکو وفات دینگے - تو - قَالُوْٓا ملائکہ کہینگے ان منکروں مفتریوں سے ذلیل کرنے کو اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ تعبدون - مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وے کہاں ہیں جنکی تم عبادت کرتے تھے سواے اللہ تعالےٰ کے - قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا مفتری جواب دینگے کہ ہماری نظر سے غائب ہوگئے ہمکو اب نہیں سوجھتے ہیں یعنی ہمکو اب کچھ انکے نفع ومدد کی امید نہیں رہی - کرخی رح نے کہا کہ جواب بحسب المعنی ہی کیونکہ سوال تھا کہ اینما کنتم وہ کون جگہ ہیں تو ظاہر جواب یہ تھا کہ وہ فلاں جگہ ہیں اور حق یہ ہی کہ سوال وجواب یکساں ہیں کیونکہ سوال میں انکے باطل معبودوں کا ٹھکانا پوچھنا مقصود نہیں ہی بلکہ یہی مقصود ہی کہ وہ تمہارے جھوٹے معبود کہاں چلے گئے اب اس وقت میں تمہاری آڑی نہیں آتے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمسے تو گم ہوگئے اب ہم کو انکے نفع کی کچھ امید نہیں ہی یعنے یقین لاوینگے کہ ہم نے غلطی کی اسی واسطے فرمایا - وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ یعنی موت کے وقت اپنے اوپر یہ گواہی دینگے کہ ہم ضرور کافر تھے - قَالَ یعنی اللہ تعالےٰ یا اسکے حکم سے کوئی فرشتہ یا دوزخ کا خازن فرشتہ ان لوگوں سے قیامت کے روز کہیگا اور ماضی کا صیغہ اسواسطے کہ یہ قطعی الوقوع ہی پس سخت تہدید ہی کہ اسکو واقع ہوا سمجھو - ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ یعنے حکم ہوگا کہ داخل ہو تم بھی جملہ امتوں کے ساتھ میں جو تم سے پہلے جن وانس کے گذرے ہیں آگ میں - قولہ فی النار متعلق ادخلوا ہی یعنے نار میں داخل ہو اور قولہ فی امم یعنے فی جملۃ امم - اور قولہ قد خلت - جملہ صفت امم ہی اور خلت بمعنی مضت - یعنی ایسی امتوں میں شامل ہو کر جو تم سے پہلے کافر ومشرک گذر چکے ہیں اور من الجن والانس - بیان امم ہی یعنے وہ امتیں جنوں وانسانوں میں سے ہیں - یہ حکم تہدید اہل مکہ کو ہی اسی واسطے آیت اولی میں قولہ رسل منکم سے بعض نے آنحضرت صلعم کو مراد لیا اور لفظ جمع کو تشریف وتکریم پر یا جامع وخاتم رسالت ومصدق جملہ رسل ہونے سے بلفظ جمع یاد ہونے پر محمول کیا - كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ہر بار جب داخل ہوئی کوئی امت دوزخ میں لعنت کریگی اپنے بہلی کو یعنی اس دوزخی امت کو جو اس سے پہلے گذری ہی کیونکہ اسی کی پیروی واقتدا کرنے کی وجہ سے پچھلی خراب و دوزخی ہوئی - حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا ازباب افاعل ہی اور معنی تدارکوا اور تلاحقوا اور حاصل آنکہ جو داخل ہوگی وہ اگلے پر لعنت کریگی -

الٰہی و ملاحظہ جمال وجلال کی نہین نکلی کیونکہ بندہ کی جو سانس بغیر ان اوصاف کے نکلتی ہی وہ فاسد ہی اور بندہ پر اسکی اصلاح کرنا مراقبہ و رعایت سے واجب ہی پس جو ان اوصاف کے ساتھ رہا اسیر نفس کے جنایات وجرم سے کچھ باقی نہین رہا پس اسکو مقامات سے محروم ہونے کا خوف نہوگا اور مشاہدہ سے محجوب ہونے کا غم واندوہ نہوگا۔ کما قال تعالےٰ فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ اور بعض نے کہا کہ تقوی اسطرح پر کہ ظاہر مین تو ایسے کھانے پینے سے بچا جسمین شبہہ ہی اور ٹھیک ٹھیک اسکے حلال ہونے کا یقین نہین ہی اور باطن کو اسطرح درست کیا کہ ہمیشہ باطن مین اللہ تعالےٰ کا مراقبہ رکھا اور خیالات فاسدہ و خطرات شیطانی کو دخل نہین دیا۔ قال المترجم اسمین اشارہ ہی تقوی کو کسی خاص چیز سے مقید نکیا کیونکہ تقوی کے مختلف مراتب مختلف درجہ پر ہین اور ہر ایک کے واسطے عدم حزن بھی مختلف ہی اور کچھ آخرت کی خصوصیت نہین فافہم

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ط اُولٰٓئِكَ

پھر اُس سے ظالم کون جو جوڑ باندھے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلاوے اُسکے حکم کو وہ لوگ پاوینگے

يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ لا

جو اُنکا حصہ لکھا کتاب مین یہانتک کہ جب پہونچے اُن پاس بھیجے ہمارے جان لینے کو

قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا

بولے کیا ہوئے جنکو تم پکارتے تھے سوائے اللہ کے بولے ہم سے گم ہوئے اور قائل ہوئے

عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۵ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ

اپنی جان پر کہ وہ تھے منکر فرمایا داخل ہو ساتھ اور امتون کے جو گذر چکی

مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ط كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ

سے پہلے ہو چکے ہین جن بھی اور انسان آگ مین جہان داخل ہوئی ایک امت

لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ط حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ط قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ

لعنت کرنے لگی دوسرے کو جب تک گر چکے اُس مین سارے کہا پچھلون نے

لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ

پہلون کو اے رب ہمارے انھین نے گمراہ کیا انکو سو تو دے دونا عذاب

النَّارِ ط قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۵ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

آگ کا فرمایا دونون کو دونا ہی پر تم نہین جانتے اور کہا پہلون نے

لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ

پچھلون کو سو کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر زیادتی اب چکھو عذاب بدلہ اپنی کمائی کا

فَمَنْ اَظْلَمُ کون زیادہ بڑھکر ظالم ہی یعنی کوئی بھی زیادہ ظالم نہین مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا تاکید لان الافتراء لا یکون الا کذبا۔ یعنے کذبا فقط تاکیداً افترا ہی کیونکہ افترا تو کذب ہی ہوتا ہی الحاصل اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ایسا بڑھکر نہین ہی

حالانکہ جسنے اپنے علم ازلی وسابق تقدیر کا ہمکو دانستہ کیا اُسی نے اُن اعمال وافعال خیر کے بجالانے کا حکم دیا ہی قال المترجم اصل بحث تو اجل کے بیان مین تھی اور مؤلف مذکور نے کسی رسالہ سے نقل کیا اور بحث سے خروج ہوا بالجملہ جن لوگون نے یہ زعم کیا کہ بندہ محض مجبور ہی وہ گمراہی وضلالت مین پڑ گئے جیسے وہ لوگ گمراہ ہین جنھون نے بندہ کو قادر مختار خیال کیا ہی بلکہ واقعی تحقیق ہی کہ جو فوائد دعا وغیرہ کے حدیث وآیات سے ثابت ہین وہ برحق ہین اور یہ بہت بڑی جہالت ہی کہ آدمی کھیتی نہ کرے اور پیداوار کی ہوس کرے اور مترجم نے قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیۃ - کی تفسیر مین تھوڑا سا اسکا بیان کر دیا ہی اور مؤلف مذکور نے یہان بہت اطناب کیا ہی اور مفید باتین لایا ہی - مترجم کو زیادہ گنجایش نہین اسواسطے ترک کرتا ہی اور قدر مذکور مین کفایت ہی - واللہ ولی التوفیق والہدایۃ -

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى

اے اولاد آدم کی کبھی پہونچین تم پاس رسول تم مین کے سناوین تمکو آیتین میری تو جسنے خطرہ کیا

وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور سنوار پکڑی نہ ڈر ہے انپر اور نہ وہ غم کھاوین اور جنھون نے جھٹلاین آیتین ہماری

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞

اور تکبر کیا اُنکی طرف سے وہ ہین دوزخ کے لوگ اُسمین پڑے رہے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا در اصل اِنْ ما - تھا - ان شرطیہ اور ما زائدہ ہی - يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ یہ جملہ شرط ہی جسپر حرف اِن شرطیہ داخل ہی اور وہ حرف شک کا ہوتا ہی پس حرف شک کے ساتھ اسواسطے ذکر کیا کہ متنبہ ہون کہ رسولون کا آنا امر جائز ہی واجب نہین ہی جیساکہ اہل تعلیم نے گمان کیا کذا قال البیضاوی اور بعض نے کہا کہ اہل تعلیم ایک قوم ہی روافض مین سے فافہم ثم قال البیضاوی ان شرطیہ کے ساتھ ما زائدہ بغرض تاکید معنی شرط کے ملایا گیا اسی واسطے فعل کو موکد بنون تاکید فرمایا - اور جزا اسکی جملہ - فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ یعنی سو جسنے تقوی کیا شرک سے اور درست کیے اپنے اعمال یعنے رسولون کے حکم کے موافق اعتقاد واعمال کو درست کیا - فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی آخرت مین انپر کچھ خوف واندوہ نہین ہی - وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ استکبار بمعنی تکبر ہی اور استکبروا عنہا - یعنی آیات سے تکبر کیا پس ایمان نہ لائے - بیضاوی رح نے کہا کہ حاصل معنی آیت کے یہ ہین کہ تم مین سے جسنے شرک سے تقوی کیا اور اپنے اعمال درست کیے تو اسکے واسطے یہ جزائے خیر ہی اور تم مین سے جسنے ہماری آیات کو جھٹلایا اُسپر یہ عذاب شدید ہی اور اول کی خبر پر ہی داخل کی یعنے فلا خوف بالفاء فرمایا اور دوسرے کی خبر پر نہین داخل کی تو اسوجہ سے کہ وعدۂ خیر مین مبالغہ فرمایا اسواسطے کہ فا لزوم پر دلالت کرتی ہی پس وعدہ مین مبالغہ ظاہر ہوا اور وعید مین مسامحہ فافہم - فی العرائس قولہ فمن اتقی واصلح - یعنی اللہ تعالے کی دیدار عظمت وجلال مین وغیر اللہ کی طرف نظر رکھنے سے پاک ومقدس رہا اور جو اسکے واللہ تعالے کے درمیان معاملہ ہی اسکو اصلاح پر رکھا حتی کہ کوئی سانس بدون شوق

واسطے آیات مثبت کی تاویل مین کوئی ایسی بات نہین لائے جو عموم کے واسطے مخصص ہو سو اور آیت محو و اثبات دلالت کرتی ہو کہ عمر مین کمی بیشی ہوسکتی ہو اور ایسے ہی قولہ تعا وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب - بھی اسی معنی پر دلیل ہو اور ایسے ہی قولہ تعالےٰ ثم قضی اجلا واجل مسمی عندہ - بھی دلالت کرتا ہو کہ آدمی کے واسطے دو اجل مین انمین سے جسکو اللہ تعالےٰ چاہتا ہو زائد کو یا ناقص کو آدمی کے واسطے حکم فرماتا ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہو جو صحیحین وغیرہ مین ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہو کہ صلہ رحم بڑھاتا ہو عمر مین اور صحیحین مین ہو کہ من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وان ینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ - اور ایک روایت مین ہو - من احب ان یمد اللہ فی عمرہ واجلہ ویبسط فی رزقہ فلیتق اللہ ولیصل رحمہ - اور ایک روایت مین ہو - صلۃ الرحم وحسن الخلق وحسن الجوار یعمرن الدیار ویزدن فی الاعمار - اور نیز کتاب مجید مین بندون کو دعاء کرنے کا حکم وارد ہوا ہو چنانچہ فرمایا ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین - اور قولہ - امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء - اور قولہ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان - اور قولہ واسئلوا اللہ من فضلہ - اور جن احادیث مین دعاء کا حکم آیا ہو وہ کثرت سے متواتر ہین اور انمین آیا ہو کہ دعاء دفع بلاء ہو اور بعض مین ہو کہ دفع قضاء ہو اور صحیح مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے فرمایا - اللہم انی اعوذ بک من سوء القضاء ودرک الشقاء وجہد البلاء وشماتۃ الاعداء اور حدیث قنوت الوتر مین ہو - وقنی شر ما قضیت - پس اگر دعاء کچھ بھی مفید نہوتی تو اسقدر تاکید شدید سے فائدہ نہوتا - اور نیز صدقہ کے بارہ مین ہو کہ دفع البلاء ہو اور نیز دواء کے واسطے بھی حکم ہو پس محو و اثبات اپنے ظاہر پر ثابت ہو پھر اگر کہا جاوے کہ جن آیات مین ثبوت ہوا کہ اجل مین تقدم و تاخر نہین ہوتا انکو کس تاویل پر محمول کیا جائیگا تو جواب یہ ہو کہ انمین کوئی تاویل نہین بلکہ نفس آیات سے جو معنی ظاہر ہین جیسا کہ بعض سلف نے اسپر تنبیہ کی اور خلف مین سے بعض نے بیان کیا وہی لیے جاوین یعنے مخصص اس اجل سے جو آجاوے پس موت جب آگئی تو اسوقت موخر و مقدم نہین ہوتی ہو اور خود مؤید ہو کہ آیت مین اسکی تقیید موجود ہو چنانچہ فرمایا - اذا جاء اجلہم - اور نیز فرمایا ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلہا - اور نیز فرمایا - ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر پس جملہ آیات مین اتفاق و اجتماع اس طرح ممکن ہو کہ اجل جب آگئی تب مقدم و موخر نہین ہوتی ہو اگرچہ اس حالت کے سوائے مین تقدیم و تاخیر روا تھی خواہ دعاء سے یا صلہ رحم سے یا کسی فعل خیر سے - جیسے کہ تقدم بوجہ عمل بد کے ممکن ہو - اگر کہا جاوے کہ قولہ تعا قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا - اور مانند اسکے دیگر آیات مین ثابت ہو کہ امر مقدر ہو - جواب یہ ہو کہ یہان بھی اتفاق و جمع ہو پس یہ محمول ہو عدم تسبیب از بندہ باسباب خیر - پر اور دیگر محمول ہین تسبیب از بندہ باسباب خیر پر قال المترجم ایسا ہی مؤلف مذکور نے طول کے ساتھ نقل کیا اور مترجم کے نزدیک مؤلف مذکور نے ایک طول بحث متوحش کو صرف بحث لفظی پر کھینچ کیا اسواسطے کہ افعال خیر وشر بھی بندہ کی خلقت سے نہین ہین اور وقوع موافق تقدیر الٰہی ہو اور خود مؤلف مذکور نے آگے نقل کیا کہ اگر کہا جاوے کہ دلائل کتاب وسنت سے صحیح متقرر ہوا کہ تمام افعال الٰہی سب ازلی ہین اور وہ ہر شئی مین سابق ہوچکے ہین اور یہ صحیح نہین کہ اسکے علم کے خلاف واقع ہو ورنہ جہل لازم آویگا اور یہ قطعاً و بالاجماع جائز نہین ہو - تو جواب یہ ہو کہ ہان بے شک اسکا علم ازلی و سابق ہو اور ہر چیز کو واقع ہونے سے پہلے او تعالےٰ جانتا ہو اور تمام اہل الحق کے درمیان اس بات مین کچھ خلاف نہین ہو لیکن یہان صرف ابطال اسی قوم کا ہو جنھون نے غلو کر کے دعاء وصلہ رحم وتقوی وغیرہ اعمال خیر کے فوائد کو باطل سمجھا ہو

بھی ہی اسواسطے کہ جمہور کا منشا یہ ہی کہ قلم قدرت نے جو امر قیامت تک کے واسطے لکھدیا وہ ام الکتاب مین موجود ہی پس محو واثبات بمعنی حدوث امر جدید نہین ہی بلکہ حدوث تعلقات ہی چنانچہ صریح انھون نے کہدیا کہ ناسخ ومنسوخ ہر دو ام الکتاب مین موجود ہین پس یہ سمجھنا کہ فرائض وشرائع مین حدوث امر جدید ہوتا ہی یہ غلط فہمی ہی اور علی ہذا عمر مین بھی جو سوانح وقائع ہین سب بجائے خود موجود ہین اور نسخ اسمین جاری ہونے کے کوئی معنی نہین حاصل آنکہ فرائض وشرائع مین محو واثبات موافق قلم قدرت کے جو قدیم سے جاری ہوا ہی اب اسکا تعلق ظاہر ہوتا ہی نہ آنکہ محو واثبات وقتاً فوقتاً جدید پیدا ہوتا ہی - فافہم - ثم قال اور بعض نے جواب دیا کہ آیت مین محو واثبات سے جو ملائکہ حفظہ کے دفتر مین ہی ماسوائے حسنہ وسیئہ کے اسکا محو واثبات مراد ہی کیونکہ حفظہ تو سب کچھ لکھ لیتے ہین جو آدمی سے واقع ہو - قال المترجم یہ تاویل رکیک ہی اگرچہ اسپر مؤلف مذکور کا اعتراض اول وارد نہین ہوتا جیسا کہ مین جواب دے چکا ہون - ثم قال اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہی بخشتا ہی اور جو چاہتا ہی چھوڑتا ہی قلت وہو خلاف الظاہر وکذا ما قال بعضہم ان المعنی یمحو ما یشاء من القرون کقولہ الم یروا کم اہلکنا من قبلہم من القرون - وقال تعالےٰ ثم انشأنا من بعدہم قرنا آخرین - فیمحو قرنا ویثبت آخر - اور بعض نے کہا کہ وہ ایسے شخص کے حق مین ہی جو طاعت الٰہی بجا لاتا تھا پھر گناہ کرنے لگا پھر توبہ کی تو جو کچھ اسکے دفتر گناہ سے چاہتا محو کرتا ہی اور جو دفتر نیکی سے چاہتا باقی رکھتا ہی اور بعض نے کہا کہ جو دنیا سے چاہتا محو کرتا ہی اور آخرت کو باقی رکھتا ہی - اور مانند اسکے دیگر اقوال تاویلی ہین وقال المؤلف یہ سب مجرد دعوی ہین اسپر دلیل قائم نہین ہی اور اسمین شک نہین کہ محو واثبات کی آیت عام ہی جسکو اللہ تعالےٰ چاہے محو کرے اور جو چاہے ثبت کرے پس تخصیص بدون مخصص کے نہین ہوسکتی ہی وقال المترجم مشیت الٰہی یعنی داخل تحت قدرت ہونے مین کلام نہین ہی ولیکن جب موت کے واسطے وقت مقدر ثابت ہو تو باہم انکا تعارض دفع کرنا ضرور محتاج تاویل ہی پس تاویل کچھ تخصیص نہین ہان بعض اقوال مین بعض امور سے تخصیص تاویل محتاج استناد ہی فتامل اور قولہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب اسمین یہ تاویل مذکور ہی کہ معمر سے طویل العمر مراد ہی اور ناقص سے قصیر العمر مراد ہی - اسپر اعتراض کیا گیا کہ لا ینقص من عمرہ کی ضمیر معمر کی طرف راجع ہی اور معنی یہ ہوے کہ نہین ناقص ہوتی عمر اس معمر مین سے الا آنکہ وہ کتاب مین مقدر ہی پس یہ ظاہر معنی کلام ہین اور جو تاویل مذکور ہوئی وہ بنابر آنکہ ضمیر راجع بمرجع غیر مذکور ہی اور یہ خلاف ظاہر ہی - اور بعض نے کہا کہ ما یعمر من معمر سے عمر آیندہ مراد ہی اور لا ینقص من عمرہ سے عمر گذشتہ مراد ہی اور یہ بھی خلاف ظاہر ہی کیونکہ یہ نقص از عمر نہین ہی جو مقابل زیادت ہی - اور بعض نے کہا کہ معمر وہ کہ سن ہرم کو پہونچا اور لا ینقص سے دوسرے شخص کی عمر جو اس سن سے کم رہا ہی مراد ہی اور بعض نے کہا کہ معمر وہ کہ ساٹھ برس تک پہونچا اور ناقص سے جو اس سے کم مین مرگیا - اور بعض دیگر اقوال تاویل مذکور ہین جنکی صحت مین تامل ہی - اور ایک جماعت اہل علم نے کہا کہ عمر گھٹتی بڑھتی ہی اور استدلال انکا آیات متقدمہ سے ہی کیونکہ محو واثبات عام ہین جو عمر ورزق وغیرہ سب کو عموماً شامل ہین اور سعادت وشقاوت کو بھی شامل ہین اور ایک جماعت صحابہ وتابعین اتباع صالحین سے ثابت ہوا کہ وے اپنی دعا مین کہا کرتے کہ اللہم ان کنت کتبتنی فی اہل السعادۃ فاثبتنی فیہم وان کنت کتبتنی من اہل الشقاوۃ فامحنی عنہم واثبتنی فی اہل السعادۃ - یعنی اے پروردگار تعالےٰ اگر تو نے مجھ بندے کو اہل سعادت مین لکھا تو انھین مین ثابت فرما اور اگر تو نے مجھکو اہل شقاوت مین لکھا تو مجھکو انمین سے محو فرما دے اور اہل سعادت مین لکھدے - اور جو لوگ کہ کمی بیشی عمر کے تابع ہین وہ اپنے قول کے

پر بولا جاتا ہی پس مراد نفی تاخیر و تقدیم ہی - اور بیضاوی نے کہا کہ باب استفعال اپنے معنی پر ہوسکتا ہی یعنے نہ طلب کرینگے تاخر و تقدم کو بسبب شدت ہول کے - قال المترجم اس تقدیر پر ساعت بالکل غیر مربوط ہوا جاتا ہی - کما لا یخفی - جمہور نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ ہر میت اپنی اجل مقدر پر مرتی ہی اگرچہ قتل ہو یا گر کر مرے - اور اسی کے مانند ہی قولہ تعالی ما تسبق من امة اجلها وما یستاخرون - اور حسن بصری رح سے روایت ہی کہ لوگ بڑے احمق ہین کہ یون کہا کرتے ہین کہ اے میرے پروردگار اسکی عمر مین درازی دیدے حالانکہ او تعالے فرماتا ہی کہ فاذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة الآیة - اور سعید بن المسیب رح سے روایت ہی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخم کاری سے زخمی ہوئے تو کعب احبار رح نے کہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے تو انکی موت مین تاخیر کیجاتی تو کعب سے کہا گیا کہ اللہ تعالے تو فرماتا ہی کہ فاذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة الآیة تو کعب نے جواب دیا کہ اللہ تعالے نے خود فرمایا وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمره الا فی کتاب الآیة - واضح ہو کہ قولہ ولا یستقدمون مین بعض نے کہا کہ یہ اخبار ہی کہ لوگ اپنی موت مقدر سے پہلے نہین مرسکتے ہین بلکہ اس مدت کا پورا کرنا ضرور ہی جیسے کہ انکو ذرہ برابر بھی تاخیر نہین حاصل ہوتی ہی پس یہ جملہ مستانفہ ہوگا - اور واحدی وغیرہ نے کہا کہ لا یستاخرون پر عطف ہی اور یہی ظاہر قول شیخ مفسر و دیگر مفسرین کا ہی - اور تفتازانی رح و کرخی رح نے جملہ مستانفہ ہونا اختیار کیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ بمنزلہ مثل کے ہی اس مجموع کلام سے یہی مقصود ہی کہ وقت متقرر ہوچکا اسمین تغیر و تبدل نہوگا ف - واضح ہو کہ اہل علم نے اس مسئلہ مین طول کلام کیا اسکو بعض متاخرین نے جمع کیا اور بعض معاصرین نے درج کیا جسکی تلخیص مین ترجمہ کرتا ہون کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ موت کے وقت مقدر مین تقدیم و تاخیر نہین ہوتی ہی - اور اسی کے مانند ہی قولہ ما تسبق من امة اجلها الآیة - اور ایسا ہی قولہ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر الآیة - اور قولہ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا الآیة - اور قولہ ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلها الآیة - پس ان آیات سے تو تعین و تقدیر وقت کہ اس سے تقدیم و تاخیر نہین ہوسکتی ہی ثابت ہوتا ہی اور ظاہر مین وہم ہوتا ہی کہ یہ معارض ہی قولہ تعالے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعنده ام الکتاب - اور قولہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمره الا فی کتاب الآیة اور قولہ ثم قضی اجلا واجل مسمی عنده الآیة - پس جمہور کا مذہب یہ ہی کہ عمر زیادہ و کم نہین ہوتی ہی اور انہون نے ان آیات متقدمہ سے استدلال کیا ہی اور نیز احادیث صحیحہ سے استدلال کیا ہی مانند حدیث ابن مسعود رض کے تم مین سے ہر ایک کی خلقت چالیس روز مین مجتمع ہوتی ہی پھر وہ علقہ ہوتا ہی پھر مضغہ ہوتا ہی اسیقدر دنون مین پھر اللہ تعالے ایک فرشتہ بھیجتا ہی اور چار باتون کا حکم دیا جاتا ہی کہ اسکا رزق و عمل اور اجل اور شقی ہی یا سعید - لکھدے اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین ہی اور اسی معنی مین اور احادیث صحیحہ آئی ہین - اور جمہور نے قولہ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت - کے معنی مین یہ تاویل کی ہی کہ جو شرائع و فرائض چاہتا ہی منسوخ فرماتا ہی اور جو چاہتا ہی ثابت رکھتا ہی اور اسکو منسوخ نہین کرتا اور جملہ ناسخ و منسوخ اسکے نزدیک ام الکتاب مین موجود ہین - قال المؤلف - پوشیدہ نہین کہ یہ تخصیص عموم آیت کی بلا مخصص ہی - وقال المترجم وجہ تخصیص تو آیات و احادیث متقدمہ سے ظاہر ہی - ثم قال اور نیز کہا جائیگا کہ قلم قدرت تو قیامت تک واقع ہونے کو لکھ چکا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہی اور اسی مین سے نسخ شرائع و فرائض ہی پس یہ بھی مثل عمر کے ہین پس جب انمین محو و اثبات جائز ہی تو عمر مین بھی جائز ہوگا - قال المترجم یہ مؤلف مذکور کا

اسکا اتباع نہ چاہیے - پھر ان تشرکوا پر عطف کیا - وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اور حرام کیا یہ کہ کہو تم
اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں جو تم نہیں جانتے ہو - پس جو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا اسکو مشرکوں کیطرح بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہی یا جو حلال نہیں کیا
اسکو حلال بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہی یہ سب حرام و کفر ہی اور ایسے ہی صفات الٰہی میں الحاد کرنا و دیگر امور جنکے واسطے کوئی شرعی دلیل نہیں ہی
اسی حکم میں ہیں ف — قولہ قل انما حرم ربی الفواحش فحش ظاہری وہ ہی جو آدمی کو خالص عبادت سے مشغول کرے اور باطنی فحش وہ ہی جو قلب کو
ایسا وسواس پہونچے جو اسکو مشاہدہ حق کے درمیان پردہ ہو جاوے - اور نیز ظاہری فحش جو افعال معروف ہیں اور باطنی ہیں جو اس فعل کی
حلاوت نفس میں باقی رہے وہ بھی شامل ہی قولہ والاثم والبغی - اثم من اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے انکار کھلے کھلا داخل ہی اور بغی ہیں جو باطن میں
اپنے حسد ہو شامل ہی قولہ وان تشرکوا باللہ الخ - او تعالیٰ اپنے جلال و علو کبریائی میں اس شان پر ہی کہ الوہیت میں اسکا کوئی شریک ہونا
بالکل محال ہی اور درمیان میں کسی غیر کا وجود نہیں ہی - پھر جو لوگ علوم لدنی کے مدعی ہیں انکے سمجھہ میں خاک جھونکی بما قال تعالیٰ وان
تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون - سہل رح نے کہا کہ جسنے کلام کیا اللہ تعالیٰ کی طرف بدون اجازت کے بغیر طریقہ حرمت و ادب کے
تو اسنے اپنا پردہ پھاڑا اور حد سے تجاوز کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کلام سے تحذیر فرمائی ہی - ابو عثمان رح نے قولہ انما حرم ربی
الفواحش میں کہا کہ جو طاعت تو ایسی ادا کرے کہ مقصود اسمیں کوئی غیر ہو خواہ آدمی یا کوئی اور چیز تو یہ فواحش میں سے ہی قال
المترجم یہ پسندیدہ قول ہی اسواسطے کہ وہ ریا ہی اور ریا شرک ہی جو افحش الفواحش میں ہی - بعض نے کہا کہ فواحش میں سے
جو ظاہر ہیں از انجملہ جھوٹ بولنا اور غیبت کرنا اور بہتان باندھنا - اور باطن جو پوشیدہ ہیں - از انجملہ غل اور کھوٹ و حقد و حسد
ہی - استاد رح نے کہا ظاہرہ میں سے زلت و گناہ حرام ہی اور باطنہ میں سے غفلت ہی - اور بعض نے کہا کہ عجب سے یہ بات بھی
گناہ ہی کہ محبوب سے صابر ہو - قال المترجم پھر اللہ تعالیٰ نے شرک و کبیرہ گناہ و او تعالیٰ پر افترا باندھنے والوں کو سخت تہدید فرمائی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ

اور ہر فرقے کا ایک وعدہ ہی پھر جب پہونچا انکا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اور واسطے ہر امت کے - اَجَلٌ مدت ہی یعنے وقت معین و محدود ہی جسمیں انپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب
نازل ہوتا ہی - پس یہ اہل مکہ کو تہدید ہی - حاصل آنکہ اس مدت مہلت میں فواحش و افترا بجناب باری تعالیٰ سے باز رہکر اپنے
آپ کو صالح کریں - یا معنی یہ کہ اس مدت پر انکو موت دیجاتی ہی اور احتمال ہی کہ آیت دونوں معنی کو شامل ہو اور عام ہو - فَاِذَا جَآءَ
اَجَلُهُمْ یعنے پھر جب ہر امت کی اجل مقدر آگئی تو انپر عذاب یا موت مقدر ہی طاری ہو جاتا ہی - بعض نے کہا کہ اجل سے مراد وقت
نزول عذاب ہی - بعض نے کہا کہ زندگی و عمر کی مدت مراد ہی و علی ہذا ہر ایک کے واسطے ایک وقت مقرر ہوگا جسمیں تقدیم و تاخیر نہیں
واقع ہی اور اجل کا اطلاق عمر کی تمام مدت پر بھی آتا ہی اور اخیر جزو پر بھی ہوتا ہی جسمیں موت نے حلول کیا - لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً نہیں تاخیر دیے جاتے ہیں ایک ساعت - وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہیں تقدیم دیے جاتے ہیں - پس یستاخرون
و یستقدمون یعنی لا یتاخرون ولا یتقدمون - ہوگا اور ساعت سے خاصکر ایک ساعت بالخصوص مراد نہیں ہی بلکہ عرف میں نہایت کم وقت

پاکیزہ چیزون کو رزق مین سے - حاصل آنکہ مشرکون جاہلون نے بہت سے حلال وطیب چیزون کو حرام کر لیا تھا اور طواف کی حالت مین زینت لباس کو ترک کیا اور ننگے طواف کرتے تھے پس ملامت وانکار کے طور پر فرمایا کہ اوتعالے نے زینت و رزق کو بندون کے واسطے پیدا کیا پس جب اسنے پیدا کیا اور حلال کر دیا تو پھر وہ کون شخص ہے جسنے حرام کیا ہے حاصل آنکہ کوئی نہین حرام کر سکتا ہے اور جو حرام جانے وہ باطل وکذاب ہے- قال البیضاوی اس آیت مین دلیل ہے کہ مطاعم وملابس وانواع تجملات مین در اصل اباحت ہے پس سوائے ان مطاعم وملابس وغیرہ کے حرام ہونگے جو کسی دلیل خاص سے حرام یا مکروہ ثابت ہوئے ہون- اور یہ بیان اصول مین بھی متقرر ہو چکا ہے- اسمین ہمارے زمانہ کے عالمون کو زجر شدید ہے کہ بلا دلیل شرعی کے بعضی چیزون کو حلال رکھتے ہین اور بعض کو حرام کر لیتے ہین اور ایسے ہی ماسوائے کھانے پینے کے دیگر اشیاء مین بھی انکو بیباکی ہے حالانکہ علماء متقدمین نے تصریح کر دی کہ عمداً تحریم وتحلیل کرنا اگر خلاف حکم اللہ تعالے و رسول اللہ صلعم ہو تو کفر ہے پس ان عالمون کو اللہ تعالے توفیق دے کہ ان باتون سے باز آوین اور عوام کو روا نہین ہے کہ ہر انکی بات کو بلا دلیل شرعی مان لین بلکہ غور کرین کہ اپنا دین کس سے لیتے ہین -- اور اس آیت کریمہ مین فکر کرکے بعضے اہل تصوف بھی جو نفس کشی اسی مین جانتے ہین کہ اچھا کھانا نہ کھاوین اور اچھا کپڑا نہ پہنین اور مانند اسکے وہ بھی باز آوین اور نیز جو لوگ ان چیزون کے حاصل کرنے کے واسطے اسراف کرتے ہین اور بہت سے شبہات بلکہ حرام طریقون سے حاصل کرتے ہین وہ بہت ہی برا کرتے ہین اللہم اہدنا و لیسرلنا وعافنا واعف عنا وانت ارحم الراحمین- قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا تو کہدے کہ یہ زینت وطیبات رزق ثابت ہے مومنون کے واسطے زندگانی دنیا مین یعنے مومنین اسکے مستحق ہین اگرچہ غیر مومن بھی انکے شریک ہین کذا قال المفسر- خَالِصَةً نافع رح کی قراءۃ مین بالرفع ہے بنا بر آنکہ خبر بعد خبر ہے گویا تقدیر کلام یون ہے- قل ہی غیر خالصۃ للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ لہم - يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی قیامت مین یہ طیبات وزینت خالص یعنے مخصوص مومنون ہی کے واسطے ہین- اور جمہور کی قراءۃ مین خالصۃ منصب ہے بنا برانکہ حال واقع ہے اور معنی یہ ہین کہ درحالیکہ یہ طیبات وزینت خالص وبلا شرکت ثابت ہین مومنون کے لیے قیامت مین- اور دنیا مین مومنون کے واسطے مطلقاً ثابت فرمایا اور غیر خالص نہین فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ اصلی استحقاق مومنون کا ہے اور کافر اگر انکے شریک ہوتے ہین تو تبعاً شریک ہوتے ہین- واضح ہو کہ زینت لباس وطیبات طعام مین ایک معنی اداء شکر وعبادت کے اور لحاظ پاکیزگی شرعی کا معتبر ہے اور یہ ایمان پر موقوف ہے پس خالص وغیر خالص کی تفصیل کی درحقیقت ضرورت نہین کیونکہ کفار کی شرکت اس راہ سے نہین ہے بلکہ اس معنی کر شرکت ہے کہ یہ اموال دنیاوی ومشتہیات نفس ہین جسمین مومنون کی شرکت نہین ہے کیونکہ قیامت مین مومنون کو یہی بہتر ین بدون شرکت نہین حاصل ہونگی بلکہ زینت وطیبات کے مصداق کو جو نعمہائے جنت سے ہونگی حاصل ہونگی اور اسمین کافرون کی شرکت نہوگی بلکہ یہان کے مانند وہان بھی بدون زینت وطہارت کے کفار کو پیپ لہو ملیگا اعوذ باللہ من سوء العاقبۃ- كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ بینہا مثل ذلک التفصیل- جیسے ہم نے مفصل بیان کیا ایسے ہی ہم آیات کو مفصل بیان کرتے ہین - لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ایسی قوم کے واسطے جو دانائی رکھتے ہین پس وہ فکر کرکے علم حاصل کرتے ہین اور اسی قوم کی خصوصیت اسواسطے کہ آیات الٰہی سے انتفاع انھین کو حاصل ہوتا ہے - فی العرائس قولہ تعالے خذوا زینتکم عند کل مسجد- بندہ کی زینت وہ لباس ہے جسکا طراز تو تواضع ہے اور تانا وبانا اسکا

ذکر کیا کہ زینت کا حکم جو اس آیت سے ثابت ہی اسکے معنی مین جو احادیث سے ثابت ہی وہ چند باتین ہین۔ چنانچہ نماز کے واسطے تجمل مستحب ہی خصوصًا نماز جمعہ و عیدین کے واسطے اور خوشبو لگانا کیونکہ وہ زینت ہی اور مسواک کرنا اسکا تتمہ ہی اور افضل لباس سپید رنگ کا ہی اور عمامہ سر مہا اثمد کا ہی اور سرمہ بھی بغرض تجمل بہتر ہی اور سنگار کی غرض سے اگر عورتون سے تشابہ کرے تو حرام ہی۔ قال المترجم ستھرائی اور سنگار مین فرق ہی پس تجمل مین وہی چیزین ہین جو ستھرائی و زینت ہون اور عورتون کے سنگار مرد پر حرام ہین اور ایسے ہی عورتون پر مرد کی مشابہت حرام ہی اسکو محفوظ رکھنا چاہیے۔ اور منجملہ تجمل کے کنگھی کرنا اور تیل لگانا ہی۔ تمیم داری نے ہزار درم کو ایک چادر خریدی اسکو اوڑھکر نماز پڑھتے تھے۔ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا یعنی حلال کھانا جو چاہو وہ کھاؤ پیو وَلَا تُسْرِفُوا اور اسراف مت کرو۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اللہ تعالےٰ مسرفون کو دوست نہین رکھتا۔ اور سورہ اسراء کی آیت مین فرمایا کہ ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا۔ یعنی مسرف لوگ شیطانون کے بھائی ہین اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہی۔ اللهم استغفرك فيما اسرفت وفيما اعلنت واسررت۔ فی تفسیر الحافظ۔ بعض سلف رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ اللہ تعالےٰ نے تمام طب کو آدھی آیت مین جمع کر دیا یعنی کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ مترجم کہتا ہی کہ جب پوری سچی بھوک پر کھاوے اور ہنوز بھوک باقی ہو کہ ہاتھ کھینچ لیوے تو انشاء اللہ تعالےٰ بیمار نہو گا اور پرہیز کرنا جس وقت لائق ہی اس وقت کھانا اسراف ہی۔ فتامل۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے وہ کھا اور جو تیرا جی چاہے وہ پہن جب تک کہ اسراف کرنا اور اترانا دونون بدخصلتین تجھسے دور رہین۔ کما علقه البخاری واسنده ابن جریر رح من طریق طاؤس عنه۔ اللہ تعالی نے کھانا پینا حلال کیا جب تک کہ اسراف یا اترانا نہو۔ اسناده صحیح اور امام احمد نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابيه عن جده مرفوعًا روایت کی اسمین ہی کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو بدون اترانے اور بدون اسراف کرنے کے کیونکہ اللہ تعالےٰ محبوب رکھتا ہی کہ اپنی نعمت کو اپنے بندہ پر دیکھے۔ ورواه النسائی وابن ماجه اور بعض روایت مین ہی کہ اللہ تعالےٰ کو محبوب ہی کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے۔ مقدام کندی رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہین بھرا۔ آدمی کو چند لقمہ کافی ہین جو اسکی پشت کو استوار رکھین پھر اگر وہ خواہ مخواہ کھاویگا تو خیر یہ کرے کہ تہائی پیٹ کھانے کے لیے اور تہائی پیٹ پانی کے واسطے اور تہائی پیٹ سانس کے واسطے رکھے۔ رواه احمد والنسائی والترمذی وقال فی نسخة حسن صحیح۔ انس بن مالک رض سے مرفوع روایت ہی کہ یہ بھی اسراف مین سے ہی کہ ہر چیز جسکو تیرا جی چاہے اسکو تو کھاوے۔ رواه الدارقطنی فی الافراد وغریه لتفرد بقية قال المترجم لعله بقية بن الوليد وفيه ضعف وقد وثق والله اعلم۔ ابن عباس رض نے کہا کہ قوله انه لا يحب المسرفين۔ یعنی کھانے پینے مین اسراف کرنے والون کو دوست نہین رکھتا۔ ابن جریر رح نے اسکی تفسیر مین کہا کہ مراد یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نہین دوست رکھتا مسرفون کو یعنی ان لوگون کو جو حرام و حلال کی حد سے تجاوز کرتے ہین حتی کہ غلو کرکے حرام کو حلال کر لیتے ہین یا حلال کو حرام کر لیتے ہین بلکہ انھین کو دوست رکھتا ہی جو اللہ تعالےٰ کے حرام کیے ہوئے کو حرام رکھین اور حلال کیے ہوئے کو حلال رکھین اور کچھ تجاوز نہ کرین اور یہی وہ عدل ہی جسکا حکم فرماتا ہی۔ قُلْ انکار علیہم کہدے یعنی انکار کے طریق سے کہدے مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ اور کون ہی جسنے حرام کر دیا اللہ تعالےٰ کی زینت کو جو اسنے نکالی ہی اپنے بندون کے واسطے یعنی لباس مین سے وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ اور

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ
اے اولاد آدم کی لے لو اپنی رونق ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور مت اڑاؤ وہ اسکو

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ
خوش نہین آتے اڑانے والے تو کہہ کسنے منع کی ہر رونق اللہ کی جو پیدا کی اسنے اپنے بندون کے واسطے اور ستھری چیزین

مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ
کھانے کی تو کہہ وہ ہر ایمان والون کے واسطے دنیا کی زندگی مین نری انکی ہر قیامت

الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝
کے دن یون بتاتے ہین ہم آیتین انہین لوگون کو جو سمجھ ہے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اے اولاد آدم خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ لو اپنی زینت کو یعنی ایسے لباس پاک کو جو تمھارے اتنے بدن کو ڈھکے جسکا ڈھکنا واجب ہی عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر مسجد کے نزدیک - قال الحافظ اس آیت کریمہ سے وہ برا طریقہ جسپر مشرکین اعتماد کرتے تھے یعنی ننگے ہوکر طواف کرنا وہ مٹا دیا چنانچہ ابن عباس رض نے کہا کہ مشرک لوگ مرد و عورتین سب خانہ کعبہ کا طواف ننگے بدن ادا کرتے تھے سو مرد تو دن مین اور عورتین رات مین - اور بعضی عورت طواف کرنے مین کہتی جاتی ؎ الیوم یبدو بعضہ او کلہ + وما بدا منہ فلا احلہ - پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ خذوا زینتکم عند کل مسجد - رواہ مسلم والنسائی وابن جریر اور عوفی نے ابن عباس سے اس معنی کے ساتھ اسقدر زائد روایت کیا کہ زینت لباس ہر یعنے وہ کہ شرمگاہ کو ڈھکے اور سوائے اسکے مثل قیمت کپڑے ومتاع - پس لوگون کو حکم دیا گیا کہ ہر مسجد پاس اپنی زینت کر لیوین - وہکذا قال مجاہد وعطاء وابراہیم النخعی وسعید بن جبیر وقتادہ والسدی والضحاک والزہری وغیر واحد من ائمۃ السلف فی تفسیر الآیۃ یعنی مشرکون کے ننگے طواف کرنے کی رسم کو مٹانے کے واسطے یہ حکم نازل ہوا - قال المترجم امام ابو حنیفہ کے نزدیک مرد کو ناف سے گھٹنون تک ڈھکنا واجب ہی اور گھٹنے بھی شامل ہین اور آزادہ عورت کا تمام بدن عورت ہی باستثناء قدم و ہتھیلیون کے اور تمام تفصیل فقہ مین مذکور ہی مجھے صرف تنبیہ مقصود ہی - پھر آیت کریمہ اگرچہ طواف کے بارہ مین نازل ہوئی لیکن کلام عام ہی پس حکم بھی عام لیا گیا لہذا مفسر رح نے عند کل مسجد کی تفسیر مین کہا کہ طواف کے وقت اور نماز کے وقت یعنی حکم عام ہی - پھر یہان یہ اشکال پیش کیا گیا کہ طواف کے وقت تو ستر ڈھکنا واجب ہی اور نماز مین فرض ہی پھر تفریق کیونکر ہی اور شافعیہ پر یہ اشکال وارد نہین ہوتا کیونکہ وہ وجوب و فرض مین فرق نہین کرتے ہین اور حنفیہ کے نزدیک بھی حق عمل مین دونون یکسان ہین لیکن پوشیدہ نہین کہ حق حکم مین عموماً مساوات نہین چنانچہ جسنے نماز مین ایک آیت پڑھی تو فرض ساقط ہو گیا اگرچہ وجوب قرارۃ سورہ فاتحہ و دیگر زائد کے نہ پائے جانے سے نقصان رہا جسکا اعادہ واجب ہی حالانکہ شافعیہ کے نزدیک فرض بھی ساقط نہین ہوتا اور نماز باطل ہی بالجملہ حنفیہ پر یہان جواب لازم ہی پس جواب یہان دیا گیا کہ آیت سے تو نماز مین بھی وجوب ہی ثابت تھا لیکن فرضیت بدلیل اجماع ثابت ہوئی ہی کذا قیل وفیہ نظر فان الافتراق بین الوجوب والفرض انما ہو اصطلاح حادث والاجماع الذی یفید القطع ہو اجماع السلف فکیف الاجماع اللہم الا ان یقال انہ ثبت من اجماعہم لبطلان الصلوۃ عند عدم الستر فدل ذلک علی الفرضیۃ لکن فی اثباتہ ذلک مشقۃ فلیتامل - حافظ ابن کثیر وغیرہ نے

ہونے کے وقت نفس کو آتش توحید مین جلا دے پس صفات ازلیہ کے ساتھ استقامت پر ستوی رہے تو نہین دیکھا کہ کیونکر اہل
شہود کو انوار جلال سے مکاشفہ دیکر انقطاع حدوث کی دعوت فرمائی بقولہ واقیموا وجوہکم عند کل مسجد۔ جب انوار قدرت ظاہر ہون تو
دعاء و تضرع کے ساتھ اغیار کو درمیان سے دور کرتے ہوئے اپنے چہرون کو اور پیشانیون کو درگاہ عزت کے سامنے خاک پر رکھو
کیونکہ دعاء یہی ہی کہ لقاء رب مین قلب کو تمام شوق ہو اسطرح کہ درمیان مین غیر کو دخل نہ رہے قولہ وادعوہ مخلصین لہ الدین یعنی حدث
کی کدورت اور غیر کی طرف نظر سے صاف ہو کر توحید دعاء کرو پھر جب یہ صفات پورے ہوئے تو حقائق عبودیت پورے ہوئے جنکو
اللہ تعالے نے دین فرمایا ہی شیخ جنید رح نے اس آیت مین کہا کہ سر باطن کی حفاظت اور ہمت کے بلند رکھنے کا اور تمام جہان کے
عوض اللہ تعالے کو لینے پر راضی ہونے کا حکم دیا۔ شیخ رویم رح نے کہا کہ اخلاص دعاء یہ ہی کہ اپنے افعال سے اپنی نظر اٹھا دے
حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ معاملۂ الٰہی عز و جل کے درمیان سے مخلوق کو نکال دینا یہی اخلاص ہی۔ ابو عثمان رح نے کہا کہ ہمیشہ
خالق عز و جل ہی کی طرف نظر رہنے کے واسطے مخلوق کی طرف نظر رکھنے کو فراموش کرنا یہی اخلاص ہی۔ بعض نے فرمایا کہ
ہمیشہ مراقبہ رکھنا اور جملہ حظوظ کو فراموش کرنا یہی اخلاص ہی۔ قال الاستاد فی قولہ واقیموا وجوہکم عند کل مسجد۔ اسمین
اشارہ یہ ہی کہ ہر حالت مین دوامی شہود ہو اور کسی وقت کوئی لحظہ اسکو فراموش نہ کرے خواہ کچھ آوے یا جاوے مقدم ہو یا موخر پھر
جب سب کو خالص عبودیت کا حکم دیا اور واسطے چیزون سے مخاطب کیا بعد ازانکہ سب کے سب پردۂ عدم سے موافق قضاء
و قدر کے شقاوت و سعادت و ہدایت و ضلالت پر نکلتے ہین تو سب کو مشیت سابقہ پر حوالہ کیا بمعنی آنکہ یہی نہین ہی کہ جو عبودیت
کی طرف متوجہ ہوا وہ واصلین مین سے ہی اور جو بھاگا وہ مہجورین مین سے ہی اسواسطے کہ طاعت و عبودیت تو درمیان مین
طاری ہو گئی ہین بلکہ جسکی فطرت بندگان مقبول کی فطرت ہی وہ ہر حال مین مقبول ہی اور جسکی فطرت مردود وہ مردود ہی چنانچہ مصرح کر دیا
بقولہ کما بدأکم تعودون۔ فریقا ہدی و فریقا حق علیہم الضلالۃ۔ سب کو دو نشان سے موسوم کیا ایک کو بہ نشان لطف اور دوسرے
کو بہ نشان قہر۔ پس جو بہ صفت لطف ہی اسکو تلوین کی گردشون سے کچھ مضرت نہین اور جو بہ صفت قہر ہی اسکو ظاہری تمکین
کی منفعت سے کچھ فائدہ نہین ہی۔ پس محل امتحان سے نکلنے کے بعد اصلی فطرت پر ہونگے ایک فریق تو انوار معرفت پر ہوگا اور
ایک فریق تاریکی ضلالت پر ہوگا۔ قال ابو الحسن النوری رح یعنے جو تیرا ازل مین مقدر ہوا وہ ابد مین واقع ہوگا۔ قال الحسین
اعمال پر مغرور مت ہو کیونکہ وہ کبھی انجام کار سے موافق ہوتے ہین اور کبھی مخالف ہوتے ہین۔ قال المترجم یہ سب اقوال قریب
قریب ہین۔ قال بعضہم۔ اسی سے اسی کی طرف عود کروگے۔ اپنے وجود سے انکو دیگر اشیاء کی لذت سے چھڑایا اور اپنے علم و
معرفت کے ساتھ انکو غیر کے علم سے نکالا اور اپنے ارادہ غالب کی معرفت سے انکو اغیار کے ارادہ سے آزاد کیا۔ قال الشیخ ادام اللہ
مجھے یہان ایک نکتہ معلوم ہوا یعنے بعض کو دیدار جمال سے پیدا کیا تو معرفت مین پڑے اور بعض کو دیدار جلال سے پیدا
کیا تو وہ نکرت مین پڑے یعنی عین قدم کے دروازہ پر جا پڑے اور وہان افہام کو تعقیر دامنگیر ہوتی ہی پس میدان نکرت
مین پڑے رہجاتے ہین اور بعضے نکرت النکرۃ مین رہتے ہین اور بعضے معرفۃ المعرفۃ مین رہتے ہین پھر جب اللہ تعالے
نے بندون کو مساجد شہود مین اقامت وجوہ کا حکم فرمایا تھا اسکے بعد موافق مراتب مین زینت اور درستی و استقامت کا
حکم دیا بقولہ تعالے۔

کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا اور اسی کی مؤید ہی حدیث جو حضرت ابن عباس رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا کہ اے لوگو تم حشر کیے جاؤگے اللہ تعالے کی طرف ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے پھر پڑھی
یہ آیت کما بدأنا اول خلق نعیدہ انا کنا فاعلین - رواہ البخاری ومسلم ایضا - اور سدی رح نے یہ معنی بیان کیے کہ کما بدأکم تعودون
یعنے جیسے تم کو ایک فریق ہدایت یافتہ اور ایک گمراہ مقدر کیا ہی ایسے ہی اپنی ماؤن کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہو - قال علی بن ابی
طلحہ عن ابن عباس رض - اللہ تعالے نے اولاد آدم کی خلقت مین مومن و کافر رکھے ہین چنانچہ فرمایا ہو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن -
پھر روز قیامت کو جیسے پیدا کیا ویسے ہی اعادہ فرماویگا - قال الحافظ اسکی تائید بحدیث ابن مسعود رض ہی جسمین حضرت صلعم سے
یون روایت ہی کہ پھر قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے سوا کوئی معبود نہین ہی کہ آدمی اہل جنت کے کام کرتا ہی یہان تک کہ اسکے اور جنت
کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہی پھر اسپر تقدیر غالب ہوتی ہی پس دوزخیون کا کام کر گذرتا ہی پس دوزخ مین داخل ہوجاتا ہی
اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہی یہان تک کہ اسکے اور دوزخ کے درمیان فقط ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہی پس جنتیون کا کام کرتا ہی
جس سے جنت مین داخل ہوجاتا ہی - رواہ البخاری اور قصہ قزمان کی حدیث بخاری مین مانند اسکے مضمون آیا ہی اور آخر مین ہی
کہ اعمال کا اعتبار تو خواتیم پر ہی یعنے جس عمل پر خاتمہ ہوا اسکا اعتبار ہی - اور جابر رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر
نفس اسی حالت پر مبعوث ہوگا جسپر وہ دنیا مین تھا - رواہ ابن جریر اور لفظ صحیح مسلم یہ ہین ہر آدمی اس حال پر مبعوث ہوگا جسپر وہ
مرا ہی - وقد رواہ ابن ماجہ ایضا - قال الحافظ اگر آیت سے یہ معنی مراد ہون کہ جو جسطرح مقدر ہوا ہی اسی پر ماں کے پیٹ سے پیدا
ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ آئین اور قولہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا الآیۃ مین اور حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ مین توفیق دیجاے
اور وجہ الجمع یہ ہی کہ اللہ تعالے نے انکو پیدا کیا تاکہ ثانی الحال مین کافر و مومن ہون اگرچہ ابتداے فطرت مین سب کے سب توحید
و اسلام پر مفطور ہوئے ہین جیسا کہ انسے عہد و میثاق لے لیا تھا - فافہم - اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اے غیر اللہ - سواے خدا کے - وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ یہ کلام تعلیل ہی انپر ضلالت
ثابت ہونے کی کہ انھون نے شیاطین کو اولیاء بنایا اور خیال کرتے ہین کہ ہم ہدایت پر ہین - قال الشیخ ابن جریر رح - بعض
لوگون نے زعم کیا کہ اللہ تعالے کسی شخص کو فعل معصیت یا اعتقاد ضلالت پر عذاب نہین کریگا مگر جبھی کہ ٹھیک وجہ سے راہ راست کا اد
اس فعل کی معصیت اور اس اعتقاد کی ضلالت ہونے کا علم اسکو ہوا ہو پھر اسنے یہ فعل معصیت و یہ اعتقاد ضلالت باقی رکھا ہو - اور
یہ زعم ان لوگون کا غلط و خطا ہی اسواسطے کہ اگر یہی ہوتا تو یہان فریق ہدایت مین اور فریق ضلالت مین کچھ فرق نہوتا اسواسطے کہ فریق
ضلالت اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے ہین حالانکہ انکے نام و احکام سے اللہ تعالے نے دونون مین فرق فرمایا ہی ف - فی العرائس
جب قوم نے راہ عدل و احسان سے منھ موڑا اور گمراہون یعنے شیطانون کے پیچھے چلے تو آنحضرت صلعم کو اللہ عز وجل نے حکم دیا کہ
جو باتین عدل و توحید و اخلاص وغیرہ جناب الٰہی کے لائق ہین اور کسی اور کو انکی لیاقت نہین ہی وہ اس قوم برگشتہ کو اعلام فرماوے
بقولہ قل امر ربی بالقسط - اسمین اشارہ ہی کہ قسط باطنی یہ ہی کہ سر باطن کو دیدار قدم مین حدوث سے مجرد و مقدس کرے اس صفت
کے ساتھ کہ درمیان مین حظ نفس کو کچھ بھی دخل نہو کیونکہ وہان نفس کو یہی یہ حظ ملتا ہی کہ مشاہدہ کی حلاوت مین مشغول ہوجاتا ہی بسبب
اور اسے عبادت کے پس نفس کے اس مزہ کے واسطے ایسا نہ کرے بلکہ حظ حق پر رہے وہ یہ ہی کہ انوار عزت ازل کا سر باطن پر ظاہر

یہ ثابت نہو کہ فلان حدیث سے ثابت ہی اور صحیح ہی تب تک زبان کو روکے ورنہ جہنمی ہو جانے کا خوف ہی۔ واللہ سبحانہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو حکم فرمایا کہ مشرکین گمراہوں کو راہ عدل و صراط مستقیم جو تحقیق حکم الٰہی ہی سنا دے اور راہ ہدایت بتلا دے بقولہ تعالے۔

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَ

تو کہہ میرے رب نے فرمائی ہی دینداری اور سیدھے کرو اپنے منہ ہر نماز کے وقت اور

ادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ۝ فَرِيقًا

پکارو اسکو نرے اسکے حکم بردار ہو کر جیسے تمکو پہلے بنایا دوسری بار ہوگے ایک فرقہ کو

هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا

راہ دی اور ایک فرقہ پر ٹھہری گمراہی انہوں نے پکڑے

الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ

شیطان رفیق اللہ تعالے کو چھوڑ کر اور سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ کہدے کہ حکم دیا میرے رب نے بقسط یعنی عدل کے ساتھ۔ یعنی عدل و استقامت رکھنے کا حکم دیا ہی۔ وَأَقِيمُوا یہ معطوف ہی بالقسط کے معنی پر اے بان اقسطوا و اقیموا۔ عدل کرو اور اقامت کرو۔ یا اس سے پہلے اقبلوا مقدر ہی اے امر ربی بالقسط فاقبلوا و اقیموا۔ یعنی حکم دیا میرے پروردگار نے عدل کا پس اسکو قبول کرو اور قائم کرو راست وٹھیک۔ وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ اپنے چہرون کو ہر سجدے کے وقت۔ مسجد مصدر میمی بمعنی سجود ہی اور عند ظرف زمان ہی اور معنی یہ کہ خالص کرو اللہ تعالے ہی کے واسطے اپنے سجود کو۔ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ اور عبادت کرو اسی کی درحالیکہ خالص کرنے والے ہو اسکے واسطے دین کو شرک سے۔ قال الحافظ فی التفسیر [ابن کثیر] حاصل آیت آنکہ میرے پروردگار نے تمکو حکم دیا کہ عدل کرو اور اسکی عبادت کو اپنے موقع پر استقامت سے ٹھیک رکھو اور اسکی عبادت مین اخلاص کا برتا و کرو۔ پس عبادت اپنے موقع پر یون ٹھیک ہوگی کہ رسول جو معجزہ سے تائید کیا گیا ہی وہ جو شرع اللہ تعالے کے حکم سے لایا ہی اسمین پوری پوری اسکی پیروی کرو پھر اخلاص سے عمل کرو کیونکہ اللہ تعالے کسی نیک کام کو قبول نہین کرتا جب تک کہ یہ دونون باتین اسمین نہ پائی جاوین ایک یہ کہ شرع کے موافق ہو اور دوم یہ کہ شرک سے پاک و خالص ہو۔ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ یعنے جیسے تمکو پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے ایسے ہی عود کروگے یعنی پھر تمکو قیامت کے روز زندہ کرکے اُٹھا دیگا۔ حاصل آنکہ ہر نحش و شرک سے بچو اور روز جزا سے ڈرو اور وہ قیامت ہی اسکے منکر مت ہو جسنے تمکو ابتدائً پیدا کر دیا کہ تمھارا کچھ بھی وجود نہ تھا وہ ضرور قادر ہی کہ پھر دوبارہ تمکو زندہ کردے پس ضرور تم قیامت کے لیے اُٹھائے جاوگے۔ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ یعنی ایک فریق کو تم مین سے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہ ہونا ٹھیک کر دیا۔ واضح ہو کہ یہ تفسیر جو مفسر رح نے ذکر فرمائی ہی یہی حضرت حسن رح و قتادہ رح سے مروی ہی اور یہی حضرت مجاہد رح کا ظاہر قول ہی کہ فرمایا یعنی بعد موت کے تمکو زندہ فرمادیگا۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ معنی یہ کہ جیسے تمکو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تمکو آخر مین ا، وہ فرمادیگا اسی تو

درجہ کا کرتے ہین تو قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا کہتے ہین کہ ہم نے اپنے باپ دادون کو اسی فعل پر پایا
پس ہم نے انکی اقتدار کی ہے- وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا یعنی اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمکو اس کام کا حکم کیا ہے
حاصل آنکہ شرک و ننگے طواف و جانورون کی گت بنانا وغیرہ فحش باتین کرتے اور جب تنبیہ کیے جاتے کہ یہ سب فحش و حرام ہے تو
دو عذر کرتے ایک یہ کہ ہم نے باپ دادون کی تقلید کی ہے اور وہ بہرحال ہمسے اچھے تھے- اور دوم یہ کہ ہمکو اللہ تعالےٰ
نے یہی حکم دیا ہے- اور شاید دوسرا عذر اسوجہ سے بیان کرتے تھے کہ باپ دادے جب اچھے تھے تو خواہ مخواہ انھون نے اللہ تعا
کے حکم ہی سے کیا ہوگا پس یقین کر لیا کہ اللہ تعالےٰ کا بھی حکم ہے- قال البیضاوی مشرکون نے دو باتون سے حجت پکڑی ایک
تو باپ دادون کی تقلید کے ساتھ اور دوم اللہ تعالےٰ پر افترا باندھنے کے ساتھ پس پہلی بات کا باطل ہونا تو کھلا ہوا تھا اسکو
ترک فرمایا اور دوسری بات کو رد کر دیا بقولہ- قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ کہدے کہ اللہ تعالےٰ نہین
حکم کرتا فحش باتون کا- پس تم جو کہتے ہو کہ ہمکو اللہ تعالےٰ نے حکم کیا ہے یہ تمہارا افترا ہے- قال البیضاوی یعنی عادت الٰہی عزوجل
یون ہی جاری ہے کہ محاسن افعال و مکارم اخلاق کا حکم فرماتا ہے پس وہ فحش باتون کا حکم نہین دیتا- اور یہان سے جو بعض لوگون
نے سمجھا کہ کسی فعل کا قبیح ہونا اس معنی کر کے کہ آیندہ اسپر مذمت عائد ہو یہ عقل سے ثابت ہے کیونکہ عدم امر الٰہی بالفحشاء سے
انکے افترا کو رد کیا اور انکے فعل کو فحش قرار دیکر مذمت کی تو معلوم ہوا کہ یہ عقلی ہے تو بیضاوی رح نے رد کر دیا کہ اس کلام
مین کچھ بھی دلالت نہین کیونکہ فاحشہ سے تو مراد یہان وہ فعل ہے جس سے طبیعت نفرت کرے یعنی نہ وہ کہ عقل اسمین باعتبار ترتب
مذمت فی حکم اللہ تعالےٰ حکم کرے فافہم- اور بعض نے کہا کہ مشرکین نے یہ دونون جواب دیے ہین گویا انسے کہا گیا کہ تم نے یہ
فعل فاحشہ کیون کیا تو انھون نے کہا کہ وجدنا علیہا اٰباءنا- پھر کہا گیا کہ تمہارے باپ دادون نے کہان سے پایا تو کہا کہ اللہ امرنا بہا
پھر بیضاوی رح نے کہا کہ بہرصورت تقلید کرنا جبھی ممتنع ہے کہ جب دلیل شرعی اسکے برخلاف قائم ہو اور مطلقاً منع نہین ہے یعنے اگر
تقلید سے کوئی فعل کیا پھر دلیل شرعی قائم ہوئی کہ یہ فعل یون نہین بلکہ اسطرح ہے تو اسوقت مین دلیل شرعی کی اتباع کرے اور تقلید
حرام ہے اور مطلقاً منع نہین- واضح ہو کہ اعتقادات مین تقلید کا کام نہین اور افعال جوارح مین یہ گفتگو ہے پس یہ صحیح ہے کہ جب
دلیل سے فعل تقلیدی خلاف ثابت ہو تو اس فعل مین ضرور تقلید چھوڑ دے- اور لازم ہے کہ جہان کچھ اشتباہ ہو وہان مسئلہ
مین تفتیش و تلاش کرے واللہ یہدی من یشاء وہو اعلم بالمہتدین- پھر مشرکون کے افترا باندھنے پر انکار کے ساتھ ملامت
فرمائی بقولہ- اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالےٰ کی جناب مین وہ بات کہ تم نہین جانتے
یعنے نہین جانتے کہ او تعالےٰ نے فرمائی یا نہین- مگر جہالت سے کہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے ایسا حکم دیا ہے- پس جو شخص اللہ تعا
کی جناب مین افترا باندھے وہ اسی ملامت کا مصداق ہے اور حدیث مشہور بلکہ متواتر مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی عمداً
مجھپر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا لے- اور بعض روایات میں ہے کہ اگر کوئی میرے ذمہ لگا دے وہ بات جو مین نے
نہین کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا دے- لہذا مسلمان ایماندار کو روا نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کو
بے جانے بوجھے نسبت کر دے- پس یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم نے یون فرمایا ہے یا فلان شخص سے یون سُنا ہے یا یہ خبر آپ کی ہے یا
آپ نے ایسا کیا- یا آپ نے فلان شخص کو کرتے دیکھا- یا فلان شخص کو یہ خبر دی ایسے ہی بہت سے امور ہین کہ جب تک یقینی

ہی کہ مومن بندون سے شیطان کا منھ پھیر دیا اور اعدا یعنی کافرون و مشرکون کی طرف کر دیا کہ وہ سب شیطان کے دوست ہوگئے اور
یہ کافر و مشرک مع شیطانون کے سب کے سب اہل ایمان کے دشمن ہوئے۔ وقد قال تعالےٰ انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون
اسمین تصریح ہی کہ یہ سب کچھ ہماری قدرت و مشیت سے ہی کسی اور کو یہان کوئی بات کرنے کی مجال نہین ہی پس جب بندہ کو ایمان
نصیب ہوا تو وہ سب پہچانتا و دیکھتا ہی اور نعوذ باللہ تعالےٰ اگر کافر و مشرک بنایا گیا تو وہ ناپتا پھرتا اور دوسرون کو خالق بناتا
پھرتا ہی تعالےٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ سب چیز فقط اسی پاک پروردگار عز وجل کی قدرت کاملہ و مشیت محکمہ سے پیدا ہوئی
ہی اسی لئے مومنون کے دلون مین اپنی الفت دیدی اور آپس مین مومنین وہ ایک جان دو قالب ہین اور اُسی نے فاسقون کافر
و مشرکون کے دلون مین شیطان و اسکے تابعون کی الفت دیدی کہ وہ مومنون کے دشمن ہین لیکن مومنون کو ان شیاطین کی
عداوت سے کچھ ضرر نہین ہی اسواسطے کہ یہ لوگ علین حفاظت ازل مین ان دشمنون کے شر و فساد سے محفوظ ہین۔ ابن عطاء رح نے
فرمایا کہ قولہ تعالےٰ انا جعلنا الشیاطین۔ اور قولہ تعالےٰ انہم اتخذوا الشیاطین۔ اسمین سے حقیقی نسبت تو وہ ہی جو اپنی طرف
اضافت فرمائی یعنے ہمنے ایسا کر دیا۔ اور جو انکی طرف نسبت کی ہی وہ معارف ہین اور یہی حال تمام قرآن مین خطاب الٰہی کا ہی
کہ اورون کی طرف جہان اضافت ہی وہ بطریق معارف ہی کہ عارف سمجھ لیگا فافہم۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ

اور جب کرین کچھ عیب کا کام کہین ہمنے دیکھا اسطرح کرتے اپنے باپ دادون کو اور اللہ نے ہمکو یہ حکم کیا

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

تو کہہ اللہ حکم نہین کرتا عیب کے کام کو کیون جھوٹھ بولتے ہو اللہ پر جو معلوم نہین رکھتے

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً فاحشہ وہ گناہ کہ جسکی برائی و قباحت درجہ انتہا کو پہونچ گئی ہو اور اکثر مفسرین نے کہا کہ مراد
ننگے طواف کرنا یہی قول ابن عباس و سدی وغیرہ کا ہی اور عطاء رح نے کہا کہ وہ شرک ہی اور مفسر رح نے اختیار کیا کہ وہ عام ہی ہر
فاحشہ کو شامل ہی خواہ شرک ہو یا ننگے طواف ہو یا کوئی اور ہو اگرچہ اس جھگڑے کے نازل ہونے کا سبب ظاہری یہی واقع ہوا کہ ننگے طواف
کعبہ سے باز نہ آئے۔ قال الحافظ فی التفسیر۔ مجاہد رح نے کہا کہ مشرکین ننگے طواف کرتے اور کہتے کہ ہم ویسے طواف کرتے ہین جیسے
ہماری ماؤن نے ہمکو جنا تھا پس عورت اپنی فرج پر کوئی ٹکڑا چمڑے کا یا کوئی اور چیز رکھ لیتی اور طواف کرتے مین کہتی جاتی ع الیوم
یبدو بعضہ او کلہ + وما بدا منہ فلا احلہ + یعنے آج کا دن ہی کہ چاہے شرمگاہ تھوڑی کھل جاوے یا سب کھل جاوے پر نہین
ہوا اور جو کچھ اسمین سے کھل جاوے تو اسکو مین حرام ہی رکھتی ہون حلال نہین کرتی ہون۔ پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ واذا
فعلوا فاحشۃ الآیۃ۔ قال الحافظ تمام عرب والے سوائے قریش کے اُن کپڑون کو جنکو پہنا ہی پہنکر طواف نہ کرتے اور کہتے کہ
ہم ان کپڑون مین طواف نہین کرتے جنمین ہمنے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی ہی اور قریش جو حمس کہلاتے تھے البتہ اپنے کپڑون
مین طواف کرتے تھے اور احمسی نے اگر کسی کو کپڑا مانگے دیا تو اسمین یا نیا کپڑا ہوا تو اسمین طواف کرتا پھر پھینک دیتا کہ کوئی اسکا مالک ہوتا ورنہ ننگا طواف
کرتا اور ایسے ہی عورتون کا حال تھا لیکن عورتین اکثر رات مین طواف کرتین اور یہ بات ان لوگون نے اپنے نفس سے بوسوسہ شیطان
نکالی تھی پس اللہ تعالےٰ نے اسکو منکر قرار دیا اور رجوع کیا چنانچہ فرمایا۔ واذا فعلوا فاحشۃ۔ یعنی اور جب مشرکین کوئی فحش گناہ انتہا کی

حال مذکور ہی-فتدبر-پھر اوتعالےٰ نے بندون کو شیطان سے زیادہ تحذیر دلائی کہ وہ ایسا پورا دشمن دین ہی کہ ایسی راہ سے چوری کرلیتا ہی کہ آدمی اسکو دیکھتا نہین ہی-کما قال تعالےٰ-انہ یراکم ہو وقبیلہ من حیث لا ترونہم-شیاطین تو اس جہت کو دیکھتے ہین جدھر سے بندہ پر بمقادیر امتحان آنے والے ہین اور وہ مشیت مین جاری ہوچکے ہین پھر جب شیاطین نے دیکھا کہ یہ حکم قضاء اسپر جاری ہوا ہی تو گمراہ کرنے کے قصد سے اسکے پیچھے پڑتے ہین کیونکہ وہ قضاء وقدر تو مقدر ہی نہین ٹل سکتی پس اسمین اسکو موقع وساوس سے راہ مستقیم سے نکال باہر کرین اور اگر وہ ثابت قدم ہی تو قضاء مقدر کو باطن مین خوشی سے برداشت کریگا اگرچہ ظاہر مین اسکو رنج وکلفت پہونچے پس جب ایسا موقع پاکر شیطان اسکے پیچھے ہوے اور بندہ اسکو دیکھتا نہین ہی جب تک وہ اپنی شہوات کی تاریکی اور اس سے حجاب مین پڑا ہوا ہی اور نیز شیطانون کو بھی نہین دیکھ سکتا جب تک کہ اپنی طبیعت کی تاریکی وحجاب مین گرفتار ہی پس شیاطین خوب قابو پاکر جو کچھ انکی حرکتین گمراہ وتباہ وبرباد کرنے کی ہین سب اسکے ساتھ مناسب طور سے عمل مین لاتے ہین اور اگر بندہ اپنے نفس کی سیاہی اور خواہش نفسانی کی تاریکی سے درگاہ نورانی حضرت عزت عزوجل کی طرف رجوع لایا اور آسمان غیب کو دیکھا اور درگاہ مولیٰ عزوجل مین اپنے نفس وشیاطین کے شر وفساد سے پناہ مانگی وملتجی ہوا حتی کہ اسکو قرب حاصل ہوا تو اللہ تعالےٰ اسکو نور بصیرت عطا فرماتا ہی جس سے شیطانون کو اور انکے مکر کو دیکھ لیتا ہی-پس اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم-وغیرہ سے اسکو آگ کے گرز وتیز ہتھیار حاصل ہوجاتا ہی جس سے وہ اللہ تعالےٰ کی تائید وقوت سے ان شیاطین کو ایک دم مین جلا ڈالتا ہی اور سب کو اپنی نظر سے دیکھکر دور بھگا دیتا ہی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب مجید مین واضح دو آیتین فرمائی ہین جس سے صریح معلوم ہوا کہ بندہ نیک کی یہ حالت ہی کہ شیاطین کو انکے مواقع حیلہ گری واشکال مین دیکھکر اپنے آپ کو اُنسے بعنایت الٰہی محفوظ کرتا ہی پس اول آیت تو قولہ تعالےٰ ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون-البتہ جو لوگ متقی ہوے جبکہ انکو کچھ وسواس شیطانی پہونچے تو یاد کرتے یعنی ہوشیار ہوجاتے ہین بیاد الٰہی وآیات پاک کے پس وہ ناگاہ دیکھنے والے ہوجاتے ہین-اور دوسری آیت قولہ تعالےٰ لایسمعون الی الملا الاعلیٰ ویقذفون من کل جانب دحورا ولہم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب الآیۃ-شیخ ذو النون رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر شیطان تجھے ایسی جگہ سے دیکھتا ہی کہ تو اسکو نہین دیکھتا تو اللہ تعالےٰ تیرا پروردگار عزیز جلیل سبحانہ وتعالےٰ اسکو ایسی راہ سے دیکھتا ہی کہ وہ اللہ تعالےٰ کو نہین دیکھتا پس تو اپنے پروردگار عزوجل سے استعانت طلب کر پس اسکی نظر رحمت کے سامنے بھلا شیطان واسکا مکر کیا چیز ہی قال تعالےٰ ان کید الشیطان کان ضعیفاً الآیۃ-البتہ مکر شیطان بہت ضعیف ہی-قال المترجم شیطان ہو یا فرشتہ ہو شیر ہو یا بھیڑیا کوئی چیز ہو سب حکم الٰہی عزوجل کے تحت قدرت مین مسخر ہین کسی کو ذرہ برابر یعنے کچھ بھی خلاف کی مجال نہین ہی-اگر صدق دل سے مومن ہو تو شیطان کی کیا مجال ہی کہ جسکے واسطے نظر رحمت الٰہی جل سلطانہ ہو اسکی طرف آنکھ اٹھا سکے وقد قال تعالےٰ وما کان لہ علیہم من سلطان الا لنعلم من یومن بالآخرۃ ممن ہو منہا فی شک وربک علیٰ کل شیٔ حفیظ-الآیۃ-پھر اوتعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے شیطان کو اپنے اولیاء یعنی مومن بندون سے جو اسکی جناب مین عاجزی وبندگی کرتے ہین اور سوائے اسکے کسی کو شریک نہین لاتے بلکہ اسکی جناب پاک مقدس مین شرک کا جب کہین نشان ہی نہین اور اس درگاہ عظمت مین اسکا امکان ہی نہین تو شرک کی نفی کرتے ہوئے شرماتے ہین سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون-بالجملہ اسکا کرم تو

وعمر دراز تک پہونچنے کی ہو بات سے فتنہ مین نہ ڈالے جیسے تمھارے باپ آدم کو جنت اور اسکے دوام کی طمع دلائی کیونکہ اس سے
آدمی مقام قدس و انس سے عالم کدورت و وحشت کی طرف خارج ہوتا ہے یعنے خاطر باطن پریشان ہوجاتی اور مکدر و ظلمانیت اسپر
چھاجاتی ہے اور عالم نور و سرور سے نکل جاتا ہے جیسے آدم ؑ کا حال ہوا کہ وہ جنت خلد سے عالم دنیاوی مین نکالے گئے پس یہ چیزین
نورانی لباس کو آدمی کے سر باطن سے اُتار دیتی ہین اور اسکو لباس تقویٰ سے جسکو اللہ تعالیٰ نے یہان ذکر کیا ہے ننگا کر دیتی ہین
جب بندہ اپنی ہواے نفسانی و طمع شہوات شیطانی کا تابع ہوتا ہے اور اسی خواہش و شہوت کو طلب کرتا ہے تو صفاے عبادت اس سے
خارج ہوجاتی ہے اور نور درگاہ سے مجرد ہوجاتا ہے اور انسانی علتین اسپر غلبہ کر کے سامنے آتی ہین کیونکہ فراق کی بلائین یہی ہین
یعنی انھین سے آدمی درگاہ رحمت سے دور پڑجاتا ہے۔ اور جنت سے نکالنے اور لباس اُتارنے کی نسبت شیطان کی طرف
کی گئی حالانکہ درحقیقت اس واقعہ کا باعث ہے اور ظہور قہر مین واسطہ ہے تو اسی وجہ سے کہ جب بندہ کو دوری و مہجوری کی کوئی
علامت ملنے کو ہوتی ہے تو امتحان مین بندہ اسی مطرود و مردود ابدی یعنی شیطان کے وسوسہ و اسکے مزخرفات کو قبول
کرلیتا ہے پس اثر دوری و مہجوری ظاہر ہوتا ہے ورنہ شیطان کو خود ذرا بھی قدرت نہین ہے کہ جسکو چاہے گمراہ کرسکے اور اضلال اسکے
اختیار مین نہین ہے اور جہان انوار عنایت اور آتش محبت دونون مجتمع ہوے تو وہان بندہ کے حال سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس
آتش محبت و انوار مودت مین جل جائیگا یعنے بسا اوقات فی الجملہ درد فراق چکھا دیا جاتا ہے جو درحقیقت اس بندہ پر زینت ہے بعض
مشائخ سے سوال کیا گیا کہ کس چیز نے مخلوق کو جنت سے نکالا جہان قرب حق حاصل تھا حالانکہ اس مخلوق کو معرفت حاصل تھی
تو فرمایا کہ اتباع نفس و خواہش نفس و شیطان نے دور کردیا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ آدم علیہ السلام کا جنت سے نکلنا اور
بہت گریہ و زاری کرنا اور اپنی عاجزی ظاہر کرنا اور انکی پشت سے انبیاء و رسولون کا ظہور ہونا یہ انکے واسطے جنت و اسکی نعمت
سے کہین بڑھ کر ہے۔ بعض نے کہا کہ قولہ ینزع عنھما لباسھما۔ اس سے انوار قرب و عزت مراد ہین یعنے لباس جنت سے جسطرح خارج
ہوئے ویسے ہی ان انوار سے باہر ہوئے۔ اور ابو سعید خراز رح نے کہا کہ یہ لباس وہ نور قرب تھا جو انکو حاصل ہوا تھا۔
نصر آبادی نے کہا کہ سب سے بہتر لباس حضرت آدم کو لباس قرب و حضوری تھا پھر جب خلاف حکم اُنسے واقع ہوا تو یہ لباس
اُتار لیا گیا۔ بعض سلف نے کہا کہ جسنے سر الٰہی کی بے ادبی کی جو اسپر وارد ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسپر اسکے عیوب نفس کو گویا کر دیتا ہے
استاد رح نے کہا کہ خواہش نفسانی مین نفس کی بات جسنے کان دھر کر سنی تو وہ ہواجس نفس و ہوس شیطان مین پڑجاتا ہے پس
وسواس و ہواجس باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اور خواطر قلب اور زواجر علم اسکے مقابلہ مین آخر کار پست ہوجاتے ہین پس
بہت تھوڑے عرصہ مین یہ وساوس و ہواجس تمام اسکو گھیر لیتے ہین اور وہ شخص انھین لوگون کی لڑی مین گوندھ دیا جاتا ہے جو اپنی جی
کی چاہت کے غلام بنے بیٹھے ہین پھر اسکی اس حالت سے اسکا قدم لڑکھڑاتا ہے اور آخر گناہ مین گر کر عذاب کی خندق کی طرف پھسلتا
چلا جاتا ہے پھر اگر توبہ کی توفیق پہونچ گئی تو تدارک کر کے اسکے ہاتھ کو تھام لیا اور اوپر نکال لیا بشرطیکہ اسنے بھلے کامون سے وہ
سیل دور کر دیا اور اگر یہ نہوا تو پھر چند روز مین اسکے دل پر سیاہی چھا جاتی اور اسکو پتھر بنا دیتی ہے جب یہ حالت پہونچی تو حیات
اس سے الگ ہوجاتی ہے اور بلائین اسپر پوری ہوجاتی ہین۔ قال المترجم گویا یہ نکتہ ماخوذ ہے حدیث صحیح مسلم سے جسمین گناہ
کرنے سے قلب پر ایک نقطہ سیاہ پیدا ہونے اور درصورت عدم توبہ کے بڑھکر تمام دل گھیرنے اور پھر اسمین بھلائی نہ سمانے کا

اور بسا اوقات شیطان بصورت پیر مرد کے اکثر عابدون کو یا سانپ کی صورت مین نظر آیا۔ مولوی رومؒ نے کہا ہے ؎ اے بسا ابلیس
آدم روے ہست ٭ پس بہر دستی نشاید داد دست ٭ اور سراج مین لکھا کہ ہمارے شیخ قاضی زکریا رحؒ نے کہا کہ حق صحیح یہ ہی
کہ شیطان کا نظر آنا اور نہ آنا صرف اللہ تعالے کی قدرت پیدا کرنے پر ہی پس جو وقت کسی بندہ کے واسطے اللہ تعالے چاہے
تو شیطان اپنی صورت پر اسکو نظر آتا ہی چنانچہ احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہی پس بعض اوقات مین بعض لوگون کو نظر آویگے۔
قال المترجم۔ شیخ زکریا رحؒ نے بہت صحیح وصواب بات بیان کی اور مدار امتحان اس بات پر ہی کہ شیطان اگر نظر آوے
تو ہر شخص اسکو جان لے اور وسوسہ مین نہ پڑے لہذا نظر پر پردہ ہی اگر پردہ اٹھ جاوے نظر آویگا جیسے آنحضرت صلعم نے
دیکھا بلکہ گرفتار کیا ہی پس آیت مین تو عدم امکان پر کچھ بھی دلیل نہین ہی۔ اور بعض نے جو کہا کہ احادیث صحیحہ اس آیت
کی مخصص ہین تو یہ بر تقدیر تسلیم اس امر کے ہی کہ من حیث لا ترونہم ۔ سے یہ مراد ہی کہ انکے اصلی صورت پر بسبب جسم ناری
لطیف ہلکے ہونے کے نہین دیکھ سکتے ہو ورنہ احادیث صحیحہ سے تخصیص کی کوئی ضرورت نہین ہی۔ واضح ہو کہ معتزلہ وغیرہ تمام
امت کا اس بات پر اجماع واتفاق ہی کہ شیطان ایک جسم مخلوق ہی اور ایسا ہی جن بھی مخلوق ہین اور انکے وسوسہ آدمیون
کو اس طور سے پہونچتے ہین کہ آدمی کو یہ خبر نہین ہوتی کہ یہ شیطان نے القاء کیا ہی حتی کہ اگر وہ کافر ہی تو اسکو قبول کرتا ہی مگر نہ اسطرح
سمجھکر کہ شیطان کی بات ہی بلکہ اپنی راے وفہم سمجھکر مغرور ہوتا ہی اور اگر مسلمان ہی پس اگر اللہ تعالے نے محفوظ رکھا تو یہ
وسوسہ جمنے نہین پاتا وہ بعلم شریعت وتوفیق الٰہی اسکو رد کر دیتا ہی ورنہ بہت سے جاہل وفاسق مسلمان اسکے وساوس کو خواہ
شہوات فسق وفجور کے ہون یا اور کسی طرح کے ہون قبول کرتا اور بسا اوقات اسکے موافق کاربند ہوکر آخر متنبہ ہوتا ہی پس اگر
توبہ کر لی تو خیر ورنہ بدکاری پر اصرار کیے اور اڑا رہتا ہی لیکن شیطان پر لعنت کرنا تو عموماً زبانون پر چڑھا ہوا ہی اب اس زمانہ
مین ایک گروہ پیدا ہوا ہی انھون نے شیطان کو بالکل ہی چھپا ڈالا اور کہنے لگے کہ شیطان کا کہین وجود ہی نہین ہی اگر ہوتا تو نظر
آتا اور محسوس ہوتا حالانکہ یہ سخت ہی نادانی ہی روح ونفس وغیرہ قوی ہین جو نظر نہین آتی اور دوسرے کی روح اسکو محسوس نہین
ہوتی ہی پھر کیا اس نظر نہ آنے سے دوسرے مین روح ہی نہین ہی پس اس گروہ نے قرآن مجید واحادیث واجماع امت بلکہ جملہ اہل کتاب
یہود ونصاری وغیرہ بلکہ عقل صحیح سلیم سب سے انکار کیا اور ایسی صورت مین کفر مین کوئی شک نہین پس افسوس ہی کہ ناحق بلا
دلیل وحجت نقل وعقل کے انکار کرنا وکفر اختیار کرنا عقل سلیم نہین روا رکھتی ہی اور آیات مصرح ہین چنانچہ قاسمہما باللہ انی
لکما لمن الناصحین ۔ وغیرہ بالکل صریح ہین پس اس گروہ سے سخت تعجب وحیف ہی اور اللہ تعالے ہدایت فرماتا ہی جسکو چاہے ۔
شیطان جس سے وساوس وگمراہیان وغیرہ پھیلتے ہین اسکو درمیان سے ندارد کر دیا کہ لوگ اسپر لعنت کرتے ہین درمیان سے ندارد
کر دو کہ وہ زبان خلائق سے بچے یہ کمال دوستی اور اتحاد ہی ۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ہم نے کر دیا ہی شیاطین کو اولیاء ان لوگون کا آدمیون مین سے جو ایمان نہین رکھتے ہین
اولیاء جمع ولی کی یہان بمعنی اعوان ہی مددگار لوگ یا قرناء بضم اول وفتح ثانی جمع قرین کی جو نہایت نزدیک ساتھی ہو جسکو ہمزاد بولتے
ہین پس بے ایمانون کا ہمزاد شیطانون کو بنانا نہایت مناسب ہی کہ انکی ازراہ طبیعت کے اتحاد ہی اگرچہ صورت مین اتفاق نہو
کذا فی السراج المنیر ۔ فی العرائس قولہ یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان ۔ یعنی شیطان تمکو امید ہاے دراز وطمع مال وجاہ

دیدی گئی ہی چنانچہ ایک یہ بیان فرمائی کہ انہ یراکم ہو الخ - یعنے وہ شیطان دیکھتا ہی تمکو وہ خود بھی اسکے قبیل بھی اس حیثیت سے کہ تم اسکو نہین دیکھتے یعنے ان شیطانون کو - پس وہ تمھارے دل مین و دماغ مین ایسے طور سے آکر وسوسہ ڈالیگا کہ تم اسکو نہ دیکھ سکوگے اور وہ تم کو دیکھیگا اور وہ اکیلا نہین بلکہ مع قبیل ہی - یراکم مین ضمیر فاعل راجع بجانب شیطان اسی ضمیر متصل کی تاکید لفظ ہو ضمیر منفصل سے کردی تاکہ قبیلہ کا عطف عمدہ ہوجاوے - قبیل جمع قبیلہ بمعنی ایسی جماعت مجتمعہ کہ انمین بعضے بعض کے مقابل ہون یعنے ایسا جتھا جسمین آمنے سامنے ایک طرح کے مقابل لوگ ہون اور قبیلہ وہ قوم جو ایک دادا کی اولاد ہون - مراد یہان اسکے قبیل سے شیطان کا لشکر ہی یہی مفسر رح نے اختیار کیا - اور قتادہ رح نے فرمایا کہ وہ ایسے جن و شیاطین ہین کہ انھین مین سے ابلیس بھی ہی اور ابن عباس رض نے کہا کہ مراد اس سے شیطان کی اولاد ہی اور یہ بنظر لفظ قبیل کے مناسب ہی اور لشکر شیطان سے تفسیر اشمل وارجح ہی - پھر یہ جو فرمایا کہ وہ تمکو اس حیثیت سے دیکھتے ہین کہ تم انکو نہین دیکھتے ہو - تو مفسر رح و بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ یہ بسبب اسکے کہ انکے اجسام بہت ہی خفیف و ہلکے ہین جیسے ہوا کہ نظر نہین آتے ہین یا اس سبب سے کہ انمین کوئی رنگ نہین ہی اور یہی معتزلہ کا قول ہی - اور واحدی رح و ابن الجوزی رح نے ابن عباس رض سے نقل کیا کہ اللہ تعالے نے شیطانون کو ایسا کردیا ہی کہ آدمیون مین انکے خون کے مانند روان ہین اور آدمیون کے سینے انکے رہنے کے ٹھکانے کردیے ہین سوائے ان آدمیون کے جنکو اللہ تعالے نے محفوظ فرمایا کہ انکے سینون مین تو مسکن نہین کرسکتے ہین ورنہ اورون کے سینون مین مسکن رکھتے ہین جیسا کہ اللہ تعالے نے پناہ مانگنے کو سکھلایا لقولہ الذی یوسوس فی صدور الناس - پس وہ لوگ آدمیون کو دیکھتے ہین اور آدمی انکو نہین دیکھتے ہین - مجاہد رح سے مروی ہی کہ ابلیس نے کہا کہ ہمارے واسطے چار باتین کردی گئین ہم دیکھتے ہین اور دکھلائی نہین دیتے اور ہم تحت الثری سے نکل آتے ہین اور ہمارے بوڑھے پھر عود کرکے جوان ہوجاتے ہین - ابن دینار رح سے روایت ہی کہ جو دشمن تجھے دیکھتا اور تو اسکو نہین دیکھتا ہی البتہ بڑی ہوشیاری و مشقت کا سامنا ہی مگر جسکو اللہ تعالے بچالیوے - مین کہتا ہون کہ اسی آیت کے آخر مین جنکو اوتعالے جل جلالہ نے بچایا ہی وہ مذکور ہین یعنے مومنون کو اپنی رحمت سے بچالیا ہی - اللھم رب اجعلنی ممن عصمتھم من عبادک المومنین برحمتک وبفضلک وانت علی کل شئی حفیظ - واضح ہو کہ زمخشری وغیرہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ شیاطین کا دیکھنا ممکن نہین ہی اور یہ قول مردود ہی اسواسطے کہ جیسے شیاطین مین اللہ تعالے نے قوت پیدا کردی کہ آدمیون کو ہر طرح دیکھ سکتے ہین ایسے ہی جبدم اللہ تعالے آدمیون کی آنکھ مین ایسی قوت دیدے تو دیکھ سکتے ہین اور آیت مین انکا دیکھنا محال ہونے پر کوئی دلیل نہین کیونکہ آیت سے انتہا درجہ یہ نکلتا ہی کہ شیاطین ہمکو اس راہ سے دیکھتے ہین کہ جس راہ سے ہم انکو نہین دیکھتے پس اول تو نہ دیکھنے سے نہ دیکھ سکنا کیونکر ثابت ہوا مثلاً دو شخص آنکھین بند کیے ہوئے ہو اسکو کہہ سکتے ہین کہ زید کو نہین دیکھتا اور زید اسکو دیکھتا ہی لیکن یہ کہنا ٹھیک نہین کہ وہ شخص زید کو دیکھ ہی نہین سکتا ہی کیونکہ اگر آنکھ کھل جاوے تو دیکھ لیویگا - دوم یہ کہ نہ دیکھنا تو ایک راہ کرکے خاص ہی یعنے جس راہ سے وہ ہمکو دیکھتے ہین ہم اس راہ سے نہین دیکھ سکتے ہین پس جائز ہی کہ دوسری راہ سے ہم انکو دیکھ لین کیونکہ خاص نفی سے عام کی نفی نہین ہوتی ہی اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ نہ دیکھنا اسی حیثیت اور اسی راہ کرکے ہی کہ جب شیطان اپنی اصلی صورت پر ہو اور اگر کسی حیوان یا پرند وغیرہ کی صورت مین متمثل ہو تو اس راہ سے دکھلائی دیگا کیونکہ جنون کو متمثل ہونے کی قوت حاصل ہی اور یہ امر مشہور معروف ہی

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ

اے اولاد آدم کی نہ بہکاوے تمکو شیطان جیسا نکالا تمھارے ماں باپ کو بہشت سے

يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ

اُتراوے اُنسے کپڑے کہ دکھاوے اُنکو عیب اُنکے وہ دیکھتا ہے تمکو

وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ

اور اُسکی قوم جہان سے تم اُنکو نہ دیکھو ہمنے رکھے ہین شیطان رفیق

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اُنکے جو ایمان نہین لاتے

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اے اولاد آدم نہ فتنہ مین ڈالے تمکو شیطان یعنی نہ گمراہ کرے تمکو شیطان یعنی اے اولاد آدم تم مت پیروی کرو شیطان کی کہ تم بھی فتنہ مین پڑجاؤ - كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ جیسے اسنے نکال باہر کیا تمھارے ماں دباپ کو اپنی فتنہ پردازی کے ساتھ جنت سے - يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا درحالیکہ اُتار لیا ان دونون کے بدن سے انکا لباس - لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا تاکہ دکھلاوے دونون کو انکی شرمگاہین - واضح ہو کہ جملہ ینزع عنہما - حال ہی پس بعض نے کہا کہ ابویکم سے حال ہی یا اخرج کے فاعل یعنی ابلیس سے حال ہی اور بجاے نزع ماضی کے ینزع مضارع اس فائدہ کے واسطے آیا کہ حکایت حال سے اسی وقت کا تصور ذہن مین سما جاوے تاکہ اولاد آدم کو شرم آوے اور شیطان کی پیروی سے شرم کرین اور اسکو دشمن جانکر اسکے کامون و باتون سے جدا ہوکر راہ حق کی پیروی اختیار کرین - اگر کہا جاوے کہ اخراج کرنے والا اور لباس اُتارنے والا شیطان نہین کیونکہ اُسنے یہ حرکت اپنے ہاتھون نہین کی تو جواب یہ ہی کہ لباس کا چھن جانا اور جنت سے نکلنا اسی شیطان کے وسوسہ سے واقع ہوا اور اسی کا دھوکا دینا اسکا ظاہری سبب ہوا اسی سبب سے اسکی طرف نسبت کیا گیا - پھر اسمین اختلاف ہی کہ وہ کیا لباس تھا جو اُتر گیا تو ابن عباس وقتادہ رض سے مروی ہی کہ ناخن انکا لباس تھا اور بعد نزع کے ہاتھ پیرون مین نمونہ کے طور پر زینت ومنفعت ویاد دلانے کو باقی رہگئے ہین قال المترجم قد رواہ عبد الرزاق عنہ - اس روایت کے ثبوت مین کلام ہی اور شاید یہ بنی اسرائیل یعنی یہود وغیرہ کے بیان سے لی گئی ہی یا مؤول ہی - بالجملہ یہ ضعیف ہی - اور وہب بن منبہ رح سے ابن جریر نے باسناد صحیح روایت کی کہ لباس نور تھا جو انکی نظر کے درمیان حائل تھا - اور مجاہد رح نے فرمایا کہ لباس تقوی تھا - اور یہ مناسب ہی اور بعض نے فرمایا کہ لباس جنت مین سے ایک لباس تھا اور یہ قول اقرب ہی اسواسطے کہ لباس اور اسکا اُتارنا حقیقی ملبوس کے ساتھ اطلاق ہوتا ہی اور اولی یہ ہی کہ مطلق لباس لیا جاوے و ملبوس جنت بمعنی حقیقی کو اور لباس تقوی کو دونون کو شامل ہو حاصل آنکہ اے اولاد آدم تم فتنہ شیطان سے بچو وہ تمکو گمراہ نہ کرے جیسے تمھارے والدین کو جنت سے اس حال سے نکلوایا - اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ یعنی تم بہت ہوشیار رہو شیطان کے مکر و فریب سے کہ اسکو آخرت مین جب قطعی جہنم دی گئی ہی تو ایک مدت تک اسکی عبادت کا اور نیز وہ بھی مخلوق ہی اسکا عوض اسکو بسبب عموم رحمت کے دنیا مین یہ دیدیا گیا ہی کہ اول بار صور پھونکے جانے کے وقت تک زندہ رہے اور بہت سی قابو و قدرت اسکو

ہین اور لباس تقوی وہی ہی کہ اللہ تعالے کی عزت وجلال مین فنا ہوگیا اور صفات الٰہی سے اسکو قوت حاصل ہوئی یعنی بدون
حلول وغیرہ وہمی وقیاسی باتون کے اسمین صفات الٰہی سے اتصاف ہوا جیساکہ قرب نوافل مین جابجا مذکور ہوچکا پس لباس التقوی
مین ہر لباس فنا ہوجاتا ہی اور جو شخص اس لباس سے آراستہ ہوا وہ اللہ تعالے کی طرف سے تمام عالم کے واسطے قبلہ ہوگیا جو
اسپر نظر کرتا ہی وہ اللہ تعالے عز وجل کے انوار صفات کو پاتا ہی پس اسی لباس العفاف کی طرف حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم
نے اشارہ فرمایا القول من رآنی فقد رأی الحق جسنے مجھکو دیکھا اسنے حق کو دیکھا۔ قال المترجم اہل تصوف نے اس حدیث
کے معنی سے بھی اشارہ کے معنی نکالے ہین وقد مر مفصلا۔ اھ۔ قولہ تعالے یواری سوآتکم۔ اشارہ ہی کہ تم سب اسکے سبب انوار
قدم سے ننگے اور حدوث کے عیبون سے ایسے ہو جیسے ننگے کے اعضاء شرم کھلے ہونے سے وہ معیوب ہوتا ہی پس تمکو چاہیے
کہ حدوث کی علتین اور عیوب کو لباس قدم سے ڈھکو بایں طور کہ شریعت پاکیزہ پر ٹھیک چلو اور عقائد درست کرو اور حقیقت
وطریقت پر چلکر انوار حاصل کرو پس لباس علم سے شرمگاہ جہالت یعنی عیب جہالت کو چھپاؤ اور جو عیوب کہ بندہ کو لازم ہین
انکو صفات ربوبیت سے چھپاؤ یعنے اخلاق الٰہی عز وجل سے آراستہ ہو۔ اسی واسطے رب نے فرمایا کہ سوءہ تو جہالت ہی اور سب سے
بڑھی ہوئی زینت یہ ہی کہ بندہ لباس تقوی سے آراستہ ہو یہ لباس ایسی زرہ ہی کہ اسکو کسی حسد کرنے والے کا مکر نہین پھاڑ سکتا
کیونکہ وہ اصل مین دل کا لباس ہی اور ظاہری پرہیزگاری اسکی علامت ہی کہ ہر بات مین اللہ تعالے کے ساتھ ادب رکھتا ہی
وہ یون ہی کہ اللہ تعالے کے ساتھ کسی غیر کو نہ دیکھے پس تو غور کر کہ تو نے کون سا لباس پہنا ہی قمیص صدق ہی یا قمیص فسق ہی
نصرآبادی نے کہا کہ جملہ لباس سب حق تعالے کی مخلوق ہین جسمین سے لباس تقوی لباس حقانی ہی اور جو لباس کہ سوآۃ کو
چھپاتا ہی وہ لباس کرامت ہی اور لباس تقوی وہ لباس ایمان ہی اور وہ سب سے اشرف ہی۔ بعض نے کہا کہ لباس الہدیٰ
تو عوام کے لیے ہی اور لباس التقوی خواص کے واسطے ہی۔ اور لباس ہیبت عارفون کا لباس ہی اور لباس زینت دنیا والونکا
لباس ہی۔ لباس لقاء ومشاہدہ وہ اولیاء کا لباس ہی اور لباس الحضرۃ انبیاء علیہم السلام کا لباس ہی۔ قال الاستاد رح
قلب کے واسطے لباس التقوی ہی اور وہ یون ہی کہ قصد سچا رکھے اور طمع کو دور کرے۔ اور روح کے واسطے لباس التقدیس
ہی یعنے علائق کو ترک کرے اور عوائق کو (رکنے والی چیزین ۱۲) درمیان سے دور کردے اور سر باطن کے واسطے تقوی سے ایک خاص لباس ہی
وہ ہر ملاحظہ وخطرات کو دور کردینے سے حاصل ہوتا ہی۔ پھر اللہ تعالے نے اولاد آدم کو بھی اسی چیز سے ڈرایا اور پرہیز
کرنا فرمایا جس سے آدم علیہ السلام کو ہوشیار وپرہیز کرنے والا رہنے کو فرمایا تھا یعنی ہر شہوات سے اور ہر ایسی چیز سے جسکو
نفس چاہے اس سے پرہیز رکھو۔ قال فی السراج۔ یہ آیت بیان لباس کے بعد ذکر واقعہ آدم علیہ السلام کے کہ انپر
فریب شیطان سے برہنگی کی مصیبت پہونچی تھی اسواسطے بیان فرمائی کہ نعمت لباس کا شکریہ ادا کرین اور بجائے پتون سے بدن
ڈھانکنے کے اس لباس کی خوبی قیاس کرین اور غور کرین کہ ننگے ہونے مین سوآۃ کے کھلنے سے کیا فضیحت واہانت ہی پس حضرت
منعم عز وجل کے منت واحسان کے مقابلہ مین تقوی اختیار کرین اور جو حکم انکو حضرت منعم جل جلالہ سے پہونچے اسکو مانین پھر شیطان
واسکے امور سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور جو اسنے انکے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ بدی وفریب واہانت کا برتاو کیا تھا

یاد دلایا بقولہ

تو اسکے پیچھے اصل لباس معنوی کو بیان فرمایا بقوله وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ نافع و ابن عامر و کسائی نے لباس التقوی - بنصب پڑھا بنا بر انکہ لباسًا پر عطف ہی یعنے اور نازل فرمایا ہمنے تمپر لباس التقوی اور وہ خیر ہی یعنے لباس ستر اور لباس زینت سب سے اچھا ہی پس ذلک مبتدا اور خیر اسکی خبر ہی اور جملہ بیان فضیلت لباس التقوی ہی اور باقی قرار رحمہم اللہ نے لباس التقوی برفع پڑھا پس یہ مبتدا ہی اور جملہ ذلک خیر - اسکی خبر ہی - اب رہا بیان اسکا کہ لباس التقوی جو استعارہ ہی تو کس چیز سے استعارہ ہی ورنہ کیا مراد ہی نقال الحافظ فی التفسیر - مفسرین نے اسکے کئی معنی بیان کیے ہین - عن عکرمہ وہ لباس ہی جو قیامت مین متقیون کو ملیگا - رواہ ابن ابی حاتم - زید بن علی و سدی و قتادہ و ابن جریج نے کہا کہ وہ ایمان ہی - عوفی عن ابن عباس وہ عمل صالح ہی - وعنہ وہ ستودہ اخلاق ہین - عن عروہ بن الزبیر وہ خوف الٰہی محبت کے ساتھ ہی - عبدالرحمن بن زید - اللہ تعالے سے خوف کرکے اپنی سترگاہ ڈھکی رکھے - [عن ابن عباس] یہ سب معانی قریب قریب ہین اور حضرت عثمان رض سے روایت ہی کہ منبر پر خطبہ مین لوگون کو کتے مارنے کا حکم دیتے اور کبوتر بازی کرنے سے منع کرتے پھر کہا کہ اے لوگو تم ان سرائر مین اللہ تعالے سے تقوی رکھو کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہی کہ نہین چھپائی کسی نے کوئی سریرت مگر آنکہ اللہ تعالے اسپر علانیہ ایک چادر پہناتا ہی اگر بھلی سریرت ہی تو بھلی چادر اور اگر بری سریرت ہی تو بری چادر پہناتا ہی پھر یہ آیت پڑھی ولباس التقوی ذلک خیر ذلک من آیات اللہ - اور کہا کہ وہ نیک خصلت ہی - رواہ ابن جریر والطبرانی اور حسن بصری رح نے اسکو حضرت عثمان سے سنا ہی تو کتون کے قتل اور کبوترون سے بازی نہ کرنے کو خطبہ مین حسن رح کا حضرت عثمان سے سننا تو شافعی و احمد و بخاری فی الادب کی روایات بطریق صحیحہ سے ثابت ہی اور یہ شاہد ہی باقی جزو روایت مرفوع کا واللہ اعلم - ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ یعنی لباس تقوی یا یہ جملہ لباس نازل فرمایا آیات الٰہی سے یعنی اسکی قدرت کے دلائل سے ہی - لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ شاید اولاد آدم تذکر کرین یعنے نصیحت و پند حاصل کرین پس ایمان لے آوین - اسمین صنعت التفات ہی یعنے پہلے بحرف ندا خطاب فرمایا تھا اور یہان بصیغہ غائب فرمایا پس خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہی اور آیت مین دلیل ہی کہ ستر عورت ظاہری باب تقوی ہی اور اعمال صالحہ جو باطنی خوش اخلاق و سیئت صادقہ سے ہون وہ اصل لباس ہین پس اگر تمام دوشالے وغیرہ لادے ہو اور باطن مین اخلاق مذمومہ و اعمال ناپاک رکھتا ہو تو وہ ننگون سے بدتر ہی اور اگر باطنی لباس تقوی سے آراستہ ہو تو پھٹا کپڑا اسپر کمال زینت ہی اور درحقیقت وہ آیات الٰہی مین سے ہی کہ اندھے اور بے ایمان بد اعتقاد لوگون کو نظر نہین آتا - فی العرائس قوله تعالے یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا - ہر گروہ کے واسطے لباس خاص ہی پس عارفون کے واسطے لباس معرفت ہی اور محبین کے واسطے لباس محبت ہی اور مشتاقون کے لیے لباس شوق ہی اور موحدین کے لیے لباس توحید ہی اور زاہدون کے لیے لباس زہد ہی اور متقیون کو لباس تقوی ہی اور اولیاء کو لباس ولایت ہی اور انبیاء کو لباس نبوت ہی اور مرسلین کو لباس رسالت ہی اور انمین سے ہر ایک کیواسطے ظاہر و باطن ہی پس زینت باطن تو حق تعالے کی نظر رحمت کے واسطے ہی اور ظاہری زینت واسطے شریعت کے ہی پس جو اس زینت سے حقیقت مین آراستہ ہی وہ انوار قرب کی وجہ سے مخلوق کے درمیان مزین اور مہیب ہو جاتا ہی اور قوله تعالے ولباس التقوی ذلک خیر - یعنی بہتر سب سے لباس تقوی ہی کیونکہ ہر لباس مین ضرور نفس بندے کو حظ ملتا ہی اور لباس التقوی مین نفس کو کچھ حظ نہین ہی - اور یہ لباس تو عوام کے

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ۔ اسمین بعض نعمت کی تذکیر ہی کہ لباس تن انسانی پر بہتر ہی اور لباس مین سے بہتر لباس تقویٰ ہی حتی
کہ آدم سے لباس جاتا سو جب اسارۃ ہوا اور لباس تقویٰ زائل نہین ہوتا اور یہ تمہید ہی آیتہ مابعد کے واسطے پس فرمایا کہ یا
بنی آدم اے اولاد آدم۔ اور بنین کو خطاب بسبب شرف مردون کے عورتون پر ہی اور شامل اسمین عورتین بھی ہین پس
تغلیباً بنین فرمایا۔ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ اے خلقنا لکم۔ البتہ ہم نے تمہارے واسطے پیدا کیا مینھ وغیرہ آسمانی
اسباب اتار کر۔ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ ایسا لباس کہ چھپاتا ہی تمہارے فروج یعنی شرمگاہون کو۔ پس لباس کو
انزلنا۔ فرمایا تو اسی سبب سے آسمانی اسباب مینھ وغیرہ اتار کر پیدا کیا گیا ہی اسی واسطے مفسر رح نے خلقنا لکم سے تفسیر کی اور نظیر
اسکا قولہ تعالے وانزل لکم من الانعام۔ ہی یعنے خلق لکم من الانعام۔ اور ایسے ہی قولہ وانزلنا الحدید فیہ باس شدید۔ یعنی لوہے کی
نسبت اتارنا فرمایا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ زمین کے جملہ برکات منسوب باسمان ہین یعنے جو زمین سے برکات ہین وہ آسمان سے
اتری ہوئی کہی جاتی ہین اور یواری اے یستر سواٰتکم۔ تمہارے سواۃ کو ڈھکتا ہی وَرِیۡشًا عطف ہی لباساً پر اور جملہ صفت سے
اشارہ ہی کہ ستر پوشی مین لباس اصل ہی اسی واسطے مفسر رح نے ریش کی تفسیر کی کہ وہ کپڑے ہین جنسے آدمی تجمل حاصل کرتا ہی۔ اور
بعض قراۃ مین ریاشاً جمع ریش ہی۔ ابن جریر رح نے کہا کہ ریاش کلام عرب مین اثاث البیت وظاہر کپڑے ہین یعنی جنسے ظاہر مین
تجمل کیا جاوے پس لباس تو ضروری چیز ہی اور ریاش اسکا تکملہ و مزید چیز ہی۔ بخاری نے ابن عباس رض سے نقل کیا کہ ریش یعنی
مال ہی۔ رواہ عنہ ابن ابی طلحہ اور یہی قول مجاہد و سدی وضحاک وعروہ ابن الزبیر و بہتون کا ہی۔ اور عوفی نے ابن عباس رض سے
روایت کی کہ ریاش لباس وعیش و نعمت ہی اور عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے جب
گردن تک پہونچے اور کہے کہ الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی۔ پھر پرانا کپڑا ایکر صدقہ کردے تو وہ زندہ و
مردہ اللہ تعالے کے ذمہ و جوار مین اور اسکی رحمت مین ہوگا۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ اور حضرت علی رض سے روایت ہی کہ
رسول اللہ صلعم جب نیا کپڑا پہنتے تو کہتے۔ الحمد للہ الذی رزقنی من الریاش ما اتجمل بہ فی الناس واواری بہ عورتی۔ رواہ احمد سراج
مین کہا کہ ثابت ہوا کہ زینت ایک غرض صحیح ہی جیسا قولہ تعالے لترکبوہا وزینۃ الآیۃ سے ثابت ہی اور فرمایا ولکم فیہا جمال حین تریحون الآیۃ
اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے جمیل ہی اور وہ جمال کو دوست رکھتا ہی۔ رواہ الترمذی وغیرہ پس معنی آیت کے یہ ہین کہ اے
اولاد آدم ہمنے اتارا تمپر ایسا لباس کہ تمہاری شرمگاہون کو چھپاتا ہی اور ایسا لباس کہ وہ تمکو زینت کا فائدہ دیتا ہی۔ اور مروی ہی کہ عرب
کے لوگ ننگے ہوکر خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور عورتین بھی ننگی ہوکر یا تھا یا کچھ چیز شرمگاہ پر رکھکر رات مین طواف کرتین پس آیت
نازل ہوئی۔ قال البیضاوی۔ شاید اللہ تعالے سبحانہ نے قصہ آدم علیہ السلام کو اسی حکم کے واسطے مقدم بیان فرمادیا تاکہ معلوم
ہوجاوے کہ پردہ شرم کھل جانا پہلی برائی تھی جو شیطان کی طرف سے آدمی کو پہونچی پس اولاد آدم ع کو شیطان نے اغوا کیا ہی
جیسے اسنے آدم علیہ السلام کو دھوکے سے برہنگی کی برائی پہونچائی تھی۔ قال المترجم اس آیت مین تفہیم و ارشاد ہی کہ برہنگی
عیب ہی اسکے دور کرنے کو اللہ تعالے نے نعمت لباس نازل فرمائی اور یہ رجز ہی مشرکین کو جو ایسا کرتے تھے ورنہ ننگے ہوکر طواف
سے ممانعت کرنے مین اصل قولہ تعالے یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد الآیہ ہی جو آیندہ آتی ہی۔ قال فی السراج جب اللہ تعالے
نے لباس محسوس کو بیان کیا اور اسکی دو قسمین کین کہ ایک ضروری ہی کہ شرمگاہ کو چھپانے والا ہی اور دوسرا زینت و تجمل کے واسطے ہی

پھر جب دونون نے چاہا کہ غائت عشق سے شجرہ مین سے کھانے مین ہم نے خطاء کی اور یہ ہمارا مقام نہین تو ظلم کو اپنی طرف نسبت کرکے کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ - ظلم یہان یہی ہو کہ مقام کی شناخت نہوا اور مشاہدہ حق مین حظ نفس کی خواہش ہو اسی واسطے دونون نے جہالت کا اقرار کیا اور اسوقت مین مقام تلوین مین تھے اور اگر مقام تجرید و توحید یعنی مقام تمکین عرفان مین ہوتے تو نفس کا ذکر درمیان مین نہ لاتے اور نفس کو ملامت نہ کرتے کیونکہ نفس پر نظر رکھنا اور اسکی کسی قدرت کو مقام توحید مین دیکھنا شرک ہو کیا تو نہین دیکھتا کہ حضرت استاد رح نے کہا ہو کہ جسنے اپنے نفس کو ملامت کی وہ مشرک ہو حسین رح نے کہا کہ شرک و ظلم یہ ہو کہ اوتعالےٰ کی طرف سے کسی غیر کی طرف مشغول ہو - اور ابن عطاء رح نے کہا کہ ظلم یہان یہ کہ حق تعالےٰ کے سوا سے جنت و اسکی نعمت کی طرف بھی مشغول ہوئے تھے - شیخ شبلی رح نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے گناہ انکو کرامات و مراتب پر پہونچاتے ہین جیسے کہ آدم ہو کے گناہ کا انجام یہ ہوا کہ مقام اجتباء و اصطفاء پر پہونچے - اور اولیاء کے گناہون سے کفارہ ہو جاتا ہو - اور عوام کے گناہ انکو خواری و اہانت مین ڈالتے ہین - واسطی رح نے کہا کہ حال طینت مین انکو کوئی خطرہ سوائے حق کے نہ تھا پھر جب حضور مین حاضر کیا تو حضور سے غائب ہوئے پس غیر کے خطرہ سے ظلم کیا اور کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا - کیون نہین اتصال کے ساتھ اتصال مین اسکو اتصال سے قطع کیا اور نفس مین جو نفس سے تھا اسکو نفس سے کیون نہین غائب کیا پس اللہ تعالےٰ نے اسکو زیادہ سوزش و ہیجان مین ڈالا کیونکہ شوق کو فراق سے ملا دیا اور میثاق لے لیا تاکہ سفر عشق مین طرح طرح کی محنت و مشقت اُٹھاوے اور حکم دیا کہ - اہبطوا پس آدم کو مقام بہجت سے عالم محنت مین اُتار دیا اور اہل عداوت کے درمیان پھنسایا اور بعد وصل کے رنج فرقت چکھایا کیونکہ مقام عشق مین رنج و غم فراق اور ذوق وصال ساتھ ساتھ ہین - عیش و وصال مین حبیب کے ساتھ صافی الحال بلا کدورت تھا نہ وہان جفاء فراق تھی اور نہ بلاء امتحان پھر فرقت کے ہاتھون امتحان مین پھنسایا - اسے برادر حضرت والدین جنت وصال مین یہ طمع کرتے تھے کہ دوام لقاء حاصل ہو پس غیرت کبریائی نے وہان سے نکال دیا - واضح رہے کہ یہ بھی رحمت ہو کہ دوام لقاء بعد فناء کا راستہ بتا دیا - بعض نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام رتبہ فضیلت و کرامت سے نہین گرے اگرچہ مقام جنت سے نکل آئے ہین اسی واسطے فرمایا - ثم اجتباہ ربہ - پھر جب دونون کو منزل جنت سے نکالا اور میدان محنت یعنی زمین پر ڈالا تو آگاہ فرمایا کہ دونون اس زمین پر بروح معرفت و رزق مشاہدہ زندہ رہینگے اور کنار شفقت و مکاشفہ مین رہینگے پس وہان سے نعت توحید و محبت نکلینگے چنانچہ قولہ فیہا تحیون و فیہا تموتون و منہا تخرجون - سے اشارہ ہو یعنی طاعت باللہ سے زندہ اور فناء فی اللہ سے مردہ - اور بقاء باللہ سے نکلو گے - اور بعض نے کہا کہ معرفت کے ساتھ زندہ ہوگے - اور جہالت رہی تو مردہ ہوگے اور جو تقدیر و مشیت سابق جاری ہو چکی ہو اور جو احکام سعادت و شقاوت کے ہو چکے زمین انھین کے موافق وہان سے نکلو گے - پھر آدم کے لباس جنت کے عوض اولاد آدم کو مختلف لباس ملے کما قال اللہ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا

اے اولاد آدم کی ہمنے اُتاری تم پر پوشاک کہ ڈھانکے تمہارے عیب اور رونق

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ

اور کپڑے پرہیزگاری کا سو بہتر ہے یہ قدرتین ہین اللہ کی شاید وہ لوگ دھیان کرین

اور انکو غیب اسمین شجر یا کر آدم کو دلالت کی تاکہ خلق مین کوئی متمتع ہو کر اسمین منازع ہو پس آدم کو حسد سے اسمین ڈالا کیونکہ یہ مقام خطر تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے انکو معصوم رکھا کہ انکے نفوس کو ہیام قہر مین گرفتار کیا پس جب مسخر و ساقط ہو کر ایا ضعف معلوم کیا تو کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ۔ پس شیطان کا یہ ارادہ کہ بعد علم اسرار کے مدہوش متحیر ہو کر قبول احکام شریعت سے خارج ہون اور حجت الٰہی عالم مین نہ رہتے وہ برعکس ہو گیا کہ وہ عارف ہو کر درجہ نبوت و رسالت پر رہتے قولہ فوسوس لہما الشیطان الخ جب او تعالےٰ کسی بندہ کو کشف اسرار چاہتا ہی تو شیطان اسکو بہکاتا ہی اور وہ بسبب انکشاف ہو جاتا ہی اور خود شیطان خوار ہوتا ہی جیسے آدم علیہ السلام پر گذرا اور ابلیس انکے حسد مین خوار ہوا اور آدم زیادہ مقبول ہوگئے لقولہ تعالےٰ ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ یعنی مکر بدی اسی کو ملتا ہی جسنے مکر کیا۔ اور آدم کے حق مین فرمایا ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی۔ پھر دونون بیٹے آدم و حوا بعد ظہور اسرار کے انکو ادب کے پتون سے عبودیت مین مرعی رکھا کما یدل علیہ قولہ وطفقا یخصفان علیہما الخ۔ ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ شیطان نے برائی چاہی وہ بسبب علوم و بلوغ کمال ہوا کہ آدم سے کوئی عمل اس خطیئہ سے بڑھکر نہین کیا جسنے انکو ادب سے مقام حقائق مین ثابت رکھا اور سجود ملائکہ وغیرہ سے اگر کچھ وحشت آئی تو ببرکت اسکے اول تخصیص خلقت و دست قدرت کی طرف لقولہ ربنا ظلمنا الخ راجع ہو گئی۔ قولہ وقاسمہما انی لکما الخ ابلیس نے مکر سے دشمنی کی وہ درحقیقت انجام کار نصیحت ہو گئی ابو بکر الوراق رح نے فرمایا کہ نصیحت اسی شخص کی قبول کرنی چاہیے جسکے دین و امانت پر اعتماد ہو اور تیری نصیحت مین اسکا کوئی کام متعلق نہو کیونکہ ابلیس کے مانند نصیحت کرنے والے شیاطین الانس ہوتے ہین۔ قولہ فدلاہما بغرور۔ اس چیز سے کہ وہ حقیقت مین اسرار ربوبیت ہین پس غرور اطلاع با سرار قدم مین ڈالا تاکہ مقربین ملائکہ اور خازنان اسرار مین سے ہو جاوین اور یہ جذبہ شوق تقریب تھا جیسے عشاق ہر کس و ناکس کی بات سن لیتے ہین اور بعض نے کہا کہ انکو بسبب قسم اللہ تعالےٰ کے فریب دیا ورنہ ہرگز نہ کھاتے۔ قولہ فلما ذاقا الشجرۃ بدت الخ اسمین اشارہ لطیف ہی کہ یہ اسرار خاصۃ انھین دونون کو ظاہر ہوئے اور کسی کو ظاہر نہوئے اور ظہور مین انھین دونون کی تخصیص سے معلوم ہوا کہ اغیار کی نظر وہان نہین پہونچی کیونکہ سوائے مقام کرامت و امانت و رسالت و نبوت و ولایت تھی۔ انکو جنت وغیرہ سب سے مجرد کر دیا کیونکہ وہ تجرید توحید و افراد قدم مین تھے وہان جنت وغیرہ کا گذر نہین ہی پھر جب شجرہ عشق کا پھل چکھا اور منفرد ہوئے تو غرائب علم اقدار انپر منکشف ہوئے اور جمیع اشباح و ارواح کو اسلیے نکالا۔ واسطی رح سے پوچھا گیا کہ انبیاء کو جلد عقوبت کیون ہوتی ہی حالانکہ ابلیس خطار بڑا غلط کر گیا۔ تو فرمایا کہ نزدیکی مین سوء ادب ویسا نہین جیسے دور والا بے ادبی کرے۔ بعض نے کہا کہ چیونٹی برابر بات پر انبیاء سے مطالبہ ہوتا ہی اور بڑی بات پر دوری والون پر کچھ مطالبہ نہین ہوتا۔ بعض نے کہا کہ سر عصمت انکو ظاہر ہوا اور غیر کو ظاہر نہوا۔ واسطی رح نے کہا کہ آدم سے کسوت بربریت کو چھین لیا اور مواخذہ مین ڈال دیا تاکہ زوال نعمت کی قدر جانے پھر کسی نے نہ پہنائی تو یقین دلایا کہ وہ اپنے نفس سے کچھ نہین ہی جو کچھ اسکو حاصل ہوگا خالص پروردگار کی رحمت سے ملیگا پس سب سے منقطع ہو کر او تعالےٰ کی طرف راجع ہوئے جب ہر دو بندگان خاص ان میدان ناپیدا کنار مین پڑے کہ علوم الاسرار والاقدار بے انتہا ہین تو ملاطفت سے انکو راہ بتائی ندامت کی لقولہ ونادٰہما ربہما الخ ندا مین لطف عتاب ہی کیونکہ اس شجرہ کے استغراق سے انکو بعد تھا۔ قرشی رح نے کہا کہ آدم کو جنت مین بھیجا اور شجرہ سے منع کیا جب آدم نے کھایا تو پکارا۔ قول تو قرب کے معنی مین ہی اور ندا کرنا بعد دوری کے معنی مین ہی

تھا جیسا کہ سورہ طٰہٰ مین منصوص ہی- پھر بعض لوگون نے اسی آیت و اسکے مانند سے استدلال کیا کہ انبیاء سے گناہ صادر ہوتا ہی اور رد کردیا گیا کہ رتبت و علو اور معرفت مین انبیاء ؑ کا سب سے بڑا درجہ ہی پس وہ ایسے چھوٹے چھوٹے امور سے بھی ماخوذ ہوتے ہین جنسے اور لوگ نہین ماخوذ ہوتے اور ربا اوقات ایسے امور پر معتوب ہوتے ہین جو بطریق تاویل صادر ہوتے ہین اسی سے وہ لوگ خوفناک و لرزے رہتے ہین پس انکے بلند درجات اور اونچے مقامات کے بہ نسبت یہ امور گویا گناہ ہین اور یہ معنی نہین کہ ایسے گناہ ہین جیسے اورون کے ہوتے ہین پس باوجود انکے طہارت و پاکیزگی کے اور وحی سماوی و ذکری سے عمارت باطن کے اور اعمال صالحہ وغیرہ سے عمارت ظاہر کے یہ امور گناہ اور انکے اول سے بعید ہین پس آدم ؑ نے بھی مقربین کے مانند ان زلات کو بڑا گناہ اقرار کرلیا اور نیز انکی نبوت سے پہلے یہ امر انسے صادر ہوا تھا- بالجملہ انبیاء علیہم السلام سے صدور گناہ کبیرہ کا قائل کوئی نہین ہو سکتا سوا بے جاہل بیوقوف کے و نعوذ باللہ من الغباوۃ والجہالۃ

قَالَ اهْبِطُوا جملہ مستانفہ ہی جیسے جملہ اول مستانفہ تھا- یعنی حکم دیا کہ نیچے اُترو تم سب- یعنی آدم و حوا مع ذریات کے جو انکے اندر مضمر تھین- بعض نے کہا کہ دونون مع ابلیس کے اُترو- بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ درحالیکہ بعض تمھارا بعض کا دشمن ہی یعنے اولاد آدم و ابلیس مین عداوت تا قیامت رہے- وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ یعنی زمین مین تمھارے واسطے جاے قرار اور تمتع ہی اسوقت تک کہ تمھاری موت آوے- فی السراج والمعالم- جب آدم کی موت کا وقت آیا تو ملائکہ حاضر ہوے پس حوا نے انکے گرد پھرنا شروع کیا تو فرمایا کہ میرے پروردگار کے ملائکہ کو آنے دے جو کچھ مجھکو پہونچا وہ تیرے ذریعہ سے پہونچا پھر جب انکا انتقال ہوگیا تو ملائکہ نے پانی مین بیری کی پتی جوش دیکر غسل دیا اور طاق کپڑون مین کفن دیا اور لحد بنا کر ملک ہند کی سرزمین سراندیپ مین دفن کیا اور اولاد آدم سے کہا کہ یہی طریقہ تمھارے واسطے مقرر ہوا- ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ مستقر زمین کے اوپر اور زمین کے نیچے دونون ہین رواہ عنہ ابن ابی حاتم

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ یعنے اوتعالے نے فرمایا کہ زمین ہی مین زندہ رہوگے جب تک زندگی مقدر ہی اور اسی مین مروگے اور اسی سے نکلوگے جب کہ قیامت مین زندہ کرکے اُٹھائے جاؤگے تخرجون کے معنی نکلوگے بنا برینکہ صیغہ معروف ہی جیسا کہ حمزہ رح کی قراءۃ ہی اور باقیون نے مجہول پڑھا تو معنی آنکہ اسی سے نکالے جاؤگے وہذا کقولہ تعالے منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخرٰی ف — قال فی العرائس قولہ و یا آدم اسکن- اوتعالے نے جنت مین انکی سکونت و عیش مین ایک امتحان مضمر رکھا اور اگر اپنے جمال و وصال سے انکی زندگی رکھی ہوتی تو پھر امتحان سے محفوظ ہوتے کیونکہ اسکی درگاہ مین حوادث کی مضرت نہین ہی- قولہ ولا تقربا ہذہ الشجرۃ- ادلال بسوے فتنۂ امتحان ہی اور شجرہ مذکورہ مین تجلی تھی جو لطائف قدرت سے انکے سر الاسرار مین سمائی پس اسکے مشتاق ہوتے اور قریب ہونے سے جوش شوق ہوا حالانکہ اسمین علم سر الاسرار و علم الاقدار تھا پس کھانے سے ان علوم سے بھر گئے اور جنت برداشت نہ کرسکے تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہوگئے کیونکہ یہ اسرار ربوبیت ہین لہذا قولہ فتکونا من الظالمین کی مصداق ہوئے کیونکہ سبزہ زار ربوبیت مین جاکر اسرار ربوبیت لائے اور اگر اوتعالے انکی زبانین نہ بند فرماتا تو جہان مین علم اقدار پھیل جاتا- اسی واسطے بعض مفسرین نے کہا کہ یہ درخت علم القضاء والقدر تھا جو جاتا وہ اسکے اسرار سے عز الملک و خلد مین پہونچا اسی واسطے ابلیس نے کہا کہ تجھے شجرۃ الخلد کی راہ بتاؤن- وہ جانتا تھا اور اسکو لیکر منازعت باستعداد فاسد چاہتا تھا مگر نہ پانے سے بہت غمناک ہوا

دوسرے کی شرمگاہ اور پاخانہ کا مقام حالانکہ وہ دونون قبل اسکے نہین دیکھا کرتے تھے اور اسکو سوآۃ اسواسطے کہا گیا کہ اسکا کھلنا اس شخص کو غمگین کرتا ہی بطور ظہور عیب کے **وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ** اور شروع کیا دونون نے کہ لپٹاتے اپنے اوپر پتے درختان جنت کے تاکہ اپنے سوآۃ کو چھپا دین - ابی بن کعب رض سے روایت ہی کہ آدم مرد دراز قد تھے انکے سر پر بال بہت تھے پس جب وہ اس دھوکے مین پڑ گئے جو شیطان نے کیا تھا تو انکا جسم مستور کھل گیا حالانکہ پہلے اسپر نظر نہین کرتے تھے تو جنت مین بھاگے پس راہ مین ایک درخت جنت انکے سر مین الجھا اس سے کہا کہ مجھے چھوڑ دے اسنے کہا کہ مین تجھے نہین چھوڑونگا پس پروردگار عزوجل نے آواز دی کہ اے آدم تو مجھسے بھاگتا ہی - عرض کیا کہ نہین اے پروردگار مین شرمندہ ہون - رواہ ابن جریر وابن مردویہ - ابن عباس رض سے یہ قصہ مروی ہی اور اسمین ہی کہ جس سے انکا تمام بدن ڈھکا تھا وہ دونون کے ناخن تھے اور جسکے پتون سے بدن ڈھانپتے تھے وہ انجیر کے پتے تھے کہ انکو آپس مین چپٹاتے تھے پھر اللہ تعالے نے آواز دی کہ کیا مجھسے بھاگتا ہی عرض کیا کہ نہین اے پروردگار ولیکن مجھکو حیا آتی ہی - فرمایا کہ کیا تجھکو کافی نہ تھا جو مین نے جنت مین سے تجھے مباح وحلال کیا تھا کہ تو حرام کی طرف گیا - عرض کیا کہ کیون نہین اے پروردگار وہ سب کافی وافی تھا ولیکن قسم ہی تیرے عزت وجلال کی کہ مین نے یہ نہین خیال کیا کہ کوئی تیری جھوٹی قسم کھا دیگا - فرمایا کہ قسم مجھکو اپنی عزت کی کہ تجھکو زمین مین اتار دونگا پھر نہ پاویگا تو زندگانی مگر مکدر - پس زمین مین اتارے گئے پس جنت مین تو طعام رغد کھاتے تھے پھر غیر رغد کھانے لگے پس انکو لوہے کی ساخت تبلائی گئی اور کھیتی سکھلائی گئی پس ہل سے کھیتی کی اور سینچا پھر کاٹ کر کھلیان کیا پھر پیسکر گوندھ کر روٹی پکائی پس پہونچی حالت جہان تک کہ پہونچی - رواہ عبد الرزاق - عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رض قولہ من ورق الجنۃ - کہا کہ انجیر کے پتون سے - اسنادہ صحیح - عن وہب بن منبہ فی قولہ ینزع عنہما لباسہما - کہا کہ آدم وحوا کی شرمگاہ پر لباس نور تھا کہ یہ اسکی شرمگاہ نہین دیکھتا اور یہ اسکی شرمگاہ نہین دیکھتی پھر جب درخت سے کھایا تو انکے سوآۃ کھل گئے - رواہ ابن جریر باسناد صحیح **وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ** - یہ استفہام تقریری ہی - عن ابن عباس رض - جب آدم نے درخت مذکور مین سے کھایا تو کہا گیا کہ تو نے اس درخت مین سے جس سے مین نے منع کر دیا تھا کیون کھایا تو کہا کہ مجھکو حوا نے کھلایا تو فرمایا کہ یہی اسکا انجام کہ حاملہ ہو تو کرہ یعنی تکلیف سے اور وضع حمل کرے تو تکلیف سے تب حوا بآواز سے روئین تو کہا گیا کہ یہ رونا تجھپر اور تیری اولاد پر ہی - رواہ ابن جریر ولعل اسنادہ مالا باس بہ - عن قتادہ رح - آدم نے عرض کیا کہ اے پروردگار اگر مین توبہ کرون و اپنی حرکت سے مغفرت مانگون تو فرمایا کہ ایسی صورت مین تجھے جنت مین داخل کرونگا - اور رہا ابلیس تو اسنے توبہ کی درخواست نہ کی بلکہ مہلت مانگی پس ہر ایک کو وہ ملا جو اسنے مانگا - رواہ عبد الرزاق باسناد صحیح اور ضحاک بن مزاحم سے روایت ہی کہ جو کلمات کہ آدم نے اپنے رب سے سیکھ پائے تھے وہ یہ ہین - **قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا** اس معصیت کے سبب سے - **وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ** پس یہی کلمات ہین جنکو آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے پایا - کما فی قولہ تعالے فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم - مترجم کہتا ہی کہ انھون نے حق عبودیت مین اعتراف سے گناہ کا اقرار کیا اور درحقیقت وہ خلاف اولی ہی کیونکہ وہ بطریق نسیان

قول مین یہ صحیح کہ کشف عورت برا ہی لیکن حرمت ثابت نہین ہوتی اور قبح عقلی کا اثبات غلط ہی بلکہ وہ بمقتضائے حیار ہی اور حیار
شعبہ ایمان ہی پس عقل سے اسکی قباحت ثابت کرکے انحضرت نے ملال نہین کیا بلکہ ایمان کامل کے مقتضار سے بوجہ حیار کے خود
غمناک ہوئے کما سیاتی - پس شیطان نے آدم و حوا کو خلاف کرنے اور کشف عورت سے انکو رنج پہونچانے اور آئندہ ذریات
مین مفاسد پیدا ہونے کے لیے جو مشیت الٰہی مین جاری ہو چکے تھے انکو وسوسہ دلایا جسکا بیان یہ ہی کہ - وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا
رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ یعنی کہا ابلیس نے دونون سے کہ نہین منع کیا تمکو تمھارے رب نے اس درخت سے
یعنے اسکا پھل کھانے سے - اِلَّآ کراہۃ - اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ مگر بغرض کراہت اس بات کے کہ تم دونون ملک ہوجاؤ
اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ رہنے والون مین سے ہوجاؤ یعنی جنت مین یا زندگی مین ہمیشہ باقی رہو - حاصل یہ کہ
اس درخت کے پھل کھانے کا یہ اثر ہی کہ وہ ملک ہوجاتا ہی یعنے فرشتہ اور بکسر لام کی قراءۃ پر معنی بادشاہ ہوجاتا ہی اور ہمیشہ باقی
رہتا ہی جیسا کہ دوسری آیت مین مصرح ہی کہ قال ہل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی - یعنے آدم سے بولا کہ بھلا مین تمکو راہ بتادون
شجرۃ الخلد کی جسکے کھانے سے ہمیشگی ہوتی ہی اور ایسے ملک کی کہ کبھی اسکو فنا نہین ہی - واضح ہو کہ اس مقام سے یہ ثابت نہین
ہوتا کہ ملائکہ افضل ہین جبھی تو اسنے ملک ہوجانے کی ہوس دلائی بلکہ باین معنی کہ تمکو فرشتون کی طرح طعام کی خواہش نہو اور تمھاری
عمر مانند فرشتون کے دراز ہی کیونکہ ماہیت نہ بدلنا تو ظاہر ہی - اور نیز یہان تو ابلیس کے قول کی حکایت ہی حتی کہ اسنے یہی الٹا فریب دیا
کہ اللہ تعالے نے اس وجہ سے تمکو منع کر دیا ہی کہ اسنے تمھارا ملک ہونا اور دائمی قائم رہنا برا جانا - وَقَاسَمَهُمَآ اور
ان سے قسم کھایا اور یہان فقط ایک طرف سے ہی یعنے ابلیس نے دونون سے اللہ تعالے کی قسم کھائی کہ - اِنِّيْ لَكُمَا
لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ یعنے مین تم دونون کے واسطے بھلائی چاہنے والا ہون - قتادہ رح نے کہا کہ اسنے اللہ تعالی کی قسم
کھا کر انکو فریب و دھوکا دیا اور مومن اکثر اللہ تعالے کی قسم پر دھوکا کھا جاتا ہی اور شیطان نے انسے کہا کہ مین تم سے پہلے پیدا ہوا
اور تم سے زیادہ واقف ہون - فی السراج اسمین تنبیہ ہی کہ شیطانی آدمی کی قسم کا اعتبار نہ کرے اور قسم کھانے والا اکثر جھوٹا ہوتا ہی
اور خود بدگمانی سے قسم کھاتا ہی کہ سامع میری بات نہ مانیگا - ابن عمر رض سے مروی ہی کہ جب وہ اپنے غلام کو اچھی طرح نماز روزہ کرتے
دیکھتے تو اسکو آزاد کر دیتے پس انکے غلام اسی خواہش سے ایسا کرتے تھے پس ابن عمر رض سے کہا گیا کہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دینے
ایسا کرتے ہین تو فرمایا کہ جو کوئی ہمکو اللہ تعالے کے ساتھ دھوکا دیوے ہم اسکے دھوکے مین آجاوینگے - اللہ تعالے کے نام پاک کی
جھوٹی قسم کھانے والا پہلا شخص ابلیس ہی پس جب اسنے اللہ تعالے کی قسم کھائی تو آدم سمجھے کہ اللہ تعالے کی قسم جھوٹی کوئی نہین
کھاویگا پس فریب مین پڑ گئے چنانچہ فرمایا - فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ پس نیچے لٹکا دیا انکو بسبب غرور یعنی فریب کے تدلیہ
اوپر سے کوئی چیز نیچے لٹکانا - ومنہ قولہ فادلی دلوہ یعنی اپنا ڈول کنوئین مین لٹکایا - المعنی رتبہ عالی سے دونون کو گیہون کھانے کیطرف
اتارا اور بعض نے کہا کہ آسمان سے زمین کی طرف اتارا - وقال المفسر انکو انکی منزلت سے گرا دیا بذریعہ اس فریب کے غرور ایسی بات
جسمین بظاہر نصیحت ہو اور باطن مین کھوٹ ہو - فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ای اکلا منہا پھر جب درخت کے پھل
سے کھایا - اسمین دلالت ہی کہ بہت ذرا سا کھایا تھا جسکو چکھنا کہا جاوے - بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا ای ظہر لکل
منہما قبلہ و قبل الآخر ودبرہ وسمی کل منہما سوأۃ لان انکشافہ یسوء صاحبہ - یعنی ظاہر ہوگئی دونون بدن مین سے ہر ایک کو اپنی شرمگاہ اور

مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝
اُسی سے نکالے جاؤ گے

وَ يٰٓاٰدَمُ اور اے - وقال یا آدم - اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے آدم - اسْكُنْ اَنْتَ ساکن ہو تو ضمیر منفصل سے
تاکید اسواسطے کہ اسپر عطف کیا جاوے قولہ وَزَوْجُكَ واہ - اور تیری زوج - یعنی حوا بالف ممدودہ جو کہ حضرت آدم
کے ضلع ایسر سے مخلوق کی گئی تھین - الْجَنَّةَ جنت مین - یعنی ابلیس کو جنت سے نکالنے کے بعد آدم کو خطاب فرمایا کہ تو مع
اپنی جورو کے جنت کو اپنا مسکن بنا - اسمین اختلاف ہی کہ حوا قبل دخول جنت کے پیدا ہوئین جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہی
اور یہی محمد بن اسحاق کا قول ہی اور بعض نے کہا کہ بعد دخول جنت کے پس خطاب باین معنی کہ اسکا موجود ہونا علم الٰہی مین
ثابت تھا فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا پس کھاؤ دونون جہان سے تمہارا جی چاہے - یعنی جو قسم چاہو اور جہان سے چاہو
کھاؤ - سورہ بقرہ مین وکلا لیا او فرمایا اور یہان بفار مفید معنی واو یعنی مطلق جمع کو اور مزید معنی تعقیب کو ہی پس فخر رازی نے
کہا کہ فار کے معنی خاص ہوے اور واو کے عام ہوے لہذا کچھ منافات نہین ہی - وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور مت
پاس پھٹکو اس درخت کے - وہ گیہون کا درخت تھا اور مراد یہ کہ اسکا پھل کھانے کے پاس نہ جاؤ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ
کہ ظالمون مین سے ہو جاؤ - یعنی اسکے پھل کو کھاؤ گے تو ظالم ہو جاؤ گے یعنی اللہ تعالے کے حکم سے تجاوز کرنے والے ہو جاؤ گے -
یا اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے - فتکونا - جائز کہ عطف لا تقربا - پر ہو اور جائز کہ جواب نہی ہو - فَوَسْوَسَ
لَهُمَا الشَّيْطٰنُ پھر وسوسہ دلایا دونون کو ابلیس نے - وسوسہ بالفتح اسم ہی مانند زلزلہ کے اور بالکسر مصدر ہی اور آواز
خفی اور نفس کی باتین چنانچہ بولتے ہین کہ وسوست نفسہ - اسنے جی ہی جی مین باتین کین اور اکثر استعمال ایسی نفسانی باتون کا
جو بری وبے بنیاد ہون چنانچہ باطل بات کو کہتے ہین کہ یہ اسکے وسوسہ مین سے ہی اور واضح ہو کہ اسمین لوگون نے کلام کیا کہ ابلیس
جنت سے خارج تھا اسنے کیونکر وسوسہ دلایا حالانکہ یہ جہالت ہی حسن بصری رح نے فرمایا کہ زمین سے آسمان تک وسوسہ دلا سکتا ہی
کیونکہ اللہ تعالے نے اسمین یہ قابو دیدیا ہی - اور بعضے لوگ جو خرافات لکھتے ہین کہ سانپ کے پیٹ مین گھسکر گیا اور مانند اسکے تو
شیخ ابن کثیر رح نے رد کر دیا کہ روایت کوئی صحیح نہین ہی شاید بنی اسرائیل یہود ونصاری کی روایات ہین واللہ اعلم - بالجملہ شیطان
نے دونون کو وسوسہ دلایا بدین غرض کہ لِيُبْدِيَ لَهُمَا تاکہ کھول دے ان دونون کے واسطے - مَا وُرِيَ
عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا جو چیز جو درپردہ کی گئی تھی دونون سے اور وہ دونون کے سواٰۃ تھے اور یہ غرض انکی نافرمانی پر زیادتی
ہی - اور بعض نے کہا کہ لام کیبدی برائے عاقبت ہی یعنے انجام یہ ہو جاوے کہ دونون کے سواۃ کھل جاوین اور بعض نے کہا
لام کی ہی اسے لکی تقع الابدار لعبدہ - یعنی پیچھے اسکے یہ ابدار واقع ہو - وُوری ماضی مجہول از مواراۃ ہی اور معنی اسکے ستر و پوشیدگی
از طرفین ہی یعنے تاکہ کھل جاوے انکی سواۃ جو دونون سے باہم ایک دوسرے سے پوشیدہ تھی - اور سواٰۃ وہ چیز کہ سوء یعنی عیب
دلال ہو وے اور جسم پوشیدہ کو اسی سے سواۃ کہتے ہین کہ اسکا کھلنا ملال دیتا ہی اور آدم وحوا اس اپنے جسم کو نہین دیکھتے تھے
اور نہ ایک دوسرے کا جسم دیکھتا پس شیطان نے اس کشف سے انکو ملال دینا چاہا اس حیلہ سے کہ لباس نور سے انکا جسم مستور
ننگا کر کے رنج وملال دے - اور جو بعض نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ کشف عورت حرام ومنکر ہی اور وہ عقلی مستقبح چلا آتا ہی تو اس

جو اسکی عداوت آدمیوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پر جاری ہوئی بیان فرمائی۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا

اور اے آدم بس تو اور تیرا جوڑا جنت میں پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور

تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ

پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو گے گنہگار پھر بہکایا

لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

انکو شیطان نے تا کھولے انپر جو ڈھنکے تھے ان سے انکے عیب

وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا

اور وہ بولا تمکو جو منع کیا ہے رب تمھارے نے اس درخت سے مگر یہ کہ کبھی ہو جاؤ

مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ

فرشتے یا ہو ہمیشہ جینے والے اور اسکے پاس قسم کھائی کہ میں

لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ

تمھارا دوست ہوں پھر ڈھلایا انکو فریب سے پھر جب چکھا دونوں نے درخت

بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ

کھل گئے انپر عیب انکے اور لگے جوڑنے اپنے اوپر پات

الْجَنَّةِ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ

بہشت کے اور پکارا انکو انکے رب نے میں نے منع کیا تھا تمکو اس درخت سے

وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا

اور کہا تھا تمکو کہ شیطان تمھارا دشمن صاف ہے بولے اے

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

رب ہمارے ہمنے خراب کیا اپنی جان کو اور اگر تو نہ بخشے ہمکو اور ہم پر رحم کرے

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

تو ہم ہو جاوینگے ٹوٹے میں کہا اترو تم ایک دوسرے کے

عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى

دشمن ہوئے اور تمکو زمین میں ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے ایک

حِيْنٍ ۝ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ

وقت تک کہا اسمیں تم جیو گے اور اسمیں تم مرو گے اور

مین تیرے انوار تجلی کے سامنے مجھے بیٹھنے کی قدرت نہین ہی - قولہ لا قعدن لہم - مین ایک عجیب نکتہ ہی یعنے اسلئے لہم کہا اور علیہم نہین کہا حالانکہ لہم واسطے نفع کے اور علیہم واسطے ضرر کے ہوتا ہی پس حاصل آنکہ وسوسہ شیطانی سے آنکو شرافت زیادہ ہوگی جبکہ وہ میرے وسوسہ کو اپنے سینہ سے فوار و ذلیل رد کرینگے اور انکا ایمان و یقین غبار شک و اضطراب سے خالی و خالص ہو جائیگا - تو نے نہین دیکھا کہ جب صحابہ رضہ نے شکایت کی کہ ہم اپنے دلون مین ایسے وسوسہ پاتے ہین کہ ہر ایک ہم مین سے اسکو زبان سے نکالنا بڑا عظیم گناہ تصور کرتا ہی تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہی - قال المترجم یعنی اس وسوسہ کو نہایت برا اور گناہ عظیم تو جبھی جانا جائیگا کہ ایمان موجود ہو پس جب ایمان کے ساتھ اس وسوسہ کو برا جانکر رد کر دیا تو بڑا شرف و ثواب ہی اور تمام خرابی تو ان لوگون کی ہی جنکو وہ وسوسہ ہی خوب معلوم ہوتے ہین - محمد بن علیسی رح نے کہا کہ ابلیس اگر ظاہری ہلاکت سے بچا تو اسی سے کہ اسنے اپنے کو مخلوق ہونے اور حق تعالے کی قدرت سے گمراہ کیے جانے اور حق تعالے کے رب ہونے کا اقرار کیا ورنہ وہ فنا و سخت عذاب مین ڈالا جاتا - قال المترجم یعنی ظاہر حال اسکا اس بات کے واسطے شاہد ہی ورنہ باطن مین تو حکمت الٓہیہ اسمین مضمر ہی اور جو اللہ تعالے چاہتا ہی وہ واقع ہوتا ہی یہان حکمت الٓہی مین گفتگو کرنا خود جہالت ہی - پھر ابلیس نے زیادہ جرات کی اور کہا - ثم لآتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم الخ یعنے من بین ایدیہم تو نفس و ہواے نفسانی کی جہت سے اور من خلفہم یعنے شہوات و آرزو کی طرف سے - وعن ایمانہم یعنے دعوی خودی کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنی وقت بلا و مصیبت کے شکوہ بیجا ظاہر کرنے کی جہت سے - نیز - اول تو طاعات کی جہت سے اور ثانی عوض پر نظر کرنے سے اور سوم راہ علم سے اور چہارم راہ جہالت سے - نیز - اول ازراہ قلب - دوم ازراہ عقل - سوم ازراہ روح و چہارم ازراہ صورت و نفس نیز - اول ازراہ اسلام و دوم ازراہ ایمان و سوم ازراہ عرفان و چہارم ازراہ ایقان - واضح ہو کہ فوق و تحت کو نہین ذکر فرمایا کیونکہ تحت تو موضع فنا ہی یعنے حالت بندگی مین سجدہ کرکے فنا ہو جاوے اسی واسطے سجود ہی کو نہایت محل قربت فرمایا ہی اور یہ سجود تو شہود ہی اور وہ حفاظت و رعایت حق کا محل ہی پس جہان او تعالے کی رعایت ہی وہان کسی دوسرے کی مجال نہین کہ گذر جاوے اور رہا فوق یعنے اوپر کی جہت تو وہ محل کشف و مشاہدہ ہی اور وہین تجلی و ظہور انوار قدم ہوتا ہی اور وہان اگر تمام شیطان ایک سوئی کے ناکے برابر قریب ہون تو جلکر خاک ہو جاوین - شیخ ابو عثمان مغربی رح نے کہا کہ شیطان آتا ہی بندہ طاعت گذار کے روبرو سے پس امیدین سجھاتا ہی ذکر امتون کا وسوسہ دلاتا ہی اور پس پشت سے بدعتین و گمراہیان لاتا ہی اور داہنے سے طاعات لاتا ہی اور بائین سے شرک دکھلاتا ہی پس اگر کسی بندہ کے حق مین بدبختی ازلی جاری ہوئی ہی تو وہ شیطان کے احکام مین فرمانبرداری کر جاتا ہی اور ویسی ہی طاعات بجا لاتا ہی پھر اللہ تعالے جانے کہ اسکو شیطان کہان ہلاک کر ڈالتے ہین اور جنکے حق مین سعادت کی سرنوشت ہی وہ ان وسوسون کو رد کرتا اور اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم کے احکام پر چلتا ہی پس شیطان کے وسوسہ اسکے حق مین سودمند ہو جاتے ہین - قولہ ولا تجد اکثرہم شاکرین - اکثر وہ لوگ ہین جو شیطان کے موافق طاعات بجا لاکر ہلاک ہوے اور کمتر وہ ہین جنکو سعادت نے نجات دیدی والحمد للہ علی ذلک شیخ شبلی رح نے کہا کہ اوپر اور نیچے کی طرف اسوجہ سے نہین مذکور ہی کہ اوپر کی جہت سے تو حضرت رب العزۃ کی نظر رحمت عارفون کے دلون پر ہی اور جہت زیرین موضع ساجدین ہی اور ان دونون مقامون مین شیطان کو کوئی ٹھکانا و راستہ نہین ملتا ہی - پھر وساوس شیطان اور اسکے مکر و فریب کا نمونہ اور

ستقل نظر کی تو اس نفس کے پروردگار سے محجوب ہوگیا۔ قولہ الا ابلیس لم یکن من الساجدین۔ کیونکہ اس دیدار شہود صفات و ذات کی اسمین لیاقت نہ تھی۔ ابو حفص رحمہ نے فرمایا کہ ملائکہ کو اظہار کر دیا کہ درگاہ کبریائی انکی عبادت سے پاک بے پرواہ ہی وہ غنی و حمید ہی اسی واسطے کہدیا کہ آدم کو سجدہ کرو اور اگر انکے سجدہ سے درگاہ الٰہی مین استغنا نہوتا بلکہ ذرہ برابر بھی قدر ہوتی تو سجود ملائکہ کو آدم علیہ السلام کی طرف نہ پھیرا جاتا اور یہ حکم نہوتا کہ آدم ع کو سجدہ کرو پھر کہا کہ ملائکہ اور تمام مخلوق کے سجدہ سے اسکی بادشاہت مین ایکسا ذرہ برابر بھی زیادتی نہین ہوتی ہی کیونکہ وہ اپنی بادشاہت مین عزیز ہی قبل اسکے کہ ان سب کو پیدا کیا اور بعد اسکے کہ ان سب کو فنا کریگا اور عزیز ہی جبکہ انکو مردہ کرکے زندہ فرما دیگا۔ پھر ابلیس کو عدم سجود پر توبیخ فرمائی اور آدم ع کی شرافت ظاہر کی بقولہ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ یعنی کس چیز نے تجھکو میری متابعت سے روکا حالانکہ درمیان مین غیر کا وجود نہین ہی۔ حاصل آنکہ تجھپر میرا ہی قہر سابق و خذلان جو میری مشیت کے موافق جاری ہوا ہی وہی روکتا ہی ورنہ حوادث و مخلوقات کیا چیز ہین جو میری متابعت و حکم سے منھ موڑین حالانکہ درحقیقت اُنکو کوئی قدرت و مشیت حاصل نہین اور سب کے سب میرے قبضۂ قہر مین عاجز ہین لیکن جسکے حق مین شقاوت و بدبختی جاری ہوچکی وہ مراد پر سبقت نہین پاتا اگرچہ تمام جہان کی عبادت ساتھ لیکر درگاہ عزت کی طرف مسابقت کرے۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ جو مستصحب ہوا ہر نسک کا دنیا و آخرت مین اور جہل اسکا وطن ہی اور اعتراض اسکا عرض ہی اور اللہ تعالےٰ کی طرف دوری اسکا سبب ہی تو وہ اس سے قرب نہین پاویگا کیونکہ عبادات منقطع از رعایات ہین اور نسک کا دیکھنا اپنے افعال و نفوس کا دیکھنا ہی اور زیادہ دلیر کوئی نہین بہ نسبت اُس شخص کے جسنے اپنے آپ کو پسندیدگی کی آنکھ سے دیکھا۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے قہر سلطنت سے عار دلایا تو اپنے خطاب سے اسکو جواب کی قدرت دیدی اور اگر یہ نہوتا تو خطاب قہر کے وقت اسکو کچھ بھی جواب نہ سوجھتا پس اسی قدرت سے اسنے جواب دیا کما قال تعالےٰ قال انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ ہرگاہ اس ملعون نے اپنے اوپر خطاب قہر حق کا لباس دیکھا تو۔ انا۔ کا لفظ بولا جو اسکو اسی قوت سے حاصل ہوا ورنہ انا نہین کہہ سکتا تھا کہ اسکی انانیت سبب جلال حق سے معدوم ہوتی۔ ابلیس ملعون نے جوہر آتش کی طرف نظر کی جو قہر عدم سے صادر ہوا پس قہر قدم کیطرف منسوب ہوا پس اسنے اپنے آپ کو اچھا کہا اور اُسنے نظر معرفت سے اس مٹی کو نہ دیکھا جو لطف قدم و رحمت ازلی سے صادر ہوئی۔ آگ اُسکے غضب سے ہی اور مٹی اُسکی رحمت سے ہی اور رحمت کو غضب پر سبقت ہی۔ ابلیس نے ایک ہی صفت پر نظر رکھی اور دوسری صفت کو نہ دیکھا پس ایک صفت کے ساتھ دوسری صفت سے محجوب ہوا اور اگر وہ تمام صفات کو دیکھتا تو دیدار کبریاء و عظمت کے تحت مین پگھل کر فنا ہوجاتا اور پھر کبھی انا نہوتا کیونکہ جسنے وصف قدم کو پہچانا وہ قدم مین عدم ہوگیا۔ اگر ابلیس کو چہرہ آدم ع نظر آتا جیسے ملائکہ کو نظر آیا تو جہالت سے قیاس فاسد نہ کرتا۔ اسی خاک سے اجسام انبیاء و صدیقین پیدا ہوئے ہین۔ ابلیس باطنی علم سے تو جاہل ہی تھا ظاہری علم سے بھی جاہل تھا ورنہ نص صریح کے مقابلہ مین قیاس نہ کرتا کیونکہ نص ہر جہت سے قیاس پر غالب ہی۔ بعض نے نکالا کہ اپنے جوہر و عبادت پر نظر کرتا ابلیس کی طرح موجب لعنت ہی۔ پھر ابلیس نے عداوت صریح ظاہر کی چنانچہ اُسکا قول حکایت فرمایا فبما اغویتنی لاقعدن صراطک المستقیم۔ یہ قسم ہی یعنی قسم ہی تیرے ارادہ سابقہ کی ابلیس کے گمراہ کرنے مین اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ قسم تجھے اپنی عزت کی کہ مجھے گمراہ کر دیا اب مجھے یہ قدرت دے کہ مین تیرے بندون کی راہ مستقیم پر گھات لگا بیٹھون ورنہ اسکے اسرار

ہی اور منہم کی ضمیر راجع بجانب اولاد آدم ہی پس اگر لام موطئۃ القسم ہی یعنے قسم محذوف ہے جواب کو مقرر کرتی ہی اور ایذان کرتی ہی کہ جو جواب اسکے بعد ہی وہ قسم ماقبل پر مبنی ہی شرط پر مبنی نہین ہی تو جواب اسکا قولہ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ پس منکم سے مراد شیطان مع ذریت اسکی اور اولاد آدم جو اسکی پیروی کرین پس اسمین حاضر کی غائب پر تغلیب ہی یعنی شیطان حاضر تھا اور اسکے پیرو لوگ حاضر نہ تھے غائب تھے لیکن منکم بلفظ خطاب فرمایا لیکن اسمین سر جسیم کو تامل ہی اسواسطے کہ حضور و غیبت حضرت باری تعالے مین یکسان ہی اور اگر یون کہا جاوے کہ مخلوق عدم سے وجود مین خارج کیے ہوئے اور غیر خارج دونون کو خطاب ہی تو صحیح ہی ولیکن باب تغلیب قوت ہی فافہم — اور اس جملہ مین معنی جزا من شرطیہ ہین اے من اتبعک اعذبہ — یعنی حاصل معنی یہ ہین کہ جسنے تیری اتباع کی مین اسکو جہنم مین عذاب کرونگا — فی العرائس قولہ ولقد خلقناکم ثم صورناکم — یعنی تمھارے اشباح کو آدم مین مجموع پیدا کیا پھر حوا مین تمھاری تصویر بنائی — نیز — تمکو شکل مین پیدا کیا اور ارواح کی تصویر بنائی — نیز — افعال سے پیدا کیا اور صفات سے مصور کیا — نیز — امر سے پیدا کیا پھر ظہور تجلی صفات سے مصور کیا پس وقوع امر سے خلقت واقع ہوئی اور تجلی صفات سے ترتیب صورت ہوئی پس وجود ملوبیت کا بنعت صفات ہی اور ہیکل جسمی کا بنعت افعال ہی اور ارواح کا تجلی ذات ہی پس سب کے سب عدم سے بصفت قدم صادر ہوئے — کیا تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے سر متشابہات کا اسمین کیا اشارہ فرمایا بقولہ خلق اللہ آدم علی صورتہ — پس اشباح کے واسطے تو راہ عبودیت قرار دی اور ارواح کے واسطے طریق عرفان ربوبیت قرار دیا — اور عقول کے واسطے طریق ملکوت رکھا اور قلوب کے واسطے طریق جبروت رکھا اور اسرار باطنہ کے واسطے طریق قدم و بقا رکھا — بعض نے فرمایا کہ اوتعالے نے ہیکل یعنے اجسام کو پیدا کیا اور انکو متعدد اخلاق و مختلف صورتون پر ظاہر کیا — اور ہر ایک کے واسطے ایک معیشت قرار دی پس قلوب کا عیش تو شہود مین ہی اور نفوس کا وجود مین اور عیش بندہ کا اسکا معبود ہی — خواص کا عیش اسکا اخلاص ہی اور آخرت کا عیش اسکا علم ہی اور دنیا کا عیش یہ کہ جاہل ہو اور دنیا کے مال و متاع سے مالا مال ہو اور اسپر مغرور ہو — پھر جب سب کو آدم مین بصورت آدم مصور کیا اور آدم ع کو صفات کی صورت پر جو منزہ از مشابہت حدوث ہین مصور کیا مگر از راہ علم نہ از راہ نفس اور از راہ عشق نہ از راہ مشابہت اور از راہ توحید و جمع و تفرقہ نہ از راہ تشبیہ و تعطیل تب اسکو نور صفات و نعت افعال سے مزین کیا اور انوار ذات کا لباس پہنایا اور پھر ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا بقولہ ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم — اسواسطے کہ آدم ع اس صورت مین قبلہ تجلی صفات و ذات ہوا — اور وہ مصور بصورت ملک در مقام ملکوت ہوا اور قلب اسکا موضع استواء انوار ذات ہوا اور صورت اسکی موضع استواء انوار صفات ہوئی — اور ہیکل جسمانی اسکا موضع استواء انوار افعال ہوا اور روح اسکی موضع استواء انوار محبت ہوئی اور سر باطن اسکا موضع استواء انوار علم و معرفت ہوا پس آدم ع کو سجدہ کرو کہ وہ تمھارے واسطے عبودیت مین واسطہ ہی اور معرفت ربوبیت اس واسطہ عبودیت سے حاصل ہی کیونکہ میری عبادت مین تمام جہان لائق نہین ہی اور جو کچھ جہان مین جاندار ہی بے جان ہین سب کی عبودیت سے حضرت پاک تعالے و تقدس مستغنی ہی لیکن عشاق ملائکہ کو مقام محبت و عشق مین داخل فرمایا پس آئینہ چہرہ آدم سے انکو نور جمال کی تجلی دکھلائی تاکہ لذت محبت و عشق مین انکے دل از خود رفتہ ہون — اور اگر ابتدا مین بدون التباس کے انوار ذات و صفات کی تجلی ہوتی تو اول ہی ظہور نور ربوبیت مین فنا ہو جاتے — پھر ابلیس نے سجدہ نہین کیا کیونکہ اس جمال و جلال سے محجوب تھا کیونکہ اپنے نفس پر نظر رکھتا اور جہالت سے قیاس بناتا تھا اسی طرح جسنے اپنے نفس کی طرف

اُس راہ پر چلنے نہ دونگا جس سے تجھ تک واصل ہون۔ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ یعنی ہر راہ سے انکو بہکاؤنگا اور راہ مستقیم پر چلنے نہ دونگا۔ اور ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ جہت فوق سے نہین آسکتا تاکہ بندہ اور رحمت الٰہی کے درمیان حائل ہو۔ ایسا ہی مجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ اول دونون مین حرف مِن اسوجہ سے کہ ہر دو جہت کا آنے والا مانند متوجہ کے ہوتا ہے اور اخیر دونون مین حرف عَن اسلیے کہ آنے والا مانند منحرف کے ہوتا ہے اور نظیر اسکی تولہم قعدت عن یمینہ۔ اور شیطان کے وسوسہ کو اسکے آنے سے تشبیہ دی اور آنحضرت صلعم کا نماز مین شیطان کو پکڑنا دلیل ہے کہ وہ درحقیقت آتا ہے اگرچہ بعض کو نظر نہ اوے بالجملہ دونون احتمال ممکن ہین کسی مین کچھ استبعاد نہین ہے اور حقیقی معنے پر محمول کرنا اصوب ہے واللہ اعلم۔ اور ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ مِن بین ایدیہم۔ یعنی دنیا کی طرف سے اور مِن خلفہم یعنے آخرت کی طرف سے اور عن ایمانہم یعنے نیکیون کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے برائیون کی طرف سے۔ اور ایک روایت مین ابن عباس رضہ سے ہے کہ سامنے سے یہ کہ امر آخرت مین انکو شک دلاؤنگا اور پیچھے سے یہ کہ دنیا مین انکو رغبت دلاؤنگا اور داہنے سے یہ کہ انکے امر دین کو انپر مشتبہ کرونگا اور بائین سے یہ کہ گناہون کی انکو لذت دلاؤنگا۔ مانند اسکے قتادہ رحمہ سے بھی مروی ہے۔ اور ابن جریر رحمہ نے یہ اختیار کیا کہ مراد اس سے سب بھلائی کی راہین و برائی کی راہین ہین پس بھلائی کی راہون سے روکیگا اور برائی کی راہون مین زینت و خوبی دکھلاویگا۔ عن شقیق البلخی رحمہ کوئی دن نہین گذرتا مگر آنکہ شیطان میرے لیے چار راہون روکنے بیٹھتا ہے ایک تو میرے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے کہ تو خوف مت کر کہ اللہ تعالے غفور رحیم ہے تو مین یہ آیت پڑھتا ہون وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا الآیۃ۔ دوسرے میرے پیچھے آتا ہے اور خوف دلاتا ہے کہ تیری اولاد تیرے پیچھے فقر و فاقہ سے ہلاک ہوگی کچھ کمائی کر لے تو مین پڑھ دیتا ہون ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ اور تیسرے میرے داہنے سے ثنا و صفت کرتا آتا ہے تو مین پڑھتا ہون۔ والعاقبۃ للمتقین۔ اور چہارم میرے بائین سے شہوتون کی راہ لاتا ہے تو مین پڑھتا ہون وحیل بینہم وبین مایشتہون کذا فی السراج اور اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کیے مناسب امور مختلف مین جیسے فریب دیتا ہے اور حاصل آنکہ اسلیے کہا کہ اولاد آدم کو ہر راہ سے بہکاؤن و گمراہ کرونگا۔ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ اور تو اولاد آدم مین سے بہتون کو شکر گذار نہ پاویگا یعنی ایمان لانے والا نہ پاویگا اور ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ اپنی توحید کرنے والا نہ پاویگا۔ اگر کہا جاوے کہ ابلیس خبیث نے یہ کہان سے جانا۔ تو ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ اسلیے یہ بات فقط گمان و وہم اور انانیت سے غرور ملی ہوئی کہی تھی اور اتفاق سے وہ موافق واقع پڑی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المؤمنین وما کان لہ علیہم من سلطان الا لنعلم من یؤمن بالآخرۃ ممن ہو منہا فی شک وربک علی کل شیء حفیظ۔ اور اسی واسطے حدیث مین شیطان کی ہر طرح و ہر جہت کے تسلط سے پناہ مانگنا وارد ہوا چنانچہ ابن عباس رضہ نے آنحضرت صلعم کی یہ دعا روایت کی۔ اللہم انی اسالک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واہلی ومالی۔ اللہم استر عوراتی وآمن روعاتی واحفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بک اللہم ان اغتال من تحتی۔ رواہ البزار باسناد حسن۔ وقد رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا فرمایا کہ نکل اسے شیطان جنت سے۔ مَذْءُوْمًا بہمزہ یعنی عیب کیا گیا یا ذلیل کیا گیا مَّدْحُوْرًا لعون کیا گیا اور رحمت سے دور کیا گیا۔ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَمَن مین لام جواب قسم ابتدائیہ ہے یا موطئہ لقسم

باعتبار جزو غالب کے ہے۔ قال المترجم صحیح یہ ہے کہ شیطان صرف آگ سے مخلوق ہیں۔ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا بعض
مفسرین نے فرمایا کہ ضمیر راجع ہے جنت کی طرف یعنی حکم دیا کہ پھر تو جنت سے نیچے گر جا۔ اور بعضوں نے کہا کہ سماوات کی طرف راجع ہے اور
بعض نے کہا کہ ملکوت اعلیٰ کی طرف جہاں وہ موجود تھا۔ فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا یعنی نہیں سزاوار
ہو سکتا کہ تو یہاں غرور و تکبر کرے۔ اگر کہا جاوے کہ فاء دلالت کرتی ہے کہ بعد جواب کے تکبر پر ملامت کی حالانکہ اوتعالیٰ کو
علم تھا۔ تو جواب آنکہ اس سے یہ تکبر بیجا قیاس اور اسکا خود اقرار و تکبر کی مذمت ظاہر فرمانے کو اس سے سوال کیا۔ اگر کہا جاوے
کہ فیہا۔ میں قید ہے کہ یہاں تجھے تکبر نہیں روا ہے حالانکہ کہیں جائز نہیں۔ جواب آنکہ علم الٰہی میں اسکا تکبر دنیا میں ثابت تھا اور
نیز یہ قید نہیں ہے۔ قال البیضاوی اسمیں تنبیہ ہے کہ تکبر کرنا خلقی بندوں کی شان نہیں۔ اور نیز تنبیہ ہے کہ اوتعالیٰ نے محض
نافرمانی پر ابلیس کو نہیں راندا بلکہ نافرمانی بھی اور تکبر بھی تھا۔ قال المترجم حدیث صحیح میں جنتی و دوزخی لوگوں کی پہچان
آئی ہے چنانچہ اہل جنت کو فرمایا کہ ہر ضعیف متضعف کہ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسکی قسم پوری کر دے اور
دوزخیوں کی پہچان فرمائی کہ کل عتل جواظ مستکبر ہر نافرمان سرکش بدزبان تکبر و غرور کرنے والا۔ رواہ البخاری و مسلم۔ واضح ہو کہ
قصہ ابلیس میں سورہ حجر و سورہ ص وغیرہ میں کلام متنوع و متفنن اور ہر مقام کے مناسب اسکا جرم بیان ہے اور اس سے دلالت
ہے کہ ابلیس خبیث نے ایک میں تین جرم درج کیے مخالفت حکم صریح کی اور جماعت ملائکہ سے پھوٹ جانے کی اور غرور و تکبر مع
تحقیر حضرت آدم علیہ السلام کی اور ان چیزوں کی شاخیں بہت ہیں اور بے شمار خرابیاں انھیں باتوں سے پیدا ہیں اور خود ابلیس نے
سر تسلیم جھکانے کی جگہ نافرمانی و غرور کے ساتھ اعتراض ملا ہوا جواب دیا اور ادب ترک کیا اور حکمت الٰہی جاری تھی ورنہ وہ کیا چیز تھا
اور عنقریب عرائس میں بیان آویگا۔ بالجملہ اسکو جنت سے راندا اور نکال دیا اور ٹوکر فرمایا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ
یعنی جنت سے نکل تو ذلیلوں میں سے ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے خوار و مردود کیا ہے۔ فی الحدیث جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے
تواضع کی اللہ تعالیٰ اسکو بلند کرتا ہے اور جس نے تکبر کیا اللہ تعالیٰ اسکو گراتا ہے۔ رواہ البیہقی وغیرہ۔ قَالَ أَنْظِرْنِي
إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ یعنی شیطان نے عرض کی کہ اے رب مجھے تاخیر دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جاوینگے
یعنی قیامت تک مجھے موت و عذاب سے مہلت دے۔ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ فرمایا کہ تو مہلت دیا ہوا ہے
اور سورہ حجر میں ہے کہ اسے یوم الوقت المعلوم۔ یعنی وقت بعث تک نہیں بلکہ نفخہ اولے تک یعنی اول صور پھونکے جانے تک
کہ جسوقت تمام خلائق مر جاوینگی۔ اگر کہا جاوے کہ یہ دشمن تھا آدم و اولاد آدم کا اسکو مہلت ملی تاکہ گمراہ کرے۔ جواب دیا گیا
کہ اسکی درخواست پوری کرنے میں تنبیہ ہے کہ بعد نافرمانی کے اوتعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہو کہ وہ ارحم الراحمین ہے
اور شیطان نے خود شیطانی درخواست کی اور اسکی درخواست منظور ہوئی اور خود اسمیں حکمت ہے کہ بندوں کو امتحان میں
لیا جاوے کہ کون شیطان کی پیروی کرتا ہے اور کون اوتعالیٰ عز وجل کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اور جو جیسا کرے اپنی ذات
کے واسطے کرے۔ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي زمخشری نے جملہ مستانفہ و باء سببیہ قرار دی اور شاید یہ مذہب اعتزال کے
موافق احتراز ہے کہ اضلال از جانب باری تعالیٰ نہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ باء قسمیہ ہے کیونکہ اغواء و اضلال بخلق باری تعالیٰ ہے یعنی قسم
تیرے اغواء کرنے کی مجھکو۔ لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ البتہ میں تیری راہ مستقیم پر گاڑا بیٹھونگا یعنی آدم کی اولاد کو

تسجد نے فرمایا کہ کس چیز نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کرے ۔ وعلی ہذا لا زائدہ ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ تاکید جحد کے واسطے آیا اور ابن جریر رح نے دونوں کو رد کر دیا اور خود یہ اختیار کیا کہ منعک متضمن معنی فعل دیگر ہے کیونکہ جو کسی چیز سے ممنوع ہو وہ اسکے خلاف میں مضطر ہوتا ہے بس گویا کہا کہ ما اضطرک ان لا تسجد کس چیز نے تجھے محتاج و مضطر کیا کہ تو سجدہ نہ کرے ۔ اِذْ اَمَرْتُكَ جسدم میں نے تجھکو حکم کیا ۔ پس ملائکہ کو حکم دینا اسکو بھی شامل تھا ۔ قال البیضاوی اسمین دلیل ہے کہ مطلق امر واسطے وجوب کے اور فی الفور بجالانے کے ہوتا ہے ۔ اور رد کیا گیا کہ یہاں امتثال خلقت کے قرینہ سے فی الفور و وجوب ثابت ہوا وفیہ تامل وتمام البحث فی الاصول ۔ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ یعنی ابلیس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں پھر اپنے قول کی قیاسی دلیل دی کہ ۔ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے پیدا کیا ۔ عن عائشہ رض آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ نور سے پیدا ہوئے اور ابلیس شعلہ زن آگ سے پیدا ہوا اور آدم علیہ السلام جس سے پیدا ہوا وہ قرآن میں تمکو بتلایا گیا ۔ رواہ مسلم ۔ اگر کہا جاوے کہ انا خیر الخ جواب ہے حالانکہ یوں جواب دینا کہ مجھے فلاں چیز نے روکا ۔ جواب دیا جاوے کہ اسنے من حیث المعنی جواب دیا کہ میرا اس سے بہتر ہونا مانع ہوا پس اسنے استبعاد کیا کہ فاضل مامور ہو مفضول کے سجدہ کے لیے ۔ قال البیضاوی اسی نے تکبر و غرور کی راہ نکالی اور نیز وہی پہلے پہل اسکا قائل ہوا کہ کسی چیز کا بھلا ہونا و برا ہونا عقل سے ثابت ہوتا ہے یعنے خلاف حکم شریعت کے آگ کو نورانی جوہر و افضل از خاک سمجھا ۔ وقال البعض حالانکہ اس خبیث نے غلطی کی کیونکہ بہت سی باتوں میں مٹی بہتر ہے چنانچہ رزانت و سکون و دیر تک باقی رہنے اور اسمیں امارۃ و صبر و علم و حیاء و تمکنت ہونے میں مٹی افضل ہے کیونکہ آگ خفیف مضطرب جلد نابود ہونے والی ۔ طیش والی گردن اٹھانے کی عادت والی ہے علاوہ بریں جنت میں مٹی موجود و آگ ندارد اور وہ مسجد و طہور ہے مٹی سامان عمارت ہے اور آگ مظنۂ افنا و خیانت ۔ اسی مٹی میں امانت اور اسی سے نمو ہوتا اور وہ آگ کو بھی بجھا دیتی ہے پس ان فضائل سے غافل ہو کر اس خبیث نے باطل قیاس کیا ۔ قال الحافظ یہ جواب قیاسی اسکا بدتر از گناہ ہے کہ اسنے اعتراض کیا اور منشاء اسکا ظاہری ہی شیطانی قیاس ہے عن الحسن البصری رح کہا کہ قولہ خلقتنی من نار الخ ۔ ابلیس نے قیاس کیا اور یہ پہلا شخص ہے جسنے قیاس کیا ۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح وعن ابن سیرین رح اول جسنے قیاس کیا وہ ابلیس ہے اور انھیں قیاسوں ہی سے چاند و سورج کی پوجا ہونے لگی ۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح ایضاً قال النسفی فی المدارک ۔ ابلیس کا قیاس کرنا امر منصوص سے عناداً اور خارج از صواب تھا کیونکہ نص موجود ہوتے ہوئے قیاس کرنا مردود ہے ۔ قال البیضاوی شیطان خبیث نے قیاس میں غلط پر غلط کیا کہ بالکل فضیلت کو عنصر پر مقصور کیا اور اس فضیلت سے غافل رہا جو باعتبار فاعل کے ہوتی ہے چنانچہ سورہ ص ۔ میں قولہ تعالے ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی ۔ میں اشارہ ہے یعنے ایسی مکرم چیز جسکو میں نے بلا واسطہ پیدا کیا اور نیز جو باعتبار صورت کے ہوتی ہے جیسا کہ قولہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین ۔ واقع سورۂ حجر میں اشارہ ہے اور نیز جو باعتبار غایت کے ہوتی ہے اور یہی ملاک الامر ہے اور وہ معرفت اسماء و حقائق ہے اسی واسطے ملائکہ کو حکم سجود دیا جبکہ انپر ظاہر کر دیا کہ آدم انسے زیادہ عالم ہے اور اسمیں ایسے خواص ہیں جو ان میں نہیں ہیں ثم قال البیضاوی اس آیت میں دلیل ہے کہ کون و فساد واقع ہے یعنے کوئی چیز پیدا ہو جانا اور کوئی بگڑنا و مٹ جانا ۔ اور نیز دلیل ہے کہ شیاطین اجسام مخلوق موجود ہوئے ۔ اور شاید کہ انسان کی خلقت کی نسبت مٹی کی طرف اور شیطان کی نسبت آگ کی طرف

شاید مراد قلیل شکر سے ان بندون کا شکر ہو جو ایمان لائے ہین اسواسطے کہ شکر عبادت ہی اور رد کا فرسے صحیح نہین ہی- اگر کہا جاوے کہ بعض اخبار سے ثابت ہوا کہ آدمیون کے دل اس بات پر مجبول ہین کہ جو انکی طرف احسان کرے اسکی طرف مائل ہون حالانکہ بیان ہوتا ہے احسان پر میلان نہین تو جواب یہ ہی کہ مجبول ہین مگر ظہور اس جبلت کا ضرور نہین اور نیز کافرون کی جہالت تھی کہ بعض کو غیر کی طرف سے جانتے جیسے مشرکون نے روز احد مین اپنے غلبہ کو ہبل بت سے تصور کیا اور نیز کفر بڑی فراموشی ہی جو نعمتون کے فراموش کرنے کو شامل ہو اور جبلت کا اثر جب ظاہر ہو کہ یاد رکھے فافہم ف — فی العرائس قال فی الآیۃ ۔ اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے بندون پر یہ احسان رکھا کہ انکو زمین مین تمکن دیا اسطرح کہ انپر اپنی عبودیت آسان کردے بوجہ ایسی قدرت کے جو انہین ہر فعل حاصل کرنے کے واسطے اس فعل کو پیدا کرنے کے وقت ظاہر کردے بعد ازانکہ انکو عبادت کے واسطے مکلف فرمایا اور زمین مین انکے بدنون کے لیے غذا مخلوق فرمائی اور انکے قلوب کے واسطے غذاے ذکر دیدی اور عقل کے لیے غذا یہ دی کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی قدرت و صنعت مین غور و فکر کرین اور روح کے واسطے ہر درخت و سرسبز پتی سے ظہور انوار جلال کے دیدار سے غذا مقرر کی یہ سب اسواسطے کہ حضرت پاک منعم قدیم عزوجل کی معرفت حاصل کرین اور جانین کہ ہم اسکے شکر سے عاجز ہین پھر اور زیادہ انپر احسان اسطرح کیا کہ انکو خلقت لطیف و خوبصورت مین پیدا کیا بقولہ تعالےٰ - **وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ** اور البتہ ہم نے تمکو پیدا کیا پھر تمکو صورت والا کردیا پھر ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو - فی تفسیر الحافظ ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ فرمایا مردون کی پشت مین مخلوق ہوے اور عورتون کے رحم مین مصور ہوے - رواہ الحاکم وصححہ یہ معنی خود صحیح ہین لیکن اس مقام پر لفظ ثم جو ترتیب و تراخی کے واسطے ہی دلالت کرتا ہی کہ پہلے خلقت ہوئی پھر تصویر ہوئی پھر ملائکہ کے سجدہ کا حکم دیا گیا اور جواب ہوسکتا ہی کہ ثم کبھی بمعنی واو بھی ہوتا ہی اور وہی یہان ہی وقال الحافظ اور ابن جریر رح نے یہ اختیار کیا کہ مراد اس سب مین آدم علیہ السلام ہین اور کہا کہ جمع اسواسطے کہ آدم علیہ السلام تمام بشر کے باپ ہین اور ایسا خطاب آیا ہی چنانچہ جو بنی اسرائیل کہ زمانہ آنحضرت صلعم مین تھے انکو فرمایا وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوی - حالانکہ مراد ان لوگون کے دادا مین جو بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام مین تھے - قال المترجم اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا چنانچہ کہا اے خلقنا اباکم آدم ثم صورناہ وانتم فی ظہرہ - یعنی ہم نے پیدا کیا تمھارے باپ آدم کو پھر اسکی تصویر بنائی درحالیکہ تم اسکی پشت مین تھے - وقال البیضاوی یعنی ہمنے پیدا کیا تمھارے باپ آدم کو گیلی مٹی بدون تصویر کے پھر اسکی تصویر کردی - اسمین آدم کی خلقت و تصویر کو بمنزلہ کل کے خلق و تصویر کے قرار دیا ہی یا یہ معنی کہ ہم نے ابتدا کی تمھارے خلق کی پھر تصویر کی باین طور کہ آدم کو پیدا کرکے مصور کیا - اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ہم نے تمکو پیدا کیا آدم کی پشت سے پھر ہم نے تمھاری تصویر بنائی جبکہ تم سے عہد و میثاق لیا - اسی قول کو نحاس نے مستحسن جانا - ولیکن دفع اشکال مین فی الجملہ تاویل کی ضرورت ہوگی پس مختار وہی ہی جو مفسر رح نے اختیار کیا اور مراد سجدہ ملائکہ سے یہ کہ سجدۂ تحیت یعنی انحنا اور پشت خم کرکے ادا کرین اور پیشانی زمین پر رکھکر عبادت کا سجدہ مراد نہین اور اب ہماری شریعت مین سجدہ التحیۃ بھی حرام ہی - بالجملہ بعد خلق و تصویر کے ملائکہ کو سجدہ تحیت کا حکم کیا - **فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَؕ لَمۡ يَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ** یعنی ملائکہ ماموریں نے فرمانبرداری کی سوائے ابلیس کے کہ وہ ساجدین مین نہ تھا - اور یہ ابلیس جنون کا باپ ہی جو ملائکہ کے درمیان مین تھا لیکن اسوجہ سے استثنا کیا گیا ورنہ وہ ملائکہ کی جنس سے نہین ہی - **قَالَ مَا مَنَعَكَ اَنۡ**

أَمَرْتُكَ ۚ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ○

مینے تجھے فرمایا — بولا — مین اس سے بہتر ہون — مجھکو تو نے بنایا — آگ سے — اور اسکو بنایا — خاک سے

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ○

کہا — تو اتر یہان سے — تجھکو یہ نہ ملے گا — کہ — تکبر کرے یہان — سو نکل تو — ذلیل ہے

قَالَ أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ○ قَالَ

بولا — مجھکو فرصت دے — جس دن تک لوگ جی اٹھین — کہا — تجھکو — فرصت ہے — بولا

فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ○ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم

تو جیسا تو نے مجھے بے راہ کیا ہے مین بیٹھونگا — ان کی تاک مین تیری سیدھی — راہ پر — پھر — ان پر آؤنگا

مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ۖ

آگے سے — اور پیچھے سے — اور داہنے سے — اور بائین سے

وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ○ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا ۖ

اور نہ پاوے گا تو اکثرون میں — شکرگزار — کہا — نکل — یہان سے — مردود — ملعون ہوکر

لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ○

جو کوئی ان مین تیری راہ چلا — مین بھرونگا — دوزخ — تم سب سے اکٹھے

ولقد مکنکم فی الارض اور البتہ ہم نے تمکو متمکن کیا زمین مین - یہ خطاب اولاد آدم کو ہے بقرینہ ما بعد اور یہ اپنا احسان ظاہر فرمایا اور زمین پر متمکن کرنا خود قدرت و احسان ہے حالانکہ اسمین سکونت و تصرف و زراعت وغیرہ کے واسطے قابو دیا۔ وجعلنا لکم فیہا معایش اور کردیے تمہارے نفع کے واسطے زمین مین معایش یعنے ایسے اسباب جس سے تم زندگی بسر کرو۔ قال المفسر رح معایش مین حرف چہارم یاء تحتیہ ہے و قال البیضاوی اور نافع رح سے مروی ہوا کہ انھون نے اسکو ہمزہ کی آواز مین پڑھا اسوجہ سے کہ اسکو تشبیہ دی ایسے الفاظ کے ساتھ جو اس وزن پر بیاء زائدہ ہین مانند صحائف وغیرہ کے قال الحافظ اور جمیع قراء وغیرہ نے بدون آواز ہمزہ کے پڑھا سواے عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج کے کہ اس بزرگ نے اسکو باواز ہمزہ پڑھا اور صواب وہی جمہور کا قول ہے کیونکہ معایش جمع معیشہ ہے از عاش یعیش عیشا و معیشۃ - پس کسرہ یاء پر ثقیل رکھکر عین کی طرف نقل ہوا پھر جب جمع کیا گیا تو حرکت مذکورہ پھر یاء کی طرف واپس ہوئی بسبب زوال استثقال کے پس معایش بروزن مفاعل آیا کیونکہ یاء مذکور اس کلمہ مین اصلی ہے بخلاف مدائن و صحائف و بصائر وغیرہ کے کیونکہ یاء زائدہ ہے لہذا فعائل پر جمع آتی اور ایسی جمع سے مہموز ہو جاتی ہے - قلیلا ما تشکرون یعنے اس احسان پر تم بہت کم شکرگزاری کرتے ہو حالانکہ جسپر مزید احسان ہوا اسکو زیادہ مطیع ہونا چاہیئے اور شکر منعم یہان یہ تھا کہ جو نعمتین دی تھین انکو منعم کی طاعت مین صرف کرتے - قلیل کے معنی کم اور ترجمہ بہت کم اسوجہ سے کہ ما زائدہ بغرض تاکید قلت ہے - فی السراج - اسمین دلیل ہے کہ انسان کبھی شکر کرتا ہے کہ نعمت یاد کرکے بعض اوقات شکر کرتا ہے اور حقیقت شکر کی یہ ہے کہ نعمت یاد کرے اور ظاہر کرے اور برخلاف اسکے کفران ہے وہ نعمت کو فراموش کرنا اور اسکو چھپانا - و قال المترجم

میں میزان نفس وروح ہی اور میزان قلب وعقل ہی اور میزان معرفت وسر باطن ہی پس نفس وروح کے ترازو امر ونہی ہی اور اسکے دونوں پلے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہیں۔ اور قلب وعقل کی ترازو ثواب وعقاب ہیں اور اسکے دونوں پلے وعدہ و وعید ہیں اور میزان معرفت وسر کی رضا وخشم ہی اور دونوں پلے اسکے طلب کرنا اور گریز کرنا۔ استاد رح نے کہا کہ انکے اعمال کا وزن بمیزان اخلاص ہوگا اور احوال کا میزان صدق ہوگا پس جسکے اعمال ریاکاری کے ساتھ ہونگے وہ قبول نہونگے اور جسکے احوال میں عجب وغرور ہوگا اسکے احوال نہ لیے جاوینگے اور واضح ہو کہ قیامت میں اعمال تولے جانے میں ایک یہ حکمت ہی کہ اللہ تعالے بندوں کو ظاہر کریگا کہ قبل پیدائش سے بندوں کے حق میں جو قضاء وقدر ورضا وخشم وشقاوت وسعادت کہ لوح محفوظ میں لکھی تھی وہ بمقابلہ اس چیز کے جو ملائکہ کے لکھے ہوئے صحائف میں بندوں پر دنیا میں جاری ہوے مرقوم ہیں کیسے راست ودرست ہیں کہ سرمو انمیں تفاوت نہیں ہی تا لیقین کامل وبرہان عیان حاصل ہوجاوے اس بات کی کہ اللہ تعالے عز وجل کا علم ہر چیز کو محیط ہی اور تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہوجاوے جبکہ دونوں میں توافق برآمد ہوا اور واضح ہو کہ یہ شبہ نہونا چاہیے کہ اعمال اعراض ہیں پھر وہ کیونکر وزن کیے جاوینگے پس تو اس شبہہ میں نہ پڑنا مقبول و مردود کرنا اللہ عز وجل کے اختیار میں ہی اور اللہ تعالے قادر ہی کہ اعراض کو جواہر کی صورت میں کردے پس وہ ضرور میزان الٰہی میں تولے جاوینگے جو قیامت کے روز بندوں پر ظاہر ہوگی اور یہ زبان شرع سے ثابت ہوا اور اسپر ایمان لانا فرض ہی۔ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ نیکیاں و برائیاں ایسی ترازو میں تولی جاوینگی جسکے دونوں پلے اور زبان ہی۔ اور مومن کا یہ حال ہوگا کہ اسکے اعمال ایک نہایت اچھی صورت میں لائے جاوینگے اور میزان کے ایک پلہ میں رکھے جاوینگے اور یہ وزن حق ہی پس اسکی نیکیاں بہ نسبت اسکی برائیوں کے بھاری ہوجاوینگی۔ پس اسکا عمل جنت میں رکھا جائیگا پس عمل سے وہ پہچانا جائیگا اور یہی قول الٰہی عز وجل ہی فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون۔ اور وہ لوگ جنت میں سے اپنے اپنے ٹھکانے کو اس سے زیادہ پہچانینگے۔ جیسے نماز جمعہ سے پھر کر آدمی اپنے گھروں کو پہچان لیتا ہی۔ اور رہے کافر لوگ تو انکے اعمال نہایت قبیح بری بھونڈی صورت میں لائے جاوینگے اور پلہ ترازو میں رکھے جاوینگے اور یہ عمل باطل ہی پس اسکا وزن نہایت خفیف ہوگا یہانتک کہ وہ دوزخ میں رکھے جاوینگے پھر کافر سے کہا جائیگا کہ جا کر اپنے اعمال سے مل۔ قال المترجم پھر اللہ تعالے نے اپنی نعمت وبندوں کی ناشکری اور باوجود مخلوق ہونے اور اپنی ماہیت نہ جاننے کے پھر حکمت الٰہی میں بیجا قیاس دوڑانے اور ظاہری مضرت ودشمن شیطان کے غرور کی برائی دفع نہ کرنے کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

اور ہمنے تمکو جگہ دی زمین میں اور بنادیں اسمیں تمکو روزیاں تھوڑا تم شکر کرتے ہو

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ڰ فَسَجَدُوْٓا

اور ہمنے تمکو پیدا کیا پھر صورت دی پھر کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کیا

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ

سوائے ابلیس کے نہ تھا سجدہ والوں میں کہا تجکو کیا مانع تھا کہ سجدہ نہ کیا جب

الحق - حق سبحانہ تعالےٰ کی میزانین ہین جنسے احوال واعمال وزن کیے جاتے ہین پس میزان اخلاص جسمین معاملات کا وزن ہوتا ہی اور میزان صدق جسمین حالات کا وزن ہوتا ہی پس جو عمل کہ عوض کے واسطے یا اس عمل پر نظر رکھکر یا غیر حق سبحانہ کی طرف نظر رکھکر کیا گیا وہ مرتبہ قبولیت سے ساقط ہی اور ہر حالت کہ جس سے اس حالت والا موجب ہی وہ درجہ وصول سے ساقط ہی - پس نیات درست عمل میزان معاملات ہین اور صدق میزان حالات ہی پس یہان سے ہر شخص اپنے نفس کو میزان ریاضت ومجاہدہ سے وزن کرے اور قلب کو میزان مراقبہ وزن کرے اور عقل کو میزان اعتبارات یعنی عبرت حاصل کرنے کے ساتھ وزن کرے اور روح کو میزان مقامات اور سر کو میزان محاضرات ومطالعہ غیبیات وزن کرے اور اپنی صورت کو ایسے ترازو سے معاملہ سے وزن کرے جسکے دونون پلہ حقیقت وطریقت ہین اور زبان اسکی شریعت اور عمود اسکا عدل وانصاف ہی پس جو شخص یہان اپنے آپ کو اسطرح وزن سے سنجیدہ رکھیگا وہ قیامت مین اپنے نفس کو میزان شرف مین اور قلب کو میزان لطف مین اور عقل کو میزان نور مین اور روح کو میزان سرور مین اور سر باطن کو میزان وصول مین اور صورت کو میزان قبول مین تلا ہوا پاویگا پس جب اسکے موازین یعنی جملہ میزانون کا پلہ بھاری اترا تو اسکے نفس کا بدلا یہ کہ فراق سے امن پاویگا اور قلب کو شوق مین وہ ملیگا جسکا شوق تھا اور عقل کا بدلا مطالعہ صفات ہی اور روح کا بدلا کشف انوار ذات ہی اور سر باطن کا بدلا کشف اسرار قدم ہی اور صورت کا بدلا وصال ابد مین قیام ہی - نیز اہل حق کے واسطے یہان اور میزانین ہین - میزان ارادہ میزان محبت - میزان شوق میزان عشق - میزان معرفت - میزان یقین میزان توحید - پس یہ سات میزانین ہین - پس مرید کو چاہیے کہ ہر دم اپنے نفس کو میزان ارادت مین تولے اور محب ہر دم اپنے نفس کو میزان محبت مین اور مشتاق اپنی عقل کو میزان شوق مین اور عاشق اپنی روح کو ہر دم میزان عشق مین اور عارف اپنے سر باطن کو ہر دم میزان معرفت مین اور یقین والا ہر دم اپنے انفاس کو میزان یقین مین اور موحد ہر دم اپنے وجود کو میزان توحید مین تولے پس مرید اپنے ہر دم تولنے سے اپنے نفس کو انقیاد حق مین بروقت قضا وقدر جاری ہونے کے پورا کرے اور محب میزان محبت مین اپنے قلب کو شہود درگاہ مین بدون خطرات مذمومہ کے بنیات صافیہ کے ساتھ پورا کرے اور مشتاق میزان شوق مین اپنی عقل کو جولانی شواہد مین واسطے طلب عرفان مشاہدات کے بدون فتور ورعونت کے پورا کرے اور عاشق میزان عشق مین اپنی روح کو پرواز ملکوت مین واسطے طلب جبروت کے پورا کرے اور عارف میزان معرفت مین اپنے سر باطن کو صفت شہود کے ساتھ کشف انوار غیب کے واسطے پورا کرے اور یقین والا میزان یقین مین معارف قرب مین بلا حجاب یقین جو غبار وسواس سے صعود کو پورا کرے اور موحد میزان توحید مین تمام اپنے وجود کو انوار کبریا رقدم وسبحات ازل وابد مین فنا ومضمحل ہونے کو پورا کرے پس جس شخص کی یہ میزانین گران رہین وہ پردہاے امتحانات سے فلاح پاگیا اور صاف رہا ہوا اور پورا اترا پس وہ کل کے روز جبکہ حضور مین میزان عدل تولے جاوینگے تو انوار صفات ولطائف ذات وکرامات قرب سے اسکی میزان بھاری ہوگی پس وہان فلاح عظیم حاصل ہوگی اور وہ اہل اللہ مین سے ہی کیونکہ وہ موازین صفات وانوار ذات کے محاسبہ مین معرفت وتوحید ومحبت کے ساتھ پورا اترا - خلاصہ آنکہ منشا خلقت جو معرفت ہی اسنے پوری پائی اور فوز عظیم حاصل کیا پس قولہ تعالےٰ طوبیٰ لہم وحسن مآب - اسکے حق مین راست آیا - شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی رح نے اس مقام پر بیان کیا کہ جسنے اپنے نفس کو میزان عدل مین تولا وہ بچین مین سے ہی اور جسنے خطرات انفاس کو میزان حق مین تولا اسکو مشاہدہ سے کفایت ہوگی - اور میزانین مختلف

فیقول من انت فیقول انا عملک الصالح ۔ یعنی قبر مین مومن کے پاس ایک نوجوان خوبصورت جس سے خوشبو آتی ہوگی آویگا پس مومن کہیگا کہ تم کون ہو وہ کہیگا کہ مین آپ کا عمل صالح ہون ۔ اور اسکے برعکس کافر و منافق کے اعمال کی نسبت آیا ہی ۔ پس ظاہر ہوا کہ اعمال کے واسطے صورت جوہری ہین اور وہ وزن ہونگے ۔ اور بعض نے کہا کہ نامۂ اعمال تولے جاوینگے و ابن عبد البر اور قرطبی نے اسی کو ترجیح دیا اور دلیل اس قول کی حدیث بطاقہ ہی ۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے ایک شخص پکارا جاویگا مجمع قیامت کے روبرو پھر اسکے واسطے ننانوے سجل کھولے جاوینگے جنمین سے ہر ایک کی درازی بقدر مد البصر ہوگی جتنی دور نظر پہونچتی ہی پس اوتعالے عزوجل کی طرف حکم ہوگا کہ بھلا تو اسمین سے کچھ انکار کرتا ہی بھلا تجھپر میرے فرشتگان کاتبین نے کچھ ظلم کیا ہی پس وہ کہیگا کہ میرے پروردگار نہین تو ۔ پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے کچھ عذر ہی یا تیری کوئی نیکی ہی پس وہ ہیبت ناک ہوکر کہنے لگیگا کہ کچھ بھی نہین اے پروردگار پس اوتعالے فرماویگا کہ نہین بلکہ تیری ایک نیکی ہمارے نزدیک ہی اور آج کے روز تجھپر کچھ ظلم نہین پس اسکے واسطے ایک بطاقہ نکالا جائیگا جسمین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ ۔ ہوگا پس وہ عرض کریگا کہ اے میرے پروردگار بھلا یہ بطاقہ بمقابلہ ان سجلات کے کیا چیز ہی تو اس سے کہا جائیگا کہ اے شخص تجھپر کچھ ظلم نکیا جائیگا پس وہ بطاقہ ایک پلہ مین رکھا جائیگا اور سجلات دوسرے پلہ مین میزان کے رکھے جاوینگے پس سجلات کا پلہ چڑھ کر اونچا ہوجائیگا اور بطاقہ کا پلہ بوجھ سے جھک جائیگا رواہ البیہقی و ابن مردویہ و ابن ماجہ و اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ و رواہ احمد باسناد حسن و رواہ الحاکم و صححہ و الترمذی و قال حسن صحیح ۔ واضح ہو کہ اکثر بار اعمال و گناہون کے ساتھ تصدیق مین فتور رہتا ہی پس اس شخص کا حال غریب ہی کہ باوجود ان اعمال کے اسکی تصدیق قوی رہی اور شاید اسی وجہ سے حدیث شریف مین اسکا بیان ہی واللہ اعلم ۔ بالجملہ اس حدیث سے نامہ اعمال تولے جانے کا ثبوت ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ عمل کرنے والا تولا جاویگا اور اسی پر دلالت کرتی ہی حدیث صحیح از ابوہریرہ رض کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مرد موٹا قوی ہیکل آویگا دن قیامت کے حالانکہ اللہ تعالے کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اسکا وزن نہوگا پھر پڑھی آیت فلا نقیم لہم یوم القیامۃ وزنا الایۃ ۔ اور عبد اللہ بن مسعود رض کے مناقب مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ عبد اللہ کی پتلی پنڈلیون سے تعجب کرتے ہو قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ البتہ اسکی دونون پنڈلیان میزان مین کوہ احد سے زیادہ گران ہین ۔ و یؤیدالاول ما فی خاتم صحیح البخاری ۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دو کلمہ ہین کہ ہلکے ہین زبان پر اور بھاری ہین میزان مین اور محبوب ہین حضرت الرحمٰن کو وہ سبحان اللہ و بحمدہ و سبحان اللہ العظیم ۔ ہین ۔ قال الحافظ ۔ ان سب احادیث وغیرہ مین جمع و اتفاق یون ممکن ہی کہ یہ سب اپنے اپنے معنی پر صحیح ہین پس کبھی تو اعمال تولے جاوینگے اور کبھی نامہ اعمال اور کبھی فاعل اعمال تولے جاوین ۔ قال المترجم ورنہ توفیق بدون اسکے بھی ممکن ہی ۔ واضح ہو کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہی کہ کفار کے واسطے وزن ہوگا یا نہوگا ۔ بلکہ مخصوص مسلمانون ہی کے واسطے ہی پس اکثرون کے نزدیک وزن مخصوص بمسلمین ہی اور کفار کے اعمال حبط ہونگے اور یہی ظاہر آیات ہی اور بعض نے کہا کہ کفار کے اعمال باشارہ قولہ فلا نقیم لہم یوم القیامۃ وزنا ۔ تولے جاوینگے اگرچہ انکو خفت ہو اور جواب یہ کہ نکرہ تحت نفی بالکل وزن سے خالی ہی اور قرطبی نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ تولے جاوینگے بغرض تخفیف عذاب جیسا کہ ابو طالب کے حق مین بسبب پاسداری آنحضرت صلعم کے ابو طالب کے پاؤن مین آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے ابو طالب کا دماغ ابلیگا [illegible] یہ ہی کہ یہ ابو طالب کے حق مین مخصوص ہی ۔ فافہم واللہ اعلم

ف ۲ ــ فی العرائس قولہ والوزن یومئذ

صحیفہ اعمال ۱۲

یعنی میزان بمعنی حقیقی اور قشیری رح نے کہا کہ اسمٰعیل زجاج رح کا قول درست ہی کیونکہ صراط کا لفظ دین حق پر اور جنت و دوزخ واردات
ارواح پر سوائے اجسام کے - اور شیاطین وجن کا لفظ اخلاق مذمومہ پر اور ملائکہ کا لفظ قوی روحانیہ پر نہین محمول کیا جاتا ہی اور
صدر اول سلف وخلف صالحین نے اس امر پر اجماع کیا کہ ان ظواہر کو بدون تاویل کے لینا واجب ہی اور تاویل سے منع
کرنے پر اجماع کیا پس یہ ظواہر مذکورہ نصوص ہو گئے - یہ قول نہایت صحیح ہی اور مجاہد رح سے قول تاویل صحت کو نہین پہونچتا اور
جن بد عقلیون نے تاویل کی انکی تاویل کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کیا وہ لوگ اس امر کو اللہ تعالے کی قدرت سے باہر جانتے
ہین کہ وہ میزان حقیقی عدل کی قائم کرے اور اگر یہ نہین ہی تو پھر یہ کہنا کہ عقل مین نہین آتا محض جھوٹ ہی یا دیوانگی وجہالت ہی
اور اگر ان جاہلون کی عقل مین نہین آتا تو ہم کو ان جاہلون کی عقل کا اعتبار نہین ہی جو عقول صافی وپاکیزہ ہین انمین کچھ بھی بعید
نہین معلوم ہوتا - آیا تو نہین دیکھتا کہ نورانی عقول حضرات صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خوب یقین سے قبول کیا
اور برابر مومنین اسی پر اہل حق تھے یہان تک کہ ایک زمانہ کے بعد ان جاہلون کے منھ سے جہالت کا دھنوان نکلا اور اسنے
تمام جہان کو تاریک کر دیا پس بچا وہ جسکو اللہ تعالے نے ازل مین بچایا ہی اور گمراہ ہوا وہ جو شقی تھا اور کیونکر ایسطرح مصرح
آیات اور صحاح احادیث کی تاویل روا ہی اور بہت سی احادیث صحیحہ مشہورہ ہین جنمین تاویل کی گنجایش نہین اور اگر خوف طوالت
نہوتا تو مین ان احادیث کو نقل کرتا کیونکہ بعضے جہلہ اس زمانہ مین اہل ایمان کو وہم مین ڈالتے ہین اور شقی وبدبخت لوگ انکے دنیاوی
عروج کو دیکھکر دام فریب مین آجاتے ہین لیکن اثناء بحث مین بضرورت جو آجائیگا وہی کافی ہی از انجملہ مفسر رح نے کہا کہ وزن ایسی میزان
سے ہوگا جسکے زبان اور دونون پلے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی یہان اسیقدر پر اکتفا کیا اور بدور السافرہ وتفسیر وبعض رسائل
مین گونہ بسط کیا ہی - حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ میزان قائم کیجاویگی اسکی زبان و دو پلہ ہین اگر ایک پلہ مین
آسمان وزمین اور جو انمین ہی سب رکھا جاوے تو سما جاوے - رواہ اللالکائی فی السنۃ وابن المبارک فی الزہد وقد رواہ ابو الشیخ
عن ابن عباس بمثلہ موقوفاً - پھر جب صحیح ہوا کہ وزن ومیزان سے حقیقی معنی مراد ہین تو پھر یہان وزن کو مطلق فرمایا ہی پس یا اعمال
کا وزن ہوگا یا ان صحیفون کا جنمین اعمال درج ہین یا اس شخص کا جسکے اعمال ہین - قال الحافظ وغیرہ - بعض نے کہا کہ اعمال رکھے
جاوینگے اور اعمال اگرچہ اس جہان مین اعراض ہین لیکن یہ مسلم نہین کہ درحقیقت وہ اعراض ہین علاوہ برین اللہ تعالے قادر ہی کہ بصورت
جواہر آدین اور قلب ماہیت ممتنع ہونے پر کوئی دلیل عقلی نہین قائم ہی اور نہ یقین بالضرورۃ ہی اور نیز جو اس جہان مین عرض ہی جائز ہی
کہ اس جہان مین خود قائم ہو جیسے فلاسفہ کے نزدیک ذہن مین صورت جواہر کی جوہر ہوتی ہی اور قائم بذہن ہوتی ہی لیکن اسپر صادق ہی
کہ جب خارج مین پائی جاوے تو لا فی موضوع ہوگی پس وجود ذہنی مین قائم بالغیر ہی اور وجود خارجی مین خود قائم ہی ایسے ہی اعراض
اعمال وغیرہ اس جہان مین قائم بالغیر ہین اور جہان آخرت مین وہ خود قائم ہون اور تحقیق ثابت ہوا کہ ماہیات انکے واسطے خود ثابت ہین
قال فی المعالم اور ابن عباس رض سے یہی قول مروی ہی اور صحیح مین حدیث آئی جسمین سورہ بقرہ وآل عمران کے فضائل مین ہی
کہ انہما یاتیان یوم القیامۃ کانہما غمامتان او غیابتان او فرقان من طیر صواف الحدیث - اور اول سورہ مذکورہ مین گذر چکی ہی اور نیز قرآن
کے فضائل اور صاحب قرآن کے حق مین آیا کہ - یاتی صاحبہ فی صورۃ شاب شاحب اللون فیقول من انت فیقول انا القرآن الذی اسہرت
لیلک واظمات نہارک الحدیث - اور حدیث براء بن عازب رض مین دربارہ سوال قبر کے آیا - فیاتی المومن شاب حسن اللون طیب الریح

قال المترجم بالجملہ یہ پوچھنا وخبر دینا تحقیق عدل کے واسطے ہے ورنہ اوتعالیٰ خوب داناے نہان وآشکارا ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝

اور تول اُسدن ٹھیک ہے پھر جنکی تولین بھاری پڑین سو وہی ہین جنکا بھلا ہوا اور جنکی تولین ہلکی پڑین سو وہی ہین جو ہارے اپنی جان اسپر کہ ہماری آیتون سے زبردستی کرتے تھے

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ اے والوزن الحق کائن یومئذ۔ یعنی قیامت کے روز وزن حق ہونے والا ہے یعنی سوال مذکور کے روز وزن بعدل ہوگا کہ کسی نفس پر ذرا ظلم نہوگا۔ کما قال تعالے ونضع الموازین القسط لیوم القیامة فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبة من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین۔ یعنی رکھینگے ہم میزانہاے عدل کو روز قیامت مین پس کسی نفس پر کچھ ظلم نہین کیا جائیگا اور اگر رائی کے دانہ برابر ہوگا تو ہم اسکو لاوینگے اور ہمارا حساب کرنے والا ہونا کافی ہے۔ اور ذکر میزان کا بہت سی آیات مین آیا منجملہ انکے قول اوتعالے فاما من ثقلت موازینہ فہو فی عیشة راضیة۔ اور قولہ فمن ثقلت موازینہ فاولٰئک ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولٰئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون۔ اور احادیث اس باب مین بہت کثرت سے ہین جو صحاح وسنن ومسانید مین مروی ہین۔ بالجملہ میزان حق ہے اس روز وزن ہوگا۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ پس جنکے موازین گران ہونگے نیکیون سے فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ پس ایسے ہی لوگ مفلحین ہونگے یعنی فوز عظیم انھین کو حاصل ہوگا۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ اور جنکے موازین ہلکے ہونگے بسبب گناہون کے فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ پس یہی لوگ ہین جنھون نے خسارہ مین ڈالا اپنی جانون کو بسبب اسکے کہ لے گئے اسکو دوزخ مین بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ بسبب ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرنے کے یعنی بسبب کفر وانکار آیات الٰہی کے ف ا موازین جمع ہے اور ہر شخص کے واسطے ایک میزان ہوگی پس جمع کے معنی کیا ہین تو جواب یہ ہے کہ زبان عرب مین اہتمام خبر مین کبھی واحد کی جگہ جمع لاتے ہین۔ اور بعض نے کہا کہ ہر بندہ کے واسطے میزان علیحدہ ہوگی۔ حسن بصری رح نے کہا کہ حق ہے اس ترازو پر جسمین نیکیان رکھی جاوین یہ کہ جھک جاوے اور حق ہے اس ترازو پر جسمین برائیان رکھی جاوین یہ کہ ہلکی ہو جاوے اور بعض نے کہا کہ ترازو مین دو پلہ وزبان وبانٹ ہوتا ہے اور وزن بدون ان سب کے تمام نہین لہذا جمع کر دیا۔ اور بیضاوی نے جواب دیا کہ بسبب موزونات مختلف ہونے اور متعدد وزن ہونے کے جمع فرمایا پس وہ جمع موزون ہے یا جمع میزان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وزن ومیزان بمعنی عدل وقضا ہے اور بجاے انکے وزن ومیزان کا ذکر کرنا ضرب المثل کے طور پر ہے جیسے بولتے ہین کہ یہ نظم اس وزن پر ہے اور یہی مجاہد رح سے روایت کیا جاتا ہے اور زجاج نے کہا کہ زبان عرب مین ایسا بول چال شائع ہے اور یہی معتزلہ نے اختیار کیا جیسے کہ معتزلہ کی عادت ہے کہ جو بات انکی عقل مین جسطرح آتی ہے اسی طرح اسکو اختیار کرتے ہین اور یہان تو خیر زبان کے محاورات سے بھی اتفاقاً مطابقت ہوگئی۔ زجاج رح نے کہا کہ اتباع یہان بھی اس چیز کا چاہیے جو صحاح ومسانید مین وارد ہوا

کہ رسولوں کو کیا جواب دیا اور رسولوں کو پوچھیگا کہ رسالت کیا پہونچائی ہی - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ لا یسأل عن ذنوبہم المجرمون - مشرکوں سے انکے گناہوں کی پوچھ نہوگی یعنے سیدھے دوزخ مین بھیجے جاوینگے - تو جواب یہ ہی کہ رسولوں کی اجابت دعوت اور ایمان پر اعمال ہین اور مشرکوں نے جب قبول نہ کیا تو جملہ اعمال انکے نیست ہین کیونکہ انہین سے کوئی عمل عبادت نہین ہو سکتا پس صرف یہ پوچھا جائیگا کہ رسول کو مانا یا نہین مانا پھر جب اعمال کا وقت آویگا تو مشرکوں کے اعمال کی کچھ پوچھ گچھ نہوگی بلکہ قطعاً جہنمی ہین حاصل آنکہ اوقات مختلف ہین اور سوال بھی مختلف ہین جیسا کہ ظاہر ہی - بالجملہ مشرکوں سے پرسش ہوگی کہ ہمارے رسول کا کیا جواب دیا اور رسولوں سے ابلاغ رسالت کو بھی پوچھ لیا جائیگا تاکہ مشرک یہ دعویٰ نہ کرین کہ انھوں نے ہمکو پیغام نہین پہونچایا پھر مشرک انکار بھی کرینگے جیسا کہ گذرا اور ان شاء اللہ تعالےٰ آویگا اور عالم الغیب والشہادۃ کے حضور مین یہ انکار کیا چل سکتا ہی چنانچہ فرمایا - فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ پھر ہم خبر دیدینگے انکو جو کچھ انھوں نے کیا ہی اپنے علم پاک قدیم سے وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ اور ہم تو غائب نہ تھے جبکہ رسولوں نے اللہ تعالےٰ کی رسالت کو پہونچایا اور گذری امتوں نے جو کچھ اعمال کیے یعنی سب کچھ ہمارے علم مین نہایت صحیح و تحقیق کے ساتھ حاضر ہی اور یہ سوال تو فقط عدل و انصاف کی تحقیق کے واسطے ہی - واضح رہے کہ ان دونوں سوالوں مین بڑا فرق ہی خصوص کافروں کے رسولوں پر رسالت نہ پہونچانے کی تہمت لگانے کے وقت رسولوں سے سوال ہونا درحقیقت کافروں پر غضب مزید ہی ف - فی العرائس قولہ فلنسألن الذین ارسل الیہم ولنسألن المرسلین - اس سوال مین ایمان لانے والے بندے بھی آوینگے کیونکہ انکی طرف بھی رسالت پہونچی ہیں اُنسے خطاب کے سمجھ لینے اور حرمت و احترام و عظمت کے ساتھ اسکے قبول کرنے اور متابعت و سر جھکانے کے ساتھ اسپر عمل کرنے کا مضمون بھی شامل ہی - قال المترجم غفر انک اللہم غفرانک سبحانک انک انت الغفور الرحیم وما لی سوی ذلک استغفرک واتوب الیک - شیخ رح نے کہا کہ رسولوں سے ادا ور رسالت کا سوال ہوگا ایسے کلام سے جو بقدر عقول ہو اور یہ بہت پر شفقت ہی - قال المترجم معنی یہ ہین کہ رسولوں نے معرفت و توحید بقدر عقول بشری پہونچائی ہیں بالاتر معرفت و تحقیق معرفت جو مجال بشری سے باہر ہی اس سے ازراہ شفقت معذور فرمائے جاوینگے اور یہ محض رحمت ہی اللہم لک الحمد انت الرحم الراحمین شیخ ابو حفص نے کہا کہ جن لوگوں کی طرف رسالت بھیجی گئی اُنسے سختی و خشم و عذاب وہی کا سوال ہی اور جنکو رسالت لیکر بھیجا یعنے رسولوں سے انکی تشریف و مرتبہ بڑھانے کا سوال ہی - قولہ فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین ۰ اسمین اشارہ ہی کہ بندگان مشتاق جنکا یہ حال ہی کہ منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا - یہ سب حضور الٰہی عز وجل مین ہین - او تعالےٰ انکو خبر دیگا کہ ہماری ملاقات کے شوق مین انکا کیا حال تھا اور نیز جو لوگ کفر و شرک مین لتھڑے ہوئے اوندھے منہ بھاگے جاتے رہے انکا حال بھی درگاہ کبریائی مین بیان ہوگا کہ اُنسے درگاہ عظمت و جلال پاک ہی اور نیز ہر حال ظاہر کیا جائیگا کہ جو انپر جاری ہوا وہ اسکے حقایق سے نادان جاہل تھے اور قہر و لطف و موجود و معدوم کے حقایق ظاہر ہونگے - اور قولہ ما کنا غائبین - مشتاقوں کے درد اشتیاق اور عارفوں کے جوش باطن اور عاشقوں کے آنسو بہانے سے اور کافروں و مشرکوں وغیرہ کے تکبر مین پاؤن پھیلانے سے او تعالےٰ کو غیبت نہین بلکہ سب کو وہ دیکھتا ہی حتی کہ جب یہ موجودات عدم مین تھے تب ہی سے اسکے علم قدیم مین یہی علم ہی جسمین ذرہ برابر تفاوت نہین ہو سکتا فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم - ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ فلنقصن علیہم بعلم یعنی انکے حال عدم و وجود کے علم قدیم سے سب اخبار کرونگا

اسے فجاءہا عذابنا لیلا او ہم نائمون بالظہیرۃ والقیلولۃ استراحۃ نصف النہار وان لم یکن معہا نوم اسے مرۃ جاءہا لیلا ومرۃ جاءہا نہارا
یعنے آیا انپر ہمارا عذاب رات مین یا دوپہر حالیکہ وہ سوتے تھے دوپہر دن کو وقت سخت گرمی کے اور قائل یعنی قیلولہ کنندہ از قال یقیل
قیلولۃ اور قیلولہ دوپہر دن کے وقت استراحت لینے کو کہتے ہین اگرچہ نیند نہ آوے اور حاصل آنکہ انپر عذاب ہمارا کبھی رات مین
آیا اور کبھی دن مین آیا یعنی کسی قوم پر رات مین جیسے قوم لوطؑ پر اور کسی قوم پر دن مین جیسے قوم شعیبؑ پر آیا۔ اور انھین دونون وقتون
کو اسواسطے خاصکر بیان فرمایا کہ یہ اوقات استراحت وغفلت ہین پس انمین عذاب طاری ہونا نہایت فظیع ہے کما قال تعالے
افامن اہل القری ان یاتیہم باسنا بیاتا وہم نائمون اوامن اہل القری ان یاتیہم باسنا ضحی وہم یلعبون۔ پس انمین کافرون
کو تہدید و وعید ہے گویا کہا گیا کہ امن و رجب کے اسباب تم کو مہیا کر دیے گئے انپر مغرور مت ہو کیونکہ عذاب الٰہی جب اترتا ہے تو دفعۃً
نازل ہو جاتا ہے۔ قال البیضاوی۔ قولہ او ہم قائلون معطوف ہے بیاتا پر گویا یون کہا گیا فجاءہم باسنا بائتین او قائلین پس
ہم قائلون بحذف واو حال اسواسطے آیا کہ دو حرف عطف کا اجتماع لازم نہ آوے کہ ثقیل ہے کیونکہ واو حالیہ در اصل واو عطف ہے
جو وصل کے واسطے مستعار لیا گیا ہے اور ضمیر پر اکتفا کرنا نہین کہ غیر فصیح ہے۔ اور ان دونون تعبیر مین انکی غفلت و عذاب سے بیخوفی
مین مبالغہ ہے۔ **فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ** اسے قولہم۔ یعنی دعوی یہان بمعنی قول ہے وقال البیضاوی۔ اسے فما کان دعاؤہم
او استغاثتہم۔ یا دعوی بمعنی ادعاء ہے اور مصدر مجہول ہے یعنے جسکو اپنے دین مین ادعاء کرتے تھے۔ **اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ**
یعنی بروقت عذاب آنے کے انکا ادعاء یا دعاء و استغاثہ کچھ نہ تھا۔ **اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ** مگر یہی کہنے لگے کہ
ہم ظالم ہین یعنے رسولؐ کی اور حکم تنزیل کی اتباع نہ کرنے مین اپنے ظالم ہونے کا اقرار کیا حاصل آنکہ ایسے وقت اقرار کیا کہ اسوقت کچھ
بھی مفید نہین اسواسطے کہ ایمان تو استدلال غیب پر ہے اور اسوقت ایمان کچھ نہین جبکہ معائنہ ہو گیا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم نہین ہلاک ہوئی یہان تک کہ خود انکا اقرار ثابت ہو گیا کہ ہم نے واقعی
ظلم کیا ہے۔ ابن سنان نے کہا کہ مین نے عبد الملک بن عمیرہ سے پوچھا کہ یہ کیونکر ہے فرمایا کہ اس آیت سے فما کان دعوٰہم اذ جاءہم
باسنا الا ان قالوا انا کنا ظالمین۔ اس حدیث کو ابن جریر رح نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث و آیت مین واضح تطابق ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ
عز وجل نے جملہ مکلفین کو شمول کر کے پھر منکرون کو عذاب دنیاوی سے تہدید کرنے اور اسکے ضمن مین مومنون کو استثنا کرنے
کے بعد پھر منکرون و کافرون کو عذاب اخروی سے سخت وعید فرمائی لقولہ۔ **فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ**
فا ترتیب ہے یعنے بعد عذاب دنیاوی کے اگر واقع ہو یا نہو جیسے مشیت ہو پھر ضرور آخرت مین یہ واقعہ ہوگا اور لام قسم ہے یعنے
ضرور ہم پوچھینگے ان لوگون کو جنکی طرف ارسال کیا گیا کہ انھون نے رسول کو کیا جواب دیا اور اسکے ابلاغ پر کیا عمل کیا **وَلَنَسْـَٔلَنَّ**
الْمُرْسَلِيْنَ اور ضرور ہم رسولون کو پوچھینگے کہ کیونکر رسالت کو پہونچایا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم مین سب راعی
ہین اور سب اپنی رعیت سے سوال کیے جاوینگے پس امام پوچھا جائیگا رعیت سے اور رعیت کا مرد پوچھا جائیگا اپنے اہل خانہ و
عیال سے اور جورو پوچھی جائیگی کہ شوہر کے گھر مین کیا برتاو کیا اور غلام سے پوچھا جائیگا کہ اپنے آقا کے مال مین کیا کیا۔ لیث نے کہا
کہ مجھسے ابن طاؤس نے ایسی ہی حدیث بیان کی پھر یہ آیت پڑھی فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین۔ اصل حدیث
بدون زیادت استدلال آیت کے صحیحین مین موجود ہے۔ وحاصل التفسیر کما قال ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ اللہ تعالیٰ لوگون کو سوال مین ماخوذ کریگا

فی صدرک حرج منہ - یعنی تیرا دل اسکے اٹھانے اور اسکے بوجھ سے تنگ نہو کیونکہ صفات کا برداشت کرنا بہت بھاری ہوتا ہی مگر
ایسی شخص پر جو قبول مشاہدہ سے تائید کیا گیا ہی - قال النوری رح (ابو الحسن) - انوار حقائق جب سر باطن پر وارد ہوتے ہین تو آنکی برداشت
کرنے سے بہت بوجھ کے تنگ ہوتا ہی جیسے آفتاب کی شعاعین اسکی نہایت کے ادراک سے مانع ہین - قال القرشی رح - اللہ تعا
نے اس سورہ مین قصہ پیغمبر کلیم اللہ موسی علیہ السلام کا بیان کیا تو معلوم تھا کہ قلب محمد صلے اللہ علیہ وسلم اسکے واسطے حرکت و
جنبش کریگا تو حکم دیا کہ فلا یکن فی صدرک حرج منہ - کیونکہ موسی علیہ السلام سے طور پر کلام ہوا اور تجھسے ہر چیز و صورت سے
باہر کلام ہوا اور اسکو مشاہدہ سے محرومی ہوئی اور تجھکو نصیب ہوا - قال الاستاد رح کتاب احباب تحفۂ وقت ہی اور غم
دوری و فراق سے شفار ہی اور قولہ فلا یکن فی صدرک حرج مین اشارہ ہی کہ ہر قبض سے سینہ تیرا حفظ الٰہی مین محفوظ ہی اور
صدرک فرمایا اور قلبک نہین فرمایا کیونکہ قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تجلی شہود مین تھا اور اسی واسطے فرمایا ولقد نعلم
انک لیضیق صدرک بما یقولون - اور یہان بھی قلبک نہین فرمایا اور اسی واسطے موسی علیہ السلام نے کہا کہ رب اشرح لی صدری
اور آنحضرت صلعم کے واسطے فرمایا - الم نشرح لک صدرک - کیونکہ قلب محل شہود مین دائمی ہی اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تنام
عینای ولا ینام قلبی - یعنی میری آنکھین سویا کرتی ہین اور دل میرا نہین سوتا ہی اور کہا کہ اسمین ایصال لذت ہی کہ تجھکو ایک
لذت پہونچتی ہی اور صاحب لذت کو حرج وضیق نہین ہوا کرتی ہی - قال المترجم پہلے اتباع کا عموماً حکم دیا پھر شروع فرمایا
کہ اگلی امتون کو بسبب نافرمانی و اعراض حق کے کیا مصیبت و عذاب پہونچا لقولہ

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ فَمَا
اور کتنی بستیان ہمنے کھپا دیں کہ پہونچا انپر ہمارا عذاب راتی رات یا دوپہر کو سوتے پھر یہی تھی
كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝
انکی پکار جب پہونچا انپر ہمارا عذاب کہ کہنے لگے ہم تھے گنہگار
فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ
سو ہمکو پوچھنا ہی انسے جن پاس رسول بھیجے تھے اور ہمکو پوچھنا ہی رسولون سے پھر ہم احوال سنا دینگے
عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝
انکو اپنے علم سے اور ہم کہین غائب نہ تھے

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ کم خبریہ مفعول ہی ایسے فعل کا جو حذف ہوا بشرط تفسیر چنانچہ اہلکنا اسکی تفسیر کرتا ہی اور بعض نے کہا کہ
مبتداء ہی اور اہلکنا اسکی خبر ہی اور اول ارجح ہی اور قرآن مجید مین من تاکید کثرت کے ساتھ وارد ہوتا ہی اور قریہ وہ جگہ جہان لوگ
مجتمع ہوتے ہون اور معنی یہ کہ اور بہت سے قریہ - اور مراد قری سے اہل قری ہین بسبب قول مابعد - اَهْلَكْنٰهَا ہمنے
انکو ہلاک کیا - یعنی وہان کے لوگون کو ہلاک کیا - وفی السراج اور بعض نے کہا کہ تقدیر مضاف یعنی اہل کی کچھ حاجت نہین ہی کیونکہ قریہ
خود بھی تباہ و برباد ہوجاتا ہی جیسے قریہ والے تباہ ہوتے رہین - اور اہلاک اپنے حقیقی معنی پر بھی ہوسکتا ہی اور مفسر رح نے ارجح
یہ قرار دیا کہ اہلکنا کے معنی یہ کہ ہمنے انکے ہلاک کا ارادہ کیا بقرینہ قول مابعد - فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ

نے حروف کو پیدا کیا تو انکے واسطے ایک سر باطن قرار دیا پھر جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اسمین اس سر مخفی کو مندمج کیا اور ملائکہ مین اس بھید کو منتشر نہین فرمایا تھا پس یہ حروف حضرت آدم کی زبان پر بفنون جریان وفنون لغات جاری ہوے جنکی اللہ تعالےٰ نے صورتین پیدا کردین- قال الحسین رح الالف تو الف المالوف ہی الف کیا ہوا ۱۲ اور اللام لام الآلاء ہی المیم میم ملک ہی والصاد صاد صدق ہی اور فرمایا کہ قرآن مین ہر چیز کا علم ہی اور علم قرآن کا حروف مقطعات مین ہی اور علم حروف کا لام الف مین ہی اور علم لام کا الف مین ہی اور علم الف کا نقطہ مین ہی اور علم نقطہ کا معرفت اصلیہ مین ہی اور معرفت اصلیہ کا علم ازل مین ہی اور علم ازل کا مشیت مین ہی اور علم مشیت کا غیب الھو مین ہی اور غیب الھو وہی ہی کہ نہین مثل اسکے کوئی چیز لیس کمثلہ شئی- مترجم کہتا ہی کہ بحمد اللہ تعالےٰ کہ مترجم کو یقین ہی کہ جملہ علوم اس کتاب مجید مین ہین اور عدم العلم مستلزم عدم نہین اگر کسی کو معلوم نہین ہوتا تو وہ اپنے اوپر نفرین کرے کہ اسقدر کدورات مین کیون مبتلا ہی اور تحقیق ثبت فی غیر آیۃ ان الکتاب العزیز یحوی علم کل شئی بل ہو تبیان لکل شئی ومنہا قولہ تعالےٰ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین شیخ ابو محمد الجریری نے کہا کہ ہر لفظ و ہر ہر حرف کے واسطے ایک مشرب فہم خاص ہی جس سے اسکی معرفت ہوتی اور دوسرے کی معرفت اس سے نہین ہوتی اور اس مشرب کے واسطے جداول خاص ہین یستعنا ہی کہ فرمایا المص پس الف کے واسطے انکے نزدیک ایک فہم ہی اور فہم کے واسطے انکے محضر مین استماع ہی بجانب حسن مخرج ومذاق شیرین جو موجود ہی بنظر متکلم اور اسی طرح لام کے واسطے حسن استماع ومخرج سواے مخرج الف کے اور مذاق فہم موجود ہی اسی طرح میم کے واسطے حسن استماع از مخرج غیر لام وطعم فہم موجود ہی اور صاد کے واسطے حسن استماع بجانب حسن مخرج وطعم فہم موجود سواے میم کے ہی پس یہ سب متکلم کے ملاحظہ سے ممزوج ہوا ہی- قال الحسین الالف الف ازل ہی اور اللام لام ابد ہی اور میم ان دونون کے درمیان ہی اور صاد اتصال اس شخص کا جو متصل ہوا اور انفصال اس شخص کا جو منفصل ہوا اور حقیقت مین نہ اتصال ہی اور نہ انفصال ہی مگر یہ الفاظ بحسب عبارات جاری ہوتے ہین کہ کچھ فہم وبیان حاصل ہو حالانکہ درگاہ حق تعالےٰ جملہ الفاظ وعبارات سے مصئون ومحفوظ ہی- قولہ کتاب انزل الیک- پہلے مذکور ہوا کہ حروف اسرار کتاب ہین اور تصدیق اسکی یہ کہ بعد المص کے فرمایا کتاب انزل الیک یعنی یہ حروف المص کی کتاب اسرار ہین جو تیری طرف نازل ہوے ہین- قال المترجم ہر چند کہ ہر ایک انمین سے کتاب ہی تو بمقتضاے ظاہر کتب انزلت ہوتا اگر ایسا تھا لیکن پردہ نزول مین صورت امتزاجی سے کتاب واحد ہوئی یا کتاب یہ جنس ہی فتامل- قولہ فلا یکن فی صدرک حرج منہ- یعنی تیرے سینہ مین آپکی عدم شناخت کی تنگی نہو اور انکے ادراک مین نافہمی سے دل گرفتگی نہو یعنی ست موت کر اس بات کا کہ تو اسمین ہمارے اشارات کو نہین سمجھیگا- کیونکہ تو مخصوص بعلم لطائف وحقائق ہی اور تیرا سینہ بسبب کشائش نور تجلی جمال کے بہت کشادہ ہی پس اسمین مقام قبض وگرفتگی کو دخل نہین ہی اور تصدیق اسکی قولہ انزل الیک ہی یعنی ان اسرار کو سواے تیرے کوئی اور برداشت نہین کر سکتا- یہ تیرے ہی واسطے مخصوص اور تجھی کو اسکے فہم کی استعداد عطا ہوئی ہی پس انکی جہت سے تیرے سینہ مین کوئی گرفتگی طاری نہو کیونکہ انکی سمجھ تجھپر آسان ہوجائیگی- ابن عطاء رح نے قولہ کتاب انزل الیک مین کہا کہ یہ ایک عہد خاص ہی جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے درمیان آنحضرت صلعم کو مخصوص فرمایا یعنی تو خاتم الرسل ہی اور تیرا عہد تمام عہود کا خاتمہ ہی تاکہ اس سے تیرا سینہ کشادہ ہو اور تیری آنکھین ٹھنڈی ہون سو جنید رح نے کہا کہ قولہ فلا یکن

پس منجملہ اسکے یہ کہ حروف مقطعات رموز قرآن ہین جنکو بعض علماء ربانی سمجھتے ہین پس اس مقام پر الف اشارہ ہی آدم سے چنانچہ آدم کے اول مین الف موجود ہی پس الف سے اشارہ آدم کے حال وقصہ وابتداء خلقت وملائکہ پر پیش ہونا اور جنت مین جانا اور وہان سے باہر آنا وغیرہ حالات کی طرف ہی وہ اصل خلقت ہین اور دیگر جو اسسے شاخین نکلین وہ ذکر مین آدم کے تابع ہین اور الف کا اشارہ علم الاسماء کی طرف ہی بقولہ وعلم آدم الاسماء۔ اور اس اسماء مین علم ذات وجمیع صفات اور نعوت وافعال کا ہی اور علم گذشتہ وآیندہ کا ہی پس آنحضرت صلعم کو اس الف سے تمام وہ علم سکھلا دیا جو آدم علیہ السلام کو جمیع اسماء کے علم سے حاصل ہوا تھا کیونکہ آنحضرت صلعم تمام اولین وآخرین سے زیادہ لطیف تھے اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ بزرگ مرتبہ اور زیادہ مقرب تھے پس بموافق قرب کے اشارہ بھی زیادہ لطیف فرمایا جو اوروں پر زیادہ خفی ہو گیا۔ **لام** سے اس مقام پر قصہ تجلی موسیٰ علیہ السلام وکوہ طور کی خبر فرمائی اور ان احوال ماضیہ سے آپ کو آگاہ کیا **میم** سے شان موسیٰ واول سے آخر تک انکے واقعہ کی خبر دی۔ اور **حرف ص** سے قصص نوح وہود وصالح وشعیب ولوط اور تمام ماجرا انکا ابتداء سے آخر عمر تک جو کچھ گذرا ہی اس سب سے آگاہ فرمایا اور اسی حرف صاد مین انکے صبر وتحمل اور مشقت وبلاء الٰہی اور صدق محبت وفاداری وصدق باعمال واقوال کا بیان ہی۔ اور تصدیق اس بات کی کہ حروف کے تحت مین پوری کتاب مندرج ہوتی ہی وہ حدیث ہی جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو حروف تہجی عطا فرمائی اور ہر حرف ایک کتاب تھا اللہ تعالےٰ کی طرف سے آدم کے واسطے۔ قال المترجم حرف حتی کہ نقطہ سے ورثہ علوم ومعرفت ہونا کچھ بھی بعید نہین وقد مر فی تفسیر البسملۃ عن بعض التابعین ما یشیر الی ہذا بل ہو نص صریح ثم المراد ہہنا کانہ عرفان مع العلم لا تصویرہ باللفظ والافقد بین فی مواضع من الکتاب العزیز وظاہر کلام الشیخ یدل علے ذلک فافہم واللہ اعلم اور نیز حرف الف سے اللہ تعالےٰ نے عین قدم سے خبر دی اور اپنی ذات پاک کی وحدانیت کو بتلایا جو افتراق واجتماع سے منزہ پاک ہی اور جمیع مخلوقات کو اسی نے صادر فرمایا ہی کیونکہ تمام موجودات ووجود کا صدور اسی پاک پروردگار تعالیٰ سے ہی جیسا کہ مصدر جمیع الحروف ہی اور نیز حرف الف سے سر الاسرار اور صرف الانوار کی خبر دی اور جو کچھ تمام حروف مین علم اولین وآخرین تھے سب اسمین ظاہر کیے اور یہ نہایت دقیق اشارہ بجانب آنحضرت صلعم ہی پھر حرف لام سے اسکو واضح کیا بغرض ترفہ خاطر وزیادت ادراک کے۔ پھر حرف میم سے خطاب مشرح کر دیا۔ پھر حرف صاد سے حروف کے فواصل بیان فرمائے کیونکہ اسمین صفت جمیع حروف ہی پھر علوم مین تقسیم فرمائی اور تمام سورہ سے عموماً مخلوق کو علم دیدیا کیونکہ علم اسرار مین انکو ادراک ومعرفت نہین ہی اور جسقدر مفہم ومشمر ہوتا جاوے انکی فہم سے بالا ہو جائیگا۔ اور نیز الف لام سے اسرار اولیت وازلیت کو بیان فرمایا تو نہین دیکھتا کہ کیونکر الف کو لام سے نسق کیا بغرض اخفاء اشارہ کے تاکہ قدم مین حدیث عدم باقی نہ رہے اور ظاہر کلمہ لام والف بمعنی عدم ہی وہ کیونکر اشارہ قدم ہوگا پس ایک کو دوسرے سے نسق کر دیا تاکہ نفی کی بات نہو جاوے کیونکہ نفی ایک علت ہی جو حوادث پر واقع ہوتی ہی حالانکہ حوادث کا ذکر قدم مین نہین ہی پس الف سے احدیۃ الاولیہ سے خبر دی اور لام سے ازلیت سرمدیہ کی خبر دی پھر میم سے محبت قدیمہ کی خبر فرمائی اور صاد سے صفات قائمہ بالذات کی خبر دی۔ الف سے ذات مین ذات کی خبر دی جو واحد ہی پھر لام ومیم وصاد سے شمول صفات قدیمہ کی خبر فرمائی۔ الف از ذات اور میم از صفت ازل اور صاد از صفت محبت ہی اور صاد مین جمیع صفات کی خبر ہی۔ محمد بن عیسیٰ الہاشمی نے کہا کہ مین نے ابن عطاء رح سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ

کہ اتباع کرو ما انزل الیکم کی اور ظاہر یہ ہی کہ کلام مستانفہ ہی کیونکہ مومنین کی تخصیص تو ذکری للمومنین سے ہو گئی کیونکہ نصیحت نفع
اٹھانیوالوں کو حاصل ہو گئی اور یہان عام حکم دیا جسمین ہر مکلف شامل ہی - مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنی اتباع کرو اس چیز کا جو اُتاری گئی
تمھارے رب کی طرف سے اور وہ قرآن ہی - اور بیضاوی رح نے کہا کہ وہ قرآن وسنت دونون کو شامل ہی اسواسطے کہ او تعالی نے
فرمایا - ماینطق عن الهوی ان ہو الا وحی یوحی - یعنے رسول نہین بولتا اپنی خواہش سے بلکہ وہ وحی ہی جو اسکی طرف اتاری جاتی ہی
پس حدیث بھی وحی خفی ہی کہ اللہ تعالے کی طرف سے نازل ہوئی - تفسیر کبیر مین ہی کہ ما انزل الیکم شامل ہی کتاب وسنت دونون کو
اور یہی دیگر مفسرین نے کہا ہی اور انزل الیکم - فرمایا حالانکہ وہ رسول اللہ صلعم کی طرف نازل ہوا تو اسوجہ سے کہ وہ خطاب سب کو ہی
اور سب پر فرمانبرداری اسکے بواسطہ رسول علیہ السلام کے فرض ہی چنانچہ فرمایا - اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا - یعنی جو
تمکو رسول دیوے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو - پس کتاب الٰہی کی فہم حاصل ہونے پر ہر ایک پر اتباع فرض ہی
اور اس سے یہ مراد نہین کہ قرآن بغیر موجودگی رسول کے نہین لیا جاسکتا بلکہ مراد یہ کہ قرآن کی اتباع فرض ہی جو رسول اللہ صلعم کے
واسطہ سے تمکو پہونچا اور حضرت صلعم نے اسکی اتباع پر سخت تاکید فرمائی ہی - اور خود اللہ تعالے نے فرمایا - وَلَا تَتَّبِعُوا
مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ - اے لاتتخذوا غیر اللہ اولیاء تطیعونہم فی معصیۃ اللہ - یعنی مت بناؤ غیر خدا کو ولی ومتبوع جنکی پیروی کرو اللہ تعالے
کی نافرمانی مین - ورنہ اگر اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین ولی بنادے تو جائز ہی حتی کہ آنحضرت صلعم کی اتباع فرض ہی - زمخشری رح نے
کہا کہ مراد یہ کہ شیاطین جن وانس مین سے کسی کو ولی مت بناؤ جو تم کو خواہش نفسانی وبدعتون پر آمادہ کرین - وقال الرازی
فی الکبیر - اس آیت مین دلالت ہی کہ قرآن مین جو عمومات ہین انکو قیاس سے خاص کرنا نہین جائز ہی کیونکہ عموم قرآن تو اللہ تعالی
کی طرف سے نازل ہوا اور اللہ تعالے نے اسکی پیروی واجب کردی ہی پس اسپر عمل کرنا واجب ہی تو ایسی حالت مین قیاس پر عمل
کرنا منع ہوا ورنہ تناقض لازم آویگا - وقال المترجم اگر یہ مراد ہی کہ باب عقائد مین جو عام جسطرح ہی اسکو قیاس سے خاص کرنا
نہین جائز ہی تو صحیح ہی ورنہ قیاس خود مثبت نہین بلکہ مظہر حکم الٰہی ہی اور ایسی حالت مین کوئی تناقض نہین کیونکہ عموم مذکور بحیثیت
مأوّل عمل واجب ہی اور وہ بعد تخصیص از قیاس ہی فافہم - مالک بن دینار نے لاتبتغوا پڑھا از ابتغاء یعنی مت طلب کرو سوائے حق
کے کسی کو ولی - قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ یعنی تذکرون قلیلا ما - بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو - اور ایک قراءۃ مین تذکرون
بتخفیف ہی اور ما زائدہ ہی تاکید قلت کے واسطے آیا ہی - حاصل آنکہ باوجود اس فہمایش وسیع وکثیر کے تمکو بہت کم تذکر ہوتا ہی - قال
الحافظ اور یہ بمانند قولہ وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین - یعنی اگر تو حرص کرے تو بھی بہیترے لوگ مومن نہین ف - فی العرائس
قولہ المص - شیخ نے یہان رسوخ علم سے بعض اشارات کو ذکر کیا اور کہا کہ گویا ان حروف تہجی سے آنحضرت صلعم کو اشارہ ہی یعنی
اللہ تعالے نے جب چاہا کہ اپنے رسول علیہ السلام سے اپنے انبیاء سابقین کے قصے وماجرے اور انکے ساتھ اسرار وشرائع وحقائق
گذشتہ کو بیان کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص شریعت وطریقت سے مخصوص وممتاز فرماوے اور گذشتہ وآیندہ
حال سے آگاہ کرے تو حروف تہجی سے آگاہ فرمایا اور اسکے بھید سے محض اشارہ واسرار خطاب سے آگاہ فرمایا اور او تعالی جانتا ہی
کہ رسول اللہ صلعم اس اشارہ سے مراد الٰہی کو سمجھ جائیگا اور او تعالے جانتا ہی کہ باقی امت اسکو نہین سمجھینگے پس ایک طویل سورت
کو ان چھوٹے سے حروف مین تعبیر فرمایا اور خاصان امت مانند صحابہ وتابعین واولیاء متقدمین کے کبھی کہین کہین بعض اشارہ کو سمجھ جاتے ہین

بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا

اور نصیحت ہو ایمان والون کو چلو اُسپر جو اُترا تمکو تمھارے رب سے اور نہ چلو

مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اُسکے سواے اور رفیقون کے پیچھے تم کم دھیان کرتے ہو

الٓمّٓصٓ اللہ اعلم بمرادہ بذلک - اس کلام سے جو مراد ہی اسکو اللہ تعالے ہی خوب جانتا ہی اور کسی کو نہین معلوم ہی قال المترجم مفسر رحمہ اللہ نے تمام تفسیر مین یہی اختیار کیا کہ اسکی مراد کو سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہی اور اتقان مین اسکی بابت ایک بحث طویل لکھی اور ظاہر کلام مین اسی قول کو مرجح رکھا اور مترجم نے ابتداء سورۂ بقرہ مین بحوالہ بعض متاخرین کے لکھدیا کہ تاویل و تفسیر مین فرق ہی پس تاویل اسکی بمعنی ما یؤول الیہ الامر - کو کوئی نہین جانتا سواے حق تعالے کے اور اس معنی کہ جنت مین کھانا پینا وغیرہ بھی ابھی باعتبار تاویل کے کوئی نہین جانتا اگرچہ یہ قطعاً معلوم ہی کہ واقع ہوگا اور رہی تفسیر بمعنی کہ راسخین فی العلم کچھ اشارات جانتے ہین تو یہ بعض سلف سے مروی ہوا چنانچہ ابن عباس سے المص کی تفسیر مین آیا کہ معنی اسکے - انا اللہ افصل یعنے مین ہون اللہ خوب فیصلہ کرنے والا - رواہ ابن ابی حاتم وکذا قال سعید بن جبیر رح - اور کہا کہ اللہ تعالے کے نامون مین سے نام ہی جس سے قسم کھائی ہی اور سدی رح سے مروی ہی کہ - ہو المصور - محمد بن کعب نے کہا - ہو اللہ الرحمن الصمد - ضحاک نے کہا انا اللہ الصادق - اور دیگر اقوال ہین جنکو مفسر رح نے اتقان مین ذکر کیا اور حق یہ ہی کہ محصول سورہ اور اصل مراد کو رسوخ علم سے سمجھکر اسکے موافق کچھ اشارات سمجھے اور یہ تفسیر صوفیہ سے زیادہ مشابہ ہی اور عموماً اولی یہ ہی کہ یہ سر القرآن ہی اور بعض متاخرین نے تحقیق کیا کہ عارف کو یہ سر معلوم ہو سکتا ہی مانند علم روح کے اور ممتنع نہین مانند علم ذات وکنہ صفات کے واللہ اعلم - **كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ** یہ خبر ہی اور مبتدا اسکا اسے ہذا کتاب مقدر ہی اور خطاب آنحضرت صلعم کو ہی **فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ** یعنے تیری طرف کتاب اُتاری گئی پس ہرگز نہو تیرے سینہ مین حرج اس سے - یعنی تنگی اس کتاب سے اینطور کہ تو ابلاغ کریگا تو تجھکو لوگ جھٹلا دینگے یا ایذا دینگے کیونکہ اوتعالے تیرا حافظ و ناصر ہی اور بعض نے کہا کہ تنگی اسطرح نہو کہ لوگ کتاب الٰہی کو سنکر ایمان نہ لائین اور سخت عذاب مین اسوجہ سے گرفتار ہوے کہ بعد حق بات پہونچنے کے کفر کیا کیونکہ تجھپر پہونچانا واجب ہی اور کچھ غرض نہین ہی - اور مجاہد و قتادہ وغیرہ سے مروی ہی کہ حرج یہان بمعنی شک ہی کیونکہ شک کرنے والے کا سینہ بھنچا ہوا ہوتا ہی اور معنی یہ ہونگے کہ تو اسمین شک مت کر کہ یہ کتاب اللہ تعالے کے یہان سے نازل ہوئی ہی لیکن اس صورت مین یہ بھی بمعنی تعریض امت ہوگی کیونکہ آنحضرت صلعم کے حق مین تو شک متصور نہین دو وجہ سے ایک تو آپ نبی معصوم تھے اور دوم آنکہ وحی نازل ہوتی تھی پس لامحالہ امت کو تنبیہ ہی کہ انمین سے کسی کو شک نہونا چاہیے پس قول اول پر تقدیر یہ ہی حرج منہ فی ابلاغہ - ضیق نہو اس کتاب سے اسکے پہونچانے مین - اور قول دوم پر تقدیر یہ ہی حرج منہ فی انزالہ - شک نہو اسکے نازل ہونے مین - پھر انزال کا فائدہ بتلایا یعنے نازل کی گئی - **لِتُنْذِرَ بِهٖ** یعنی اسواسطے نازل کی گئی کہ تو اس سے گنہگارون و مشرکون کو عذاب سے ڈراوے تحقیقی ڈر کے ساتھ - **وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ** اور واسطے نصیحت حاصل کرنے مومنون کے - یا مومنون کو تو نصیحت کردے - **اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ** یعنی قل لہم ذلک - مفسر رح نے قل لہم مقدر کیا اور شاید اشارہ ہی کہ یہ حکم مومنون کو ہی یعنی مومنون کو کہدے

لبعض کا توحید - اور لبعض کا تلوین اور لبعض کا تمکین - لبعض کا یقین - لبعض کا فناء اور لبعض کا لقاء - لبعض کا حیرت اور
لبعض کا ولہ (یعنے عشق) اور غلبت - لبعض کا سکر - اور لبعض کا صحو - لبعض کا الفات اور لبعض کا اتحاد - اور لبعض کا ربوبیت - اور لبعض کا
عبودیت - اور ایسے ہی علم عام اور علم خاص اور علم العلم اور معرفت العلم ومعرفت السر ومعرفۃ علم المجہول وغیرہ ہین اور اس سے
اوپر علم کا کوئی مرتبہ نہین ہوتا ہے ہان رسم مندرس وطریق منطمس ہے یعنے ہر حادث فناء ہے کیونکہ وہان کنہ قدم کا ظہور ہے اور قدیم
کے ساتھ سوائے قدم کے کسی چیز کو بقاء نہین ہے پس بندون کو وہ اُن مختلف مقامات مین مبتلا کیا تو اسواسطے کہ انکو امتحان فرماوے
تاکہ علت حدوث کو قدم مین فناء کرین - اور جو شخص ان مقامات مین سے لعنت ربوبیت کے ساتھ نکل بھاگا اور مدعی ہوا
تو وہ مارا پیٹا جاوے سولی دیا جاوے قتل کیا جاوے جلا دیا جاوے جیساکہ حسین بن منصور کے ساتھ کیا گیا اور اللہ تعالیٰ
اسکی مغفرت فرماوے - اور جو شخص کہ ان مقامات مین بصفت عبودیت رہا اور بندگی پر مستقیم رہا جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کہ ہمیشہ ہی آپ کے کلام سے ثابت ہوا کہ جناب باری تعالے مین التجاء فرمائی کہ مین بندہ ہون اور نہین کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ
کے تو وہ سکر کے حال مین معدوم رہا اور راہ طریق مین جو خطرات آگئے ہین وہ بخشے جاوینگے بسبب قول حضرت باری تعالیٰ کے
کہ فرمایا ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم - اور بعض مشائخ نے کہا کہ ولی کا خلیفہ ولی ہے اور صدیق کا صدیق ہے اور بعض
کے درجہ کو بعض پر بلند کیا اور بعض کے درجہ کو بعض کے واسطہ سے بلند کیا تاکہ روے زمین حجت اللہ عز وجل سے اور امان سے
خالی نہ رہے - بعض مشائخ نے کہا کہ بعض کے درجات کو بعض دیگر پر اسواسطے بلند فرمایا کہ جو نیچے مرتبہ پر ہے وہ اوپر والے
کی اقتداء کرے اور جو مرید ہے یعنے خود ارادت کے ساتھ حضور حق مین رسائی چاہتا ہے وہ ایسے بندہ کی پیروی کرے جو ازل مین حضرت باری تعالیٰ
کے فضل سے مراد ہو چکا ہے چنانچہ اتباع محمدی - حضرت محمد صلعم کی پیروی واقتداء کرین تاکہ درجہ مقصود کو پہونچین - فافہم واللہ اعلم

سورۃ الاعراف مکیۃ وھی مائتان وخمس او ست آیات

سورہ اعراف دو سو پانچ یا دو سو چھ آیات ہین

وفی السراج اس سورہ کے کلمات تین ہزار تین سو پچیس ہین اور حروف چودہ ہزار تین سو دس ہین - پھر یہ سورہ مکیہ ہے
سوائے آٹھ آیتون کے یعنی قولہ واسالہم عن القریۃ التی - تا قولہ واذ نتقنا الجبل فوقہم الآیۃ - یہی ابن عباس وابن الزبیر
سے مروی ہے اور یہی حسن رح ومجاہد وعکرمہ وعطاء وجابر بن زید کا قول ہے اور یہ سبب سورہ محکمہ ہے اور بعض نے کہا کہ
قولہ تعالے واعرض عن الجاہلین - کا حکم منسوخ ہے اور باقی محکمہ ہے - قال المترجم پہلے مذکور ہو چکا کہ اعراض وصفح وغیرہ
کے مانند احکام داخل نسخ اصطلاحی نہین ہین وقد فصلہ المفسر فی المقدمۃ -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المص ۝ کتٰب اُنزل الیک فلا یکن فی صدرک حرج منہ لتنذر
یہ کتاب اُتری ہے تجھکو سو اِس سے تیرا جی نہ رُکے کہ خبردار کردے تو اُس سے

کی درگاہ پاک مین تمام خلایق سے پہلے سے بندہ محبوب تھا اور او تعالے جل جلالہ عزت وکبریائی و ربوبیت کی حضور مین گردن جھکائے مطیع ومنقاد تھا اور کمال متناہی معرفت سے عارف تھا تو اب اللہ تعالے نے حکم دیا کہ تو اپنی پاک ذات کو جو حدوث کی علتون سے مقدس ومبرا ہوگئی ہو پہچنوا دے تاکہ ہر سچا بندہ اسکو پہچان لے اور ہر محب وولی اسکے دل وجان سے اطاعت کرے اور اسکے حکم پر جان فدا کرے پس فرمایا قل اغیر اللہ ابغی ربا - یعنی مین تو مشاہدۂ قدم الٰہی عز وجل مین ہون بھلا مین کسی اور کو اسکے مشاہدہ پر اختیار کرونگا - ہرگز نہیں ہرگز نہیں - اعوذ باللہ منہ سبحانہ تعالے شانہ - تمام جہان مین کسی چیز کی کوئی ہستی ہی - کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں - سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم - جوزجانی نے معنی آیت مین کہا یعنے بھلا سوائے او تعالے کے کوئی حافظ وحفیظ ووکیل اور تلاش کرون - وہو رب کل شئی - اور اسی نے مجھکو ہموم سے کفایت فرمائی اور ارشد ہدایت مجھکو الہام فرمائی کما قال قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون - یالجملہ عارف سے کیونکر ہوسکتا ہو کہ دامن رحمت مین ہو کر غیر کی عبادت کرے قولہ ولا تکسب کل نفس الا علیہا - اسمین اشارہ ہو جریان تقدیر کی طرف اسے لا تعمل نفس الا ما الزمت علیہا فی الازل - یعنی کوئی نفس ہو وہ نہین کریگا مگر وہی کام جو ازل مین اسپر لازم کر دیا گیا ہو پھر جب اسنے یہ کام کیا تو اسی نفس پر راجع ہوا اور خالق تعالے اس سے منزہ وپاک ہو - بعض نے کہا کہ نہین کماتی کوئی نفس کچھ بھلائی وبرائی کو مگر وہ کمائی اسی پر ہو چنانچہ اگر برائی کو کمایا تو وہ ماخوذ ہو اور اگر بھلائی کو کمایا تو اس سے سچی نیت مطلوب ہو یعنے قصد صحیح ہو اور ریاء وعجب ونفس کی خواہش وزینت وافتخار و اسپر اعتماد اور احسان سے خالی ہو پھر جب اسکو حاصل کیا تو اسی کے اوپر لازم پاویگا اور وہ کچھ اللہ تعالے کے واسطے نہین کہ اسکی طرف عائد ہو - قولہ وہو الذی جعلکم خلائف الارض او تعالے نے خزائن معرفت ومحبت وکمالات پر خلیفہ فرمایا اور جو اسقدر زمانہ دراز گذرنے ونبوت ورسالت سابقہ واول الاول مین انکشاف ہوئے وہ تم کو سب اگلون کی خلافت مین منکشف ہوے اور اسپر اور مقامات مزید بسبب شرف تمہارے نبی صلعم کے عطا ہوے جو اگلون کو نہ تھی - قال المترجم شیخ اکبر ابن العربی نے ایک دراز کلام سے بیان کیا ہو کہ انکشاف بعض مقامات خاص کا امتیان آنحضرت صلعم کو جو حاصل ہوا وہ سابق مین کشف نہین ہوسکتا تھا اور اسی سے انبیاء اولو العزم تمنا کرتے تھے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے ہون اور ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم - شیخ نے کہا کہ اس امت کو بھی سبقت ہو اور آخر مین ہونے کا بھی بھید ظاہر ہوا اور حدیث سے یہ مضمون ثابت ہوا کہ ہم لوگ پیچھے پیدا ہوے اور ہم کو آخرت مین سب پر سبقت ہو - اور اس آیت مین خلافت بعض بعض بھی بیان ہو چنانچہ سابق مین تفصیل گذرچکی کہ اولیاء وعرفاء ونجباء واوتاد وابدال وغیرہ مین مختلف مراتب ہین اور جب ایک کا انتقال ہوجاتا ہو تو دوسرے گروہ مین سے ایک اسکا خلیفہ ہوتا ہو یعنے بجائے اسکے قائم ہوتا ہو اور انکے درجات متفاوت ہونے کی تصریح کر دی بقولہ ورفع بعضکم فوق بعض درجات - بعض انکے بعض کی اقتدا کرتے ہین اور وہ امانت وامان وحجت وبرہان ہین عالمین کے واسطے اور عالمین کو انسے مستقل تعلق نہین بلکہ باین معنی کہ احکام الٰہی سے انکو شرف ہو اور یہ احکام اہل عالم کے حق مین ہوتے ہین اور نیز انکے درجہ باعتبار کمالات کے مختلف ہین پس بعض کا درجہ تو معاملات ہین اور بعض کا حالات - بعض کا مقامات - بعض کا مکاشفات - بعض کا مشاہدات اور بعض کا فراسات اور بعض کا کرامات - بعض کا مواجید وواردات - اور بعض کا حکمیات اور بعض کا دعیات - بعض کا معرفت

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ قیامت میں جو حق پر ہے اور جو باطل پر ہے سب ظاہر
ہو جائیگا اور اسمیں مبطلون کو تہدید ہے کہ وہ اپنے افعال کے عوض عذاب شدید اٹھاوینگے۔ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ
اسنے خلائف فی الارض۔ اور خلائف جمع خلیفہ ہے اور معنی یہ کہ یخلف بعضکم بعضا فیہا۔ بعض تمہارے بعض کے خلیفہ ہوتے ہیں سو جسنے
زمین پر یا یہ معنی کہ امم ماضیہ کے تم خلیفہ ہوے کما قال السدی رح۔ یا معنی یہ کہ اس نوع انسانی کو اللہ تعالی نے زمین میں اپنا خلیفہ کیا۔ وَ
رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ یعنی مال وجاہ وعلم وشرف وغیرہ میں بعض کو بعض پر فوقیت دی چنانچہ بعض کو غریب و
مفلس وفصیح وبلیغ پڑھا وغیرہ کیا اور یہ کچھ اسوجہ سے نہیں کہ او تعالی عزوجل کی درگاہ میں کوئی کمی ہے یا نعوذ باللہ بخل یا انکے حال سے نادانی ہے
کیونکہ اسکی درگاہ کبریائی ہر ایسی بات سے پاک ہے جو نقص وعیب کہی جاوے بلکہ یہ سب اسواسطے۔ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ تاکہ تمکو امتحان
کرے اس چیز میں جو تمکو عطا فرمائی ہے پس مطیع وعاصی ظاہر ہو جاوے اور علم الٰہی خوب محیط ہے کہ کون عاصی ہے اور کون مطیع ہے اور کسکا کیا انجام ہے پس
یہ امتحان خود ہر ایک بندہ کے واسطے ہے اور پارہ دوم میں یہ بحث مفصل گذر چکی ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ
یعنی جو نافرمانی کرے اور اسکو عذاب دینا چاہے تو لمحہ بھر کسی وجہ وسبب سے تاخیر نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی چیز بھی مانع نہیں ہو سکتی ہے
وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور البتہ او تعالے غفور رحیم ہے ان بندوں کے واسطے جنہوں نے توحید اختیار کی اور شرک
سے تقوی کیا اور اللہ تعالے کے رسول پاک محمد مصطفے صلعم کی تصدیق کی ہے۔ پس جو شخص کہ بدون تصدیق حضرت محمد مصطفے صلعم
کے توحید کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے اسواسطے کہ وہ توحید کو جان ہی نہیں سکتا اور اعتقاد توحید کے بدون آنحضرت صلعم سے
سیکھنے کے کبھی نہیں معلوم ہو سکتے ہیں جو صفات حضرت باری تعالے عزوجل کے واسطے شایان ہیں اور جو نہیں شایان ہیں مومن
کو چاہیے کہ انہیں آنحضرت صلعم سے اور آپ کی حدیث شریف سے اور سلف صالحین کی فہم نورانی سے سیکھے اور اپنی فہمی رائے
و قیاس کو جسکو وہ عقل کہتا ہے دور رکھے ورنہ گمراہ ہوگا۔ اعوذ باللہ من الغباوة والجهالة والضلالة واسئله الهداية وهو ربي
حسبي ونعم الوكيل۔ قال الحافظ۔ اور ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دنیا ہری بھری میٹھی
ہے اور اللہ تعالے تمکو اسمیں خلیفہ کرنے والا ہے دیکھے تو تم اسمیں کیسے عمل کرتے ہو پس تم بچے رہو دنیا سے اور بچے رہو
عورتوں سے کہ پہلا فتنہ بنی اسرائیل کا عورتوں سے شروع ہوا۔ رواہ مسلم۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر مومن جانے کہ کیا اللہ تعالے کے نزدیک عقوبت ہے تو کوئی بھی اسکے جنت کی طمع نہ کرے اور
اور اگر کافر جانے کہ کیا اللہ تعالے کے نزدیک رحمت ہے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہو۔ اللہ تعالے نے سو رحمت پیدا فرمائیں
اور انمیں سے ایک کو مخلوق کے درمیان رکھ دیا اسی سے آپس میں رحم وشفقت کرتے ہیں اور ننانوے رحمت اللہ تعالے
کے نزدیک ہیں۔ رواہ احمد اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت میں رحمت دنیا کے ساتھ انکو جمع فرمائیگا۔ رواہ الترمذی ومسلم
اور ایک روایت میں ہے کہ اسی ایک جزو رحمت سے یہ ہے کہ باہم مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں یہانتک کہ جانور اپنا کھر
اپنے بچہ پر سے اٹھا لیتا ہے اس خوف سے کہ اسکو صدمہ نہ پہونچے۔ رواہ مسلم۔ مترجم کہتا ہے کہ قیامت کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے
پس بشارت ہے ان لوگوں کو جو ایمان پر پاک صاف مرتے اس حال میں کہ اللہ تعالے کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتے تھے
اللهم اجعلني منهم بفضلك العظيم وانت ارحم الراحمين ف في العرائس قوله قل اغير الله ابغي ربا۔ چونکہ آنحضرت صلعم او تعالے

کیا یا وسے اور در صلو تنکہ بلا شرط ہبہ کیا ہی تو مال انکو حلال ہی اور مر دسے پر گناہ اسکے برقرار رہینگے - پھر اس بارہ مین کہ ہر نفس اپنے گناہ کے سوائے دوسرے کے گناہ مین ماخوذ نہوگا بہت آیات ہین مانند قولہ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ - اور یہ جو وارد ہوا کہ عذاب مین سب ماخوذ ہو جاوینگے اور زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم ہلاک ہونگے حالانکہ ہم مین نیکوکار ہونگے تو فرمایا کہ ہان جبکہ زناکاری بہت ہو جاویگی - تو دوسری حدیث عائشہ رض مین مصرح ہی کہ نیکوکار اس گناہ مین ماخوذ نہونگے بلکہ اپنی اپنی نیت ہی اور یہ عذاب انکے حق مین عین ثواب ہوگا - اور رہا قولہ تعالے ولیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم الآیۃ - تو اس سے مراد یہ کہ گمراہی پر چلنے والا اپنے گناہ لادیگا اور جن لوگون کو گمراہ کیا تو وہ اپنے گناہ لادینگے اور اسپر بھی انکے مثل گناہ لدیگا اس بات کا کہ اسی نے انکو گمراہ کیا - کما ثبت من قولہ لیحملوا اوزارہم کاملۃ یوم القیامۃ ومن اوزار الذین یضلونہم بغیر علم الآیۃ - اور یہی مراد اس حدیث مین ہی کہ جسنے کوئی بدعت نکالی تو اسپر اسکا گناہ لدا اور قیامت تک جو لوگ اس سے گمراہ ہوتے جاوینگے سب کا گناہ اسپر لدیگا یعنی انکے گمراہ کرنے کا - اور اسیطرح جو حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہوا کہ قیامت مین بہت سے توحید والے اہل اسلام بہت بھاری گناہ لادے ہوئے آوینگے اور اللہ انکے گناہون کو یہود و نصاریٰ پر ڈالیگا - پس نقد حدیث یہی ہی کہ انکی گمراہی یہ لوگ دیکھ دیکھکر گناہ مین مبتلا ہوئے لیکن دین توحید پر باقی رہے اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ کوئی نفس دوسرے کا گناہ خود نہین اٹھا سکتی ہان اللہ تعالے عز و جل کو اختیار ہی کہ وہ ڈالدے اور رہا یہ کہ قتل خطاء مین جو دیت وغیرہ کو عاقلہ و مددگار برادری برداشت کرتی ہی تو در حقیقت اس سے معارض ہی نہین آیا تو نہین دیکھتا کہ بردہ آزاد کرنا خود خاطی کے مال پر ہی - وقال الحافظ فی التفسیر - قولہ تعالے ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ - اللہ تعالے نے اس سے واقعہ روز قیامت کی خبر فرمائی کہ اسکے حکم و عدل سے نفوس کو نہین کے اعمال پر جزا ملیگی اگر بھلے ہین تو بھلائی اور اگر برے ہین تو برائی پہونچیگی اور کسی کے خطیہ دوسرے پر نہوگی کما قال تعالے وان تدع مثقلۃ الیٰ حملہا لا یحمل منہ شئ ولو کان ذا قربیٰ الآیۃ - وقد قال تعالے کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ اسکے معنی یہ ہین کہ ہر نفس اپنے اعمال بد کے مواخذہ مین گرو ہی سوائے اصحاب الیمین کے جو نہایت نیکوکار مغفور بندے ہونگے پس انکے اعمال نیک کی برکت العیاذ انکی ذریات کی طرف پہونچیگی چنانچہ قولہ الذین آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم الآیۃ مین مصرح کردیا یعنی جو نیکوکار بندے اصحاب الیمین ہین انکی ذریات جو ایمان کے ساتھ انکے تابع رہی انکو درجات بلند مین ہم انکے مقام پر اپنے فضل و کرم سے پہونچا دینگے اگرچہ ان اعمال بزرگ مین یہ ذریات انکے برابر نہون - قال المترجم اور البتہ ثابت ہوا اور تحقیق گذر چکی کہ - المرء مع من احب - مع آیت کریمہ کے جو لوگ نیکوکارون سے محبت رکھتے ہین وہ بھی جس سے محبت رکھتے ہین اسکے ساتھ ہونگے حتی کہ جنکو کافرون سے محبت ہی وہ کافرون کے ساتھ ہونگے - اور البتہ حضرت انس رض نے تمنا کی کہ ہم آنحضرت صلعم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت رکھتا ہون اور تمنا کرتا ہون کہ انکے ساتھ ہون اگرچہ مین نے انکے اعمال حسنات کے مثل عمل نہین کیے ہین - وقال المترجم قولہ الحقنا بہم ذریاتہم - مین صریح دلیل ہی کہ حضرات اہل بیت حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن و حسین علیہما السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے - وہذا الکلام وقع فی البین والمقصود انما ہو تفسیر قولہ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ - فیما ذکر کفایۃ - وقال فی السراج - یہ جواب ہی مشرکون کے قول کا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم - یعنی مسلمانون سے کہتے کہ تم ہماری راہ کی پیروی کرو اور ہم تمہارے گناہون کو اٹھالینگے اور رد ظاہر ہی کہ جو جیسا کرے وہی خود برداشت کریگا دوسرا اسکا گناہ نہین اٹھا سکتا

خاص ہی - فافہم واللہ اعلم -

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا

تو کہہ اب مین سواے اللہ کے تلاش کرون کوئی رب اور وہی ہی رب ہر چیز کا اور جو کماوے سو اسکے ذمے پر

عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

اور بوجھ نہ اٹھاویگا ایک شخص دوسرے کا پھر تمھارے رب پاس ہر رجوع تمھاری سو وہ جتاویگا

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ

جس بات مین تم جھگڑتے تھے اور اسی نے تمکو کیا ہی نائب زمین مین اور بلند کیے

بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

تم مین درجے ایک کے ایک پر کہ آزماوے تمکو اپنے دیے حکم مین تیرا رب

سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

شتاب کرتا ہی عذاب اور وہ بخشنے والا مہربان ہی

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا مفعول کو مقدم کرکے اسی پر ہمزہ استفہام انکاری داخل کیا کیونکہ انکار اسی پر ہی اور رب بمعنی الٰہ - جسکی عبادت لایق و واجب ہی اور معنی آنکہ غیر اللہ کو رب نہین تلاش کرتا - اور اشارہ ہی کہ اللہ تعالےٰ معبود و رب ظاہر ہی اسکو چھوڑکر غیر کو رب بنانے و کافر و مشرک بننے کو مین نہین چاہتا - وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اور حال یہ ہی کہ وہی پاک پروردگار رب یعنی مالک و خالق ہی ہر چیز کا - وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ذنبًا اِلَّا عَلَيْهَا اور نہین کماتی کوئی نفس کسی گناہ کو مگر اپنے ہی اوپر - یعنی اسکا وبال اسی پر ہی - وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى اسے ولا تزر نفس اثمۃ اسے اثمہ وزر نفس اخری - اور نہین اٹھائیگی نفس وازرہ یعنی گناہ کرنے والی کسی دوسرے نفس کے گناہ کو - واضح ہو کہ وزر اصل مین بمعنی گرانی و بوجھ ہی کسی تکلیف سے ہو یا کسی وجہ سے ہو اور اسی معنی کر فرمایا ووضعنا عنک وزرک - یعنی جو گرانی تجھپر تھی وہ ہمنے تجھسے اٹھادی اور تیرے اوپر سے گرادی - اور اس سے گناہ کے معنی نہین کیونکہ آنحضرت صلعم گناہ سے پاک تھے اور مبتدع و مردود فرقون کے قول پر لحاظ نہ کرنا چاہیے جو انبیاء کو گناہگار بتلاتے ہین - پھر یہان وزر سے مراد گناہ ہی اور اس معنی مین بھی مستعمل ہی - ابن عباس رض نے تفسیر کی یعنی کوئی نفس کسی دوسرے کے گناہ مین ماخوذ نہوگا - اسمین رد ہی مشرکون جاہلون کا جو ایسا کرتے تھے کہ ایک شخص کے مواخذہ مین اسکے عزیز قریب کو ماخوذ کرتے تھے حتی کہ قبیلہ مین سے ایک شخص کو ماخوذ کرلیتے تھے - اور نیز اسمین نصاری کا رد ہی جو یہ زعم کرتے ہین کہ تمام نصرانی جو گناہ چاہین کیا کرین حضرت عیسیٰ نے ان سب کے گناہ اٹھا لیے ہین اور یہ عجیب جہالت ہی - اور نیز اس سے رد ہوا عوام جاہل مسلمانون کا جنھون نے یہ طریقہ نکالا ہی کہ مردہ بہت سے گناہ کرکے مرگیا بعد مرنے کے اسکے وارثون نے کچھ لوگون مفلسون کو کچھ مال اس شرط سے دیا کہ مردے کے تمام گناہ تمھارے اوپر ہین اور یہ مال اسکے عوض تمھارا ہی یا بلا شرط مال دیا اور ان لوگون نے اسکے گناہ اپنے اوپر قبول کرلیے پس یہ محض باطل ہی اور گناہ مردے پر رہینگے مگر آنکہ لوگ اسکے واسطے مغفرت کی دعا کرین اور اللہ تعالےٰ مغفرت فرماوے پھر درصورتیکہ شرط کرکے یا بیع کے طور پر مال دیا ہی تو مال واپس

اسکا قرب ہی اور شہود اسکا مشاہدہ ہی اور رکوع و سجود اور قیام حیرت ہی اسی واسطے فرمایا - قرۃ عینی فی الصلوٰۃ - میری دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک نماز مین ہی کیونکہ اسی مین کمال ظہور مشاہدۂ الٰہی ہی اور واردات جلال و جمال کا ہجوم ہی یہانتک کہ مروی ہی کہ نماز پڑھتے تھے اور سینہ مین آپ کے جوش تھا مانند جوش دیگ کے - اور یہی نماز اللہ تعالےٰ کے واسطے ہی کیونکہ اسمین غیر کی طرف نظر نہین ہوتی اور نیز یہی نماز اللہ تعالےٰ کے واسطے بایں معنی ہوئی کہ اس نماز کا ادا کرنے والا تمام خلائق سے افضل ہی اور نیز اسوجہ سے کہ اوروں کی نماز و جمیع عبادت تو بالغرض ہی سوائے اس نماز کے کیونکہ اسمین قدم مین حدوث کا فنا ہی اور نیز اسمین روح اول کو دروازہ ازل پر محبت و عشق کی تلوار سے قربان کیا گیا اور یہی معنی ہین قولہ ونسکی - پھر جب اپنے وجود کو ازل کے لیے قربان کر دیا تو حیات قدیم سے زندہ ہوا پھر سطوات عزت کے ظہور مین فنا ہو گیا اسی کے لیے اسکی حیات و موت تھی پس ایسی زندگی و موت و قربان و نماز البتہ ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہو کیونکہ یہ سب علت حدوث و نسیان بشری سے پاک ہی - واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ کا بیان دوسری آیت کریمہ یعنی قولہ لہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض سے ظاہر ہی پس جسنے عبادت کو اپنے نفس سے لحاظ کیا وہ شکستہ حال ہی اور جسنے اس سے بیزاری کر لی اور بالکل الگ ہوا تو وہ عنایت قدیم مین معدوم ہی اور کب کسی کو روا ہی کہ اپنے نفس سے اٹھی بات خیال کرے - بعض نے فرمایا کہ جسنے یقین کیا کہ وہ بفضل الٰہی موجود ہی تو یقین کریگا کہ وہ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہی پس جب اپنے نفس کو جان گیا تو اسمین غیر الٰہی عزوجل کا کوئی حصہ نہین رہا پس وہ حکم الٰہی پر گردن جھکانے والا ہوگا اور تقدیر الٰہی پر کچھ بھی اعتراض نہ کریگا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب اسی وصف کے ساتھ تھے جو ہم نے بیان کیا کیونکہ اللہ تعالےٰ کی فردانیت کے واسطے منفرد تھے اسی سے اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ کے واسطے منفرد کیا کہ سوائے حق عزوجل کے کوئی انکی نظر مین نہ تھا چنانچہ اوتعالےٰ نے فرمایا - لا شریک لہ - جب قلب سے آفتاب جلال کا ظہور ہوا تو درمیان مین کسی غیر کا وجود نہین رہتا جیسے نظر رہے - قولہ وبذٰلک امرت - وہی پاک پروردگار تعالےٰ عزیز جلیل ہی اسی کی شان ہی کہ اسکے قدم کو حدوث سے منفرد رکھا جاوے اور اسکے سوائے کوئی بھی اس لایق نہین کہ کسی امر مین نظر رکھنے کے واسطے ملحوظ ہو سکے تو عبادت وغیرہ کا کیا ذکر ہی - پھر چونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان یہ تھی اور اس قابلیت پر اوتعالےٰ عزوجل نے پیدا کیا تھا تو یہی بات ہی کہ ابتدائے فطرت مین آپکے جوہر کو مخصوص فرمایا جسنے ظہور تجلی الٰہی و کشف ہیبت و عزت کے وقت ہی سب سے اول و اعلیٰ طور پر انقیاد کیا اسی واسطے قولہ بذٰلک امرت کے بعد ہی فرمایا - وانا اول المسلمین - اسمین اشارہ ہی کہ آنحضرت صلعم کی روح و آپکا جوہر مقدم تھا جملہ موجودات کا ظہور ہوا اور آنحضرت صلعم سب سے پہلے درگاہ عزت و کبریا عزوجل مین مخاطب بولایت و محبت و رسالت و خلعت وغیرہ ہو چکے پس اول الاول مین حضرت ازل و ابد قدیم عزوجل کا انقیاد کیا اور جن لوگون نے اس مقام پر اوہام کو دخل دیا انھون نے وہی دلقصوری باتون پر مدار رکھا اور یہ سخت گمراہی ہی اللہ تعالےٰ و رسول اس سے پاک ہین تعالےٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیرا - اور جو بات ہی اسکا اشارہ خود حضرت صلعم نے فرمایا بقولہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین - مترجم کہتا ہی کہ یہ معنی صحیح ہین اور صحیح حدیث سے ثابت ہین - بعض نے فرمایا کہ بقولہ وانا اول المسلمین - یعنی اوتعالےٰ عزوجل کے لطائف قدرت پر جس طرح جس تقدیر کے ساتھ جاری ہوں مین ایمان لایا اور گردن جھکائی اور اپنی طاقت و قوت سے بیزار ہون اور یہ تسلیم جو درحقیقت علت ہی مراد اس سے اظہار قدرت ہی کہ جس لطائف تقدیر پر مین مطیع و منقاد ہون یہ منجملہ اسی کی رحمت

عبادت ہو حج ہو یا کوئی اور ہو۔ وعلی ہذا التعمیم بعد تخصیص ہوگی کیونکہ صلوٰۃ بھی عبادت ہے۔ وقال الحافظ۔ اللہ تعالیٰ نے
حکم دیا کہ مشرکوں کو خبر دے جو لوگ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے غیروں کی بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے اور غیر کے نام پر ذبح کرتے
پس انکو آگاہ کر دے کہ میری نماز بھی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے فقط مخصوص ہے اور میرا نسک بھی اسی کے نام پر ہے اور یہ بیان
قولہ تعالیٰ فصل لربک وانحر ہے۔ قال مجاہد۔ نسک یعنی حج وعمرہ میں قربانی کرنا۔ یہی سعید بن جبیر وسدی وضحاک کا
قول ہے وعن ابن عباس رض آنحضرت صلعم نے عید النحر کے روز دو مینڈھے ذبح کیے اور وقت ذبح کے یہ دعا پڑھی انی
وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی الی آخرہ **وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِيْ** یعنی میری حیات وموت **لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ** یعنی حقیقت میں اسکا کوئی شریک نہیں
تقدیر الٰہی امور میں بھی کوئی اسکا شریک نہیں ہے۔ **وَبِذٰلِكَ** یعنی اسی توحید بجالانے کا۔ **اُمِرْتُ** مجھے حکم کیا گیا ہے۔ **وَ
اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ** یعنی اس امت میں سے میں ہی اول مسلم ہوں۔ کذا قال قتادہ رحمہ اللہ۔ **فی العرائس**
قولہ تعالیٰ قل اننی ہدانی ربی الخ۔ صراط المستقیم اس مقام پر نہایت نادر طریقہ معارف کو اشف میں ہے اسی طریقہ سے اپنے
نبی صلعم کو اپنی طرف ہدایت فرمائی کیونکہ آنحضرت صلعم اس طریق کے ساتھ تمام خلائق میں سے مخصوص ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا
کہ قولہ قل اننی ہدانی ربی۔ سے کیونکہ خاص آپنے نفس کی ہدایت بیان فرمائی اور یہ وقوع اسرار منازل انوار میں اور طیران
آپ کی روح کا منازل ملکوت وجبروت میں ہے جبکہ مقام ونوالدنو کو بوصف رویت کبریٰ مشاہدہ کیا اور مناجات اعلیٰ میں پہونچے
جیساکہ قولہ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی ماکذب الفؤاد ما رای سے اشارہ ہے وقولہ ماکذب
الفؤاد ما رای یعنی بسبب علت حدوث کے زادہ قدم سے تجاوز نہیں کیا کیونکہ بسبب رعایت ازلی وعنایت ابدی کے محفوظ ومعصوم
تھے پس صفات کی راہوں میں سے بہت اقوم راہ پر اور بشاعر ذات میں سے نہایت مستقیم راہ پر پہونچ گئے چنانچہ اشارہ فرمایا
بقولہ دینا قیما۔ یعنی بہت مستقیم جو کہ بشریت کی کجی ونقص تلوین وغیرہ سے منزہ وپاک ہے کیونکہ یہ کشادہ راہ محبت وخلت تھی جس سے
جذبات ازل ومکاشفات ابد نے آپ کو کھینچ لیا تھا۔ وقد قال تعالیٰ ملۃ ابراہیم حنیفا۔ یعنی طریق محبت ملت ابراہیم کا انکی
خلت ودوستی میں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام خلائق کے درمیان سے نہایت نادر طریقہ محبت وخلت سے مخصوص تھے
انکو حنیفیہ کے ساتھ موصوف کیا کیونکہ وہ اس راہ میں ماسوائے حبیب کے سب چیزوں سے منھ موڑنے والے تھے جو انکی راہ
چلا وہ انکے حبیب تک پہونچ گیا کیونکہ وہ شرک وقطیعت سے پاک صاف راستہ ہے وقد قال تعالیٰ وما کان من المشرکین
راہ محبت وخلت ایک ہی راہ ہے دربارہ اقتدا کرنے کے۔ کیونکہ معدن ان دونوں کا وہی عین قدم ہے جو ہر علت سے منزہ پاک
ہے۔ شیخ ابوعثمان رح نے فرمایا کہ صراط مستقیم یہ ہے کہ اقتدا کرے اور اتباع کرے اور ہواے نفس چھوڑ دے اور کوئی بدعت
نہ نکالے۔ بھلا تو نہیں دیکھتا کہ فرمایا۔ وما ینطق عن الہوی۔ بعض نے قولہ دینا قیما کے اشارہ میں کہا کہ دین قیم وہ ہے جو کجی اور ہواے
نفس سے پاک ہو اور اپنی مراد کی لذت سے بھی بری ہو۔ اور جب آنحضرت صلعم کا وصف بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کے جمال و
جلال کی ہدایت پائے اور جمیع خلائق سے اپنے خالق کی عبادت کی طرف منھ موڑے ہیں تو حکم دیا کہ اپنے حال بلند ومقام ارجمند سے
لوگوں کو آگاہ فرما دیں کہ تمام مخلوقات سے منھ موڑے ہوئے ہیں پس فرمایا۔ قل ان صلاتی ونسکی الآیۃ۔ نماز اسکی وصل ہے اور سجود

یہ ہی کہ ظہور ربوبیت کے وقت اخلاص سے عبادت کرے - اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ احسان یہ ہی کہ تو اللہ تعالے
کی عبادت کرے اس حال سے کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہی - یہ مرتبہ احسان ان عارفون کے واسطے ہی جنکا اجر مشاہدہ الٰہی عز و جل
بلا نہایت ہی - بعض نے کہا کہ جسنے حسنہ کو اپنے نفس سے لحاظ کیا تو اسکو دس گونہ ثواب ہی اور جس نے حسنہ کو اللہ تعالے
کی توفیق سے خیال کیا تو وہ ایسا بندہ ہی کہ اسپر ملائکہ صلوٰۃ بھیجتے ہین اور اللہ تعالے ہر بندہ کو اپنی رحمت سے جو جسکے واسطے
مقدر ہوا اسکی عطا فرماتا ہی اور جسکا اجر چاہتا ہی بہت گونہ بے حساب دیتا ہی - قال المترجم ایک حدیث شریف نقل کردون کہ
جس سے یہ اشارات ماخوذ ہوسکتے ہین اگرچہ معلوم ہی کہ راہ خدا مین جہاد والے کے نفقہ کا اجر بے حساب آیا ہی - عن عمرو بن
شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلعم جمعہ مین تین قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہین ایک وہ کہ جمعہ مین آیا اور لغو فعل کرتا ہی تو جمعہ
سے یہی اسکا حصہ ہی - دوم وہ کہ حاضر ہوا اور دعاء کرتا ہی پس اسنے دعا کی اگر اللہ تعالے چاہے اسکو دیوے اور چاہے نہ دیوے
سوم وہ شخص جو جمعہ مین انصات و سکوت کے ساتھ حاضر ہوا اور کسی مسلمان کی گردن سے قدم بڑھاتا ہوا تجاوز نہین کر گیا
اور کسی کو ایذاء نہین دی تو جمعہ اسکے لیے کفارہ ہی اسکے بعد والے جمعہ تک اور زیادہ تین روز - کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہی
من جاء بالحسنة فله عشر امثالها الآیۃ

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ
تو کہہ مجکو تو سوجھائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ
اور نہ تھا شریک والون مین تو کہہ میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝
اللہ کی طرف ہی جو صاحب سارے جہان کا کوئی نہین اسکا شریک اور یہی مجکو حکم ہوا اور مین سب سے پہلے حکم بردار ہون

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ہدایت متعدی بمفعول دوم بواسطہ بھی ہوتا ہی جیسے یہان الی صراط
مستقیم ہی جبکہ مراد ایک چیز کی طرف راہ بتانی ہی اور کبھی متعدی بلا واسطہ ہوتا ہی جیسے اہدنا الصراط المستقیم - جبکہ وصل کرنا مقصود
ہی کیونکہ ہدایت بدون اسکی غایت کے نہین ہی پس یہان صراط مستقیم محل نصب مین ہی بنا بر آنکہ مفعول دوم ہی اور بدل اسکا
منصوب فرمایا - دِيْنًا قِيَمًا یعنی مستقیما مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مکرر اسکی تفسیر گذر چکی
قال الحافظ ابن کثیر رح - اور یہ بمانند قولہ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین - اور آنحضرت صلعم
جبکہ ملت ابراہیم حنیفیہ کے اتباع کا حکم کیے گئے تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ ابراہیم علیہ السلام بہ نسبت آنحضرت صلعم کے اکمل
ہون کیونکہ آنحضرت صلعم نے اس ملت کو تکمیل تمام ادا کیا کہ سابقین مین سے کوئی اس مرتبہ کو نہین پہونچا اسی واسطے خاتم الانبیاء
اور سید اولاد آدم علی الاطلاق اور صاحب مقام محمود ہوے کہ تمام خلایق حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی آنحضرت صلعم کی طرف
رغبت کرینگے انتہی اور اسمین مشرکون پر تعریض ہی جو شرک کرتے اور دین ابراہیم کا دعوی کرتے تھے - قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ
یہان رسم الخط صلوٰۃ کا بالف ہی اور مراد نماز ہی وَنُسُكِيْ عباداتی من حج وغیرہ - یعنی نسک جمع نسیکہ اور مراد اس سے

وسعت ہے اور آخرت مین محتاج ہے اور بعض دنیا مین محتاج اور آخرت مین وسعت والا ہے اور بعض دنیا و آخرت دونون مین شقی ہے۔ اور اعمال کی یہ تفصیل ہے دو موجب ہین اور مثل بمثل اور دس گونہ اور سات سو گونہ پس دو موجب یون ہین کہ جو مسلمان مومن مرا درحالیکہ اللہ تعالے کے ساتھ کچھ شرک نہ کرتا تھا تو اسکے واسطے جنت واجب ہوئی اور جو کافر مرا اسکے لیے دوزخ واجب ہوئی۔ اور جسنے نیکی کا قصد کیا اور بجا نہ لایا اور اللہ تعالے کو معلوم ہے کہ اسکے دل مین کھپ گئی تھی اور حریص تھا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جائیگی اور جسنے برائی کا قصد کیا اسپر نہین لکھی جائیگی اور جسنے برائی کرلی اسپر ایک ہی لکھی جائیگی اور کئی گونہ نہین ہوگی اور جسنے ایک نیکی کرلی اسکے واسطے دس گونہ لکھی جائیگی اور جسنے راہ خدا مین کچھ خرچ کیا تو سات سو گونہ اجر لکھا جائیگا۔ رواہ احمد وقد رواہ الترمذی والنسائی بالبعض۔ اور اسیواسطے آیا ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کفارہ ہے اپنے درمیان کا اور تین روز زائد تک کا کیونکہ دس گونہ ثواب ہے پس سات روز جمعہ تک اور تین روز زیادہ سے پورے دس ہوگئے اور ایسے ہی ایک روزہ دس دن کے برابر اور تین روزہ پورے مہینہ کے برابر ہوئے اسی واسطے حدیث ابوذر رضؓ مین آیا کہ جسنے ہر مہینہ مین تین روز روزے رکھے اسنے گویا تمام دہر روزہ رکھے۔ رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ والترمذی۔ تمام دہر تمام سال یا ہمیشہ کیونکہ کوئی مہینہ خالی نہین تو تمام سال خالی نہین ہے۔ **وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا** چنانچہ احادیث مذکورہ بالا سے اسکی تفسیر ظاہر ہوگئی۔ وقال الحافظ قولہ ومن جاء بالحسنۃ۔ حضرت ابن مسعود رضؓ نے کہا یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ۔ لایا۔ اور قولہ ومن جاء بالسیئۃ یعنی کوئی شرک لایا۔ اور ایسا ہی ایک جماعت سلف رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے۔ حاصل آنکہ جسنے کوئی بدی کی اسکو اسکے مثل جزا دیجائیگی اور اسپر زیادتی نہوگی پس مشرک کو خلود دوزخ کی جزا دیجائیگی اور یہ موجب ہے یعنے ضرور اسکو یہ جزا و سزا ملیگی بسبب قطعی وعیدکے اور سوائے اسکے دیگر معصیات مین جو جسکی جزا و سزا مقرر ہے وہ معلوم اور جسکی مقدار بیان نہین ہوئی اسمین اسکی مثل سزا ملیگی لیکن سوائے شرک کے دیگر سیئات مین اگر اللہ تعالیٰ نے عفو نہ فرمایا اور اسکی حسنات بہ نسبت اسکے سیئات کے زیادہ نہوئی تو یہ سزا جو مذکور ہوئی یعنی برابر اپنی برائی کے بیدون زیادتی کے سزا پاویگا اور اگر توبہ کرلی تو خواہ شرک ہو یا کوئی گناہ ہو او تعالے ارحم الراحمین عفو فرماتا ہے **وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ** اے لاینقصون من جزائہم شیئًا۔ جو انکی جزا ہے خواہ نیکی کا بدلا یا بدی کا بدلا اسمین انپر ظلم نہوگا

ف۔ فی العرائس قولہ ان الذین فرقوا دینہم۔ اسکے اشارہ مین وہ لوگ داخل ہین جو اپنی ارادت مین فتور کرنے لگے اور طریقہ حق سے دوسری طرف مائل ہوگئے حالانکہ انپر واجب یہ تھا کہ اس راہ مین اپنے نفس کو قربان کرین اور مجاہدہ و ریاضت سے اسکو زیر کرین پس جب انھون نے راہ حق سے تفرقہ کی اور اسکو چھوڑ دیا تو میدان ضلالت و بطالت مین جا پڑے پس باطل دعوی کرکے ہلاک ہوئے۔ بعض تو زرق و مکر مین پڑے اور بعض طرار ہوئے اور بعضون نے اولیاء اللہ کے سے کپڑے پہن لیے اور بعضون نے اولیاء کے مانند باتین بنانی شروع کین۔ فارس رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ لوگ راہ الٰہی مین ایک دم بھی برنہین رہے۔ قولہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا۔ جو شخص اپنے اعمال پر نظر رکھتا ہے اسکا اجر اسکے گمان کے موافق ہے یعنے عالم حادث مین سے اعلی مقام جنت کی نعمتون سے اسکو اجر ملیگا اور جسنے اپنی نظر اپنے اعمال سے اٹھائی اور حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پر نظر کرکے اپنے اعمال سے خجل ہوا تو اسکا اجر بغیر حساب ہے اور وہ لطائف عرفان و موائد ایقان ہے۔ اور حسنہ کیسی نیکوئی اصلی

اللہ تعالےٰ سے اور سمع وطاعت رکھو اگرچہ کوئی حبشی غلام ہو کیونکہ جو کوئی تم میں جئیگا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھیگا پس اسوقت تم لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور دانتوں سے اسکو مضبوط پکڑ لو اور خبردار بچے رہو ایسے امور سے کہ جنکو تم بدعت نکالو کیونکہ ہر نئی بات نکالی ہوئی بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔ ہذا الحدیث فی الصحاح ۔ یا محمد جن لوگوں نے دین میں پھوٹ ڈالی اور فرقہ فرقہ ہو گئے اُنسے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلعم کو بری فرمایا بقولہ لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ حاصل آنکہ تجھکو انسے کچھ تعلق نہیں ہے تو اُنسے بالکل بری ہے ولہٰذا قال المفسر اسے فلا تتعرض لہم لیس تو انسے کچھ تعرض مت کر ۔ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ یعنی اللہ تعالےٰ ہی خود انکے امر شدید کا متولی ہے اور یہ سخت تہدید ہے کیونکہ شفاعت وغیرہ سے بالکل محروم کر دیا تو لا محالہ سخت عذاب میں پڑینگے ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ یعنی پھر آخرت میں انکو انکے افعال سے خبردار فرمایگا یعنی انکو سزا سے سخت دیگا ۔ قال المفسر رح یہ منسوخ ہے حکم جہاد سے ۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ آیت محکم ہے اور قولہ لست منہم فی شئی سے فقط یہ مراد ہے کہ تجھپر صرف ابلاغ ہے اور انکے افعال سے تجھپر کچھ لازم نہوگا پھر انکا معاملہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہے جو چاہے انکے حق میں دنیا میں حکم کرے چنانچہ آخر جہاد کا حکم ہوا ۔ پھر قیامت میں انکو خبردار کریگا کہ تم کیا کرتے تھے چنانچہ جو جزیہ پر اڑے رہے وہ قیامت میں عذاب شدید کفر و شرک کا پاوینگے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ اسے لا الہ الا اللہ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا تو اسکے لیے جزا ہے برابر دس گونہ اسکے ۔ ایک جماعت نے کہا حسنہ سے مراد کلمہ لا الہ الا اللہ ہے یہی ابن مسعود و ابن عباس و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ۔ اور دیگر مفسرین نے کہا کہ یہ کلمہ طیبہ افضل الحسنات ہے اور مراد عام ہے جیسا کہ عموم لفظ دلالت کرتا ہے ۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ تمہارا پروردگار عزوجل رحیم ہے جسنے قصد کیا کسی نیکی کا پھر اسکو ادا نکیا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسنے ادا کیا تو دس گونہ سے سات سو سے بہت گونہ تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جسنے کسی بدی کا قصد کیا پھر اسکو نہ کیا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے پھر اگر اسکو کر گزرا تو اسپر ایک بدی لکھی جاتی ہے یا اللہ تعالےٰ اسکو محو کر دیتا ہے ۔ کما رواہ البخاری ومسلم والنسائی ۔ حدیث ابوذر میں منجملہ حدیث قدسی کے ہے اور جسنے زمین بھر کی خطائیں کیں پھر مجھسے ملا اس حال میں کہ وہ میرے ساتھ کچھ شرک نہیں کرتا تھا تو میں اسکے برابر اسکے واسطے مغفرت دیتا ہوں ۔ کما رواہ مسلم واحمد وابن ماجہ اور ابو یعلیٰ نے مانند حدیث اول کے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے ۔ قال الحافظ واضح ہو کہ کسی گناہ کو چھوڑنے والا تین قسم کا ہے ایک وہ کہ جسنے اللہ تعالےٰ عزوجل کے واسطے و اسکے خوف سے گناہ کو چھوڑا پس اسکے باز رہنے پر اللہ تعالےٰ اسکے واسطے نیکی عطا فرماتا ہے اور یہ اس بندہ کیطرف سے عمل و نیت ہے چنانچہ بعض الفاظ صحیح میں یہ بھی آیا ہے کیونکہ اسنے اس گناہ کو میری ہی وجہ سے چھوڑا ہے ۔ دوئم وہ کہ جسنے نسیان و ذہول سے چھوڑ دیا تو ایسے شخص پر نہ عذاب ہے نہ اسکو ثواب ہے کیونکہ اسنے نہ بھلائی کی نیت کی اور نہ کوئی برائی عمل میں لایا ۔ اور سوم وہ کہ جسنے اس بدی کے بجالانے اور اسکے اسباب و سامان میں کوشش کی لیکن کسل کی وجہ سے یا عاجز ہو کر بیٹھ رہا تو ایسا شخص بمنزلہ اس بدی کو عمل میں لانے والے کے ہے اسی واسطے حدیث صحیح میں ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لیکر بھڑے تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ قاتل تو قاتل ہوا اور مقتول کا کیا حال ہے تو فرمایا کہ اسواسطے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کر ڈالنے پر حریص تھا ۔ حاصل آنکہ اسنے کوشش میں دریغ نہیں کیا پس وہ بمنزلہ قاتل کے ہے ۔ قال الحافظ خریم بن فاتک الازدی رح سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آدمی چار صفت کے اور اعمال چھ طور پر ہیں پس آدمیوں کی حالت یہ کہ بعض کے حق میں تو دنیا و آخرت دونوں میں وسعت ہے اور بعض کے لیے دنیا میں

فتح البیان نے لکھی وہ غلط و بیجا و ہم و تقلید باطل ہی۔ قاتم قُلِ انۡتَظِرُوۡۤا اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ کہدے تم بھی انہین سے کسی بات کے منتظر رہو ہم بھی منتظر ہین۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَـعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ‌ ؕ اِنَّمَاۤ

جنھون نے راہین نکالین اپنے دین مین اور ہو گئے کئی فرقے تجکو اُن سے کبھی کام نہین اُنکا

اَمۡرُهُمۡ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَـبِّـئُـهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ‏ ۝ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ

کام حوالے اللہ کے پھر وہی جتا دیگا اُنکو جیسا کچھ کرتے تھے جو کوئی لایا نیکی

فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا‌ ۚ وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزٰٓى اِلَّا مِثۡلَهَا

اُسکو ہی اُسکے دس برابر اور جو لایا بُرائی سو سزا پاویگا تو اُتنی ہی

وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ‏ ۝

اور اُنپر ظلم نہ ہوگا

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ یعنے دین کو اسطرح تفریق کر ڈالا کہ اسمین پھوٹ ڈالی اور اختلاف کرکے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا۔ وَكَانُوۡا شِيَـعًا یعنی فرقًا - اور وہ جمع فرقہ ہی یعنے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ایک قرأۃ حمزہ و کسائی مین فارقوا دینہم ہی یعنے جدا ہو گئے اس دین سے جسکا حکم دیے گئے تھے - اور یہ لوگ یہود ہین جیسا کہ مجاہد رح سے مروی ہی و فی تفسیر الخازن رح کہا مجاہد و ضحاک و قتادہ و سدی رحمہم اللہ نے کہ یہ آیت دربارہ یہود و نصاری نازل ہوئی ہی اور ایسا ہی ابن عباس رضہ سے مروی ہی اور ابو ہریرہ رضہ نے کہا کہ اس امت کے گمراہ فرقون کے بارہ مین ہی - اور ابو امامہ رضہ نے کہا کہ حروریہ یعنی خارجی فرقہ انھین مین ہی اور حدیث مرفوع اسمین کہ یہ آیت اصحاب ہواء کے حق مین ہی ثابت نہین ہوئی - لیکن اقوال سلف رضی اللہ عنہم سے ثابت ہی اور توفیق یہ ہی کہ اولًا تو یہود و نصاری کے حق مین ہی اور ثانیًا و شمولًا تمام اہل ہواء و بدعت و ضلالت کے حق مین ہی خواہ یہود و نصاری ہون یا اس امت کے فرقے مبتدعین مانند معتزلہ و روافض و خوارج کے ہون - بالجملہ جسنے توحید الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم سے اور جماعت سلف صالحین کے طریقہ سے انحراف کیا وہ اسی حکم مین داخل ہی پس آیت مین دلیل ہی کہ مسلمانون کا ایک کلمہ چاہیے اور جماعت رہین اور تفرقہ و پھوٹ نہ ڈالین - فی السراج والمعالم وغیرہما - معاویہ رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے ہم مین کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے اہل کتاب تو بہتر فرقے ہو گئے اور یہ امت عنقریب تہتر فرقہ ہو جائیگی جسمین سے بہتر فرقہ دوزخ مین جاوینگے اور ایک فرقہ جنت مین جائیگا اور وہ فرقہ جماعت ہی - رواہ ابوداؤد والترمذی - عبداللہ بن عمرو بن العاص رضہ سے روایت ہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقہ ہوے وہ سب دوزخ مین جاوینگے سواے ایک فرقہ کے اور میری امت کے تہتر فرقہ ہو جاوینگے وہ سب دوزخ مین جاوینگے سواے ایک فرقہ کے تو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون فرقہ ہی تو فرمایا کہ جو اس طریقہ پر ہوگا جسپر مین اور میرے اصحاب ہین - رواہ الترمذی وقد اخرج الحاکم و صححہ - عرباض بن ساریہ رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے ہمکو صبح کی نماز پڑھائی پھر ہمکو ایسی پاکیزہ نصیحت فرمائی کہ آنکھون سے آنسو رواں ہوے اور دل دہل گئے پس ہم مین سے کسی کہنے والے نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو وداع کرنے والے کی سی نصیحت ہی پس آپ ہمکو کچھ وصیت فرما دین تو فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ تقوی رکھو

خروج دجال ہے - اور آیات قرب قیامت بہت ہین انمین سے بڑی آیات دس ہین - پھر واضح ہو کہ قولہ او کسبت فی ایمانہا خیرا - مین خیر سے
مراد عمل صالح ہے اور مفسر رح نے کہا کہ خیر و طاعت سے مراد یہ کہ اسکو اسکا توبہ کرنا نافع نہوگا جیسا کہ حدیث مین آیا ہے - قال فی الکمالین
زمخشری رح نے ظاہر آیت سے استدلال کیا تھا کہ خالی ایمان بدون عمل کے نافع نہین ہے اور مفسر رح نے اسکو دفع کر دیا کہ عدم نفع ایمان
اس سے ظاہر نہین ہوتا بلکہ او کسبت بمعنی لاینفع نفسًا لم تکن کسبت فی ایمانہا خیرًا اسے توبہ ہے یعنے اسوقت کسی مومن کو اسکے گذشتہ جرم پر
توبہ کرنا نفع ندیگا . . وفی تفسیر الحافظ قولہ تعالے لاینفع نفسا ایمانہا لم تکن الخ - یعنی اگر اس روز کسی کافر نے نیا ایمان حاصل کیا یعنی ایمان
لایا تو اس سے مقبول نہوگا اور اگر وہ اس سے پہلے مومن تھا تو دو حال سے خالی نہین یا تو نیکوکار تھا تو وہ بہت خوب حال مین ہے
اور اگر نیکوکار نہ تھا اور اسنے جدید توبہ کی تو اسکی توبہ قبول نہوگی جیسا کہ احادیث متقدمہ دلالت کرتی ہین پس اسیپر محمول ہوگا قولہ
او کسبت فی ایمانہا خیرا - واضح ہو کہ قولہ تعالی لاینفع نفسا ایمانہا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا - مین کسبت کو امنت پر
عطف کرنے سے اشکال پیش آتا ہے وہ یون کہ ایمان سابق نہو تو ضرور خیر نہوگی کیونکہ بدون ایمان کے خیر کچھ نہین ہے اور اگر خیر مع الایمان
مراد ہے تو جملہ ثانیہ مین تکرار ہے اور نیز وجود ایمان اگر عدم خلود کے واسطے کافی ہے تو عدم ثانی کی کیا ضرورت اور اگر ثانی پر کافی ہے تو وعدہ اول
کیا نفع ہے - اور مؤلف فتح البیان نے مہمل لاطائل طول کلام کے بعد لکھا کہ ظاہر آیت جو مقتضی ہے کہ خالی ایمان بدون عمل کے نافع ہے لیکن
دلائل صحیحہ کتاب و سنت سے اسکے معارض ہین کہ نہین نفع دیتا ایمان مگر عمل خیر کے ساتھ پس یہی وجہ قوی ہے - اور بعد اسکے ایک لاطائل
تقریر کی جسمین لوگون پر تشنیع ہے کہ انھون نے فقط حمایت مذہب کی وجہ سے آیت مین تاویل کی ہے - مترجم کو ان زبان درازیون سے
تعجب ہوتا ہے اور مہمل باتون کو اس کتاب مین درج کرنا پسندیدہ نہین ورنہ مین پورا کلام لاتا - لہذا اس سے اعراض کر کے مؤلف مذکور کو
اسقدر جواب دیتا ہون کہ مجرد ایمان نافع نہونے سے مؤلف مذکور کی مراد کیا ہے پس اگر یہ مراد ہے کہ کافرون کے مانند خلود فی النار سے
رہائی مین فی الجملہ بھی نافع نہین تو صریح غلط اور خلاف صحیح احادیث و آیات ہے بلکہ جماعت امت سے مخالفت ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ کامل
نافع نہوگا تو یہان اس تخصیص مین کلام نہین ورنہ مؤلف مذکور پر اثبات لازم ہے اور نیز اگر مجرد ایمان نافع نہو تو تصدیق توحید رکھنے والا اور
معتقد شرک و کفر مین کوئی فرق نہوگا حالانکہ فرق ظاہر ہے بالجملہ مؤلف مذکور کی ایسی مفسدانہ باتون سے اللہ تعالے محفوظ رکھے ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ - پھر توضیح مقام یہ ہے کہ قولہ لاینفع نفسا ایمانہا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا - مین کسبت عطف ہے امنت
پر اور دو شق بحرف او مردود ہین یعنے نہ نفع دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان لانا جسکی یہ صفت ہو کہ وہ پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے
ایمان مین خیر نہ کمائی ہو - پس نافع نہونا اس نفس کو ہے جسمین دونون باتون مین سے کوئی بات نہو لیکن اول شق کی نفی یہ ہے کہ وہ
ظہور آیت سے پہلے ایمان لایا ہو مگر خیر نہین کمائی پس اگر ظہور آیت سے پہلے ایمان لایا ہے تو اسکو اسکا ایمان نافع ہوگا اگرچہ خیر نہ
کمائی ہو اور جب شق اول کی نفی سے یہ بات ثابت ہوئی تو دوسری شق کے معنی لاینفع نفسا لم تکن کسبت فی ایمانہا خیرا - نہین نفع دیگا
کسی نفس کو جسنے نہین کمایا اپنے ایمان مین خیر کو - ظاہر مین جو نفی شق اول سے ثابت ہوا اس سے متعارض پڑتے ہین اور جواب یہ
شق دوم کے معنی یہ ہین کہ اسکی توبہ ان اعمال بد کے بارہ مین قبول نہوگی جنکو کر چکا ہے - اور اگر وہ مراد ہوتی جو مؤلف فتح البیان نے مدلول
سے اپنے نفس کی تبعیت کی ہے یعنے ایمان بدون عمل خیر نافع نہوگا تو شق اول بیکار ہوتی فقط شق دوم لازم تھی اور جسقدر ہمنے ذکر کردیا
اس سے متعین و ثابت ہے کہ جو تاویل حضرت ابن کثیر رح کی تفسیر سے موافق دیگر مفسرین کے نقل کر دی ہے وہی صحیح ہے اور جو مؤلف

کوئی سی آیت ہو بے شک غلط ہے کیونکہ منصوص بعض آیات ہیں اور اگر طلوع آفتاب از مغرب کے سوائے بھی بعض آیات کو عام لیا ہوتا تو اسکی وجہ بھی ہو سکتی تھی چنانچہ ابن جریر رح نے باسناد جید حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تین باتیں ہیں کہ جب وہ ظاہر ہونگی تو کسی نفس کو اسکا ایمان نافع نہوگا جو نہیں ایمان لایا تھا پہلے سے یا کسب کیا تھا اپنے ایمان میں کسی بھلائی کو۔ سو وہ طلوع آفتاب ہے مغرب سے اور نکلنا دجال کا اور نکلنا دابۃ الارض کا ہے۔ وقد رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن مردویہ۔ وفی الکمالین عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں عبد اللہ بن ابی اوفی رض سے روایت کی کہ لوگوں پر ایک رات بقدر تین راتوں کے آویگی کوئی نہیں پہچانیگا سوائے ان لوگوں کے جو تہجد پڑھنے اٹھتے ہیں پس آدمی اٹھکر اپنا وظیفہ پڑھکر سو رہیگا پھر اٹھکر اپنا وظیفہ پڑھکر سو رہیگا پھر اٹھیگا پس ایسا وقت ہوتے پر لوگ آپس میں آواز دیکر رل مل کر مسجدوں میں جا دینگے یہاں تک کہ جب صبح کی نماز پڑھکر بیٹھینگے کہ ناگاہ آفتاب مغرب کی طرف سے نکل آویگا یہانتک کہ جب درمیان میں پہونچیگا تو واپس ہو جائیگا۔ قال الحافظ ابن کثیر وقد رواہ ابن مردویہ وہو حدیث غریب۔ ابن مردویہ نے حذیفہ رض سے مرفوع روایت کی کہ رات بقدر دو رات کے دراز ہو جائیگی۔ بعض روایات میں ہے کہ تین روز تک مغرب سے نکلیگا اور امام نووی رح نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ ایک ہی روز ایسا ہوکر پھر اور دنوں کے مانند نکلا کریگا۔ فی تفسیر الحافظ۔ ابو ہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے مغرب سے آفتاب نکلنے سے پہلے توبہ کی اسکی توبہ قبول ہوگی۔ رواہ ابن جریر ولیس فی الکتب الستۃ واسنادہ جید۔ عن حذیفۃ بن اسید الغفاری ہم لوگ قیامت کا ذکر کرتے تھے کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم نے غرفہ سے طلوع فرما کر کہا کہ قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ تم دس نشانیاں دیکھو۔ آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور دخان۔ اور دابۃ الارض۔ یاجوج ماجوج کا نکلنا۔ عیسی بن مریم کا اترنا۔ اور دجال کا نکلنا اور تین خسف ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔ آگ نکلنا عدن کے غار سے جو لوگوں کو ہانک چلاویگی جہاں رات گزارینگے وہاں رات کو ساتھ رہیگی اور جہاں دوپہر کو ٹھہرینگے انکے ساتھ ہوگی۔ رواہ احمد ومسلم واہل السنن الاربعۃ ابو سعید خدری رض سے مرفوعاً روایت ہے کہ قولہ یوم یاتی بعض آیات ربک۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ مغرب سے آفتاب کا نکلنا ہے رواہ احمد ورواہ الترمذی موقوفاً۔ حدیث ابو امامہ رض میں مرفوعاً ہے کہ نشانیوں میں اول وہ طلوع آفتاب از مغرب ہے۔ حدیث صفوان میں مرفوعاً آیا ہے کہ اللہ تعالے نے مغرب میں ایک دروازہ کھولا جسکا چوڑان ستر برس کی راہ ہے وہ توبہ کے واسطے ہے وہ بند نہوگا یہانتک کہ مغرب سے آفتاب نکلے۔ رواہ النسائی وصححہ الترمذی وابن ماجہ اور اول آیت طلوع آفتاب ہونا حدیث عبد اللہ بن عمرو میں بھی بروایت احمد ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ مروی ہے۔ ساریہ وعبد الرحمن بن عوف وعبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہجرت دو خصلت ہیں ایک تو گناہوں سے ہجرت یعنی گناہ چھوڑنا اور دوم یہ کہ سب چھوڑ کر اللہ تعالے واسکے رسول کیطرف ہجرت کرے اور یہ ہجرت منقطع نہوگی جب تک کہ توبہ قبول ہو اور توبہ برابر قبول ہوگی یہانتک کہ آفتاب اپنے مغرب سے طلوع کرے پھر جب مغرب سے طلوع ہوا تو ہر دل پر مہر ہو جائیگی جو کچھ اسمیں ہے اور کفایت ہوگا لوگوں کو عمل۔ قال الحافظ رواہ احمد باسناد حسن ولم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ۔ عن ابن مسعود رض کہا کرتے تھے کہ آیات قیامت جو مذکور ہوئیں ان میں سے سوائے چار کے سب گذر گئیں اور چار جو باقی ہیں وہ طلوع آفتاب از مغرب اور خروج دجال ودابۃ الارض وخروج یاجوج ماجوج۔ اور کہتے تھے کہ جس آیت پر اعمال ختم ہونگے وہ مغرب سے طلوع آفتاب ہے۔ قال المترجم نزول عیسی علیہ السلام ملحق

کہ الذی یہاں بمعنی الذین ہے-ابن جریر رح نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود سے حکایت کیا گیا کہ انکی قراءت میں-تماما علی الذین احسنوا-تھا
اور ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت کی کہ قولہ علی الذی احسن یعنی علی المحسنین والمومنین-ایسا ہی ابو عبیدہ رح سے مروی ہے-بغوی رح
نے کہا کہ محسنون وہ انبیاء و مومنین ہیں یعنے ہم نے اسکی فضیلت ان لوگوں پر ظاہر کر دی-قال الحافظ-اور میں کہتا ہوں کہ علی ہذا یہ
بمانند قولہ تعالے یاموسی انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی الآیہ ہے-اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسی علیہ السلام
ہمارے سردار رسول اللہ محمد مصطفے خاتم الانبیاء وخلیل سے افضل ہو جاویں بسبب اسکے کہ دیگر دلائل اس امر پر دلالت کرتے ہیں-
وَهٰذَا اور یہ قرآن بھی کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ کتاب ہے جسکو ہم نے اتارا ہے-مُبٰرَكٌ مبارک ہے یعنے کثیر البرکۃ ہے فَاتَّبِعُوْهُ
پس اسکی پیروی کرو اے اہل مکہ باین طور کہ جو احکام ونصائح اسمیں ہیں ان پر عمل کرو کیونکہ جب وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے
بہت برکت کی کتاب ہے تو اس پر تمکو عمل واجب ہے پس اسکی پیروی کرو-وَاتَّقُوْا اور کفر وانکار سے پرہیز رکھو لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ شاید رحم کیے جاؤ-یعنی ایسا کرنے کے بعد اوتعالے جل جلالہ سے رحمت کے امیدوار رہو-اور نہیں ناامید ہی رحمت
الٰہی سے مگر وہی جو کافر ہے-اَنْ تَقُوْلُوْٓا فراء وکسائی نے کہا اے واتقوا ان تقولوا یا اہل مکہ-اور بچو اس بات کے کہنے سے
اے مکہ والو-اور بصریوں نے کہا-انزلناہ کراہۃ ان تقولوا-ہم نے اسکو نازل کر دیا بسبب کراہت اس امر کے کہ تم لوگ کہو-اور
کوفیوں نے اور شیخ ابن جریر رح نے کہا اے انزلناہ لئلا تقولوا-ہمنے اس کتاب کو نازل کر دیا تم پر تاکہ تم یوں نہ کہو کہ اِنَّمَآ اُنْزِلَ
الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا یہی ہوا تھا کہ اتاری گئی کتاب ہم سے اگلے دو گروہوں پر وَاِنْ كُنَّا عَنْ
دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ البتہ ہم ان لوگوں کی قراءۃ سے غافل رہے کیونکہ ہم اسکو نہیں جانتے تھے بوجہ اسکے کہ وہ ہماری
زبان میں نہ تھی-طائفتین سے مراد یہود ونصاری ہیں کہ ان پر توریت وانجیل نازل ہوئی اور رہی زبور تو وہ احکام توریت کی
پابندی کے ساتھ فقط نصائح ومواعظ تھے واللہ اعلم پس اہل زبور وہی اہل توریت ہیں پس جملہ دو ہی گروہ یہود ونصاری ہوئے
وہی ابن عباس ومجاہد وسدی وقتادہ وبہتوں سے مروی ہے کہ یہود ونصاری مراد ہیں-ان کنا-اے انا کنا-یعنی ان مشددہ
سے مخفف اور اسم محذوف ہے-حاصل آنکہ قیامت میں تم یہ عذر پیش نہ لاؤ کہ ہمپر کوئی کتاب نہیں بلکہ یہود ونصاری پر غیر زبان
میں اترے جنکی دراست سے ہم غافل تھے-قال الحافظ-یعنی ہم نہیں سمجھتے تھے کہ وہ لوگ کیا کہتے ہیں کیونکہ ہماری زبان
والے نہ تھے اور باوجود اسکے ہم اس چیز سے غافل تھے جسمیں وہ تھے-وقال المترجم اصل درو یہ ہے کہ اس لغت کا نجاننا
کچھ عذر نہیں بلکہ انسے دریافت کر لیا ہوتا اور شیخ ابن کثیر رح نے اسکے رفع کیطرف اشارہ کیا اور مترجم کے نزدیک-توضیح یہ ہے
کہ قیامت میں یہ عذر نہ کریں کہ کتاب آسمانی تو ہم سے اگلے دو گروہ پر نازل ہوئی اور ہم اس سے محروم تھے اور وہ ہدایت
انھیں دو گروہ کے ساتھ مخصوص تھی کچھ عموم بعثت نہ تھی کہ ہر شخص پر اسکا علم ومعرفت حاصل کرنا فرض ہو اور اپنی ابتداء سے
واسطے حاصل کرنے میں یہ دقت تھی کہ وہ زبان دان دونوں گروہ کی قراءۃ ہماری سمجھ میں آتی نہ تھی باوجودیکہ ہم کو اس ارسال و
انزال کتب سے غفلت محض تھی اور نیز اپنی مشغولی میں غفلت تھی باوجودیکہ ایسے گروہ پر نازل ہوئی جنکو تحریف وتبدیل میں غلو تھا
اور ارشاد وہدایت سے بے پروائی تھی یعنے انکا ہمکو درس دینا اور سمجھانا بالکل نہیں پایا گیا تو ہم اس سے بالکل غافل رہے کیونکہ ہم
نے ہمکو کبھی سمجھایا ہوتا پس ہم معذور ہیں-اَوْ تَقُوْلُوْا یا یوں نہ کہو کہ لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ

متعلق یومنون ہی اور مقدم کردیا گیا لغرض تمام اہتمام کے اور جو شخص ایمان لایا اس بات پر کہ بعث و حشر ہوکر وہ قیامت کے
میدان مین لایا جائیگا اور اپنے اعمال پر ثواب و عذاب پائیگا تو وہ سب وصایاے مذکورہ پر عمل کرنے مین اہتمام کریگا بلکہ قیامت تو
جب ہو اسکو موت کے لیے بہت اہتمام ہوگا کیونکہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی - کما فی الحدیث الصحیح کیونکہ اسی وقت سے آثار ترتب
ہوجاتے ہین اور کوئی آدمی نہین جو موت پر یقین نہ رکھتا ہو پھر اللہ تعالے آنکھون سے غفلت دور فرماوے - اور واضح ہو کہ اللہ تعالے
کو ہر قوم کا قطعی علم ہی کہ جو اسکا انجام ہوگا اور کیونکر نہین کہ سب اسی کی ذرہ ذرہ مخلوق ہی اسکو انکی ماہیت و حقیقت تمام و کمال
بالکل ہی معلوم ہی پس اسکو خوب معلوم تھا بلکہ مقدر فرمایا تھا کہ توریت سے بنی اسرائیل کا کیا انجام ہوگا پھر جو لعل فرمایا جسمین امید کے
معنی ہین تو وہ ان لوگون کے واسطے ہی کیونکہ ہر شخص پر احکام الٰہی بجالانا واجب ہی اور اسکی مشیت و تقدیر سے متعلق ہونا نچاہیے
کیونکہ کسی کو اسکی مشیت و تقدیر معلوم نہین ہوسکتی ہان اگر کافر مر جاوے تو معلوم ہوجائیگا کہ یہی مقدر تھا لہذا ہر ایک کو مقام
امید مین رکھا - قال الحسن و مجاہد - المحسنین محسن اور غیر محسن دونون تھے پس توریت تمام نعمت تھی محسن یعنی مومنون پر - واضح ہو کہ
تفصیل کل شئی - سے مراد انکی ہدایت و شرائع کے متعلق ہر شے کی تفصیل تھی - اگر کہا جاوے کہ اس آیت مین بنی اسرائیل پر
تمام نعمت ذکر فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ نعمت تو انپر تمام ہوئی بہرحال اورون پر ناقص ہوگی - جواب یہ ہی کہ تمام نعمت اس شخص
پر جسنے اس کتاب پر ٹھیک عمل کیا - پس جسقدر اس کتاب کی نعمت کا پورا ہونا مقدر تھا اسی قدر حاصل ہوگا اور خلاصہ یہ ہی کہ تمام
ہونا ہر چیز کے لایق مختلف ہوتا ہی مثلاً جو سامان کہ وزیر کے مکان کے واسطے لائق ہی وہ اسکے حق مین تمام ہی حالانکہ وہ امیر کے اور
سلطان کے لیے تمام نہین پس مطلق تمام نعمت انپر نہ تھی بلکہ جو انکے لائق ہو بقرینہ ذکر کتاب توریت کے فافہم و سیاتی الکلام فیہ -
اور بہتر تفسیر اس مقام پر علامہ حافظ ابن کثیر کا خلاصہ یہ ہی کہ قولہ ثم اٰتینا موسی الکتاب - ابن جریر رح نے کہ بدلیل تحولہ قل تعالوا الخ
کے معنی یہ کہ ثم قل یا محمد عنا انا اٰتینا موسی الکتاب الخ - ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اسمین نظر ہی اور بات یہ کہ ثم یہان عطف خبر بعد خبر کے
واسطے ہی نہ ترتیب کے لیے کما قال الشاعر ؎ قل لمن ساد ثم ساد ابوہ + ثم ساد قبل ذلک جدہ + یہان جبکہ پہلے قرآن سے
خبر فرمائی بقولہ و ان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ - پھر عطف کیا بطرح توریت - اور اکثر اللہ تعالے نے دونون مین اقتران فرمایا ہی
بقولہ و من قبلہ کتاب موسی اماما و رحمۃ - و ہذا کتاب مصدق لسانا عربیا + اور جیسے بعد قولہ قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسی
الآیۃ کے فرمایا و ہذا کتاب انزلناہ مبارک الآیۃ - اور جیسے بعد نقل مقولہ مشرکین کے بقولہ و قالوا لولا اوتی مثل ما اوتی موسی - فرمایا
اولم یکفروا بما اوتی موسی من قبل قالوا سحران تظاہرا - اور یہان فرمایا - تماما علی الذی احسن - اسے تماما جامعا کاملا لما یحتاج الیہ
فی شریعتہ لقولہ و تفصیلا لکل شئی - جیسے فرمایا - و کتبنا لہ فی الالواح من کل شئی الآیۃ - اور قولہ علی الذی احسن - یعنی جزاءً علی احسانہ
کیونکہ طاعات و عبادات مین اسنے حکم کی فرمانبرداری کی - کما فی قولہ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان - اور جیسے فرمایا - و اذ ابتلی
ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن - اور ربیع بن انس نے فرمایا اسے احسن فیما اعطاہ اللہ - جو اسکو اللہ تعالے نے دیا اسپر عمل کرنے مین
وہ مرتبہ رکھا جو احسان کا مرتبہ ہی - قتادہ رح نے کہا کہ جسنے مرتبۂ احسان کے موافق فرمانبرداری کی آخرت مین اسکے واسطے اجر پورا
کیا - ابن جریر نے علی الذی احسن بمعنی علی احسانہ - اختیار کیا شاید الذی کو مصدریہ قرار دیا کما فی قولہ و خضتم کالذی خاضوا - اسے خضتم
کخوضہم - ابن رواحہ رح نے کہا ؎ و ثبت اللہ ما اٰتاک من حسن + فی المرسلین و نصرا کالذی نصروا + یعنی نصر اکنصرہم - اور دیگر علماء نے کہا

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ

اور ہدایت اور رحمت شاید وہ لوگ اپنے رب کا ملنا یقین کریں اور ایک یہ کتاب ہے

اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ

کہ ہمنے اُتاری برکت کی سو اسپر چلو اور بچتے رہو شاید تم پر رحم ہو اسواسطے کہ کبھی کہو

اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

کتاب جو اُتری تھی سو دو ہی فرقون پر ہم سے پہلے اور ہمکو اُنکے پڑھنے پڑھانے کی

لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى

خبر نہ تھی یا کہو اگر ہم پر اُترتی کتاب تو ہم راہ چلتے

مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ

اُنسے بہتر سو آچکی تمکو تمہارے رب سے شاہدی اور ہدایت اور مہربانی اب اُس سے

اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ

بے انصاف کون جو جھٹلاوے اللہ کی آیتیں اور اُن سے کتراوے ہم سزا دینگے

يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝

کترانے والوں کو ہماری آیتوں سے بُری طرح کی مار بدلا اُس کترانے کا

ثُمَّ اٰتَيْنَا یعنے پھر ہم تمکو آگاہ کرتے ہین کہ عطا فرمائی تھی ہمنے - مُوْسَى الْكِتٰبَ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت - واضح ہو کہ ثم جو ترتیب کے واسطے آتا ہی تو وہ کبھی خبرون کی ترتیب بیان کے لیے ہوتا ہی جیسا کہ زبان عرب مین معروف وشائع ہی اور ایسا ہی آیت کریمہ مین ہی اور زمانہ کی تراخی کے لیے نہین کیونکہ ظاہر ہی کہ موسیٰ کو بہت مدت پہلے توریت عطا ہوئی تھی اور عطا کرنے مین اشارہ ہی کہ یہ محض فضل الٰہی تھا کیونکہ نبوت محض فضل ورحمت الٰہی ہی جسکو ازل مین برگزیدہ کیا اسکو ملتا ہی اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہی وہی خوب داناتر ہی کہ کس کو رسول فرمایا اسمین کچھ بڑی عبادت وغیرہ کو دخل نہین ہی - الف لام کتاب پر عہد کا اور مراد توریت ہی - تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ اے تماما للنعمة علی الذی احسن بالقیام بہ - یعنی تمام نعمت کا ہر ایسے بندہ پر جو اچھا برتاو کرے اس کتاب پاک پر قائم ہو کر - نصب تماما کو اگر اسوجہ سے کہ مفعول لہ ہی تو معنی یہ کہ اس فائدہ کے واسطے کہ تمام و پوری ہو نعمت ہر اس شخص پر جسنے اس کتاب کے موافق اچھی طرح برتاو کیا - اور اگر اسوجہ سے کہ مصدر ہی تو معنی اتمہ تم ذلک تماما - پوری ہوئی یہ نعمت جو وصایا سے مذکورہ بالا کا نتیجہ ہی ہر اس شخص پر الخ یا تمام بمعنی اتمام ہی اے اتممنا اتماما - اور اگر اسوجہ سے کہ حال ہی تو معنی انکے عطا کی ہمنے موسیٰ کو کتاب درحالیکہ وہ پوری کرنے والی ہی نعمت کو ہر ایسے شخص پر جو اسپر خوبی سے عمل کرے - وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً درحالیکہ تفصیل ہی ہر چیز کے واسطے اور ہدایت ورحمت ہی یا تفصیل کی پوری تفصیل اور ہدایت کی پوری ہدایت کرتا اور رحمت کی پوری رحمت کرتا جو قوم موسیٰ کے لیے مقدر تھی - یا واسطے تفصیل اور واسطے ہدایت ورحمت اس قوم بنی اسرائیل کے - لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ شاید بنی اسرائیل ایمان ویقین لاوین اپنے رب کی ملاقات پر - قولہ بلقاء ربہم

بیان کرے اور نصیحت کرے اور جن باتون سے شرع مین ممانعت ہو خواہ حرام ہین یا مکروہ تحریمی یا مکروہ وغیرہ سب سے منع کرے بالجملہ امر بالمعروف ونہی از منکر کے بجالانے کا عہد وفا کرنا سب سے ضروری وبڑھکر ہی پس اول اپنے نفس کو معروف کا حکم کرے اگر وہ قبول کرلے تو خیر بہتر ورنہ اسکو بھوک دیکر اور بیخواب رکھکر بہت یاد الٰہی سے راضی کر اور صالحین کی صحبت مین بیٹھ تاکہ وہ معروف شرع کی طرف رغبت کرے پھر اسکے بعد اپنے سوائے غیرون کو ان بھلی باتون کا حکم دے اور پہلے اپنے نفس کو بُری باتون سے منع کرلیں اگر وہ مان جاوے تو بہتر ورنہ اسکو اسطرح تادیب وسزا دے کہ روئے زمین پر سفر اختیار کر اور مفسد چیزون سے اسکو الگ کر اور تنہائی مین بیٹھ اور کم باتین کر اور صبر کو لازم کرلے تاکہ نفس باز رہے پھر جب تیرا نفس خود باز رہے تو لوگون کو منکر باتون سے ممانعت کر - قال المترجم اس امر کی ملامت ہی کہ آدمی اورون کو نصیحت کرے اور خود فضیحت ہو لہذا شیخ رح نے ایسا طریقہ بتلایا کہ آدمی خود بھی عامل ہو اور دوسرون کو بھی نصیحت کرے اور ثواب جمیل حاصل کرے - لیکن یہ واضح رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر واجب ہی مع شرائط وتفصیل کے جیسا کہ اپنے مقام پر مذکور ہوا پس اگر خود کوئی شخص آراستہ نہو تو اسکے ذمہ سے یہ واجب ساقط نہوگا اور یہ مسئلہ مفصل گذر چکا ہی فتذکر - قال الشیخ پھر جب اللہ تعالے نے راہ شریعت وحقیقت اور احکام عبودیت ووصایائے معرفت بیان کردین تو اسکے بعد عقد حقیقت وعرفان کی تاکید فرمائی بقولہ ان ہذا صراطی مستقیما الآیۃ - اللہ تعالے کی صراط مستقیم یہی شریعت توحید وراہ سنت وتحقیق ہی جسمین اسکی مغفرت کے طلب کیواسطے عبودیت ادا کرے اور اسکے کلام پاک کی اقتدا کرے جیسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا اور الہام کی متابعت کرے اور جملہ اغیار سے خاطر پاک ہونے کے وقت اسکے مشاہدہ کا خواستگار ہو - جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا کہ راہ ہی قلب سے اللہ تعالے کی طرف بایں طور کہ ماسوائے الٰہی سے اعراض ہو - اور سُبُل سے یہان اشارہ ہی کہ خطرات مذمومہ اور ہواے نفسانیہ اور وساوس شیطانیہ کسی پیرایہ مین ہون سب گمراہی ہین کیونکہ وہ سب تاریک ہین اور مریدین کی راہ مارنے والے اور جہنم کی راہ یا اس راہ پر پہونچانے والے ہین - راہ حق تعالے فقط راہ ہدی ہی اور ہدی یہ ہی کہ کدورات مخلوقات سے جو دل پاک ہین انکی نظرون مین جلال آیات کے نہایت روشن آفتاب نظر آوین جنکا مرجع عین صفات سے ذات پاک تعالی وتقدس ہی - قال المترجم تجھکو یاد ہوگا کہ اللہ تعالے عز وجل نے مشرکین عرب کے انواع جہالات وضلالات کو جو انھون نے نفس وشیطان کی پیروی ودنیا واسکی چیزون کی محبت اور رسومات سے غفلت مین آکر اپنے نفس کے کمال سے جاہل بلکہ اندھے بہرے جانورون کے مانند بلکہ اسلئے بدتر پڑے رہنے پر راضی ہوکر ان انواع جہالات وگمراہیون کو اختیار کیا تھا بیان فرماکر اور اپنی عجائب صنعت وعظیم قدرت اور عظمت وجلال اور ظاہر آیات ولطیف اشارات سے نصیحت وہدایت وارشاد کرنے کے بعد راہ راست کو واضح وروشن کرکے مجری کا یہ احکام کہ اصول دین وایمان وارشاد بحقیقت وعرفان ہین واضح بیان فرمایا اور تفسیر مین گذرا کہ یہ اصول شرائع زمانہائے سابق اور امم مختلفہ مین نہین بدلے اور مذکور ہوا کہ ہین توریت وزبور پر لطور حاصل واہتمام خاص انکی وصیت تھی اور اہل انجیل نے بھی انکو لکھا ہی والاشارۃ الی القصد بعد ذلک فیما قال تعالے

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ

پھر دی ہمنے موسے کو کتاب پورا فضل نیکی والے پر اور بیان ہر چیز کا

دس آیتین ہین اور یہ وہی دس ہین جو آخر سورۂ انعام مین نازل ہوئین قل تعالوا الآیات الثلث - اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عبداللہ بن عدی بن الخیار سے روایت کی کہ کعب احبار نے ایک شخص کو پڑھتے سنا کہ وہ پڑھتا تھا قولہ تعالیٰ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم الآیات تو کعب نے کہا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین کعب کی جان ہے کہ یہی توریت مین پہلی آیت ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الے آخر الآیات - مترجم کہتا ہے کہ کعب احبار رح نے زبان توریت کا ترجمہ اسطرح ذکر کیا - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل تعالوا - الخ کیونکہ ظاہر ہے کہ توریت بزبان عربی نہین تھی لیکن ترجمہ بعینہٖ عبارات نہین ہے کیونکہ اداے معانی بزبان عربی درصورت ترجمہ بعینہٖ عبارات کے ایسا حاوی و اقید و اشمل و احسن نہین ممکن جیسا کہ او تعالے عز وجل نے کلام پاک مین بیان فرمایا ہے اور مؤلف فتح البیان نے انکو ترجمہ کرکے لکھا چنانچہ کہا کہ مراد اس سے توریت کی دسون وصیتین ہین - اول آنکہ مین ہی رب ہون تیرا معبود جس نے تجھکو زمین مصر سے بیت عبودیت سے نکالا تیرا کوئی معبود نہین میرے سواے - اور منجملہ ان وصایا کے یہ ہے کہ تکریم کر اپنے باپ ومان کی تا کہ تیری عمر بڑھے اس سرزمین مین جو تجھکو تیرا پروردگار معبود دیویگا - مت قتل کر - مت زنا کر - مت چوری کر - مت گواہی دے اپنے ناتے دار کے لیے جھوٹی گواہی اور مت شہوت سے دیکھ اپنے ناتے دار کی لڑکی اور مت خواہش کر اپنے ناتے دار کی جورو کی اور نہ اسکے غلام کی اور نہ اسکی باندی کی اور نہ اسکے بیل کی اور نہ اسکے گدھے کی اور نہ ایسی کسی چیز کی جو تیرے ناتے دار کی ہے - یہودیون کو ان وصیتون کی طرف بڑی عنایت ہے اور اسکو زبور والون نے اپنے زبور کے آخر مین اور انجیل والون نے اپنی انجیل کے اول مین لکھا ہے - ابو السعود رح نے اپنی تفسیر مین کہا کہ یہ دسون احکام امتون و زمانون کے اختلاف سے مختلف نہین ہوئے - قال المترجم تصدیق اسکی آیات مابعد مین موجود ہے ولیکن قبل اسکے اشارات عرائس البیان ذکر کردون ف فی العرائس قولہ تعالے ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن - فواحش تو عرائس دنیا ہین اور ان عرائس مین ظاہری تو دنیا کی زینت و تازگی ہے اور باطنی دنیا کی دوستی اور ریاست وجاہ ومال کی خواہش ہے - حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ فواحش وہ چیزین ہین جنسے غیر اللہ تعالے مراد ہو - بعض نے کہا کہ فواحش اعمال جو ظاہر ہین وہ زنا وغیرہ ہین اور جو باطن ہین وہ جھوٹے دعوے ہین قولہ تعالے واذا قلتم فاعدلوا - جیسا تم مقام ولایت کی خواہش کرو تو سچائی کرو باین طور کہ اپنے نفوس کو بلاء و محنت و مشقت مین ڈالو کیونکہ ولایت مقرون ببلیہ ہے - نیز جب مجھسے تمکو ربانی خبر پہونچے تو دل سے میرے پاس حاضر ہوا ور جب تم نے مجھکو ظاہر سے ذکر کیا تو باطن مین میرے مشاہدہ سے شاد رہو اور جب تم میرے بندون کے عیب مشاہدہ کرو جبکہ معائب انکو بتلائے گئے ہین تو امر بالمعروف مین تم کو کوئی خوف وخیال لاحق نہو اور بری باتون سے منع کرنے مین تمکو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہو بلکہ آپس مین عدل وانصاف سے برتاو کرو اور جو حدود دین نے اپنی شرع مین مقرر فرمائے ہین انسے تجاوز مت کرو - ابو سلیمان رح نے اس آیت کے اشارہ مین کہا یعنی جب تم بات کرو تو میرے ذکر کو بیان کرو - محمد بن حامد رح نے فرمایا کہ کلام مین عدل یہ ہے کہ ایسی بات کہے جس سے فی الحال یا انجام کار مین اسپر ضرر او روبال عائد نہو - قولہ وبعہد اللہ اوفوا - عہد الٰہی وفا کرنا اسطرح ہے کہ قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف محبت وشوق کے ساتھ متوجہ کرے ہرگز نہ پھیرے یہان تک کہ اس تک واصل ہو اور سواے حضرت باری تعالے کے کسی چیز پر توجہ نہ کرے جس سے محجوب نہو جاوے اور اللہ تعالے کے سواے کسی چیز کو اختیار نہ کرے - جوزجانی رح نے فرمایا کہ عہد بہت ہین اور سب سے بڑھکر وفا کرنے کے لائق یہ عہد ہے کہ جن باتون کے کرنے کا شرع مین حکم ہے خواہ فرض و واجب یا سنت ومستحب سب کیے

ہین او تعالےٰ نے مومنون کو جماعت و اتفاق کا حکم دیا اور انکو اختلاف و پھوٹ سے منع کیا اور آگاہ کیا کہ تم سے اگلے لوگ اسی سبب سے
ہلاک ہوے کہ انھون نے اللہ تعالےٰ کے دین مین جھگڑے اور بحثین نکالین - اور ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ او دیگر سلف صالحین سے
مروی ہی کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر وقال المترجم اس زمانہ مین افسوس ہی کہ مسلمانون مین باہم دبابلی و بدعتی وغیرہ کا سخت اختلاف پیدا
ہوگیا اور باہم دین کے معاملہ مین جھگڑنے لگے اور ظہور اسکین فساد علما ہی کہ دنیا کی خواہش وجاہ و مال و ریاست کی طلب مین دین
مین تہاون کیا اور خواہش نفسانی وجہال کی دلجوئی اور عوام کی خوشی کے واسطے ایسے ایسے مفسدہ دین مین برپا کیے اور امر بالمعروف و
نہی عن المنکر سے آنکھ بند کرلی - کاش اگر علما مدیا باطن متفق ہوتے لیکن جو امر تقدیر مین جاری ہوا وہ پورا ہوگا اللھم اہدنا الصراط
المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین - ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی تقوی
رکھو اس چیز سے جس سے منع فرمایا یعنی مخالفت راہون اور گمراہی کے طریقون سے بچو - ابن عطیہ نے فرمایا کہ یہ راہین عام ہین جو یہودیت
ونصرانیت و دیگر ملتون کو اور اسلام کے مبتدع فرقون کو اور ہر ملت گمراہی و ضلالت کو جنکی بنیاد ہواے نفسانی و اپنی خواہش کی پیروی
پر ہی شامل ہین اور نیز فروع مین جو شاذ ہین اور جو لوگ علم جدل و علم کلام مین ڈوبے ہوئے ہین وہ بھی انکے مصداق ہین اور یہ سب
بد اعتقادی ولغزش کا نشانہ ہین - قتادہ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اسے لوگو آگاہ رہو کہ سبیل الٰہی تو ایک راہ مستقیم ہی وہ جماعت الٰہی
ہی اور خاتمہ بخیر اسکا جنت مین پہونچ جاتا اور ہوشیار رہو کہ ابلیس نے متفرق راہین نکالین وہ جماعت ضلالت ہین اور انکی انتہا دوزخ
مین ہی - حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے اپنے مبارک ہاتھ سے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ تو راہ الٰہی عزوجل
ہی جو راست و مستقیم ہی پھر اس خط کے داہنے و بائین بہت سی لکیرین کھینچین پھر فرمایا کہ یہ بہت سی ٹیڑھی راہین ایسی ہین کہ انمین سے کوئی
راہ خالی نہین جسپر ایک شیطان نہو اور وہ اس راہ کج کی طرف بلاتا ہی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی ان ہذا صراطی مستقیما
الآیۃ - رواہ الامام احمد والنسائی والحاکم وصححہ وعبد بن حمید والبزار وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ - وعن ابن مسعود رض
فرمایا کہ جسکو خوش آوے کہ وہ ایسے وصیت نامہ کو دیکھے جسپر آنحضرت صلعم کی مہر ہی تو وہ ان آیات کو پڑھے - رواہ الترمذی وحسنہ - اور ایک
روایت مین ہی کہ جو ارادہ کرے کہ رسول اللہ صلعم کی وصیت کو دیکھے جسپر آپ کی مہر ہی تو وہ ان آیات کو پڑھے قل تعالوا اتل ما حرم ربکم
علیکم الآیات - ذکرہ الحافظ فی تفسیرہ - وعن ابن عباس رض فرمایا کہ سورۂ انعام مین آیات محکمات ہین وہ ام الکتاب ہین پھر پڑھا قولہ
تعالےٰ قل تعالوا اتل الآیات - رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد - اور صحیحین مین عبادہ بن الصامت کی حدیث کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ تم لوگ مجھسے بیعت کرو کہ مت شرک کرو اللہ تعالےٰ سے کچھ بھی تا آخر حدیث جسمین امور ارشاد بیان ہین - اور نیز حضرت عبادہ بن الصامت
رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کون شخص مجھسے بیعت کرتا ہی ان تین آیتون پر پھر پڑھا قولہ تعالی قل تعالوا
اتل ما حرم ربکم علیکم الآیات پھر فرمایا کہ سو جسنے انکو پورا کیا اسکا اجر اللہ تعالےٰ پر ہی اور جسنے انمین کچھ قصور کیا اور اللہ تعالےٰ نے اسکو دنیا
مین گرفت کیا تو اسکے واسطے کفارہ ہو جائیگا اور جسکو اللہ تعالےٰ نے آخرت تک چھوڑ رکھا تو اسکا امر بجانب الٰہی عزوجل ہی چاہے اس سے
مواخذہ کرے اور چاہے اسکو عفو کرے - رواہ ابو الشیخ وابن مردویہ وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ من
حدیث سفیان بن حسین - والذی فی الصحیحین من حدیث عبادہ ہو ایضاً من روایۃ سفیان بن حسین فلا ینسب فی احدہما الی الوہم کذا فی
تفسیر الحافظ فافہم - اور ابن ابی شیبہ وابن الضریس وابن المنذر نے کعب احبار رح سے روایت کی کہ اول جو توریت مین نازل ہوئین

فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

سو اسپر چلو اور مت چلو کئی راہین پھر تمکو بھٹکا دینگے اسکی راہ سے یہ کہہ دیا ہی تم کو شاید تم بچتے رہو

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ اے الا بالخصلة التی هِيَ اَحْسَنُ اور مت پاس پھٹکو مال یتیم کے مگر ایسی خصلت کے ساتھ جو بہت بہتر ہی۔ وہی ہی باقیہ صلاحہ۔ اور یہ خصلت احسن وہ ہی جسمین یتیم کے حق مین بہتری ہو اور اسکے مال مین بڑھتی ہو حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ باین طور کہ اسکو احتلام ہو یعنی حکم یتیم کے مال کا اس اصلاح کے ساتھ اسوقت تک کہ وہ بالغ ہو جاوے۔ بعد بلوغ کے وہ یتیم کے حکم مین نہین رہتا۔ مراد آنکہ جب اشد کو پہونچ جاوے تو اسکو اسکا مال سپرد کردو اور یہ معنی نہین کہ اسوقت اُس سے تعرض کرو پس حتی کا انتہا ہی اسکے مال مین اصلاح واجب ہونے کی کہ وہ تا مرتبہ اشد ہی۔ اور اشد مین بعض نے کہا کہ اسم جمع ہی اسکا واحد نہین اور سیبویہ نے کہا کہ شدہ اسکا واحد ہی اور جوہری نے اسکی تحسین کی۔ اور بعض نے کہا کہ اشد وہ قوت شباب کا استحکام ہی۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم اور مالک اور شعبی سے جو مروی ہوا وہ دلالت کرتا ہی کہ بلوغ اور سن تکلیف کا مرتبہ ہی اور قولہ تعالے وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح الآیۃ مین تفصیل گذر چکی اور مختار یہ ہی کہ مال سپرد کرنے کے واسطے بعد بلوغ کے اسکا رشد بھی شرط ہی کہ ہوشیار کمائو ہو اور آوارہ بہاؤ نہو۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ پیمانہ سے ناپنا۔ وَالْمِيْزَانَ ترازو سے تولنا۔ بِالْقِسْطِ عدل کے ساتھ بدون اسکے کہ گھاٹ کرو۔ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی نفس کی طاقت بھر ہم ہر نفس کو تکلیف شرعی دیتے ہین پس اگر کسی آدمی نے باوجود نیت درست رکھنے کے ناپ و تول مین خطاء کی یعنی چوک گیا اور اللہ تعالے اسکی نیت درست ہونے کو جانتا ہی تو اسپر مواخذہ نہوگا جیسا کہ ابن مردویہ کی روایت مرسل مین سعید بن المسیب سے یہ معنی مذکور ہین اور اسناد اسکی حسن ہی وَاِذَا قُلْتُمْ اور جب تم بات کہو چاہے کوئی حکم ہو کسی مقدمہ مین یا کوئی اور قسم کی بات ہو فَاعْدِلُوْا تو عدل کرو یعنی سچائی کے ساتھ انصاف کی بات کہو جو موافق شرع ہو۔ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اگرچہ جسکے نفع یا ضرر کے واسطے تم نے بات کہی وہ تمہارا قرابت والا ہو۔ حاصل آنکہ ہر بات کو انصاف و عدل سے کہو اور اسمین حکم حق کی رعایت رکھو اور قرابت دار وغیرہ کسی کی رعایت مت کرو پس اگر غیر کو تمہارے حکم حق سے نفع ہوتا ہو اور قرابت والے پر ضرر عائد ہوتا ہو تو قرابت والے کی جانب داری مت کرو اور سچا حکم دو۔ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور عہد الٰہی کو وفا کرو۔ اور اصل یہ تھا کہ اوفوا بعهد اللہ۔ پس بعهد اللہ کو تعظیم و اہتمام کے واسطے مقدم کیا۔ اور مراد اس سے نماز روزہ وغیرہ ہین اور وفا کرنا تمام عہدون کا واجب ہی ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ بتشدید دال و کاف ہی یعنی پند و نصیحت حاصل کرو اور حفص و حمزہ و کسائی کی قراءۃ مین تخفیف ذال و سکون ہی۔ وَاَنَّ بالفتح کی قراءۃ مین بتقدیر لام ہی اور بالکسر جیسا کہ حمزہ رح کی قراءۃ مین ہی جملہ مستانفہ ہی هٰذَا یعنی یہ سب جس سے تمکو وصیت کی ہی صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا میری راہ ہی درحالیکہ وہ مستقیم ہی۔ فَاتَّبِعُوْهُ اسی کی پیروی کرو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ تفرق مین ایک تار کا حذف ہی تتفرق بکم۔ اے میل بکم۔ تمکو جھکادین اور سبل جمع سبیل کی مختلف راہین جو راہ حق سے مخالف اور خود ٹیڑھی ہین۔ حاصل آنکہ مت پیروی کرو مختلف ٹیڑھی راہون کی کہ تمکو راہ راست و دین حق سے مائل کردین اور بہکادین۔ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ آیت اور مانند قولہ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فی الآیۃ

قتل کرو اپنی اولاد کو بجہت خوف محتاجی یعنے مفلسی کے ہم رزق دیتے ہین تمکو اور انکو۔ فی الصحیحین عن ابن مسعود رض پوچھا رسول اللہ
کون گناہ بڑا ہی فرمایا کہ یہ سب سے بڑا جرم ہی کہ تو اللہ تعالے کا شریک بناوے حالانکہ اسنے تجھکو پیدا کیا ہی۔ مین نے کہا
کہ پھر کون تو فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل کرے بخوف اسکے کہ تیرے ساتھ رزق مین شریک ہوگا۔ الحدیث۔ املاق کی تفسیر نقر و
محتاجی سے حضرت ابن عباس و قتادہ و سدی وغیرہ سے مروی ہی۔ اور شیخ حافظ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ مراد اس سے فقر
جو بالفعل حاصل ہو یعنے مت قتل کر ڈالو بجہت فقر کے جو بالفعل تمپر طاری ہی اور سورہ اسرا مین عام لیا کہ طاری ہو یا اسکا
خوف ہو۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ جمع فاحشہ یعنی کبائر مانند زنا وغیرہ کے پھر تعمیم فرمائی۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَمَا بَطَنَ علانیہ و پوشیدہ سب طرح کے گناہون کے پاس مت بھٹکو۔ عن ابن مسعود رض مرفوعاً کوئی زیادہ غیرت والا
اللہ تعالے سے نہین اسی جہت سے حرام کیا فواحش ما ظہر و ما بطن کو۔ (الصحیح) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ
سعد رض کی غیرت سے تعجب کرتے ہو۔ قسم اللہ تعالے کی کہ مین سعد سے زیادہ غیرت والا ہون اور اللہ تعالے مجھسے زیادہ
غیرت والا ہی اسی سے اُسنے فواحش ما ظہر و ما بطن کو حرام کر دیا۔ رواہ البخاری و مسلم۔ وقال ابن عباس زمانہ جاہلیت
والے خفیہ زنا کرنے مین مضائقہ نہین سمجھتے تھے۔ پس اللہ تعالے نے پوشیدہ و علانیہ سب حرام کر دیا۔ وَلَا تَقْتُلُوا
النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ کالقود و حد الردۃ و رجم المحصن۔ مانند قصاص کے اور مرتد ہونے کی
حد کے اور محصنہ عورت یا محصن مرد کے سنگسار کرنے کے۔ اور یہ تاکید ہی ورنہ فواحش ظاہرہ و باطنہ مین یہ بھی داخل تھا۔ اور جس
نفس کو اللہ تعالی نے محرم کر دیا ہی یعنے پیدا کر کے ممنوع کر دیا کہ کسی بندہ کو روا نہین کہ بدون حکم الٰہی کے کسی نفس کو قتل
کرے۔ اور صحیح مسلم مین ابن مسعود و عائشہ رض سے ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے سوا کوئی معبود
نہین کہ مرد مسلمان کا خون حلال نہین مگر تین باتون مین سے کسی بات کے ساتھ یا تو ثیب ہو پھر زنا کرے یا کسی نفس کو ناحق قتل
کیا ہو یا دین کو چھوڑ کر جماعت سے مرتد ہوا ہو۔ وعن عثمان رض بنحوہ یوم الدار رضم زاد۔ قسم ہی خدا تعالی کی کہ مین نے زمانہ جاہلیت
یا اسلام مین کبھی زنا نکیا اور نچاہا کہ دین بدلون اور نہ مین نے کسی نفس کو قتل کیا پھر تم لوگ مجھے کیون قتل کرتے ہو۔ رواہ احمد
وعن ابی ہریرہ رض مرفوعاً جسنے کسی معاہد یعنی ذمی کو قتل کیا تو اسنے اللہ تعالی کا ذمہ توڑا پس وہ جنت کی خوشبو نپاویگا حالانکہ
اسکی خوشبو پچاس خریف سے ملتی ہی۔ رواہ الترمذی و صححہ۔ ذَٰلِكُمْ اے ذلک المذکور۔ یہ جو مذکور ہوا وَصَّاكُمْ بِهِ
وصیت کی تمکو اسکے ساتھ یعنی اسکے حفظ و نگہداشت کے ساتھ۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ تدبرون تم سوچ کر پند و وعظ سے سمجھ حاصل کرو
وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَ
اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جس طرح بہتر ہو جبتک وہ پہونچے اپنی قوت کو اور پوری کرو ماپ اور
الْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ
تول انصاف سے ہم کسی پر وہی بار رکھتے ہین جو اُسکو مقدور ہے اور جب بات کہو تو حق کہو اگرچہ وہ ہوا اپنے ناتے والا
وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا
اور اللہ کا قول پورا کرو یہ تمکو کہہ دیا ہے شاید تم دھیان رکھو اور کہا یہ راہ ہی میری سیدھی

نصب ہے پس اسکی توجیہ مین اختلاف ہے بعض نے کہا کہ معنی اسکے یہ کہ حرم ربکم علیکم ان تشرکوا - اور لا زائدہ صلہ ہے جیسے قولہ تعالیٰ
ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک - ای ما منعک ان تسجد - اور بعض نے کہا کہ ما حرم ربکم - پر کلام تمام ہوگیا اور علیکم ان لا تشرکوا سے
شروع ہوا یعنی تمپر واجب ہے کہ شرک مت کرو - زجاج رح نے کہا کہ جائز ہے کہ یہ معنی پر محمول ہو اسے اتل علیکم تحریم الشرک - اور جائز
ہے کہ بدین معنی ہو کہ اوصیکم ان لا تشرکوا - ابن کثیر رح نے کہا کہ گویا کلام مین حذف ہے اسے اتل ما حرم ربکم علیکم واوصاکم ان لا تشرکوا
اور بیضاوی وغیرہ نے ما استفہامیہ بھی تجویز کیا کہ اسے ای شئے حرم ربکم - یعنی متوجہ ہو کہ مین پڑھ سناؤن تمکو کہ کیا چیز تمہارے پروردگار
نے تمپر حرام فرمائی ہے پھر تفسیر کردی کہ ان لا تشرکوا - ایک یہ کہ تم بالکل شرک مت کرو - اور اتل مین اشعار ہے کہ یہ خبر تحقیقی از جانب
پروردگار بوحی خالص وامر الٰہی ہے کچھ اٹکل وگمان سے نہین ہے - صحیح مسلم مین عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ جو مرا درحالیکہ شرک نہین کرتا تھا اللہ تعالے کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت مین داخل ہوا - حضرت عثمان ودیگر صحابہ رضی اللہ
عنہم سے بھی اس باب مین احادیث کثیرہ مروی ہین اور حدیث ابو ذر رض مین ہے کہ جبرئیل نے آکر بشارت دی کہ آپ کی امت سے جو مرا
درحالیکہ نہین شرک کرتا تھا - (یعنے نہ اعتقاد مین اور نہ عمل مین نہ ذات مین نہ صفات مین) تو وہ جنت مین داخل ہوگا - ابو ذر رض
کہتے ہین کہ مین نے پوچھا کہ اگرچہ اسنے زنا کیا اور چوری کی ہو تو فرمایا کہ ہان اگرچہ زنا کیا اور چوری کی ہو - اسکو تین مرتبہ پوچھا اور تینون
مرتبہ یہی جواب دیا اور آخر بار مین کہا کہ اگرچہ خاک آلودہ ہو ناک ابو ذر رض کی - کما فی حدیث الصحیحین یعنے ضرور وہ جنت مین داخل
ہوگا - اور چونکہ ابو ذر رض نے اسکی زنا وچوری سے جنت مین داخل ہونے کا استبعاد کیا تھا تو بول چال محاورہ کے طور پر کہدیا کہ
ابو ذر پڑا استبعاد کیا کرے کیونکہ بخشنے والا تو اللہ تعالے ہے اور معنی حدیث کے یہ ہین کہ جنت حرام ہے کافرون ومشرکون پر کہ کبھی اسمین
داخل نہونگے - پھر جسنے شرک چھوڑا تو حرمت جاتی رہی اب اگر وہ زنا وچوری وغیرہ کچھ نہین کرتا تھا بلکہ متقی پرہیزگار تھا تو مرتے ہی جنت
مین داخل ہوگا اور اگر زناکار وغیرہ تھا اور بلا توبہ مرگیا تو بعد عذاب جہنم کے داخل جنت ہوگا کذا قال العلماء - وروی ابن مردویہ من حدیث
عبادۃ بن الصامت رض وابی الدرداء رض مت شرک کرو اللہ تعالے کے ساتھ کچھ اگرچہ تم پارہ پارہ کیے جاؤ یا سولی دیئے جاؤ یا
وقد رواہ ابن ابی حاتم ۱۲
جلائے جاؤ - وفی الصحیح من حدیث ابی ہریرہ رض - اے ابو ہریرہ مت شرک کیجیو اللہ تعالے کے ساتھ اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا جلایا
جاوے - وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا اور بھلائی کرو والدین کے ساتھ پوری بھلائی - والدین تو اولاً وبالذات مین اور اجداد وجدات
اسمین تبعاً داخل ہین - فی السراج اسمین لا تسیؤا الی الوالدین - یعنی مت برائی کرو والدین کے ساتھ کہ وہ حرام ہے یہان بجاے اسکے
واحسنوا بالوالدین احساناً - فرمایا اسمین نہایت مبالغہ ہے اور نیز دلالت ہے کہ والدین کے حق مین برائی نہ کرنا ہی کافی نہین بلکہ نیکی کرنی
کہ برائی کیسی بلکہ بھلائی کرو ۱۲
چاہیئے بخلاف اور برادران اسلام کے کہ انکے ساتھ برائی کرنا حرام ہے قال المترجم جو سراج مین ذکر کیا وہ صحیح ہے کیونکہ یہان بیان
ان چیزون کا ہے جو پروردگار نے بندون پر حرام کردی ہین اور احسان کرنا والدین کے ساتھ فرض ہے اور انکے ساتھ برائی کرنا اگرچہ لفظ
اُف وغیرہ سے ترشروئی ہووے حرام ہے - وہذا من المعروفات التی استوثق بہا علی الامم وقد قال تعالے ولقد اخذنا میثاق بنی
اسرائیل لا تعبدون الا اللہ وبالوالدین احساناً الآیہ - وقد اکد الامر فی غیر آیۃ - اور صحیحین مین ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ مین نے
آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کون عمل افضل ہے - فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ادا کرنا - مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ والدین سے بھلائی کرنا
الحدیث - وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ اسے من اجل فقر تخافونہ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ یعنی مت

قبولیت کے خطرہ سے مثلاً متنبہ ہونا اور آخر اخلاص عمل مین اسکا ہیچ ہونا اور اخلاص کا خود داخل نہونا اور حدوث قدم تک خود پہونچنا ممتنع ہونا اور آخر زبان شکر کشادہ ہونا اور اسکے اندر بھی مراتب ہونا اور مانند اسکے یہ اہل ہدایت کے لیے خود تنبیہات ہین اور مترجم کو ان مقامات مین لیاقت نہین واللہ اعلم بمراد عبادہ جب تک بیدار نہو تو زیادہ بیان اسرار مفید نہین اس سے تو ارشاد مقامات کی طرف توجہ مقصود ہی تاکہ افعال کی تصویر مین پڑے نہ رہو واللہ الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ من الضلالۃ واہل الضلال- قولہ تعالیٰ فلو شاء لہدٰکم اجمعین- اسمین علم بیان وہدایت عرفان کو اپنی مشیت ازلی کی طرف منسوب فرمایا- پس جس بندہ کو چاہتا ہی علم بیان حجت وبرہان سے مخصوص فرماتا ہی اور استعداد ایقان مین زیادت فرماتا ہی قال المترجم کما قال کذٰلک نری ابراہیم ملکوت السمٰوات والارض ولیکون من الموقنین- اور جسکو استعداد رویت ومحبت ووصل نہوا سکو کوئی حجت نہین ہوتی اہل حقائق کے بیان دقائق کے وقت اور اظہار علوم غیب کے وقت پس اہل ایمان واولیاء کو اسکی حجت ظاہر ہوتی ہی اور جو لوگ تکلف سے بنے ہوئے ہین انکے الہام وبیان مبہم ومختلط ہوتے ہین- قال المترجم بعد اتمام حجت اور تبکیت مشرکین کے اللہ تعالیٰ نے انکو اصول افعال خیر کی ہدایت فرمائی والحق کہ انکا پابند اصل بکمال ہی-

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ

تو کہہ آؤ مین سنا دون جو حرام کیا ہی تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ کرو اسکے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ سے

إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ

نیکی اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد مفلسی سے ہم رزق دیتے ہین تمکو اور انکو

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا

اور نزدیک نہ جاؤ بیحیائی کے کام سے جو کھلا ہوا اسمین اور جو چھپا اور مار نہ ڈالو

النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

جان جسکو حرام کیا اللہ نے مگر حق پر یہ تمکو کہہ دیا شاید تم سمجھو

قُلْ تَعَالَوْا ابن الشجری رح نے کہا کہ اصل وضع فعل تعالوا سے جسکو حکم دیا گیا گویا وہ بیٹھا تھا کہ اسکو کھڑے ہوکر آگے بڑھنے کا حکم دیا پھر اسمین وسعت دیدی اور کھڑے ہوئے چلتے ہوئے تک مین بولنے لگے- حاصل قول ابن الشجری یہ کہ مادہ فعل تو علو اور بلندی پر ہی پس گویا اصل مین بیٹھے ہوئے کو اٹھانے و آگے بڑھنے کے واسطے موضوع ہوا- قال الزمخشری فی الکشاف ما حاصلہ- اصل مین یہ اونچے پر موجود شخص ایسے شخص سے کہے جو اس سے نیچے ہی پھر عام ہوگیا- المعنی کہدے اے محمد صلعم مشرکین سے کہ آگے آؤ- یعنی پست وفرومایہ شیطانی ہمت کے اوہام وظنون کی پیروی چھوڑ دو اور ادھر متوجہ ہوکر سنو- أَتْلُ اقرأ- مین پڑھ دون مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ جو تمہارے پروردگار نے تمپر حرام کیا- ما موصولہ عام ہی اقوال وافعال کو پھر حرف ان مفسرہ سے اسکی تفسیر بیان فرمائی أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا مت شرک کرو اپنے رب کے ساتھ یعنی کسی قول وفعل واعتقاد مین اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت بناؤ- فی السراج- اگر کہا جاوے کہ اسمین بیان ان چیزون کا ہی جو اللہ تعالیٰ نے محرم فرمائین اور محرم مین شرک ہی نہ ترک شرک پس قولہ لا تشرکوا کے کیا معنی ہونگے- جواب دیا جاوے کہ ان مفسرہ کا موضع رفع ہی اے ہو ان لا تشرکوا- اور بعض نے کہا کہ موضع

کہا اسے اروئی شہداءکم۔ اور اول اظہر ہی اور وہی مفسر رح نے اختیار کیا۔ المعنی تو کہدے کہ حاضر لاؤ اپنے شہداء کو جو شہادت دیتے ہین کہ اللہ تعالے نے اسکو حرام کیا۔ یعنی تم نے جنکی تقلید کی ہی انکو حاضر لاؤ اور انکے پاس کیا دلیل ہی۔ سوائے اسکے کہ تعصب و جہالت کے سرغنہ ہین اوہام شیطانی و دروغ و بے ایمانی پر شہادت دیتے الگین تو آنحضرت صلعم کو خطاب کیا اور اہل ایمان کو منع کیا کہ

فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ

آگے یعدلون بربہم۔ یعنی برابر کرتے ہین اپنے پروردگار کے ساتھ غیر کو پس یعدلون از عدل ہی بقرینہ تعدیہ بحرف باء اور عدول سے نہین ورنہ عن ربہم ہوتا۔ پھر عدل و برابر کرنا اس بات مین کہ تحلیل و تحریم مین غیر کا قول مانتے اور عبادت جو مخصوص بجناب باری تعالے ہی اسمین غیر کی شرکت لگاتے ہین۔ یہان سے تنبیہ ہونا چاہیے کہ اہل ایمان پر فرض ہی کہ کسی کی تحلیل و تحریم کو نہ مانین بلکہ جو اللہ تعالے واسکے رسول پاک صلعم نے بوحی الٰہی حکم دیا اسی کو مانین اور علماء مجتہدین رحمہم اللہ کی جو تقلید کیجاتی ہی تو اسوجہ سے نہین کہ انکا قول مانا جاوے بلکہ یہ عالم باعمل تھے اللہ تعالے انکو اچھا مرتبہ دیوے انھون نے اللہ تعالے واسکے رسول پاک صلعم کے احکام کو مشرح بیان کردیا ہی لہذا اگر کسی عالم کو ایک مجتہد کی دلیل نہ معلوم ہو اور دوسرے کی معلوم ہو تو اسپر عمل کرسکتا ہی اور خود مجتہد ہو تو اسپر غیر کی تقلید حرام ہی اور یہ مشرکون کے مانند تقلید نہیں ہی کیونکہ وہ تو بلا دلیل کے غیر کا قول قبول کرتے تھے اور یہی اصلی تقلید ہی جیسے مذکور ہوچکا کہ تحلیل و تحریم مین فقط شیطانی باتون کو مانتے تھے اور اہل اسلام تو علماء و مجتہدین سے انکو عالم و متقی سمجھکر اللہ تعالے واسکے رسول کا حکم بدلیل شرعی پوچھ لیتے ہین بلکہ عوام اہل اسلام تو جس عالم سے فتوی لیتے ہین اسی کو جانتے ہین اور وہی عالم اگر جھوٹ یا گمراہی کی بات یا جس مین فساد ابتک یا آیندہ پیدا ہوگا بتلاوے تو وہ قیامت مین سخت عذاب پاویگا جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہی واللہ اعلم اللھم اصلح العلماء برحمتک وانت ارحم الراحمین

ف — فی العرائس قولہ قل فللہ الحجۃ البالغۃ۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ رحمہ اللہ نے اس کلام کے اشارہ مین لطیف بات یہ بیان کی کہ ظاہر کلام تو مشرکون کا رد ہی کہ انکے پاس کوئی حجت نہین۔ پھر جو لوگ مومن ہوئے انکے پاس اللہ تعالے کا کلام حجت ہوتا ہی اور خود انکو اللہ تعالے مراتب قبول مین صاحب حکمت و فراست فرماتا ہی لیکن انکے اسرار کو خود علم کی قدرت ذرا بھی نہین ہی اسی واسطے تو دیکھتا ہی کہ اکابر اولیاء اللہ بعضے حنفی تھے بعضے شافعی اور بعضے خود مجتہد تھے یعنی انکو معرفت سے علم شرعی حصول نہین ہوسکتا چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے اپنے کلام مین اشارہ کیا جسکا ترجمہ لکھتا ہون۔ اس کلام پاک سے ظاہر ہوا کہ زبان اسرار چاہے کیسے ہی فصیح ناطق ہون ایسی حکمتین بیان کرین جو الہام غیب اور مناجات حق تعالے سے انکو حاصل ہوئی ہین لیکن حجتہائے قدم یعنے علوم وحی و احکام شریعت کے مقام مین اخرس یعنے گونگے ہین اور نیز لطائف خطاب و عتاب مین از خود رفتہ ہین۔ حاصل آنکہ اسی پاک پروردگار عز و جل کے واسطے حجت کاملہ ہی جو خطرات کی زبانین کاٹ دیتی ہی بروقت وضوح بیان کے اسرار مین اور ان معنی کو کوئی نہین جانتا سوائے اس بندۂ خاص کے جو شہود و غیب مین انسانی صفات سے درگزرا ہو۔ نصرآبادی رح نے فرمایا کہ تمام خلق کو شدت حاجت نے دیدار معانی حجت سے روک دیا ہی اور اگر اپنے حاجات کو ساقط فرماتا تو البتہ انکو براہین حجت کھلتے۔ حسین رح نے کہا کہ ہر حجت کے اندر حکم و امر و نہی و بیان و سر و علم و معرفت و مشیت ہی پس ہر مقام مین اللہ تعالے کی معرفت حاصل کرو ہر ساعت تیرے تجلی فرماویگا۔ شیخ جنید رح نے فرمایا کہ مشیت ہدایت کے جو آثار ہین وہ اہل ہدایت کے لیے تنبیہ ہین —

قال المترجم معنی اسکے واللہ اعلم یہ ہین کہ ہر امر خیر کی توفیق ہونا اور اس توفیق کی ظاہر ہلاک کرنے والی چیزون پر تنبیہ ہونا اور اس تنبیہ کی

ہدایت پر ہونے کو تو البتہ تم سب کو ہدایت دیتا- یعنی اسنے نہین چاہا پس جو کچھ ہی اسکی قدرت و مشیت و اختیار کے تحت مین مسخر ہی
کسی کو اس سے تجاوز و عدول کی مجال نہین اور او تعالے باوجود اسکے مومنین سے راضی ہی اور کافرون سے بغض فرماتا ہو و
قال تعالے ولو شاء اللہ لجمعہم علی الہدی- اور فرمایا- ولو شاء ربک لآمن من فی الارض جمیعا- اور فرمایا- ولو شاء ربک لجعل الناس
امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین- ضحاک و
مزاحم رح نے فرمایا کہ کسی نافرمانی کرنے والے کی کوئی حجت نہین اللہ تعالے پر ولیکن اللہ تعالے کے واسطے اپنے بندون پر پوری
حجت ہی- ابن عباس رض سے کہا گیا کہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ برائی مانند شرک وغیرہ کے تقدیر الٰہی سے نہین ہی تو ابن عباس رض نے
فرمایا کہ ہمارے وقدریہ کے درمیان یہی آیت حاکم ہی- علی بن زید رح نے فرمایا کہ اس آیت پر قدریہ فرقہ کی حجت مٹ گئی- واضح ہو
کہ جسطرح اس آیت سے مشرکین کا رد ہوا ویسے ہی قدریہ وجبریہ دونون کا رد ہو گیا- اور مومن نہین جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لاوے
قدریہ شیطانی وسوسہ دلاسے ہین کہ ہم تمام برائیون کی نسبت اپنے طرف کرتے ہین تو ہم اچھے ہین حالانکہ یہ نہین سمجھتے کہ نسبت کرنے
کے یہ معنی لیتے ہین کہ برائیان ہم اپنے اختیار سے پیدا کرتے ہین پس یہ خبیث اپنے آپ کو بھی فی الجملہ خالق قرار دیتے ہین اور یہ نہایت
بڑا شرک ہی اور مخلوق ہو کر اپنے آپ کو خود مختار قرار دیا اور یہ صرف وہم وقیاس ہی کہ جیسے چیزین بنانے والا وہم کرتا ہی کہ مین نے
بنائی ہین حالانکہ وہ چیز خود مختار نہین ہوتی اور یہ اپنے متبوع شیطان کے موافق قیاس کرتے ہین بلکہ اُس سے بھی تجاوز کیے ہوئے ہین
اللہم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم- کاش یہ لوگ اسمین بحث نہ کرتے اور اللہ تعالے کے حکمون پر عمل کرتے اور
منہیات سے باز رہتے تو شاید جب دل مین کچھ نور وصفائی ہوتی تو سمجھ جاتے ورنہ عجیب بات ہی کہ نہایت روشن راہ مین ایسے گمراہ
ہین اور یہ تقدیر العزیز الحکیم ہی فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم- اسی اوہام وقیاسات نے سوائے اہل ایمان کے سب کو
گمراہ کر دیا خصوص اس زمانہ مین اپنی رائے پر ناز کرنے والے عقل سے بے بہرہ بہت کثرت سے ظاہر ہین ہر ایک نے وہی طریقہ اختیار
کر لیا جو سب سے اول شیطان کا تھا اور مابعد مین مشرکون وکافرون یعنی شیطان کے مریدون نے اختیار کیا اور بدون اسکے کہ تمام
علم قرآن مجید پر سمجھ حاصل کرین اور غور وفکر کرین صرف اپنی رائے پر اعتماد کر لیتے ہین اور اسکو بہت مضبوط سمجھتے ہین حالانکہ وہ
مکڑی کے جالے سے زیادہ ضعیف وسست ہی- پھر ایک جاہل نے رائے نکالی اور کثرت سے جاہل لوگ اسکی رائے پر آفرین کرتے
ہین اور اندھے گمراہ چلے جاتے ہین جیسے مشرکین عرب مین عمرو بن لحی نے بحیرہ وسائبہ وغیرہ تحریم وتحلیل نکالی اور پیچھے اور زیادتی کرنے
والے بت وغیرہ لانے والے اور نئی نئی رسمین نکالنے والے ہوتے گئے اور بکثرت اندھے جاہل اسکی پیروی کرنے لگے حتیٰ کہ یہی جہالت
تمام پھیل گئی یہان تک کہ روشن دلائل وعقلی علوم ومجمع ساطعہ کوئی ان اندھون مین اثر نہین کرتی تھی اور یہ تقدیر الٰہی ہی او تعالیٰ
جل جلالہ اگر چاہتا تو ہدایت پاتے ولیکن او تعالے نے نہین چاہا او تعالے قادر مختار ہی اسی کی حکمت بالغہ ہی جو چاہے کرے جو کیا
عین عدل وصواب ہی اور جو امر ہی عین حکمت ہی- پھر مشرکون کو ملامت فرمائی- قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا واضح ہو کہ ہلم اسم فعل ہی جسمین مذکر ومونث اور واحد وتثنیہ وجمع یکسان ہی اور یہ اہل حجاز
کے نزدیک ہی اور قرآن مجید انھین کی زبان مین غالب ہی اور اہل نجد اسمین ہلما وہلموا وہلمی بھی لاتے ہین جیسے دیگر افعال مین ہی
ولیکن قرآن بزبان حجاز ہی ومنہ قولہ تعالے والقائلین لاخوانہم ہلم الینا- اور معنی اسکے اس مقام پر یہ کہ لاؤ تم و احضروہم اور سدی رح نے

وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ پس ہمارا شرک کرنا اور تحریم مذکور سب اسکی مشیت سے ہے پس وہ اسپر راضی ہے فی السراج - ان لوگون کی مراد یہ تھی کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا - کو اپنے شرک پر قائم رہنے کی حجت لا دین باین طور کہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جس حال پر ہم ہین اسکے اور ہمارے درمیان مین حیلولت کر دیوے حتی کہ ہم اسکو نہ کرین پس اگر وہ راضی نہوتا تو ضرور متغیر کر دیتا پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کو جھٹلایا بقولہ - كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ رسلہم حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا یعنی جیسے ان لوگون نے تجھکو جھٹلایا ایسے ہی جھٹلایا انسے پہلے لوگون نے اپنے رسولون کو یہانتک کہ ہمارا عذاب چکھا - وفی السراج فرقہ معتزلہ وغیرہ جو لوگ اس بات کے قائل ہین کہ بندہ اپنے افعال مین قادر مختار ہے یہ لوگ اسی آیت سے استدلال لاتے ہین کہ اگر کفر و شرک وغیرہ فقط او تعالیٰ کی مشیت پر ہوتا تو ان لوگون نے یہی کہا تھا کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا - پس او تعالیٰ انکو نہ جھٹلاتا اور رد نہ فرماتا حالانکہ رد فرمایا بقولہ کذلک کذب الذین من قبلہم - پس معلوم ہوا کہ شرک و ایمان مشیت پر نہین بلکہ بندہ کے اختیار مین ہے - اہل سنت رحمہم اللہ نے اسکا جواب دیا کہ جھٹلانا و رد کرنا مشرکون کو انکے قول لو شاء اللہ ما اشرکنا - مین نہین ہے یہ قول تو سچ ہے بلکہ انکی مراد ہین کہ جو اس سے نتیجہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس فعل پر راضی ہے اور کبھی کہا کہ ہم کو اسی نے حکم دیا ہے پس اسکو رد کر دیا چنانچہ فرمایا - قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء - اور دلیل اس بات کی کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا کہنے پر رد نہین بلکہ اسکے نتیجہ نکالنے مین ہے یہی کہ او تعالیٰ نے فرمایا کذلک کذب الذین - بتشدید ذال تکذیب فرمایا اور اگر انکے قول مذکور کے دروغ ہونے کی خبر ہوتی تو کذب بتخفیف از مصدر کذب ہوتا یعنی یہ لوگ اپنے قول مین جھوٹے ہین - حسین بن الفضل نے کہا کہ اگر مشرکین اس قول کو بطور تعظیم و اجلال الٰہی کہتے تو او تعالیٰ ہمین انکا عیب نہ کرتا کیونکہ خود او تعالیٰ فرماتا ہے - ولو شاء اللہ ما اشرکوا - اور فرماتا ہے وما کانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللہ - اور مومنین اسکو کہتے ہین اور عیب نہین لیکن مومنین کی وہ مراد نہین جو مشرکین کی مراد ہے کیونکہ مشرکین نے جدال و غیر معرفت سے ایسا کہا اسی پر رد کر دیا اور فرمایا ہے - مالہم بذلک من علم ان ہم الا یخرصون - اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ حکم الٰہی اور ہے اور مشیت و ارادہ الٰہی اور ہے پس بندہ پر واجب ہے کہ اسکے حکم کی پابندی کرے اور اسکی مشیت سے حجت نہ لائے کیونکہ وہ اسکے علم سے خارج اور اسکی حکمت و اسکے فہم سے باہر ہے اور مشیت سے تعلق رکھنا کچھ عذر نہوگا اور کیونکر کسی کو اسکی مشیت معلوم ہوتی لہذا فرمایا - قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ کہدے بھلا تمہارے پاس کچھ علم ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری باتون سے راضی ہے اگر کہتے ہو کہ ہے - فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا تو اسکو ہمارے سامنے نکالو حاصل آنکہ تمہارے پاس کچھ بھی علم نہین - اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہین پیروی کرتے ہو تم اس بارہ مین مگر فقط گمان کی - وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ اور نہین ہو تم کسی حال مین مگر اس حال مین تخمینہ و اٹکل لگاتے ہو یعنی جھوٹ بولتے ہو کیونکہ جناب باری تعالیٰ کے امور کو اٹکل کب پہونچیگی خواہ مخواہ جھوٹ ہوگی - قال ابن کثیر مشرکین کی یہ جاہلانہ گفتگو محض باطل تھی اگر صحیح ہوتی تو کیون اللہ تعالیٰ اگلون کو عذاب کرتا اور نیست کر کے رسولون و مومنون کو نصرت دیتا - اور البتہ رد کر دیا کہ تم جو نکالتے ہو کہ ہمارے فعل سے اللہ تعالیٰ راضی ہے تو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیت و رضا معلوم کرنے کو کوئی علم ہے بلکہ کچھ بھی نہین تم فقط وہم و گمان کی پابندی کرتے ہو ورنہ اگر کوئی علم ہے تو لاؤ - قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ اسکے قبل اذا لم تکن لکم حجۃ فللّٰہ الحجۃ البالغۃ - یعنی جبکہ تمہارے واسطے کوئی حجت کبھی ثابت نہین تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے حجت بالغہ ہے - یعنی حجت تامہ و کاملہ ہے - فَلَوْ شَآءَ ہدایتکم - لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ پس اگر وہ چاہتا تمکو سب

واسعۃ اسے تمام مخلوقات پر اسکی رحمت چھائی ہوئی ہے کہ باوجود نافرمانی سرکشوں کے حلم فرماتا ہے اور اس تمام نعمت سے جو مخلوق
فرمائی ہے انکے اجسام کی معیشت عطا فرماتا ہے اور جو بندے اسکی درگاہ کی طرف رجوع لاتے ہیں انکے قلوب کو لطف خطاب سے تربیت کرتا ہے
اور انوار جمال سے منور فرماتا ہے۔ اور نیز اسمیں جمہور کے ساتھ ملطفت ہے کہ باوجود اس حال خراب کے جسمیں پڑے ہیں اسکی درگاہ کی طرف
رجوع لاویں اور ساحل لطف وکرم پر پہونچکر نجات پاویں۔ اور نیز آنحضرت صلعم کی مواسات ہے کہ اگر ان لوگوں نے جھٹلایا تو کہدے کہ اوتعالے
رحمت والا ہے مجھکو تمہارے پڑوس سے چھڑا کر اپنی جوار میں لاویگا۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمیں آنحضرت صلعم کو اشارہ کیا گیا کہ جسنے
تجھسے اعراض کیا اسکو تو میری طرف رغبت دے تو جو میری طرف راغب ہوگا وہی تجھسے رغبت کریگا اور کوئی رغبت نہ کریگا۔ انکو رحمت
میں طمع دے اور اپنے قلب کو انسے منقطع مت فرما۔ استاد رح نے کہا کہ اسمیں اشارہ یہ ہے کہ اولیاء کو مخصوص رحمت سے سرفراز کیا اور
اعداء کو مخصوص طرد و لعنت ہے پس صورت النسانیہ میں دونوں کی گنجایش ہے اور وہ ہیچ ہے اور قسمت ازلی سے دونوں کو تمیز و انفصال کردیا
حاصل آنکہ واسعہ رحمت میں شمول ہے اور خاصۃ رحمت سے اولیاء اللہ فقط مخصوص رہیں۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا
اب کہیں گے جنہوں نے شریک کیا اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ ٹھہراتے ہم اور نہ ہمارے باپ اور نہ ہم حرام کرلیتے
مِن شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ
کوئی چیز اسیطرح جھٹلا چکے ہیں ان سے اگلے جب تک چکھا ہمارا عذاب تو کہہ کچھ
عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا
علم بھی ہے تم پاس کہ ہمارے آگے نکالو تم چلتے ہو مگر اٹکل پر اور سب تجویزیں
تَخْرُصُونَ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ
کرتے ہو تو کہہ پس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر چاہتا تو راہ دیتا تم سب کو
قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا
تو کہہ لاؤ اپنے گواہ جو بتاویں کہ اللہ نے حرام کی ہے یہ چیز
فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا
پھر اگر وہ کہدیں مل کر تو تو نہ کہہ انکے ساتھ اور نہ چل انکی خوشی پر جنہوں نے جھٹلائے
بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُم بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝
ہمارے حکم اور جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا اور وہ اپنے رب کی برابر کرتے ہیں

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا - یہ ایک شبہہ ہے جسپر مشرکین اپنے شرک و کفر میں چپٹے ہیں اور وہ یوں کہ مشرکوں وغیرہ کے کفر
و فسق سے اوتعالے مطلع ہے وہ چاہے تو متغیر کردے اور ایمان دیدے اور کفر سے روک دے تو جب متغیر نہ فرمایا تو مشرکین نے دعوی کیا
کہ وہ ہمارے افعال پر راضی ہے۔ قال البیضاوی یہ زمانہ آیندہ کی خبر ہے اور اسی کے موافق واقع ہونا دلیل اعجاز ہے اور یہ واقع ہوا
چنانچہ مشرکوں نے کہا کما فی قولہ تعالے وقالوا لو شاء الرحمن ما عبدناہم الآیۃ۔ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا ای اشرکنا نحن لہ

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ اے ذلک التحریم جزیناہم بسبب ظلمهم بما سبق فی سورة النساء - یہ تحریم تھی کہ ہمنے انکو
جزا دی تھی یہود کو بسبب انکے ظلم کے جو سورہ نساء مین مذکور ہو چکا - وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ یعنی جو چیزین ہم نے فرمائی ہین اور
اور جو وعدہ و وعید ہم دیتے ہین انمین ہم سچے ہین - وقال الحافظ فی قولہ ذلک جزیناہم الخ - یعنی یہ تنگی و تحریم جو ہمنے انپر لازم
کردی یہ انکے افعال ظلم کی سزا تھی کہ انھون نے بغاوت ومخالفت کی - کما قال تعالے فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیهم طیبات احلت لهم
الآیہ - اور قولہ انا لصادقون - یعنی ہمنے جو انکو جزا وسزا دی اسمین ہم عادل ہین اور ابن جریر رح نے فرمایا کہ یعنی اے محمد جو ہمنے تجھکو خبر دی کہ یہود
کی مخالفت و نافرمانی سے ہمنے انپر یہ چیزین حرام کردین یہی صحیح ہی اور وہ لوگ جو بہتان کرتے ہین کہ حضرت یعقوب نے حرام کرلی تھین یہ غلط ہی اور قولہ
کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ الآیہ کی تفسیر مین مفصل گذر چکا ہی - پھر واضح ہو کہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہی کہ
عمر بن الخطابؓ کو خبر پہونچی کہ سمرہؓ نے شراب فروخت کی ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالے سمرہ کو قتل کرے کیا اسکو یہ نہین معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا ہی کہ لعنت کرے اللہ تعالے یہود پر کہ چربی انپر حرام کی گئی تھی اسکو انھون نے پگھلا کر فروخت کیا - رواہ البخاری ومسلم - واضح ہو کہ سمرہؓ سے اجتہاد
مین خطا ہوئی کہ شراب کی بیع جائز سمجھے حالانکہ سلف وخلف نے اسکے حرام ہونے پر اتفاق کیا ہی مگر آنکہ بعض سے اسطرح اجتہاد مین خطا ہوئی جسکو
انھون نے ترک کیا - جابر بن عبداللہؓ سے سال فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کا حکم مروی ہی کہ اللہ تعالے و اسکے رسول نے شراب ومردار و سور و
بتون کی بیع حرام فرمائی تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ مردار کی چربی سے آگاہ فرمایئے کہ اس سے کھالین چکنائی جاتی اور کشتیون پر طلاء
کیا جاتا ہی اور لوگ اس سے چراغ روشن کرتے ہین تو فرمایا کہ نہین وہ حرام ہی پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے یہود کو قتل کرے انپر چربیان
حرام ہوئی تھین اسکو انھون نے پگھلا کر فروخت کرکے اسکا ثمن کھایا - رواہ الجماعة من طرق عنہ - عن ابی ہریرہ مرفوعاً اللہ تعالے
یہود کو قتل کرے انپر چربیان حرام ہوئین اسکو بیچکر اسکے دام کھائے - رواہ البخاری ومسلم وفی روایة عن ابن عباس مرفوعاً اسکے دام
کھائے اور اللہ تعالے نے کسی قوم پر کوئی چیز حرام کردی تو اسکے دام کھانا بھی حرام کردیا ہی - قال المترجم اصل لفظ مین انحصار ہی
بقولہ ان اللہ لم یحرم علی قوم اکل شیء الا حرم علیهم ثمنہ - رواہ ابن مردویہ وابو داؤد والامام احمد - اس سے ایک کلیہ اصل ثابت ہوئی
کہ جس قوم پر جو چیز حرام ہی تو اسکے دام بھی حرام ہین - قال المترجم اگر کہا جاوے کہ فقہ حنفیہ مین چیتے و بلی وغیرہ کی بیع جائز ہی
حالانکہ یہ چیزین کھانا حرام ہی تو جواب یہ ہی کہ اگر ان چیزون کا گوشت فروخت کرین تو حرام ہی ورنہ زندہ بغرض پالنے کے فروخت ہوتی
ہین اور بعض نے کہا کہ بلی کے دام بھی حرام ہین اور یہی احوط ہی واللہ اعلم - فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فیما جئت بہ - فَقُلْ لهم
رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ حیث لم یعاجلکم بالعقوبة وفیہ تلطف مدعائهم الی الایمان - پھر اگر کافر لوگ تجھکو جھٹلاوین
اس چیز مین یعنے اس چیز شرع مین جو تو انکے پاس لایا تو کہدے انسے کہ تمھارا پروردگار وسیع رحمت والا ہی کیونکہ تمکو اس جھٹلانے
پر جلد ماخوذ کرکے عذاب نہین دیا بلکہ مہلت و تاخیر دی ہی کہ غور وسمجھ کے بعد ایمان لاؤ - اسمین مہربانی ہی انکو ایمان کی طرف بلانے مین
پھر تہدید فرمائی - وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ اذا جاء ہم اے عذابہ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ یعنی نہین رد ہوتا عذاب الٰہی گنہگار
قوم سے جسوقت آجاتا ہی - یعنی قوم گنہگار اگر راہ پر نہ آئے تو جب عذاب آگیا تو پھر نہین مہلت ہوتی ہی ف - فی العرائس - قولہ
فان کذبوک فقل الخ - اسمین آنحضرت صلعم کے دل کو تسلی فرمائی اور طمع دلائی کہ جسکے حق مین عنایت ازلی کے ساتھ ایمان مقدر ہوا ہی
وہ اللہ تعالے کے باب لطف و عفو و کرم کی طرف رجوع لاویگا اور بخشا جاویگا اگرچہ فی الحال امتحان کی صورت مین قوادپڑا ہو اور قولہ ذو رحمة

عموم مراد ہو تو جملہ مشئوم کی حرمت لاحق کیجائیگی - پھر واضح ہو کہ میتة سے مراد وہ ہے جو عرف مین مردار کہتے ہین یعنی فوم حاوے ورنہ فسقاً کا عطف ہے اور وہ بھی شرعاً مردار ہے - اگر کہا جاوے کہ آیت مکیہ سے تحریم بالعدمین جمہور کو الحاق کی کیا حاجت ہوئی بسبب آنکہ کہ مین وحی وحی تھی تو جواب یہ کہ سورہ بقرہ مدنیہ آیت مین بھی بقولہ انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر الآیۃ یہی چار چیزین بلفظ حصر انما مذکور ہین پس مدنیہ آیت مطابق مکیہ ہوئی - پس جمہور کے نزدیک منحصر نہین بلکہ جو بنص کتاب وسنت حرام ہے مانند بلی وکوے وچیل و ہد ہد وخفاش وغیرہ کے اور جو محرمات کے ذیل مین داخل ہین بنا بر بیان اصول کے سب حرام ہین-

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ

اور یہود پر ہمنے حرام کیا تھا ہر ناخن والا اور گائے اور بکری مین سے حرام کی ان دونون کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر یا آنت مین یا ملی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہمنے انکو سزادی انکی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہین پھر اگر تجکو جھٹلاوین تو کہہ تمہارے رب کی مہربانی بڑی سمائی ہے اور پھرتا نہین ہے اسکا عذاب گنہگار لوگون سے

وعلی الذین هادوا یعنی یہود پر خاصۃً اور تقدیم ظرف اسواسطے کہ انھین کے ساتھ اسکا اختصاص ثابت ہو - حرمنا کل ذی ظفر ہو مالم تفرق مین اصابعہ کالابل والنعام - ذی ظفر یعنی ناخن والا ہر وہ چوپایہ و پرندہ ہے جسکے اصابع مین تفرق نہو جیسے اونٹ وشترمرغ وغیرہ - وقیل ذی ظفر ہر پرند وچوپایہ جسکے ایک اصبع ہو اور اسمین حافر وخف ومخلب بھی داخل ہے پس اونٹ وگائے و بکری وشترمرغ وبط وغیرہ سب داخل ہین اور نیز ہر چوپایہ جسکے حافر ہو اور پرند جسکے مخلب ہو شامل ہے لیکن حافر وخف کو ظفر کہنا مجاز ہوگا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ذی الظفر وہ جو منفرج الاصابع نہو خواہ بہائم مین سے ہو یا پرندون مین سے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جس بہیمہ کے توائم مین انفراج نہو اور جسکے توائم مین انفراج ہو اسکو یہود کھاتے ہین - شاید یہود کا ذکر باعتبار بخصوص حرمت کے ایک اصل وقاعدہ پر ہے بخلاف مشرکین کے کہ انھون نے اپنے وہم پر بدون کسی اصل کے نکالا تھا - ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما - الثروب وشحم الکلی - ثروب جمع ثرب کی اور کلی جمع کلیہ بمعنی گردہ - پس کالین مین کہا کہ ثرب وہ شحم رقیق جو کرش یعنی اوجھ وآنتون پر لپٹی ہوئی ہے - اور یہی قاموس مین مذکور ہے اور یہ تفسیر بنظر لغت ہے اور مراد یہان فقط وہ چربی ہے جو اوجھ پر ہو جیسا کہ علامہ قرطبی رحمہ نے تفسیر کی ہے - الا ما حملت ظهورهما سوائے اسکے جو معلق ہو اسمین سے ان دونون کے ساتھ مین یعنی سوائے اس چربی کے جو گائے وبکری کی پشت سے لگی ہو وہ روا ہے اور سدی وابو صالح نے کہا کہ دُنبہ کی چکتی بھی منجملہ اسکے ہے جسکو پشت اٹھائے ہوئے ہے - اور ابن جریج نے کہا کہ چکتی کی چربی ہے کہ مختلط ہے عصعص سے وہ حلال ہے اور جملہ توائم وپہلو وآنکھ و سر و اندر اسکے اور جو ہڈی سے مختلط ہو وہ حلال ہے - کما قال تعالے - او الحوايا او حملتہ الحوایا وہی الامعاء جمع حاویاء او حاویۃ یا اسکو اسعا اُٹھائے ہوئے ہون - اور حوایا جمع حاویہ یا رکی ہے یا جمع حاویہ کی ہے بمعنی انت اور اولی آنکہ کہا جاوے حوایا بمعنی مباعر جمع مبعر ہے یعنی مینگنی کی جگہ ہوتی ہین یعنی جانورون کی آنتین پس جو چربی انپر ہو وہ یہودیون پر حرام نہ تھی اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے - او ما اختلط بعظم یا جو چربی کہ ہڈی سے مختلط ہو اور وہ چکتی کی چربی ہے کہ وہ انکے واسطے حلال ہوئی تھی

وعائشہ رضی اللہ عنہم سے ومذہب مالک رحہ سے روایت کیا جاتا ہی کہ جو کچھ اس آیت مین مذکور ہی وہی حرام ہی - مؤلف فتح البیان نے کہا کہ یہ قول ساقط اور مذہب نہایت ضعیف ہی کیونکہ یہ مستلزم ہی کہ سوائے انکے جو بعد کو قرآن اترا اس سے اہمال ہوا اور جو نبی صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے بعد نزول اس آیت کے حرام فرمایا اسکا اہمال ہو - قال المترجم یہ جواب شافی نہین ہی کیونکہ استدلال ابن عباس رض وغیرہ کا انحصار اس آیت سے ہی کیونکہ جب مستثنیٰ منہ عام بقدر ہوا تو محرمات کا انحصار انھین چیزون مین ہوگیا جو آیت مین مذکور ہین اور جواب یون بہتر ہی کہ فیما اوحی الیّ کی قید ہی پس مکہ مین اسوقت تک جو وحی ہوئی تھی اسمین سوائے اسقدر محرمات کے اور نہ تھین اور اس سے یہ الزام نہین کہ بعد کو اور محرمات نہونگی پس آنحضرت صلعم نے جو حدیث سے حرام فرمائین اور جو مابعد مین کلام مجید سے حرام ہوئین وہ سب حرام ہین - قال المترجم بہتر ہی کہ تفصیل اسکی تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے ترجمہ کرون - قولہ تعالیٰ قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرمًا علی طاعم یطعمہ الخ - بعض نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ لا اجد شیئا مما حرمتم حرامًا فیما اوحی الیّ سوی ہذہ - مترجم کہتا ہی کہ مفسر رح نے اتقان مین بعض مشائخ متاخرین شافعیہ سے یہ قول نقل کیا کہ اسمین مختار قول مالک رح ہوتا اگر شافعی رح نے یہ اخلال نکیا ہوتا کہ پہلے مشرکون کے اپنے نفس سے گڑھے ہوئے محرمات بیان کرنے کے بعد انکو رد کردیا کہ مین ان چیزون مین سے جنکو تم حرام جانتے کوئی بھی وحی سے حرام نہین پاتا سوائے ان چیزون کے - قال المترجم اسمین شک نہین کہ یہ قول نہایت سنجیدہ و پسندیدہ ہی کیونکہ سیاق صرف مشرکون کے محرمات کا رد ہی نہ بیان طریقہ تحلیل و تحریم بتمام و کمال کما لا یخفی فتامل - اور بعض نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ لا اجد فی الحیوانات شیئا حرامًا سوی ہذہ - اس بنا پر جو تحریمات بعد اسکے سورہ مائدہ وغیرہ مین نازل ہوئی ہین اور احادیث صحیحہ مین وارد ہوئی ہین وہ اس آیت کے مفہوم کی اٹھانے والی ہونگی - اور بعضے اسکو نسخ کہتے ہین اور متاخرین مین سے بہتیرے اسکو نسخ نہین کہتے کیونکہ یہ از باب رفع اباحت اصلی ہی واللہ اعلم - وقال المترجم اور مین نے ایک جواب اور بھی اوپر ذکر کردیا اور بعد تامل کے مرجع واحد ہی - ابو مجلز و قتادہ نے گوشت مین مختلط خون مباح ہونے کا فتویٰ دیا عمرو بن دینار رح نے کہا کہ مین نے جابر بن زید سے پوچھا کہ لوگ زعم کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے پالو گدھون کے گوشت سے زمانہ خیبر مین منع فرمایا تو کہا کہ یہ بات تو ہمارے پاس حکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ بصرہ مین کہتے تھے ولیکن اس سمندر یعنی ابن عباس نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت پڑھی - قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرمًا الآیہ - رواہ البخاری وغیرہ - اور ایک روایت مین ابن عباس سے بعد آیت پڑھنے کے یون ہی کہ پس جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا وہ حلال ہی اور جو حرام کیا وہ حرام ہی اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہی - رواہ الحاکم و ابوداؤد وغیرہ - اسمین دلیل ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہی اور یہ مرفوع و موقوف و آثار و آیات سے ثابت ہی اور بخاری وغیرہ مین حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مری بکری کی کھال لیکر دباغت کرلینے کی آنحضرت صلعم سے اجازت بلکہ حکم دینا مذکور ہی اور یہی آیت پڑھکر فرمایا کہ اسکا گوشت کھانا حرام فرمایا گیا ہی اور ابن عمر رض نے قنفذ کھانے کے مسئلہ کے جواب مین یہ آیت پڑھ دی پھر ایک نے بروایت ابو ہریرہ رض آنحضرت صلعم سے بیان کیا کہ آپ نے قنفذ کے حق مین فرمایا کہ وہ خبائث مین سے ایک خبیث ہی تو ابن عمر رض نے کہا کہ اگر حضرت صلعم نے ایسا فرمایا تو یون ہی ہی جیسا حضرت صلعم نے فرمایا - رواہ ابوداؤد و سعید بن منصور - بالجملہ سورہ مائدہ مین منخنقہ و موقوذہ و متردیہ و نطیحہ وغیرہ کی حرمت بعد کو نازل ہوئی اور کتون وغیرہ کی حرمت بھی صحیح ثابت ہی - بالجملہ اگر آیت بین محرمات عموم حیوانات ماکولہ کا ہی تو اسکے بعد جو تحریم اس بارہ مین نازل ہوئی وہ اسکے ساتھ ملائی جاویگی اور اگر حیوانات وغیر حیوانات سے مشعر ہی

رزق ہی اور وہ عرفان کی دلیل سے تحقیق حاصل کرنا اور روح کے واسطے رزق ہی اور وہ محبت اصطلح کہ سچائی سے تمام موجودات عالم سے
احتراز کرے اور سر باطن کے واسطے رزق ہی اور وہ ایسا شہود ہی کہ اسی کے قریب معائنہ و دیدار ہی۔ یعنے جو قیامت مین حاصل ہوگا و یہ
اسرار اسکا نمونہ ہی واللہ اعلم بالصواب پھر جب اوتعالے نے اہل جاہلیت کے طریقہ کا جہالت و گمراہی ہونا بیان کر دیا تو بیان صحیح
اسکے پیچھے فرمادیا کہ تحلیل و تحریم بدون وحی آسمانی نہین ہو سکتی ہی

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ

تو کہہ میں نہیں پاتا جس حکم مین کہ مجھکو پہونچا کوئی چیز حرام کھانے والے کو جو اسکو کھاوے مگر یہ کہ وہ

مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ

مردہ ہو یا لوہو بہینک دینے کا یا گوشت سور کا کہ وہ ناپاک ہی یا گناہ کی چیز جس پکارا

اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اللہ کے سوا سے کسی کا نام پھر جو کوئی عاجز ہو نہ زور کرتا نہ زیادتی تو تیرا رب معاف کرتا ہی مہربان

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا اے شیئًا محرما یعنے کوئی چیز مین حرام نہین پاتا اس کلام مین جو مجھپر وحی کیا گیا۔ عَلٰى
طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ کسی کھانے والے پر جو اسکو کھاوے۔ خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ برخلاف اپنی راے و ہواے نفسانی سے
گھڑنے والے جاہل مشرکون کے کہ وہ بعضی چیزین مردون پر حلال و عورتون پر حرام کرتے تھے۔ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً بعض نے
یکون بیاء تحتیہ اور میتۃ کو رفع پڑھا اور اکثر قرار نے نصب پڑھا۔ اور بعض یعنے ابن کثیر و حمزہ رح نے تکون بتاء فوقانیہ پڑھا ہی۔
معنی اسکے استثنا ہین پس مستثنی منہ یا تو لفظ عام مقدر ہی جیسا کہ مفسر رح نے اشارہ کیا یعنی کوئی چیز محرم نہین پاتا یا مراد انکہ ان اشیاء
بحیرہ و سائبہ وغیرہ سے جنکو مشرکین حرام کرتے تھے کوئی چیز حرام نہین پاتا مگر آنکہ ہووے وہ چیز مردار۔ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون
روان بخلاف اسکے جو روان نہو مانند جگر و تلی کے یا گوشت سے مخلوط کے کہ وہ حلال ہی۔ اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ یا سور کا گوشت جو
فَاِنَّهٗ رِجْسٌ کیونکہ وہ ناپاک یعنی حرام ہی۔ لحم کی خصوصیت بوجہ قولہ طاعم یطعمہ کے ہی کیونکہ گوشت ہی کھایا جاتا لیکن سور کا گوشت
حرام ہی تو دیگر اشیاء بدرجہ اولی حرام ہین اور فانہ کی ضمیر بعض نے خنزیر کی طرف راجع کی یعنے فان الخنزیر رجس کیونکہ سور نجس ہی پس
اسکی بالکلیہ حرمت ثابت ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ نجس العین ہی۔ اَوْ فِسْقًا یا فسق ہو جسکی یہ صفت ہی کہ۔ اُهِلَّ لِغَيْرِ
اللّٰهِ بِهٖ غیر خدا کے واسطے اسکا اہلال کیا گیا ہو یعنے غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ قال النیشاپوری ذبیحہ حلال ہونے مین دو شرط
ہین ایک تو اسپر اللہ تعالے کا نام لیا جاوے اور دوم اللہ تعالے کی طرف تقرب کے واسطے ذبح کیا جاوے پس مشرکین بعض کو اللہ تعالی
کے نام پر ذبح کرتے اور بعض پر بت کا نام لیتے اور تقرب کسی مین نہ تھا۔ فسقًا عطف ہی لحم خنزیر۔ پر اور درمیان مین جملہ معترضہ ہی۔ اور بعض
نے کہا کہ جائز ہی کہ اہل کا مفعول لہ ہو یعنے اہل لغیر اللہ بہ فسقا۔ اور بعض نے کہا کہ محل مستثنی پر عطف ہو سکتا ہی یعنے الا ان یکون او الا
فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مضطر ہوا یعنی اضطرار ہوا بسبب شدت بھوک کے ان مذکورات مین سے کسی چیز کے کھانے کی طرف پس
اسنے کھائی۔ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ اسکی تفسیر گذر چکی ہی فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ مفسر رح نے کہا کہ جو محرمات مذکور ہوئے
اسکے ساتھ سنت سے لاحق کیے گئے ہین ہر درندہ جانور اور ہر پرند شکاری کہ انکا گوشت بھی حرام ہی۔ واضح ہو کہ ابن عمر و ابن عباس

سے یہ تحریم و تحلیل زبحیرہ و سائبہ جانا کیونکہ حضرت اسمٰعیل ع کے وقت مین نہ تھا تو کسی قیاسی قاعدہ سے نکالا ہوگا کیونکہ توقیفی تو ثابت نہین
پس علت بھی ذکورت وانوثت واشتمال رحم کی باطل علاوہ برین انعام مین سے فقط ابل کے ساتھ یہ خصوصیت کس جہت سے ہی پس جب
توقیفی نہین اور نہ کوئی اصل شرعی ہی تو شاید تم نے خود حاضر ہو کر سُنا ہوگا یہ بالضرور باطل پس خواہ مخواہ تم جھوٹے ہو۔ اور امام فخر رازی نے
کبیر مین معنی آیت مین دو وجہ دیگر لکھین ایک یہ کہ یہ کلام انکے قول کا باطل ہونا ثابت کرنے پر استدلال نہین بلکہ استفہام انکاری ہی یعنے تم
کسی نبی کی نبوت کا اقرار و اعتراف نہین کرتے تو کیونکر کہتے ہو کہ یہ حلال ہی اور وہ حرام ہی۔ اور دوم آنکہ اللہ تعالےٰ نے انعام کے آٹھ ازواج
بیان فرمائے تو تم نے بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام کی تخصیص فقط جنس اونٹ سے کیونکر رکھی اور باقی تین اقسام مین کیون چھوڑ دی ہی قال
المترجم رازی رح نے ان دونون وجہون کو اپنی طرف منسوب کیا ولیکن مترجم کے نزدیک دونون وجہین بہت ضعیف ہین اور
شاید یہ کہ یہ فقط اسی وہم سے ہی جو مترجم نے بیان کر دیا اور امید ہی کہ انشاء اللہ تعالےٰ جس طرح مترجم نے دفع وہم مین توفیق الٰہی
تقریر کر دی ہی اب کسی کو وہم کی گنجایش نہوگی والحمد للہ رب العالمین۔ بالجملہ ثابت ہوا کہ مشرکون نے شیطانی احکام کی پیروی کی اور
اللہ تعالےٰ پر افترا باندھا لہذا فرمایا۔ فَمَنْ اَظْلَمُ اے لا احد اظلم۔ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا کوئی نہین بڑھکر ظالم
ایسے شخص سے جسنے اللہ تعالےٰ پر افترا باندھا در ضمن ان تحریم و تحلیل مذکورہ مین۔ لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ تاکہ گمراہ
کرے لوگون کو بدون علم کے۔ یعنی جہالت سے۔ قال الخطیب فی السراج المنیر یعنی بدون علم شرعی کے لوگون کے گمراہ کرنے کے واسطے
اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھا تو اس سے زیادہ کوئی ظالم نہین ہی جیسے عمرو بن لحی تھا جسنے سب سے پہلے بحیرہ کرنا اور سائبہ چھوڑنا نکالا اور دین ابراہیم
علیہ السلام کو بگاڑا اور اسی وعید مین ہر وہ شخص بھی شامل ہی جو عمرو بن لحی کے طرز پر ہو یا نئی نکالے کوئی ایسی بات جسکا حکم اللہ تعالےٰ نے یا اسکے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین دیا اور اسکو اللہ تعالےٰ کا حکم بتاوے یعنی شرعی بات بتلا دے پس وہ بھی اظلم ہی اور اس وعید مین داخل
ہی کیونکہ لفظ عام ہی تو تخصیص کی کوئی وجہ نہین ہی پس جس کسی نے داخل کی دین اسلام مین ایسی کوئی بات جو اس دین مین نہین تو وہ اس
وعید مین داخل ہی انتہی ترجمہ قول الخطیب رح۔ اور اسی طرف شیخ حافظ ابن کثیر رح نے اشارہ کیا ہی۔ بالجملہ بالاجماع سلامتی کی راہ یہی
کہ آدمی ظاہری اعمال مین انکو بہت کافی سمجھے جو صحابہ رضی اللہ عنہم و سلف صالحین کے وقت مین تھین اور اسنے اپنے نفس کی اصلاح کرکے راہ
شریعت سے مقصود طریقت تک پہونچنے کی اللہ تعالےٰ سے دعا کرے اور شیطان کے وسوسہ و اوہام سے بچ جاوے اور حدیث صحیح مین
ثابت ہوا ہی کہ اللہ تعالےٰ علم کو چھین نہین لیگا بلکہ علماء اٹھ جاوینگے یہان تک کہ جب لوگ جاہلون کو پیشوا بناوینگے تو خود گمراہ اور دوسرون کو
گمراہ کرینگے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اللہ تعالےٰ ہدایت نہین دیتا قوم ظالم کو۔ منجملہ ظلم کے یہ ہی کہ عالم کی بات
نہ مانے کیونکہ نفس پر گران ہوگی اور شیطان کے مخالف ہوگی اور رمان لے جاہل کی بات جو عالم و درویش کی صورت مین ہوتے ہین اور نتیجہ اسکا
یہ کہ گمراہ ہو جاوے نعوذ باللہ منہ۔ فــــــی العرائس قولہ تعالےٰ ومن الانعام حمولۃ وفرشا۔ اشباح و ارواح و قلوب و عقول و اسرار
کے واسطے رزق علیحدہ ہی پس اشباح کا رزق وہ ہی جو عالم فعل مین موافق علم کے اسکے واسطے پاکیزہ و حلال ہو۔ اور رزق ارواح مشاہدہ
تجلی صفات ہی۔ اور رزق وہ انوار غیوب ہین جو اسکو منکشف ہون۔ رزق عقول وہ انوار آیات جو اسکو لائح ہون۔ رزق اسرار وہ دیدار ذات
سے جو علوم خاص اسکو نصیب ہون۔ استاد رح نے فرمایا کہ رزق وہ ہی جس سے انتفاع حاصل ہو اسکی دو قسمین ہین رزق ظواہر اور رزق
سرائر۔ پس اول تو وجود نعمت غیر متناہی ہی اور دوم شہود کرم ہی بلکہ عدم مین گمنام ہو جانا یعنی خودی سے فانی ہو جانا۔ اور قلب کے واسطے

وماده دونون حرام ہین کیونکہ دونون قطعاً رحم سے متولد ہین پھر یہ تخصیص بعض کے کہان سے ہوئے۔ یہ استفہام انکاری ہی اور آیت میں دلیل ہی کہ قواعد شرعی اصول پر ہین اور متفرق باتین نہین ہین چنانچہ کل مسکر حرام وغیرہ بعلت سکر صحیح ہین اور اہل اسلام مین علماء اصول الفقہ رحمہم اللہ تعالے نے اسمین اچھی کوشش کی اللہ تعالے سب پر رحم کامل فرماوے پس جسنے انکو مصنوع سمجھا وہ مردود بدعتی ہی۔ اور نیز آیت مین دلیل ہی کہ ہر تحلیل وتحریم وغیرہ مین علم شرعی معتبر ہی وہ ادلۂ اربعہ یعنی کتاب اللہ تعالے وسنت رسول اللہ صلعم واجماع امت وآخر مین قیاس مجتہد ہی اور قیاس کے معنی یہ ہین کہ ظاہر کرنا بدلیل کہ اس صورت ومسئلہ مین یہ حکم اللہ تعالے کا نکلتا ہی اور یہ معنی نہین ہین کہ قیاس کرکے مجتہد خود کوئی حکم بنادے حتی کہ اگر مجتہد کو کسی مسئلہ مین کوئی حکم الٰہی ظاہر نہو تو وہ خاموش رہے۔ اور نیز واضح رہے کہ بہت سے امور ایسے ہین کہ انمین عقل کو مجال نہین جیسے نمازون کی رکعات اور مثلاً عید کے دن روزہ حرام ہی اور جیسے دارمی وغیرہ کی روایت مین ثابت ہوا کہ کچھ لوگ مسجد نبوی صلعم مین ایک حلقہ کرکے بیٹھے اور اسی طرح ذکر کرنے کا طریقہ نکالا کہ سب کے سب سبحان اللہ پڑھو۔ پھر سب کے سب الحمد للہ پڑھو اسی طرح پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسکو بدعت قرار دیا اور ان لوگون نے کہا کہ یہ تو فقط یاد الٰہی ہی مگر آپ نے ملامت کی اور فرمایا کہ ابھی اتنا زمانہ نہین گذرا کہ حضرت صلعم کے برتن ثابت موجود ہین مگر تم نے بدعتین نکالین۔ راوی کہتا ہی کہ مین نے دیکھا کہ اکثر انمین سے خارجیون کے ساتھ مارے گئے۔ بالجملہ جو امور توقیفی ہین انپر کوئی اصل نہین باندھی جاتی ہی اور یہ سب بتفصیل علماء اصول الفقہ رحمہم اللہ نے بیان کردیا ہی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے ایسے شخص کے حق مین جو رائے سے کوئی مسئلہ بیان کرے دلیل شرعی سے سزا دینا ظاہر فرماتے تھے اور یہ بھی کتب مین مذکور ہی۔ بالجملہ آیت مین مشرکون پر ملامت کی کہ کون علم شرعی تمھارے پاس ہی جس سے تم یہ تحریم وتحلیل کا حکم ظاہر کرتے ہو حالانکہ سوائے دلیل شرعی کے کوئی علم وفن ہو وہ قطعی دربارہ غیب کے نہین ہی۔ پھر اسی طرح دوسری قسم یعنی باقی چار ازواج کے بارہ مین فرمایا۔ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ نر وماده۔ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ نر وماده پیدا کین۔ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یعنی انمین بھی از جانب ذکورت حرمت ہی تو سب نر اور از جانب انوثیت مادہ اور اشتمال رحم ہی تو دونون حرام ہین حتی کہ چھوٹے سے بڑے تک اور ماسوائے اسکے جو تمکو میسر نہین انمین بھی یہ بات تم نے کس اصول شرع پر قرار دی ہی۔ مشرکون پاس اسکا جواب کہان تھا وہ تو شیطان کی شرع مانتے تھے اور اسی کے وسوسہ سے اللہ تعالے پر افترا کرتے پھر افترا و باطل سب بے بنیاد ہین وہ کہان تک چل سکتے ہین۔ لامحالہ لاجواب ہوئے پھر انکو اور بھی تبکیت کی اور شرمندہ کیا بقولہ۔ اَمْ كُنْتُمْ اے بل کنتم۔ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا علم وحی تو نہین ہی بلکہ یہ کہو تم وہان حاضر موجود تھے جب اللہ تعالے نے تمکو اس تحریم کی وصیت فرمائی پس تم نے اسپر اعتماد کیا اور کہنے لگے کہ۔ اللہ امرنا بہا۔ اللہ تعالے نے ہمکو اسکا حکم کیا ہی۔ حاصل آنکہ یہ سب تو کچھ نہین پس ضرور تم اس دعوے مین جھوٹے ہو افترا باندھتے ہو اور ڈرو اللہ تعالے سے کہ خواہ مخواہ مروگے اور مرتے ہی عذاب مین پڑوگے۔ واضح ہو کہ بعض کو یہ واہم ہوا کہ شرع مین بعض امور توقیفی ہین کہ جہان تک بتلائے گئے ہین انہین تک واقفیت ہی اسپر قیاس نہین ہو سکتا لہذا مشرکین اپنے افترا کی تحریم وتحلیل کو بھی توقیفی کہہ سکتے تھے پس رد کیونکر ہوا تو جواب اس وہم کا یہ ہی کہ مشرکین نے اسکو اللہ تعالے پر افترا باندھا تھا اسکو رد کردیا کہ تم علم شرع سے بتلاؤ کہ چار ازواج ضان ومعز مین اور چار ازواج ابل و بقر مین تم نے کس شرع ابراہیم واسمعیل علیہما السلام

جو اللہ تعالے نے تمہارے واسطے حلال کیا اسکو کھاؤ اور شکر الٰہی ادا کرو اور ہر وقت اپنے نفس کی اصلاح کرو تاکہ کمال و رضائے الٰہی کو پہونچو اور شیطان سے ہوشیار ہو۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بین العداوۃ - وہ یعنی شیطان تمہارا کھلا دشمن ہی اسنے تمہارے باپ آدم کو جنت سے نکالا اور تمہاری گمراہی کا بیڑا اٹھایا ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون - تم مین سے بہت سے گروہ اگلون کے اسنے گمراہ کر ڈالے یہانتک کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے پھرے آخرکار بہت سے مختلف عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے اب بھی کیا تم نہین سمجھتے ہو یہانتک کہ شیطان کے حرام بتلانے سے حرام سمجھنے لگتے اور حلال بتلانے سے حلال رکھتے ہو حالانکہ یہ الٹی بات ہی چنانچہ اسنے پاکیزہ گوشت سانڈ اونٹ وغیرہ کا تمپر حرام کیا اسکو تم نہین کھاتے اور خون کو جمع کرکے اسکے کھٹکلے کاٹ کر کھاتے اور مردار جانور اور کھال اور ایسی ہی ناپاک چیزین کھائے جاتے ہو - تمکو ذرا بھی عقل نہین آتی - پھر اسپر تمکو اسنے یوقوف بنایا کہ آخر تمنے اللہ تعالے پر افترا باندھا کہ اللہ تعالے نے ہم کو ایسا حکم دیا ہی - قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء - اللہ تعالے کبھی فحش باتون کا حکم نہین فرماتا - پھر اللہ تعالے عز وجل نے حمولہ و فرش کو بیان کرکے انکو تنبیہ فرمائی کہ تم شیطان کے مسخرے بننے اور عقل سے دور پڑے ہو - ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ بدل واقع ہی حمولہ و فرشا کا - یعنی یہ انعام حمولہ و فرش جملہ ثمانیہ ازواج ہین یعنی چار جوڑ ہین چار صنف کے - اور ازواج جمع زوج کی کبھی بمعنی صنف آتا ہی اور مفسرین وغیرہ نے ازواج بمعنی اصناف لیا ہی - اور بیضاوی رح نے کہا کہ زوج وہ کہ اسکے ساتھ جنس کا دوسرا اسکا مزاوج ہو اور کبھی ان دونون کے مجموعہ کو کہتے ہین - یہان معنی اول مراد ہین - حاصل آنکہ واحد اگر ایسا ہو کہ منفرد ہو خواہ نر ہو یا مادہ تو اسکو فرد بولتے ہین اور اگر اسکے ساتھ اسکی جنس سے جمع ہو جاوے ایک مذکر اور ایک مونث تو دونون کو بھی کبھی زوج کہتے ہین اور ہر ایک کو بھی اس حالت مین زوج کہتے ہین اور رہا مونث کو زوجہ کہنا تو یہ عجمیون کی بولی ہی عرب والے زوج ہی کہتے ہین اور دونون کو زوجان بولتے ہین کما فی قولہ وجعل منہ الزوجین الذکر والانثیٰ - اسی واسطے یہان چار جوڑ کو آٹھ ازواج فرمایا مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ اے زوجین اثنین الذکر والانثیٰ - یعنے ضان سے دو زوج نر و مادہ - وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور معز سے بھی دو زوج نر و مادہ - الضان جمع ضائن اور مادہ کو ضائنہ کہتے ہین اور یہ ان بکریون کی قسم ہی جنپر صوف یعنی پشم ہوتی ہی اور معز اسکے برخلاف جنکے بال اور چھوٹی دُم ہوتی ہی - پس ضان کے نر کو کبش کہتے ہین اور مادہ کو نعجہ کہتے ہین - اور معز کے نر کو تیس اور مادہ کو عنز کہتے ہین پس ثمانیہ ازواج مین سے اربعہ یعنے چار کو یکجا ذکر کیا کہ مشرکین انمین خاص خاص تحلیل و تحریم شیطانی کے معتقد تھے جیسا کہ سابق مین مذکور ہو چکا ہی تو انکو ذکر کرکے فرمایا - قُلْ یا محمد لمن حرم ذکور الانعام تارۃ واناثہا اخریٰ ونسب ذلک الی اللہ تعالیٰ او افترا علیہ - یعنے کہدے اے محمد ہر ایسے مشرک سے جسنے کبھی انعام کے نر کو حرام سمجھا اور کسی صورت مین مادہ کو حرام جانا اور اسکو اللہ تعالے کی طرف نسبت کیا کہ او تعالیٰ نے یون ہی حکم دیا ہی پس ایسے مشرک سے کہہ کہ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ بھلا ہر دو نر کو ضان و معز کو حرام کیا یعنے کبش و تیس کو حرام کیا تمپر اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دونون کے مادہ یعنی نعجہ و عنز کو حرام کیا - اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا وہ کہ مشتمل ہوا اسپر ہر دو مادہ کا بچہ دان خواہ نر ہو یا مادہ ہو - نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ عن کیفیۃ تحریم ذلک - آگاہ کرو مجھکو علم کے ساتھ اسکی تحریم کی کیفیت سے - اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو کہ اللہ تعالی نے تمپر اسکو حرام کیا ہی - معنی یہ ہین کہ کس اصل پر تمکو تحریم بتلائی گئی ہی اگر از جانب ذکورہ ہی یعنی نر ہونے کی جہت سے تحریم آئی ہی تو سب نر حرام ہین پس بعض کی تخصیص کیون کرتے ہو اور اگر مونث ہونے کی جہت سے ہی تو جملہ مونث حرام ہوئین اور اگر اشتمال رحم سے تحریم آجاتی ہی تو نر

الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

شیطان کے وہ تمہارا دشمن ہے صریح پیدا کیے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ میں سے دو اور

الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

بکری میں سے دو پوچھ تو کہ دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا جو بچہ رہا ہے

اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمِنَ الْاِبِلِ

دونوں کے پیٹ میں بتاؤ مجھ کو سند سے اگر تم سچے ہو اور پیدا کیے اونٹ میں

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا

دو اور گائے میں دو پوچھ تو کہ دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ

جو بچہ رہا ہے دونوں کے پیٹ میں کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ نے تم کو یہ حکم دیا

بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ

پھر اس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر تا لوگوں کو بہکا دے بغیر

عِلْمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

تحقیق بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو

بقیہ تحقیق اور تنبیہ کو اللہ تعالےٰ نے مشرکوں کے رد اور مومنوں کی ہدایت کے لیے بیان فرمایا۔ وَمِنَ الْاَنْعَامِ انعام جمع نعم غالب استعمال اسکا اونٹ و گائے و بکری کے انواع میں ہے اور تحقیق اوپر گذری ہے یعنے اور اسی پاک پروردگار خالق تعالےٰ نے پیدا کیے جملہ جانور اور انہیں سے انعام سے کر دیے حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا حمولہ و فرش۔ پس حمولہ بروزن فعولہ بمعنی فاعل جسمیں مذکر و تانیث یکسان لفظ سے آتی ہے۔ قال المفسر ایسے انعام جو لادنے کے کام کے لائق ہیں مانند بڑے اونٹوں کے۔ اور فرش وہ جو بوجھ لادنے کے لائق نہیں جیسے چھوٹے اونٹ و بکریان۔ انکو فرش اسواسطے کہتے کہ مانند زمین کے مفروش ہیں یا زمین پر فرش ہیں بسبب زمین سے نزدیک ہونے کے۔ عن عبداللہ بن مسعود رض حمولہ وہ اونٹ جنپر لادا جاتا ہے و فرش چھوٹے اونٹ۔ رواہ الحاکم و صحیحہ وکذا قال ابن عباس و مجاہد۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ حمولہ تو اونٹ و گھوڑے و خچر و گدھے و ہر جانور جسپر لادا جاوے۔ اور فرش وہ بکری بھیڑی ہیں۔ اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا اور کہا کہ میرے خیال میں فرش اسوجہ سے کہا گیا کہ زمین سے نزدیک زیادہ ہوتے ہیں قال المترجم یہ تفسیر بنا بر انکہ انعام کا لفظ جملہ چوپایہ کو سوائے درندے و اسکے مانند کے شامل ہے۔ ربیع بن انس و حسن و ضحاک و قتادہ وغیرہ نے کہا کہ حمولہ اونٹ و گائے اور فرش بکریان۔ مفسر رحمہ اللہ نے شاید قول ابن عباس بروایت علی بن ابی طلحہ اختیار کیا کما یظہر من ظاہر کلامہ اور زجاج رح نے کہا کہ اہل لغت کا اجماع ہے کہ فرش چھوٹے اونٹ ہیں۔ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کھاؤ اس چیز سے جو تم کو اللہ تعالےٰ نے رزق دیا۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ خطوات جمع خطوہ بمعنی قدم اور مراد طریقے ہیں یعنے بعض کو ان انعام میں حرام و بعض کو حلال سمجھتے ہیں جو شیطانی طریقوں کی تم نے پابندی کی ہے وہ چھوڑو اور

سے گھاس ہی پیدا ہوتے ہیں اور بعضی ایسی ناقص ہیں کہ انمیں کچھ بھی نہیں پیدا ہوتا اسی طرح قلوب بنی آدم میں اور یہ مثال حدیث صحیح میں بھی مذکور ہوئی ہی جسکو مترجم نے پارۂ اول میں مع تشریح قول الشیخ محی الدین بن العربی ذکر کیا ہی پس یہ سب پوری مثال ہی اور کیا اچھی تمثیل ہی اور اگر اللہ تعالے چاہے تو شور و کھاری زمین سے اگا دے لیکن اسنے نہیں چاہا اور عجب ہی کہ لوگ دیکھتے ہیں اور بیان قدرت الٰہی میں شک نہیں لاتے حالانکہ کافر و مشرک میں تقدیر و مشیت میں منافق و متردد ہو جاتے ہیں اللھم اھدنی فیمن ھدیت واغفرلی انک انت الغفور الرحیم اور ہرگز وہ لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں ہدایت پر نہونگے جب تک تقدیر پر ایمان نہ لاویں اور یہ سمجھیں کہ وہ کس کسیت کی بھولی ہیں جو تمام حکمت الٰہی کو سمجھ جاویں ایک ناچیز بلکہ ہیچ مخلوق پس وہ بڑا گدھا ہی جو اس خوض میں پڑا کہ تقدیر سے واقف ہو پس اے اہل ایمان ثابت رہو اور اخلاق پر احکام الٰہی سے تقوی کرو والسلام - قال الشیخ پھر ان باغوں کے پروردگار مالک ذو الجلال نے بندوں کو خطاب فرمایا کہ ان پھلوں و میوہ جات سے ضرور انتفاع حاصل کریں تاکہ قوت ایمان و نور یقین بڑھ جاوے اسی واسطے فرمایا - کلوا من ثمرہ اذا اثمر - پھر بندوں کو حکم دیا کہ ان نعمتوں کی زکوٰۃ مریدوں و طالبوں کو بیان و ہدایت و نصیحت و اتباع سنت سے مع بیان مقامات و حالات کے ادا کریں بقولہ تعالے واٰتوا حقہ یوم حصادہ - یعنی جب احوال اعمال مستقیم و کامل ہوں تب ایسا کرو قال المترجم اسمیں تصریح ہی کہ کسی شخص کو روا نہیں کہ بدون اپنی اصلاح کے مقامات و حقائق کو بیان کرے اور بہت سے مشائخ نے یہ تصریح کردی ہی اور مکاری و فریب سے عارف بننا آخر کار گمراہی ہی اور نصیحت اعمال شرع کی علی العموم فرض ہی جیسے اپنے نفس کی اصلاح فرض ہی اور پیر بننا بڑے خطرہ کا مقام ہی اکثر ایسا ہوتا ہی کہ آدمی اچھا ہی پھر پیر بنکر عجب و غرور و شیطانی ہوسات میں پڑکر بدتر ہو گیا اللھم انی نعوذ بک - قال الشیخ پھر لوگوں کو حکم کیا کہ یہ نعمتیں ان بندوں سے جو اسکے لائق و مستحق ہوں دریغ نکریں بقولہ تعالے ولا تسرفوا - کیونکہ مستحق کو نہ دینا ظلم ہی جیسے غیر مستحق کو دینا اسراف ہی - قال المترجم عبد الرحمن بن زید بن اسلم رح سے روایت ہی کہ یہ خطاب مسلمانوں کے سرداروں کو ہی جو زکوٰۃ وصول کرتے ہیں چنانچہ انکو حکم دیا کہ حق واجب سے بڑھتی نہ لیویں اور غیر مستحق کو نہ دیویں - پس جو اشارہ شیخ نے ذکر کیا انھیں حضرت ابن زید کے قول پر مستقیم ہی اور توضیح اشارہ یہ ہی کہ ہر عارف کو ان مقامات سے جسقدر پھل ملا ہو اس سے زیادہ حق ظاہر نہ کرے اور ان علوم میں سے غیر مستحق کو نہ دیوے اور حاصل یہ کہ لوگوں کی تعلیم میں انکو درجہ بدرجہ چڑھاوے حتی کہ جسقدر قلب انکا صاف ہوگا اسی قدر انوار سے اور فہم خطابت سے آگاہ ہونگے پس جسنے مبتدی کو اسرار سنا دئے اسنے اسکو گمراہ کیا اور اپنے اوپر وبال لیا - فافہم - قولہ تعالے انہ لا یحب المسرفین ہ - بعد اسکے وہ شخص خود ان باغوں و انوار سے محجوب ہوگا - اللہ تعالے اپنے فضل و کرم سے جسکو عطا فرماوے وہی بندہ ہی اور جو بندہ ہی اسی کو عطا ہوتے ہیں کیا اچھے باغ ہیں کیا خوب حالات ہیں کیا پاکیزہ بلبل ہیں کیا خوبصورت انکی تسبیح ہی کہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم - حضرت استاذ رح نے اس آیت میں فرمایا کہ ظاہری باغوں سے جو قدرت الٰہی سے تمام روئے زمین پر نظر ڈالنے سے پیدا ہوتے ہیں انسے باطن و قلوب کے باغ بہت ہی خوب ہیں گویا یہ مجاز اور وہ حقیقت میں انکی سرسبزی و شادابی اور رنگ چاند و سورج و انکے آب و تاب کا کیا کہنا انکی زکوٰۃ شکر نعمت ہی اس سے بہت بڑھا دیتی ہی والحمد للہ رب العالمین -

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

اور پیدا کیے مواشی میں لادنے والے اور دبے ۔ کھاؤ اللہ کے رزق میں سے اور مت چلو

وجمال و وصال ومودت و قرب وغیرہ کے مختلف طرح طرح کے پھل پھول ہین پس بعض کے حقایق معاملات وحالات مانند قسم انگور کے محروس ہین باین صفت کہ اُسکے ثمرات درگاہ قدیم سے متصل اور اسکے انوار آسمان لقین تک ساطع ہی اور یہ اُن افعال واقوال کا نتیجہ ہی جو کمال صدق وصفاء قلب سے بندہ کے دل سے او تعالے نے جذب فرماکر اس منزلت کو پہونچایا لقولہ تعالے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ - اور بعض انمین سے غیر معروش ہین جو کہ ہموم وغموم پر چڑھے رہگئے اور یہ مشیت وارادہ الٰہی ہی تاکہ اُسکو ہر مرید وطالب صادق وہان سے لیوے اور یہ عین ایمان ہی جو زمین دل مین ثابت اور اسکی شاخین آسمان پر ہین - کما قال تعالے اصلها ثابت وفرعها فی السماء - مترجم کہتا ہی کہ او تعالے عز وجل نے مومن کی مثال درخت نخل یعنے چھوہارے سے اور کافر ومشرک کی مثال درخت پیاز ولہسن کے مانند سے بیان کی اور حدیث صحیح مین بھی ایسی مثالین آئی ہین اور یہ ظاہر ہی کہ یہ تمثیل باعتبار ایمان وکفر وغیرہ اعمال کے ہی اور یہ متعین ہی کہ ان اعمال واقوال پر آثار قرب ونور وشرح الصدر ورجوع بجانب دار الخلود و دنیا سے بے رغبتی واستعداد موت - وغیرہ ظاہر ہوتے ہین اور یہ سب احادیث وآثار مین مصرح ہین اور دیگر امور شدت محبت ومودت وغیرہ کثرت سے بھی مصرح ہین اور دیگر لوازمات کی طرف اشارہ ہی جنکی توضیح مطلع منبع سنت وکتاب اولیاء اللہ تعالے نے بیان کی ہی - مترجم کہتا ہی کہ اب تجھکو یہ وہم نہو کہ آیات مین باغ پیدا کرنے کا بیان ہی اور شیخ روزبہان رح نے اسکو عبارت آرائی و شاعرانہ خیالات پر محمول کیا کیونکہ مترجم نے مصرح کر دیا کہ کمال بلاغت کلام یہ ہی کہ اس سے علاوہ کامل عین مضمون کے جنکے واسطے بیان ہوا ہی دیگر اشارات مفیدہ ومقصودہ ظاہر ہون اور غیر معروشات کی تفسیر گذری کہ اسکو ہر ایک پا جاوے زمین مین پھیلے ہوئے مانند بطیخ وغیرہ کے ظاہر مین پس اور رگ ایمان ہر مومن کے ساتھ نعمت ہی جب یہ ثابت ہو گیا تو واضح ہو کہ جنات معروشات و غیر معروشات کا اشارہ تو شیخ رح نے بیان کر دیا اب زروع کا بیان رہا تو شیخ نے کہا کہ انکی کھیتیون مین تخم محبت جمنے مین جنکے مزے طرح طرح کے ہوتے ہین چنانچہ اقرار وتقدیس وشوق وعشق وخوف وامید اور عصمت ومعرفت وتوحید وتجرید سب اپنی اپنی استعداد ازلی سے نشوونما پاتے ہین جیسے ظاہر مین ہوا اناج کی شکل وصورت ومزہ مختلف ہوتا ہی - پھر زیتون اسکا اخلاص ہی جو سبنا وصال سے بدہن نور جمال وصبغ صبح جلال پیدا ہوتا ہی اور جو فرمایا کہ متشابہا تو ہر ایک مین منظر نور تجلی سے التباس ہی چنانچہ او تعالی نے وصف فرمایا - الزجاجة کانها کوکب دری یوقد من شجرة مبارکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة یکاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء ویضرب الله الامثال للناس والله بکل شیء علیم - اور نیز اسکا وصف فرمایا لقولہ تعالے وشجرة تخرج من طور سیناء تنبت بالدهن وصبغ للآکلین - اور یہین سے خطاب فرمایا اپنے کلیم حضرت موسی علیہ السلام کو لقولہ تعالے نودی من شاطیء الواد الایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یا موسی انی انا الله - الآیة - پھر رمان یعنے انار کو جو فرمایا تو وہ درخت الہام ہی جسکا پھل حقائق حکمت اور دقائق قدرت ہین - قولہ متشابها وغیر متشابه - یہ امور مذکورہ بعض سے بعض قریب ہین اور بعض سے بعضے بعید ہین کیونکہ بعض حالات و بعض معاملات وبعض واردات وبعض مکاشفات وبعض اسرار وبعض انوار ہین - قال المترجم یہ کوئی بدون قدرت ورضاے الٰہی کے کسی اور شخص سے پیدا نہین ہو سکتے اور تمام جہان مین جو ظاہر مین درختان میوہ دار پیدا ہوتے ہین اور کھیتیان اُگتی ہین انمین باغبان وکاشتکار کو جتنی مداخلت ہوتی ہی وہی اور ون کو آدمیون کے قلوب مین ہی اور جو زمینون کا حال ہی کہ کہاور اور بنجر وغیرہ ہین کسی میوہ اور کسی مین فواکہ اور کسی مین اناج عمدہ اور کسی مین گھٹیا اور کسی مین ساگ پات اور کسی مین لکڑی جلانے کی اور کسی مین جانورون

سواے زکوٰۃ کے ہوگا - عن ابی العالیہ سواے زکوٰۃ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کچھ نہیں دیتے تھے - قال المترجم شاید معنی یہ ہین کہ بمانند زکوٰۃ کے کوئی اور صدقہ انپر بندھا ہوا نہ تھا ورنہ تصدق کرنا تو صحاح و آثار مین بہت ثابت ہی و ممن اختار المذہب الاول من المتأخرین الواحدی والرازی وقد اشار المترجم الی اہل الفتوی فی ہذا الزمان ان لوتاملوا فیما نزل بالناس وافتوا بہذا احب الی مما اختارہ الجمہور واللہ اعلم وہو الموفق للصواب - **وَلَا تُسْرِفُوْا** اور مت اسراف کرو یعنی سب پیداوار صدقہ کرنے مین حتی کہ تمہارے عیال کے لیے کچھ نہ باقی رہے - **اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ** اور اللہ نہین دوست رکھتا مسرفون کو یعنی حد سے تجاوز کرنے والون کو نہیں چاہتا - قال ابو العالیہ حصاد کے روز صحابہ رضی کچھ دیتے تھے پھر اسمین حد سے زیادہ دینا شروع کیا اور اسراف کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا - عن ابن جریج اس آیت کا سبب حضرت ثابت بن قیس بن شماس ہوے کہ انھون نے اپنا باغ خرما توڑا اور کہا کہ نہین آویگا آج کوئی میرے پاس مگر آنکہ مین اسکو دونگا پس برابر دیتے رہے یہان تک کہ شام کو انکے پاس کھوئی چھوہارا نہ رہا تو نازل ہوا کہ ولا تسرفوا انہ لا یحب الآیہ - رواہ ابن جریر عنہ - ابن جریج نے عطاء رح سے روایت کی کہ ہر چیز مین اسراف کرنے سے منع کر دیے گئے - ایاس بن معاویہ بن قرہ نے کہا کہ جسمین تو حکم الٰہی سے تجاوز کرے وہ اسراف ہی - سدی رح نے کہا کہ اپنے مال کو اسطرح مت دو کہ محتاج ہو کر بیٹھ رہو - سعید بن المسیب و محمد بن کعب نے کہا کہ صدقہ دینے سے ہاتھ مت روکو یہانتک کہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرو - قال المترجم اس قول مین اور اقوال اولے مین اسراف بمعنی حد سے تجاوز ہی لیکن اول مین تو بیان اسکا کہ دینے مین اسراف نہ کرو - اور قول دوم مین بیان اسکا کہ بخل کی طرف تجاوز نہ کرو یعنی نہ دو یہانتک کہ بخل تک نوبت پہونچے - وقال مقاتل یعنی زرع و انعام مین بتون و شیطانون کا حق ملا کر شرک نہ کرو - قال الزہری رح یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے طور پر خرچ نہ کرو - قال الحافظ پھر ابن جریر رح نے یہان عطاء رح کا قول اختیار کیا کہ ہر چیز مین اسراف سے ممانعت مراد ہی - اسمین شک نہین کہ یہ قول صحیح ہی لیکن واللہ اعلم سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ کھانے مین اسراف نہ کرنا مراد ہی یعنی کھانے مین اسراف مت کرو کیونکہ اسمین عقل و بدن کو مضرت ہی بمانند قولہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا الآیۃ - اور صحیح بخاری مین ہی کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو بدون اسراف کے اور بدون اترانے کے - قال المترجم سیاق تو مذمت مشرکین ہی کہ بیجا تحریم و تحلیل کرتے تھے پس اظہر و اشمل قول ابن جریر رح ہی واللہ اعلم - پھر قولہ انہ لا یحب المسرفین - جملہ معترضہ ہی کیونکہ تمام سیاق تحقیق ختم ہوا جیسا کہ آیات مابعد سے واضح ہی - اور واضح رہے کہ اوپر کے اقوال سے نکلا کہ خیرات مین بھی اسراف جاری ہوتا ہی چنانچہ ابدأ بمن تعول حدیث صحیح مین حکم ہی کہ پہلے اپنے عیال سے شروع کر یعنی پھر بڑھے تو اورون کو صدقہ دے - وعن مجاہد رحمہ اللہ اگر تو کوہ ابو قبیس کے برابر خدا کی عبادت مین خرچ کر دے تو یہ اسراف نہوگا اور اگر آدھ سیر اسکی نافرمانی مین خرچ کرے تو اسراف ہی - قال المترجم سلف کے اقوال اس بارہ مین بہت ہین اور انمین باہم اختلاف نہین ہی چنانچہ قول مجاہد رح سیاق در بیان اسراف ہی یعنی معصیت الٰہی مین ذرا سا بھی اسراف ہی اور عبادت مین بہت بھی محمود ہی - پس جو شخص کہ پہاڑ برابر راہ خدا مین خرچ کرنے کی استطاعت پاوے اسکو ثواب ہی پس اگر اسطرح خرچ کیا کہ عیال بھوکے رہے اور غیرون کو دیدیا تو اسنے عبادت کے موافق خرچ نہ کیا پس معصیت ہوئی اور اس سے ظاہر ہوا کہ اسکے طریقہ مین اعتماد حدیث صحیح پر ہی جو سابق مین اپنے مقام پر مذکور ہو چکی ہی فتذکر ف - فی العرائس قولہ وہو الذی انشا جنات معروشات وغیر معروشات عارفون کے دلون مین او تعالیٰ نے انوار باطن کے باغ اگائے ہین جنمین مشاہدات و مکاشفات

مراد ہوگا یعنی اسکے حق مین وقت پیدائش کے یہ امر مقدر کیا گیا کہ آیندہ باہم متشابہ ہون منظر مین اور غیر متشابہ ہون مزے مین
کُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ کھاؤ اسکے پھلون سے جب پھل آوین- **قال المفسر** یعنی پکنے سے پہلے- **قال البیضاوی**
یعنی اگرچہ ہنوز پختہ نہوئے ہون- یہ حکم جو دیا گیا بصیغۂ امر تو امر وجوب نہین بلکہ امر اباحت ہی اور یہین سے استدلال کیا گیا کہ امر کبھی
اباحت کے لیے آتا ہی- بعض نے کہا کہ مقصود اس سے یہ کہ حق واجب ادا کرنے سے پہلے اسمین سے کھانا مباح ہی اور بعض نے کہا تاکہ
یہ وہم نہو کہ بدون پکنے کے اسکا توڑنا کھانا نہین چاہیے اور بعض نے کہا کہ احسان ہی کہ ان چیزون کا پیدا کرنا بندون کے کھانے
کے واسطے ہی پھر اگر خالق عز وجل کی نافرمانی کرین تو بہت بڑا ہی اس احسان کو نہ بھولین لہذا فرمایا- **وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ**
اور ادا کرو اسکی زکوۃ کو اسکے حصاد کے روز خواہ دسوان حصہ شرعًا واجب ہو یا بیسوان حصہ واجب ہو- حصاد بالفتح قراءۃ ابوعمرو- ابن
کثیر- ابن عامر- عاصم- ہی اور بالکسر قراءۃ باقی قرار رح ہی- اور یہ دونون لغت ہین اور معنی یہ کہ آخری وقت پر پہونچکر کاٹ کر تیار
ہوجاوے لہذا ابن عباس رض نے بنابر روایت علی بن ابی طلحہ کے کہا کہ یعنی زکوۃ مفروضہ ادا کرو جس دن اسکا پیمانہ کیا جاوے اور
سب ناپ تول معلوم ہوجاوے- رہا حصد- بدون الف تو اسکے معنی مطلق کاٹ لینا یا چن لینا بدون اسکے کہ انتہاء وقت معتبر ہو-
قال سیبویہ جب انتہاء زمانہ مراد ہوتی ہی تو مصدر کو بروزن فعال لاتے ہین اور بسا اوقات اسکی فاء کو کسرہ دیکر فعال بولتے ہین
پھر حق سے یہان کیا مراد ہی زکوۃ یا اور کوئی حق دیگر واجب یا مستحب- اور وہ اب بھی واجب ہی یا منسوخ ہی اور معترجم نے اختیار کیا
کہ مراد زکوۃ ہی مگر اسمین اختلاف ہی چنانچہ تفسیر ابن کثیر وغیرہ مین سے تلخیص یہ ہی کہ ابن عمر وعطاء ومجاہد وسعید بن جبیر سے
مروی ہوا کہ انکے نزدیک آیت محکمہ ہی اور مالک پر واجب ہی کہ حصاد کے روز جو مساکین حاضر ہون انکو ایک لپ وغیرہ کچھ دیدے
قال المترجم اس زمانہ مین اسی پر فتوی دینا چاہیئے کیونکہ صیغہ عشر وزکوۃ مفقود ہوگیا ہی- انس بن مالک وابن عباس ومحمد
بن الحنفیہ وحسن ونخعی وطاؤس وابو الشعثاء جابر بن زید وضحاک وقتادہ وابن جریج وسعید بن المسیب سے جو مروی ہی اس سے
ثابت ہوا کہ انکے نزدیک اس سے مراد زکوۃ ہی بمعنی آنکہ یہ حق بعد تعیین زکوۃ کی مقدار کے منسوخ ہوا اور بجاے اسکے زکوۃ متعین
ہوئی- ابن جریر رح نے اسی کو اختیار کیا اور اسی کی مؤید ہی یہ بات کہ یہ آیت مکیہ ہی اور زکوۃ کا حکم مدینہ مین ہجرت کے دوسرے
سال نازل ہوا اور یہی مذہب جمہور اہل علم سلف وخلف وانکے بعد کا ہی اور ابن عباس سے مصرح ہی کہ زکوۃ نے قرآن کے ہر صدقہ
کو منسوخ کر دیا- ایک جماعت علماء نے کہا کہ زکوۃ سے ہر صدقہ کا وجوب منسوخ ہوا اور رہا استحباب تو وہ باقی ہی اور نظیر اسکی روزہ عاشورہ
ہی کہ بعد رمضان کے اسکا وجوب منسوخ ہوا اور یہ رہگیا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے- **قال عمر رضی اللہ عنہ**
صحابہ کا دستور تھا کہ جو مسکین آجاتا اسکو کچھ دیتے سوائے صدقہ کے یعنی زکوۃ کے- ابوسعید خدری نے نبی صلعم سے اس آیت مین
روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جو دانہ بالیون مین سے گر جاوے- رواہ ابن مردویہ وابن المنذر وابوالشیخ والنحاس- **قال ابن کثیر**
ابن عباس وغیرہم سے جو مذہب نسخ کا مروی ہوا مجھے اسمین تامل ہی کہ وہ نسخ اصطلاحی نہین بلکہ ایک چیز در اصل واجب تھی پھر
زکوۃ سے اسکی مقدار وکمیت وتفصیل بیان کر دیگئی- امام احمد وابو داؤد نے جابر بن عبد اللہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے
ہر دس وسق چھوہارے توڑنے والے کو حکم کیا کہ ایک گچھا لاکر مساکین کے واسطے مسجد مین لٹکا دے- **قال ابن کثیر** اسنادہ جید قوی
قال المترجم شاید جمہور کے قول پر یہ حکم بھی اول سال ہجرت یا دوم مین نزول زکوۃ سے پہلے ہوگا واللہ اعلم- اور بنا بر مذہب اول کے

اور اگر دین ابراہیم علیہ السلام پر چلتے تو یہ افتراء و گمراہی کی باتین نہ نکالتے مگر انھون نے شیطانون کی باتین مانین اور اپنے وہم پر چلے گمراہ ہوئے پھر تحقیق فرمائی کہ سب اوتعالے کی پیدائش ہی بتون کی شرکت کچھ نہیں یہ فقط شیطان کا دھوکا ہی اور سب کا خالق اللہ تعالے ہی۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

اور اُسنے پیدا کیے باغ چھتریون اور بغیر چھتریون کے اور کھجور اور کھیتی کئی طرح پر اسکا پھل اور زیتون اور انار آپس مین ملتا اور جدا کھاؤ اُسکے پھل مین سے جس وقت پھل لائے اور دو اسکا حق جس دن کٹے اور بیجا نہ اُڑاؤ اُسکو خوش نہین آتے اُڑا دینے والے

واضح ہو کہ اس تحقیق بیان مین مشرکون کے سب وہم وخیالات باطلہ کا رد ہی اور مخلوق سے خالق عزوجل کی طرف ہدایت ہی لیکن اسمین جو احکام ہین وہ مخصوص مشرکون کے ساتھ نہین ہین بلکہ اس حق کی پابندی سب پر واجب ہی لہذا جن امور سے مشرکون پر رد ہی لسنے نصیحت لینا چاہیے اور جو احکام ہین انکی پابندی کرنی چاہیے چنانچہ فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وہی اوتعالے بے انتہا قدرت والا پاک پیدا کرنے والا ہی جسنے پیدا کیے باغ معروشات وغیر معروشات انشاء پیدا کرنا۔ جنات جمع جنت کی بمعنی باغ اور کہا گیا کہ جسمین انگور کے درخت ومیوہ ہون۔ اور مفسر رح نے جنات کی بساتین سے تفسیر کی جو کہ جمع بستان ہی۔ اور کہا کہ معروشات یعنی زمین پر پھیلے ہوے جیسے خربزے کے فالیز ہوتے ہین۔ اور غیر معروشات جو ساق پر قائم ہون جیسے درخت خرما وغیرہ ہوتے ہین۔ بعض نے کہا کہ جو ٹٹیون اور کھمبون پر چڑھے ہون وہ معروشات ہین ضحاک رح سے روایت ہی کہ یہ دونون انگور کے حق مین ہین بعضے تو چڑھے ہوتے ہین اور بعضے زمین پر چھائے ہوتے ہین۔ وعن ابن عباس رض معروشات جنکو لوگون نے لگایا ہو اور غیر معروشات جو جنگل مین خود پیدا ہوئے ہون۔ بالجملہ اس سے آگ جاہل مشرکون کو اپنی عجائب قدرت دیکھنے کو ہوشیار کیا اور سب اپنی خلقت وقدرت کا تماشا دکھلایا۔ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ اور پیدا کیا نخل کو اور زرع کو یعنی خرما کے درخت اور اناج کی کھیتیان۔ قیل انکو مخصوص بیان کیا بسبب فضیلت کے اگرچہ جنات مین داخل ہین مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ درحالیکہ مختلف ہین اکل ہر واحد کے یعنی صورت ومزے ہر میوہ واناج کے جدا جدا ہین اور مراد اکل سے ماکول ہین۔ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ اور پیدا کیے زیتون وانار۔ مُتَشَابِهًا درحالیکہ متشابہ ہین دونون کے ورق۔ بمعنی پتے اور یہ بفتحتین ہی جمع آن اوراق۔ اور بفتح اول وکسر ثانی بمعنی زر سکوک۔ اور یہان مراد اول ہی کیونکہ دونون کے پتے متشابہ ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ رنگ مین تشابہ مراد ہی۔ عن ابن جریج۔ متشابہ دیکھنے مین وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ یعنی مزے مین۔ قال البیضاوی۔ مختلفا حال مقدرہ ہی کیونکہ انشاء کے وقت ایسا موجود نہ تھا۔ بنابرین متشابہا مین بھی ہر تفسیر یہی حال مقدرہ

ہوا تو فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ یہ سب اسمیں شریک ہیں یعنے اسکے کھانے میں مذکر و مونث دونوں یکسان ہیں سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ عنقریب اللہ تعالےٰ بدلا دیگا انکو اسطرح باتیں بنانے کا - وہ حکیم علیم ہے - وصفہ سے مراد یہی تحلیل و تحریم ہے - واضح ہو کہ ما فی البطون کچھ بچہ ہی میں منحصر نہ تھا بلکہ جن جانوروں کو حرام کر رکھا تھا انکا دودھ بھی اسی تفصیل پر تھا اور بحیرہ کا دودھ مرد کھاتے نہ عورتیں اور مردار ہوتا تو مرد و عورتیں دونوں اسمیں شریک ہوجاتے اور یہ ابن عباس و مجاہد و شعبی وغیرہ تابعین سے شیخ ابن کثیر رحمہ نے مفصل ذکر کیا ہے اور کہا کہ قولہ سیجزیھم وصفھم - یعنی عنقریب جزا دینگے ہم انکے قول دروغ کی جیسا قوله تعالےٰ ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب الآیۃ - اور مت کہو جسکو تمہاری زبانیں دروغ بکتی ہیں کہ یہ حلال و یہ حرام ہے تاکہ نتیجہ یہ ہو کہ اللہ تعالےٰ پر دروغ کا افترا باندھو - ہم - پھر تنبیہ و تحقیق فرمائی -

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا
بیشک خراب ہوئے جنھوں نے مار ڈالی اپنی اولاد نادانی سے بن سمجھے اور حرام ٹھہرایا جو

رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ
اللہ نے انکو روزی دیا جھوٹ باندھ کر اللہ پر بیشک بہکے اور نہ آئے راہ پر

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ اکثر قرار کی قراءت میں قتلوا از قتل تخفیف ہے اور بعض نے تثقیل سے بتشدید تا پڑھا ہے اور اشعار اس سے بار بار قتل ہوگا اور مراد وہی زندہ درگور کردینے کے طور پر قتل ہے الحاصل خوار و خراب ہوئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ازراہ جہالت کے بدون علم اس بات کے کہ اسمیں کیا سخت خواری و کیا بڑی جہالت ہے اور اللہ تعالےٰ ہر ایک کا رازق ہے اور اسی نے پیدا کیا ہے - اولادہم - میں اولاد کو انکی طرف اضافت کیا تاکہ متنبہ ہوں کہ کیا بری حرکت کرتے ہیں کہ اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں - اور نیز انکی تفضیح و تشنیع ہے - اسمیں دلیل ہے کہ بندہ کو یہ کہنا روا ہے کہ ہماری اولاد اگرچہ وہ سب اللہ تعالےٰ کی مخلوق و ملک ہے پس جو شخص اسکو بایں معنی اپنی طرف نسبت کرے کہ ظہور اسکا اس واسطہ سے ہو تو صحیح ہے اور جو اسکو اپنی چیز سمجھے وہ خطاکار ہے لیکن محبت و عطوفت بہ سبب ایسی و طبعی جائز ہے اور یہ خلاف محبت ایمانی ہے جو بالکل اللہ تعالےٰ و اسکے رسول صلعم کے ساتھ ہونا چاہیئے اور تحقیق اسکی سابق میں ہوچکی ہے - پھر قتلوا پر عطف کیا قولہ - وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ اور حرام جانا اس چیز کو جو اللہ تعالےٰ نے انکو روزی کی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا افتراء دروغ باندھنے کو اللہ تعالےٰ پر - اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی ایسی چیز کو جسکو اللہ تعالےٰ نے حلال کیا ہے حرام جانے وہ کافر ہے جیسے حرام کو حلال جاننے والا بھی کافر ہے لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ فلاں چیز کو اللہ تعالےٰ نے حلال کیا یا حرام کیا ہے - اگر کہا جاوے کہ فقہ حنفیہ میں مصرح ہے کہ جو کوئی شخص حلال کو حرام کرلے وہ قسم کا کفارہ دے اور اگر ممکن ہے تو قسم پوری کرے پس انھوں نے کافر نہیں کہا تو جواب یہ ہے کہ حرام جاننے اور حرام کرلینے میں فرق ہے مثلاً کشمش کھانا ایک شخص حلال جانتا ہے لیکن اسنے قسم کھائی کہ میں نہ کھاؤنگا باوجودیکہ وہ بہ یقین جانتا ہے کہ حلال ہے پس یہ شخص کافر نہوگا اور البتہ ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت بسبب بیماری کے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا - پھر مشرکین کو جو کافر فرمایا تھا اس لیئے کہ وہ ان حلال چیزوں کو حرام جانتے تھے اور اسپر بہتان بھی باندھ کہ اللہ تعالےٰ نے حرام کیا ہے اسی واسطے فرمایا - قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ بیشک دین حق سے برگشتہ ہوئے اور راہ پر نہ آئے

نے انپر حرام کرائین اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے حلال تھین - وعن عبد الرحمٰن بن زید انھون نے اسوجہ سے حرام کرلین کہ بتون کے نام پر چھوڑین اور حرام کرلین مگر حرام بھی اسطرح کہ جسکو چاہین کھلاوین چنانچہ کہا - لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ یعنی یہ حرام ہین انکو کوئی نہ کھاوے مگر وہی جسکو ہم چاہین کذا قال السدی - وقال المفسر اے خدمۃ الاوثان وغیرہم - یعنی بتون کی خدمت کرنے والے وغیرہ اور خدمۃ بروزن سفرۃ بالفتحات جمع خادم - وقال البیضاوی یعنی خادمان اوثان و مرد نہ عورتین - اور قولہ بزعمہم کے یہ معنی کہ اسطرح کی تحریم صرف انکے زعم باطل واوہام پر تھی اسمین انکے پاس کوئی حجت نہ تھی صرف شیطانی وساوس پر باتین واعتقادات گڑھ لیتے تھے جیسے اس زمانہ مین شیخ صدو کا بکرا کرتے ہین - وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا یعنی اور ان مشرکون نے اپنے زعم پر کہا کہ یہ چوپایہ ہین کہ انکی پیٹھ حرام کی گئی ہو یعنے انپر سواری نہین لیتے تھے وہ بتون کے نام کے تھے جیسے سوائب و حوامی - اور تفسیر انکی قولہ تعالےٰ ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام الآیہ کی تفسیر مین گذر چکی ہی - وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا اور کچھ چوپایہ ایسے کہ ذبح کے وقت انپر اللہ تعالیٰ کا نام نہین ذکر کرتے بلکہ بتون کا نام لیتے یعنے بتون کے تقرب کے لیے انکا نام لیکر جان مارتے اور اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہی - افْتِرَاءً عَلَيْهِ یورا جھوٹ و افترا باندھتے اللہ تعالےٰ پر - وقد قال تعالےٰ - سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ عنقریب او تعالےٰ ان افتراء باندھنے والون کو انکا بدلا دیگا - قال مجاہد رح انکے اونٹون مین ایک قسم کے اونٹ ہوتے کہ ان پر سوار ہوتے اور نہ دوہتے اور کسی حال مین انپر اللہ تعالےٰ کا نام ذکر نکرتے - پھر او تعالےٰ نے ایک نوع دیگر انکے ضلالات وجہالات سے بیان فرمائی -

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ

اور کہتے ہین جو اُن مواشی کے پیٹ مین ہو سو نرا ہمارے مردون کا وہی اور حرام ہی ہماری

أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ

عورتون کو اور جو مردہ ہو تو اس مین سب شریک ہوتے ہین وہ سزا دیگا انکو ان تقریرون کی وہ حکمت والا ہی خبردار

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ ان انعام سے مراد وہ جانور ہین جنکو حرام کر رکھا تھا یعنی ان حرام کیے ہوئے جانورون کے پیٹ مین جو کچھ ہی خواہ نر بچہ ہو یا مادہ ہو - خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا خالص ہی ہمارے مذکر یعنے مردون و لڑکون کے واسطے - قال المفسر خالصہ یعنی حلال - اور کسائی و اخفش نے کہا کہ خالصہ کی ہا واسطے مبالغہ کے ہی اور اصل خالص ہی - فراء نے کہا کہ تا تانیث ہی بسبب انعام مونث ہونے کے اور ما فی البطون بھی جنین ہین پس بحسب المعنی تانیث ہونے سے تا آئی والاول اظہر - وقال البیضاوی اے حلال للذکور خاصۃ - یعنی حلال ہی واسطے مذکرون کے خاصۃ - وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا اور وہ حرام کیا گیا ہمارے ازواج پر یعنے عورتون پر - ازواج جمع زوج یعنی جفت اور وہ عرب کی زبان مین مرد و عورت دونون پر بولا جاتا ہی جیسے جفت فارسی اور جوڑا اردو مین اور یہان اس سے جنس مراد ہی یعنے مونثون پر خواہ جورو ہون یا عورتین دیگر یا لڑکیان ہون - وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً واضح ہو کہ یکن بالیاء التحتیۃ والتاء الفوقیہ دونون پڑھا گیا - اور میتۃ مین بھی کان تامہ لیکر میتۃ کو رفع پڑھا گیا اور نیز ناقصہ لیکر نصب پڑھا گیا اور یہ سب ظاہر و معروف ہی اور حاصل آنکہ جو کچھ ان انعام محرمہ کے پیٹ مین ہی اگر مردہ

بشتری کے گنتی کی چند جگہ آیا ہی پس مفسر رح نے جو کہا کہ یہ کچھ منکر نہین ہی اس سے قول زمخشری رح کو رد کر دیا ہی - مترجم کہتا ہی کہ بیضاوی رح نے بھی یہان زمخشری کی پیروی کی اور قول زمخشری اختیار کیا ہی - وقال صاحب السراج رح زمخشری کے قول پر ایک جماعت علماء نے انکار کیا باین طور کہ یہ قراءۃ تو متواترہ صحیحہ ہی اور زبان عربی مین اسکی ترکیب صحیح و درست ہی پس روا نہین کہ اس قراءۃ مین یا اسکے نقل کرنے والے مین طعن کرے - وقال العلامہ التفتازانی رح فی الحاشیہ زمخشری کا یہ قول اسکی عادت کے موافق سرزد ہوا کہ قراءات سبعہ متواترہ مین طعن کرتا ہی سو کبھی تو قاری کی خطا کہتا ہی - اور کبھی اسکے نقل کرنے والے کی خطاء بیان کرتا ہی اور یہ دونون اسکی خود غلطیان ہین اسواسطے کہ قراءت متواترہ ہین اسی طرح اُسکے روایات بھی متواتر ہین پھر اسکے بیان مین محقق موصوف نے طول دیا ہی - قال ابن مالک فی الکافیہ - مصدر کی اضافت اپنے فاعل کی طرف درحالیکہ دونون کے درمیان مصدر کے مفعول سے فصل ہو تو مذہب مختار کے موافق جائز ہی اسواسطے کہ اسمین کوئی محذور نہین لازم آتا باوجودیکہ فاعل اپنے عامل کے جزو کے مانند ہی پس فصل کچھ منکر نہین ہی - قال المفسر رح پھر قتل کی نسبت شرکاء کی طرف اسوجہ سے ہی کہ انھین نے اسکا حکم کیا یعنے انھین شرکاء کے وسوسہ و آمادگی و تزئین سے ان مشرکون نے ایسا کیا - قال الحافظ - سدی رح نے فرمایا کہ شیاطین نے انکو حکم کیا کہ بیٹیون کو قتل کر ڈالو اس غرض سے تاکہ یہ لوگ ہلاک ہون یا اپنے دین سے بگڑین اور خالص دین پر نہ رہین - ایسا ہی قتادہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہی اور واضح ہو کہ بعضے مشرکین بسبب خوف محتاجی کے بھی قتل کر ڈالتے تھے یعنی بخوف اسکے کہ انکی وجہ سے ہم کو مال ضائع کرنا لازم آویگا حالانکہ یہ سب تزئین شیطان تھی اور اللہ تعالے نے اس سے سخت منع فرمایا لیکن یہ لوگ گمراہ مقلد رہتے شیطان ہی کی تزئین پر اڑے رہے قال تعالے - وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ یعنی یہ سب اللہ تعالے کی مشیت و ارادہ و اختیار سے واقع ہوتا ہی اور اسمین اسکی پوری حکمت ہی وہ جو چاہتا ہی وہی ہوتا ہی پس تو چھوڑ دے انکو اور انکے افتراء کو - مشرک لوگ اسکو بوساوس شیطانی کرتے تھے اور باز آنا درکنار اسپر یہ افتراء باندھتے تھے کہ واللہ امرنا بہذا - ہم کو اللہ تعالے نے ایسا حکم دیا شاید شیطان کے بندے بن گئے تھے اسی کے وساوس کو وحی سمجھتے تھے - مَا يَفْتَرُونَ مین ما مصدریہ ہی اور فذرہم مین فاء فصیحہ ہی - کذا قیل -

وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ

اور کہتے ہین یہ مواشی اور کھیتی منع ہی اسکو نہ کھاوے مگر جسکو ہم چاہین اپنے خیال پر

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا

اور بعضے مواشی کے پیٹھ پر چڑھنا منع ٹھہرایا ہی اور بعضے مواشی کی ذبح پر نام نہین لیتے اللہ کا اسپر

افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

جھوٹ باندھکر وہ سزا دیگا انکو اس جھوٹ کی

وَقَالُوا یہ بیان نوع دیگر از ضلالات مشرکین ہی چنانچہ بیان فرمایا - وقالوا - هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ یعنی مشرکین نے تزئین شیطان یہ نکالا کہ کہا یہ چوپایہ و کھیتی - حجر ہی یعنے حرام ہی - قال ابن عباس رض الحجر حرام جو جانور کہ وصیلہ وغیرہ حرام کرتے تھے وکذلک قال مجاہد و الضحاک و السدی و قتادہ و عبدالرحمن بن زید اور نیز قتادہ رح نے کہا کہ انکی بات مین یہ چیزین شیاطین

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ

اور اسی طرح بھلی دکھائی ہیں بہتسے مشرکوں کو اولاد مارنی اُنکے شریکوں نے

لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ

کہ انکو ہلاک کرین اور اُنکا دین اُنپر غلط کرین اور اگر اللہ چاہتا تو یہ کام نکرتے سو چھوڑ دے وہ جانین اور انکا جھوٹھ

یہ بھی ان مشرکوں کی جہالت و ضلالت میں سے قسم دیگر ہے۔ وَكَذٰلِكَ یعنی جیسے مزین کیا گیا مشرکوں کی نظر میں وہ فعل جو مذکور ہوا ایسے ہی۔ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ مزین کر دکھایا مشرکوں میں سے بہتیروں کی نظر میں۔ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ قتل کرنا اپنی اولاد کا جیتے جی زمین کے اندر توپ دینے کے ساتھ انکے شرکاء نے یعنی ان شیطانوں نے جنکے حکم کو انہوں نے حکم خدا سے تعالیٰ کے ماننے میں۔ واضح ہو کہ عرب کے بے رحم جاہل مشرک قبل زمانہ اسلام کے اپنی اولاد میں سے لڑکیوں کو مار ڈالتے تاکہ دوسرے مرد کے تصرف میں نہ آوے جیسے ہندوستان کے چھتریوں میں رواج تھا بلکہ عرب کے مشرک کچھ بڑھے ہوئے تھے چنانچہ اگر کوئی لڑکی اسکی ماں کے چھپانے سے بچ گئی پھر آٹھ دس برس کی ہوئی اور مرد کو معلوم ہو گیا تو وہ بہلانے سے اسکو جنگل میں لے گیا اور گڑھے میں ڈھکیل کر اسپر مٹی ڈالنی شروع کی وہ بیچاری ہر چند روتی رہی کہ اے میرے بابا اے میرے پیارے ابا تم کیوں مجھے مارتے ہو اس خبیث بیرحم نے آخر اسکو زندہ توپ دیا اور چلا آیا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل ارحم الراحمین نے اسپر بڑے سخت عذاب سے وعید فرمائی ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر قولہ تعالیٰ واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت الآیۃ میں آویگا۔ یہاں انکی اسی جہالت وضلالت کو ظاہر کر کے مذمت فرمائی۔ حاصل آنکہ جسطرح مذکورہ بالا بیان سے انکا شیطان کا پیرو ہونا ظاہر ہوا ایسے ہی بہت سے مشرکوں کی نظر میں اُنکے باطل معبودوں نے جنکو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے تھے یہ بات خوب رچائی کہ اولاد کو زندہ توپ کر قتل کریں اور شیطانوں نے اسوجہ سے یہ بات رچائی اور ان جاہلوں گمراہوں سے اسکی تعمیل کرائی۔ لِيُرْدُوهُمْ تاکہ انکو ہلاک کرین یعنے غضب الٰہی میں گرفتار کراویں جس سے بعد موت کے بڑی ہلاکت و عذاب جہنم میں پڑیں۔ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ اور نیز اسواسطے رچائی تاکہ ان لوگوں پر انکا دین خلط ملط کر دیں۔ یعنی یہ لوگ ابتداء میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے دین پر تھے پس جب زمانہ زیادہ گذرا تو پہلے شیطان نے جو اولاد آدم کا دشمن ہے انکا اعتقاد بگاڑا حتی کہ توحید سے اعتقاد پھرا پھر دین کے افعال و اعمال کے برعکس گناہ کی باتیں انکی نظروں میں رچائیں اور ہزاروں وسوسے انہوں نے قبول کیے یہاں تک نوبت پہونچی کہ اولاد کو قتل کرنے لگے۔ واضح ہو کہ قولہ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ میں دو قراءت ہیں۔ اول جو اوپر مذکور ہوئی ہے کہ زین معروف کا فاعل شرکاؤہم ہے اور قتل اولادہم مفعول ہے یعنے زینت دیدیا انکے شرکاء نے انکی نظر میں اپنی اولاد کے قتل کرنے کو اور یہی جمہور کی قراءۃ ہے اور ابن عامر کی قراءۃ میں زُیِّنَ بصیغہ مجہول اور قتل کو رفع بنا برآنکہ وہ نائب فاعل یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور چونکہ لفظ قتل مصدر ہے جو مثل فعل کے عمل کرتا ہے لہذا اولادہم کو اسی کے عمل سے نصب ہے یعنی قتل کرنا اپنی اولاد کو۔ پس اولاد مفعول ہوا اور شرکاہم کو جر ہے بسبب اسکے کہ قتل کا مضاف الیہ ہے پس اعراب یوں لکھا جائیگا۔ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلُ اَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ اور اس قراءۃ پر مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان میں مفعول بہ سے فصل لازم آتا ہے اور یہ کچھ مضر نہیں ہے۔ قال بعض مفسرین رحمہ نے کہا کہ زمخشری نے کشاف میں کہا تھا کہ زبان عربیہ میں مضاف و مضاف الیہ کے درمیان فصل ہونا ضعیف اور بسبب ضرورت فی الکمالین۔

تو یہی نیت ہوتی ہو کہ یہ خالص نیت سے اللہ تعالی کی راہ مین وہ شخص خیرات کرتا ہو اور نعوذ باللہ تعالے یہ نہین سمجھتا کہ جیسے آپس
مین حصہ بانٹ کرتے ہین کہ یہ زید کا ہو اور وہ عمرو کے واسطے ہو اور مشرک لوگ اسی دوسرے معنی پر لیتے تھے اور یہ انکی سخت
جہالت تھی چنانچہ اوتعالے نے اپر تشنیع فرمائی کہ یون کہتے ہین کہ یہ اللہ تعالے کے واسطے ہو اپنے زعم باطل کے موافق - وَ
هٰذَا لِشُرَكَائِنَا اور یہ دوسرا حصہ واسطے ہمارے شرکاء کے یعنی بتون وشیطانون کے واسطے ہو جنکے حق مین ایسی باتین اعتقاد
کرتے تھے جو شرک ہین - قال المفسر پھر ان لوگون کا یہ حال تھا کہ جب اللہ تعالے کے حصہ مین کوئی چیز حصہ بانٹ وغیرہ سے
گر جاتی تو اسکو اٹھا لیتے کہ یہ اللہ تعالے کو نہین پہونچ سکتی ہو اور اگر بتون کے حصہ مین اللہ تعالے کے حصہ سے گر جاتے تو
چھوڑ دیتے اور کہتے کہ یہ ہمارے اللہ نے رکھنی چاہی ہو چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا - فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا
يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ پس جو انکے شرکاء کے لیے تھا وہ نہین پہونچتا اللہ تعالے کی طرف یعنی اللہ تعالی کی راہ مین نہین ہو جاتا -
وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَائِهِمْ اور جو اللہ تعالے کے واسطے تھا وہ انکے شرکاء کو پہونچ جاتا ہو - حاصل آنکہ
مشرکین دونون حصہ مین اس تفصیل سے حکم لگاتے اور شیطانی خیالات کی پیروی کرتے تھے چنانچہ اوتعالے نے مذمت فرمائی - سَاءَ
مَا يَحْكُمُونَ بئس حکمھم ہذا - کیا برا حکم ہو انکا یہ حکم - ما مصدریہ ہو پس ما یحکمون یعنی حکمھم ہوا اور مخصوص بالذم محذوف ہو یعنی ہذا جیسا
کہ مفسر رح نے تصریح کر دی - اور ایسی ہی تفسیر حضرت ابن عباس ومجاہد وقتادہ وسدی رح وغیرہم سے درازی کے ساتھ مروی ہو
قال الحافظ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ ہر شے جسکو اللہ تعالے کے واسطے قرار دیتے خواہ ذبیحہ
جانور ہو یا کوئی اور چیز ہو تو اسکو کبھی نہین کھاتے جب تک کہ اسکے ساتھ کسی بت وغیرہ کا نام جس سے شرک کرتے تھے ذکر نہ کرین
اور جو چیز کہ انکی باطل معبودون کے واسطے ہوتی اسکے ساتھ اللہ تعالی کا نام پاک نہین ذکر کرتے تھے - پھر عبد الرحمن رح نے یہ آیۃ
تا قولہ ساء ما یحکمون پڑھی - حاصل آنکہ جو تقسیم نکالی وہ بہت بری ہو کیونکہ ان مشرکون نے پہلے تو یہ خطا کی کہ اللہ تعالے کے واسطے
ایک جزو قرار دیا حالانکہ اوتعالے ہر چیز کا رب ومالک وخالق ہو اسی کی سب مخلوقات اسی کی قدرت ومشیت مین اسی کے تصرف مین
ہو اسکے سوائے کوئی معبود نہین ہو پھر جب حصہ بانٹا تو اسمین ظلم کیا - اور کیون نہین کہ جو اپنے خالق کو بھولا اور اسی کی عبادت فرض تھی
اسمین شرک کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا تو ایسا ظالم جو ظلم نہ کرے وہ تھوڑا ہو - وقیل فی تفسیر قولہ فما کان لشرکائھم الآیۃ یعنی جو کچھ کھیتی
وچوپایہ وغیرہ مین سے بتون کے واسطے قرار دیا وہ تو اللہ تعالے کی طرف نہین پہونچتا یعنی ان مصارف مین صرف نہین ہو سکتا جو
اللہ تعالے نے مشروع فرمائے جیسے محتاجون ومسکینون کو صدقہ دینا اور مسافر مہمان آوے اسکو کھلانا اور ناتے دار قرابت والون کا
چیز لینا وغیرہ پس بتون کے نام کا ان مصارف مین صرف نہین ہوتا اور جو اللہ تعالے کے نام کا تھا وہ بتون کو پہونچ جاتا ہو یعنی بتون
کی اصلاح اور بتخانہ کے خدمتگذارون کی حاجات مین صرف ہو جاتا ہو حاصل آنکہ یہ مشرک بے ادب یہ اعتقاد کرتے کہ جو بتون کے نام
کا ہو اسکو نگاہ رکھنا ومحفوظ کرنا چاہیے کیونکہ وہ نہین روا ہو کہ سوائے انکے کسی اور امور مین جو اللہ تعالے کے پسندیدہ ہین اور اسکے
حکم سے مشروع ہین صرف ہو بخیال بتون کے - برخلاف اسکے جو اللہ تعالی کے نام کا ہو اسکو روا رکھتے کہ باوجود ایسے امور موجود ہونے
کے جو اللہ تعالے کی مرضی ہین اگر حاجت ہوتی تو بتون کی خدمت مین صرف کرین پس بتون کی جانب کو زیادہ لحاظ رکھتے تھے اور یہ انکی
جہالت وبے ایمانی کا نتیجہ تھا - اگر مشرک نہوتے اور توحید واسلام پر ہوتے تو ایسی جہالت نکرتے

یان اور سورہ قصص مین یکون بیا تحتیہ پڑھا کیونکہ عاقبۃ الدار مین تانیث غیر حقیقی ہی۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ فلاح نہین پاتے یعنی نیک انجام نہین ہوتے ہین ظالم لوگ ۔ یعنی کافر لوگ ۔ پس بجاے الکافرون کے الظالمون کو جو اعم ہی بالفعل کے سبب فرمایا ہی۔ افادہ البیضاوی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی کہ مراد آنکہ جسنے شرک وکفر کیا وہ سعید نہین ہوگا۔ اسمین تعریض ہی کہ تم لوگ اگر اسی حال پر رہے تو ہرگز فلاح نہ پاؤگے ۔ تمہارا انجام بھلا نہوگا بلکہ توحید و اسلام والون کا انجام دنیا و دین مین نیک ہوگا۔ قال الحافظ ابن کثیر رح اللہ تعالےٰ عز وجل نے یہ وعدہ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلعم کے ساتھ پورا فرمایا کہ مکہ و تمام جزیرہ عرب فتح کردیا اور مشرکین و معاندین کو زیر کردیا یہانتک کہ آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین سلطنتین قبضہ اقتدار اسلام مین دیدین اور پورا ہوا قول تعالےٰ واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون ۔ پھر قیامت مین منکرون و کافرون کو یہ انجام ملیگا۔ کما قال تعالےٰ لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار ۔ اور حسن عاقبت اہل ایمان و اسلام کو نصیب ہوگا کما قال تعالےٰ والعاقبۃ للمتقین

اسمین نصیحت و پند و آیات ہین واسطے اہل سعادت کے والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ

اور ٹھہراتے ہین اللہ کا اسکی پیدا کی کھیتی اور مواشی مین ایک حصہ پھر کہتے ہین یہ حصہ اللہ کا ہی

بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ

اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکون کا ہی سو جو اُنکے شریکون کا ہی سو نہین پہونچے اللہ کیطرف اور

مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

جو اللہ کا ہی سو پہونچے اُن شریکون کیطرف کیا برا انصاف کرتے ہین

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اسے جعل اثبات بالتہ ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا ۔ پس جعل کا مفعول دوم ثابت ہی اسکو مقدم کردیا کہ اعتنا اسی سے متعلق ہی ۔ اور یہ جعل انکے وہم کی تشریع تھی جسکو انھون نے شیطان کی پیروی مین نکالا اور اپنے کفر و شرک کے درخت مین شاخین نکالین ۔ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا مما متعلق ہی نصیبا سے اور من الانعام والحرث بیان ہی ما موصولہ کا اور نصیبا مفعول اول ہی اور یہ بیان ہی مشرکین کے دیگر انواع جہالت و کفر کا حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ نے جو انعام و حرث یعنی چوپایہ و کھیتیان پیدا فرمائین اسمین سے اللہ تعالےٰ کے واسطے ایک حصہ مقرر کیا اسکو مہمانون و مسکینون کے صرف مین لاتے تھے اور جن چیزون سے شرک کرتے یعنی بتون وغیرہ کے واسطے ایک حصہ مقرر کیا جو بت خانہ کے خادمون پر صرف کرتے تھے۔ فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ سو کہتے کہ یہ حصہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہی اپنی زعم مین ۔ زعم مین بالفتح اول اکثر کی قراءت ہی اور بعض کے نزدیک بالضم اول ہی۔ ازہری رح نے کہا کہ اکثر استعمال لفظ زعم کا ایسے امر مین ہوتا ہی جو مشکوک ہو اور متحقق نہو۔ بعض نے کہا کہ وہ کنایہ ہی دروغ سے اور مرزوقی کا قول مانند ازہری کے ہی۔ ابن القوطیہ نے کہا کہ زعم ایسی چیز جسکا حال معلوم نہین کہ حق ہی یا باطل ہی۔ خطابی رح نے کہا کہ لایق گفتگو نہو اور غیر ممکن بات کا دعوی ہو ۔ یہ مختلف محاورات کا استعمال ہی ۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے مشرکون کا زعم قرار دیا کہ یون کہتے کہ یہ حصہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہی۔ قال الحافظ ۔ یہ انکے کفر و شرک کی شاخ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین سے اسکے لیے ایک جزو قرار دیا حالانکہ وہ ہر چیز کا خالق ہی قال المترجم سلمان اگر کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے واسطے قرار دے

غنی حمید ہی بندگی کرنے والون کی بندگی سے بندہ کو خود نفع ہی اور اوتعالے غنی حمید ہی قال المترجم جس بندے نے بندگی نہ کی اسنے اپنے آپ کو محروم و خوار کیا کیونکہ اپنے پروردگار خالق کو رب نہ جانا پس جیسا کریگا ویسا پاویگا پھر کمال رحمت ہی کہ بیچ قرآن کے فہمایش کردی کہ خواری ست کماؤ اور اگر کماؤگے تو اپنا بگاڑوگے۔ حضرت اوتعالے غنی حمید ہی س اے بندہ چہ بندگی چہ کردی از بندگیت کہ کار دارد ✽ چون او تو دگر خدا نداری ✽ او بر تو صد ہزار دارد ✽ یہ تو اسکی بے پروائی ہی بیابان رحمت۔ توضیح یہ کہا کہ اپنی رحمت سے نافرمان مجرم گناہگارون پر رحم کیا حالانکہ اسکی پاک شان یہ ہی کہ نہ اسکو فرمانبردارون کی عبادت وطاعت سے کچھ نفع اور نہ نافرمانون ومجرمون کے گناہ سے کچھ نقصان - اسکی بحر رحمت سے ایک قطرہ ہی کہ تمام حوادث پیدا ہوکر بے انتہا انعام سے مالامال ہوئے - جسنے اسکی صفت غنی کا نور پایا وہ عارف ہین کہ دونون جہان سے ہاتھ اُٹھایا عوام کی نظر مین سونے چاندی جواہرات اور انکی نظر مین دونون جہان کی سلطنت ہیچ ہی ہان اگر جنت چاہتے ہین تو اس لیے کہ حضرت عالی متعالی ذو الجلال والاکرام کی رضامندی وہان ملیگی اور زیادت جو کچھ ہی وہ بیان مین نہین سماتی اللہم ارزقنا برحمتک وانت ارحم الراحمین اسکی رحمت تمام عالم کو شامل ہی - عارف جب اسکا غنی ہونا یاد کرتے ہین تو لرزتے اور بیہوش ہوجاتے ہین پھر جب اسکا رحم فرمانا یاد آتا ہی تو ہوش مین آجاتے ہین - قال الاستاد رح غنی تو اشارہ ہی اسکی عزت کی طرف اور ذوالرحمة اشارہ ہی اسکے لطف کی طرف پس غنی سے جلال کی خبر ہی اور ذوالرحمة سے افضال کی خبر ہی پس جلال کے کشف سے انکو فنا کردیا اور افضال کے لطف سے انکو زندہ فرمایا قال المترجم اشارہ ہی کہ فہم اسرار کلام سطح حاصل ہوتا ہی۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

تو کہہ اے لوگو کام کرتے رہو اپنی جگہ مین بھی کام کرتا ہون اب آگے جان لوگے کس کو ملتا ہی آخر گھر بھلا نہوگا بے انصافون کا

قُلْ یعنی ان لوگون سے کہدے - يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اے قوم تم کیے جاؤ جو کرتے ہو اپنی حالت پر المکانة طریقہ - بعض نے کہا یعنی کیے جاؤ اپنے قابو بھر اور پوری قدرت واستطاعت بھر اور اپنے امکان بھر - عن ابن عباس اے ناحیتکم وجہتکم - اپنے ناحیہ وجہت پر - قال البیضاوی یہ امر ارشادی نہین تاکہ کہا جاوے کہ انکو اعمال کفر وعصیان کا حکم کیونکر دیا بلکہ امر تہدید ہی اور معنی یہ ہیں کہ اچھا نہین مانتے ہو تو اپنے کفر کرنے اور عداوت کرنے پر جمے رہو - اِنِّيْ عَامِلٌ مین بھی اپنی حالت پر ثابت ہون یعنی اسلام وتوحید پر اور تمہاری عداوت مین صبر کرنے پر ثابت ہون - صیغہ امر سے تہدید کرنا نہایت مبالغہ ہی گو یا تہدید کرنے والا جسکو دھمکاتا ہی اسکے عذاب دینے پر عزم بالجزم رکھتا ہی پس اسکو ایسی ہی بات پر آمادہ کرتا ہی جو عذاب تک پہونچاوے - فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ مَن موصولہ مفعول ہی تعلمون کا یعنی اگر تم جمے رہے تو عنقریب جان لوگے اس شخص کو جسکے واسطے حاصل ہوگا دار آخرت - یعنی دار آخرت مین جسکو نیک انجام حاصل ہوگا اسکو جان لوگے کہ وہ شخص ہم ہین یا تم ہو - قال البیضاوی اس کلام مین تہدید کے باوجود انصاف ہی گفتگو مین اور حسن ادب ہی جناب باری تعالے مین کہ اپنی بھلائی کا حکم نہ کیا اور تنبیہ ہی کہ دھمکانے والے کو اپنے حق پر ہونے کا وثوق ہی - حمزہ وکسائی نے

کسی جنس پر مقصور و منحصر نہیں ہے اور یہ بنا بر تقریر مترجم کے انسب ہے اور مفسر رحمہ نے وہ اختیار کیا جو شیخ ابن جریر رحمہ نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جیسے تمکو پیدا کر دیا مخلوق دیگر سے جو تمہارے پہلے تھے اور یہ معنی موافق فہم جاہلان مشرکین کے اقرب ہیں اور مترجم نے اشارہ کر دیا کہ جملہ تشبیہ یعنی قولہ کما انشاکم سے انکو قدرت کاملہ کی طرف ارشاد ہے کہ پیدا کرنا و ایجاد کرنا کسی واسطہ پر موقوف نہیں بلکہ آخر آدم ؑ کو بدون ماں و باپ کے ایسا خوب پیدا کیا کہ اسقدر کثرت سے انکی ذریات موجود ہوئی اور یہ ادق ہے اور اس سے نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ کے واسطہ سے شرک نہ کرنے پر تنبیہ ہے کہ وہ تو بدون باپ کے ہوئے جو آدم ؑ سے کم مرتبہ ظہور قدرت تھا اور انسے کوئی نسل بھی نہوئی سو اور نصاریٰ اگر سمجھتے تو جان لیتے کہ وہ مشرک بھی ہوئے اور حضرت عیسیٰ پر بھی ایمان نہ لائے کیونکہ وہ تو ایسے شخص پر ایمان لائے جسکو بیٹا یقین کرتے ہیں وہ درحقیقت کوئی بھی نہیں ہے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بندہ خدا و رسول برگزیدہ جامع کمال انسانی بزرگ مرتبہ پر ایمان لاتے تو یہ ایمان البتہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے رسول تھے جنپر انجیل نازل ہوئی تھی اور جنھوں نے حضرت محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلعم کی خوشخبری سنائی تھی اور وہ عنقریب قیامت سے پہلے نازل ہوکر آنحضرت صلعم کی شریعت پر حکم کرینگے اور اسی دین کے واسطے جہاد کرینگے پس اگر اہل کتاب ایمان لاویں تو انکے لیے بہت بہتر ہے حتی کہ دنیا میں بھی بذات خود اپنے سچے مسلمان ہوں اور جو پہلے کے مسلمان بگڑے ہوئے موجود ہیں انکے تابع ہو جاویں اور انکا بگڑا بنا درست ہو جاوے انشاء اللہ تعالےٰ اور اگر نہ ایمان لاویں تو ضرور حضرت عیسیٰ ؑ کے عنقریب نازل ہوتے پر انکے جہاد سے خوار ہونگے اور اگر نہ مانیں تو باتباع حکم الٰہی اعلان ہے کہ فانتظروا انا منتظرون۔ انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ جو تم کو وعدہ دیا جاتا ہے عذاب کا اور قیامت کا وہ ضرور آنے والا ہے اور تم ہرگز معجز نہیں ہو یعنے ہمارے عذاب سے چھوٹنے والے نہیں ہو اگر ایمان نہ لاؤگے۔ اور کرخی رحمہ نے افادہ کیا کہ اپنے مقام پر تحقیق کیا گیا ہے کہ جملہ اسمیہ اگر مثبت ہو تو دائمی ثبوت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اگر منفی ہو تو دوام انتفاء پر دلالت کرتا ہے نہ انتفاء دوام پر۔ اور فرق یہ ہے کہ یہاں دوام انتفاء ہے یعنے معجز ہونا دائماً منتفی ہے یعنے کبھی کسی وقت کوئی شخص معجز نہیں ہو سکتا یعنے اللہ تعالی اگر عذاب چاہے تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی معجز ہو جاوے اور انتفاء دوام سے دوامی معجز ہونا منتفی ہوتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ بعض وقت معجز ہو مثلاً کہا جاوے کہ زید کا دوامی ہنستا ہونا منتفی ہے یعنے برابر ہر وقت ہمیشہ وہ ہنستا نہیں رہتا تو اس سے یہ لازم نہیں کہ کسی کسی وقت بھی نہیں ہنستا بخلاف اسکے زید کا گھوڑا نہونا دوامًا منتفی ہے یعنے زید گھوڑا نہیں ہے یہ دائمی صادق ہے تو کسی وقت بھی وہ گھوڑا نہیں ہو سکتا اور یہی دوام انتفاء یہاں بھی قولہ ما انتم بمعجزین سے مراد ہے۔ قال الحافظ حاصل آنکہ تم کسی حال میں اللہ تعالےٰ کو عاجز نہیں کر سکتے بلکہ وہ پاک پروردگار قادر ہے کہ تم کو پھر زندہ کرکے عذاب کرے اگرچہ تم خاک مٹی گل سڑ گئے ہو۔ کیا یہ نہیں سمجھتے کہ اب تو بھلا گلے سڑے خاک مٹی کچھ موجود ہو اور پہلے تو کچھ بھی نہ تھی جو تم کو ایجاد کر دیا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت سید الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ اے اولاد آدم اگر تمکو کچھ عقل ہے تو اپنے آپ کو مردہ شمار کرو۔ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ بات یہی واقعی ہے کہ جو تم کو وعدہ دیا گیا ضرور آنے والا ہے اور تم کچھ بھی معجز نہیں ہو سکتے۔ رواہ ابن ابی حاتم ف — فی العرائس قولہ تعالےٰ وربک الغنی ذو الرحمۃ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی دو صفت قدیم سے آگاہ فرمایا جو تمام مخلوقات کے واسطے خواہ مومن ہوں یا کافر خواہ مطیع ہوں یا عاصی سب کے واسطے ہے یعنی وہ پاک پروردگار

وقال البیضاوی- ولکل من المکلفین مراتب من اعمالہم او من جزائہا او من اجلہا- یعنی مکلفین مین سے ہر ایک کے واسطے مراتب ہین- یہ قید عقلی ہی تاکہ طفل و مجنون وغیرہ و نیز جانور وغیرہ خارج ہوجاوین- اگر کہا جاوے کہ بعضے حیوانات و نباتات وغیرہ کے واسطے بھی مراتب ہین جیسے اصحاب کہف کے کتے کے بارہ مین ثابت ہی تو جواب یہ کہ یہان مما عملوا کی قید سے ظاہر ہی کہ مطلقاً بیان مراد نہین ہی واللہ اعلم- اور نیز بیضاوی رح نے اشارہ کیا کہ مما عملوا مین جائز ہی کہ ما مصدریہ ہو یا سببیہ ہو اور مضاف مقدر ہی یعنی من جزاء ما عملوا- فافہم- فی المدارک- اسی سے امام ابو یوسف و امام محمد رح نے استدلال کیا کہ جنون کو ثواب طاعت ملتا ہی- قال المترجم یہ مجمل ہی معلوم نہین ہوتا کہ دنیا مین مل جاتا ہی یا آخرت مین بھی ملیگا- لیث بن ابی سلیم سے روایت کیا جاتا ہی کہ انھون نے فرمایا کہ جنون مین سے جو مسلمان ہوئے وہ نہ جنت مین داخل ہونگے نہ دوزخ مین- کیونکہ اللہ تعالے نے جنت سے انکو نکالا پھر انکو اسمین دوبارہ نہ لا دیگا- قال المترجم اس روایت کا پتا نہین ملتا کہ باسناد صحیح قول لیث رح ثابت ہی یا نہین بر تقدیر یکہ اسناد صحیح ہو تو تاویل ہوگی ورنہ دلیل مذکور محض ضعیف ہی تو نہین دیکھتا کہ آدم علیہ السلام بھی جنت سے باہر ہوئے علاوہ برین قولہ قلنا اہبطوا منہا جمیعا فاما یاتینکم منی ہدی الآیۃ بنابر آنکہ اہبطوا جمع سے جن بھی مراد ہین صریح ہی کہ اگر ایمان لاکر نیک کام کرین تو ثواب جنت مین بنی آدم سے برابر ہین اگرچہ فضائل مین یکسان نہون اور نیز تکلیف ایمان مین انسان کے برابر جن بھی مکلف ہین حالانکہ طرف عصیان مین جہنم مین جانا منصوص ہی وقد قال الضحاک رح جن بھی جنت مین داخل ہوکر نعمتین کھائینگے پینگے- وعن ابن عباس رض مخلوق چار حالت پر ہی ایک مخلوق سب جنتی ہی اور وہ ملائکہ ہین- دوم مخلوق سب دوزخی ہی اور وہ شیاطین ہین سوم و چہارم وہ مخلوق ہین کہ جنتی بھی ہین اور دوزخی بھی ہین وہ جن و انسان ہین پس انکو ثواب بھی ہی اور انپر عقاب بھی ہی- احادیث بہت ہین جن سے استنباط ہوسکتا ہی واللہ اعلم- وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ- اور تیرا رب کچھ اس سے غافل نہین جو وے کرتے یا تم کرتے ہو- یعملون بیاء تحتیہ اکثر کی قرارت ہی اور بعض نے بتاء خطاب پڑھا- پس اسمین وعدہ بھی ہی کہ کسی نیکوکار کا عمل ضائع نہوگا اور تہدید و وعید بھی ہی کہ بدکار دنیا وغیرہ مین مشغول ہوکر غافل نہوین ورنہ عذاب ہی- وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ یعنی اور تیرا پروردگار بے پروا ہی تمام پیدا کی ہوئی مخلوق و انکی عبادت سے اور باوجود اسکے رحمت والا ہی- قالوا یہ کلام پاک کیا اچھا و بلیغ ہی یہان غنی ہونا و رحمت والا ہونا جمع کرنے مین انتہاء درجہ کا فضل و انعام ہی اور کمال رحمت پر دلیل ہی اور منجملہ رحمت کے ہی کہ رسول بھیجے اور نافرمانی مین بدون نیست کرنے کے باقی چھوڑ دیا پس سابق و لاحق سے خوب مناسب ہی کما قال البیضاوی اسمین تنبیہ ہی کہ سابق مین جو رسول بھیجنے کا ذکر فرمایا وہ پاک پروردگار غنی حمید کی طرف اسکے نفع کی راہ سے راجع نہین بلکہ بندون پر رحمت ہی اور نیز اسمین مابعد کے واسطے تاسیس ہی کہ فرمایا- إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ یعنی اللہ تعالے غنی حمید کو تمھاری کچھ حاجت نہین وہ چاہے تو اے نافرمانو تم سب کو نیست کردے اور مفسر رح نے خطاب کو اہل مکہ سے مخصوص کیا- وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ ما موصولہ سے مراد خلق ہی یعنے تم کو ہلاک کرکے جو مخلوق چاہے بجائے تمھارے پیدا کردے- كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ جیسے تمکو آخر دوسری قومون کی ذریت سے پیدا کیا ہی جنکو آخرکار بلا واسطہ مخلوق پر منتہی فرمایا یعنی آدم علیہ السلام کو بدون ماں و باپ کے اور بدون نمونہ کے نئے طور پر ایجاد کردیا تھا لیکن اللہ تعالے نے تم پر رحم کیا ہی کہ تمکو باقی رکھا اور اگر چاہتا تو تم فوراً اٹھ جاتے اور تمھارے بجائے دوسرے آجاتے جیسے وہ چاہتا فتبارک اللہ ذو الملک و الملکوت و العزۃ والقدرۃ والجبروت- رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ مراد اس سے خلق دیگر سوائے مخلوق موجودہ کے ہی پس تنبیہ ہی کہ قدرت اللہ تعالی سبحانہ

نائب وغیرہ بھیجے جو انکو توحید و اعمال شرع بتادین اور شرک و نافرمانی سے ڈرا دین اور ایسا نہین ہو کہ غفلت مین انکو ہلاک کرے حتی کہ وہ کہین کہ ہمکو تو کوئی بشیر و نذیر نہین پہونچا تھا ۔ اور وجہ دوم یہ کہ ۔ لم یکن لیہلکہم بدون التنبیہ ۔ یعنی ایسا نہین کہ انکو ظلم کے ساتھ بدون تنبیہ کے ہلاک کرے ۔ قال الحافظ ۔ پھر شیخ ابن جریر رح نے وجہ اول کی ترجیح و تائید بیان کی اور شک نہین کہ وہی اقوی ہو ۔ قال المترجم واضح رہے کہ حقیقی معنی ظلم کے تو حضرت باری تعالے کی شان مین کسی طرح نہین ہوسکتے اگرچہ وہ تمام آبادیون کو بلا قصور و بیوجہ ہلاک کردے ۔ کما فی قولہ ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا ۔ یہ نہین دیکھتے کہ اگر کوئی آدمی ایک برتن بنا دے پھر اسکا جی چاہے اور اسکو توڑ ڈالے تو کچھ ظلم نہین پھر کہان حضرت باری تعالے جل جلالہ لہذا اوتعالے شانہ جو کچھ کرے سب عین صواب و عین انصاف ہو ۔ ولیکن کمال رحمت ہو کہ جن باتون کو بندہ اپنے درمیان مین حرج سمجھتا ہو اوتعالے عزوجل نے بھی اسکو نہین کیا اگرچہ اوتعالے کی نسبت وہ حرج نہین ہو پس تاویل دوم بھی ہوسکتی ہو اگرچہ اول اولی ہو ۔ بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اوتعالے نہین ہلاک کرتا اہل القری کو بسبب ظلم کسی ظالم کے انمین سے درحالیکہ باقی لوگ اس سے غافل ہون ۔ بالجملہ اوتعالے نے کسی قوم کو خواہ جن ہون یا انسان ہون بدون تنبیہ و انذار کے عذاب نہین کیا ۔ کما قال تعالے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔ اور فرمایا ۔ کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلی قد جاءنا نذیر الآیۃ ۔ اور فرمایا ۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الآیۃ ۔ اور فرمایا ۔ وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر ۔ یعنی نہین کوئی آبادی مگر آنکہ اسمین ڈر سنانے والا گذرا ہو ۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝
اور ہر کسی کو درجے ہین اپنے عمل کے اور تیرا رب بیخبر نہیں اُنکے کام سے
وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا
اور تیرا رب بے پروا ہے رحم والا اگر چاہے تمکو لیجاوے اور پیچھے تمہارے قائم کر دیوے جسکو
يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝
چاہے جیسے تمکو کھڑا کیا اوروں کی اولاد سے ۔ جو تمکو وعدہ دیا سو آنے والا ہو اور تم تھکا نہ سکوگے

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ای لکل من العالمین جزاء مما عملوا من خیر و شر ۔ یعنی درجات بمعنی جزاء ہو اور ما موصولہ سے خیر و شر مراد ہی یعنے اور عالمین مین سے ہر ایک کے لیے جزاء ہو اس چیز سے جو اسنے بھلائی یا برائی کی تھی ۔ مفسر رح نے عالمین کہا جو ملائکہ کو بھی شامل ہو اور شک نہین کہ ملائکہ کے لیے بھی درجات ہین ۔ پس اسمین اشارہ ہو تضعیف قول بعض مفسرین کی طرف جنھون نے آیت کو فقط کفار کے ساتھ خاص لیا کیونکہ انھین کے ذکر کے بعد ہو اور وجہ ضعف یہ کہ عمل کفر سے درجات کہان سے آئینگے بلکہ درکات عذاب ہونگے اگرچہ کہا جاسکتا ہو کہ درجات کا استعمال امر خیر مین غالب ہو لیکن یہان مراتب مراد ہین ۔ پھر بھی بیان مراتب کفار قلیل الجدوی ہو کما قال تعالے لکل ضعف ولکن لا تعلمون ۔ یعنی جو پیروی مین گمراہ ہوے وہ قیامت مین کہینگے کہ پروردگاران سرغنہ لوگون نے ہمکو اپنی پیروی مین خراب کیا انکو دونا عذاب دے تو حکم ہوگا کہ تم مین سے ہر ایک کو دونا عذاب ہو ولیکن تمکو شعور نہین ہو اور نیز تضعیف قول دیگر ہو کہ مخصوص بمومنین ہو بنظر لفظ درجات ۔ پس عام اختیار کیا بسبب دلیل تخصیص نہونے کے ۔ فافہم

اعوذ باللہ من سوء العاقبۃ- اور یہ ان لوگون کی طرف سے دوسری گواہی ہی کہ جن رسول پاک و آیات بینات کریمہ سے انکی ہدایت
کی گئی ان سب سے دنیا مین انھون نے کفر و انکار ہی کیا- فی المدارج- اگر کہا جاوے کہ کیونکر انھون نے اپنے کافر ہونے پر
گواہی دی حالانکہ دوسری آیت مین انکا جھوٹ بولنا مذکور ہی کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین- یعنی وہان بھی فسق و فجور نہ چھوڑینگے اور اللہ
عز وجل کی جھوٹی قسم کھا جاوینگے کہ ہم مشرک نہین تھے- تو جواب دیا گیا کہ اس بڑے دن مین احوال و اوقات مختلف پیش آوینگے پس
بعض اوقات و حال مین اقرار کرینگے اور بعض مین انکار کرینگے- اگر کہا جاوے کہ دوبارہ انکی گواہی انکے کافر ہونے پر کیون مکرر ذکر کی
ہی تو جواب دیا گیا کہ اول اقرار مین تو انکے قول کو نقل کیا کہ کیونکر کہینگے اور کیسے اقرار کرینگے- اور دوم مین انکی نظر خطا کار و رائے غلط
و ناہنجار کی مذمت ہی کہ دنیاے ناپائدار کے شہوات پر مغرور ہوئے اور اسی پر دارومدار رکھا جو ہر وقت معرض زوال مین اور خطرۂ موت
مین بالکل بے اعتبار ہی اور عاقبت سے بالکل منھ موڑ لیا انجام کار کفر کا اقرار کیا اور عذاب دائمی کے لیے جسکے سننے سے رونگٹے کھڑے
ہوتے ہین اپنے آپ کو مسلم سپرد کیا پس اسمین نصیحت ہی ان نیک بندون کو جو غیر کی حالت دیکھکر عبرت و نصیحت لیتے ہین کہ وہ ایسے نہو جاوین
اور لطف و فضل الٰہی دیکھین کہ پیدا کیا اور رزق دیا صحت و تندرستی دی اور ہر نعمت سے سرفراز کیا خصوص پیدا کر دینا کہ اسی
کے مثل تمام مخلوقات آسمان و زمین مین کوئی ایسی نعمت نہین دے سکتا ہی پھر عقل و حواس دیے اور رسول بھیجے اور نہایت خوبی
و حسن اسلوب سے ہدایت فرمائی اور کیسے پاکیزہ اخلاق و عادات سکھلائے اور اسپر جنت و نعمت غیر مترقبہ کا وعدہ فرمایا یہ کیسے
بڑے بڑے احسان ہین اللہ تعالے سبحانہ ارحم الراحمین غفور و شکور و ودود و حمید کے نام پر اپنی جان ناچیز قربان کرین اور کبھی ترک
نہ کرین ورنہ او تعالے عز وجل علیم و قدیر و قہار عزیز و سلطان ہی قادر مختار ہی جو چاہے کرے اسی کی شان پاک ہی- لا یسئل عما یفعل
وہم یسألون- پس عذاب اسکا سخت ہی نعوذ باللہ منہ- ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ
وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ- ذلک سے اشارہ رسولون کے بھیجنے کی طرف ہی اور ان مخفف ہی ان بالتشدید کا اور لام مقدر ہی یعنی ذلک الارسال
للرسل لانہ لم یکن الخ- بعض نے کہا- اے لاجل انہ لم یکن الخ- یعنی یہ رسولون کا بھیجنا اس جہت سے کہ نہین ہی تیرا پروردگار ہلاک
کرنے والا آبادیون کو بسبب ظلم کے درحالیکہ وہان والے غافل ہون کوئی رسول انکو نہ پہونچا ہو- قال البیضاوی- ذلک خبر مبتدا
محذوف ہی ای الامر ذلک- یعنی بات یون ہی ہی رسولون کے بھیجنے کی- پھر قولہ ان لم یکن الخ اس حکم کی تعلیل ہی یعنے بات یون ہی
ہونا اس وجہ سے ہی کہ نہین ہی تیرا پروردگار ہلاک کرنے والا الخ- قال المترجم حذف مبتدا امر گران ہی بلا ضرورت نہین
شایان ہی پس یہ تاویل مرجوح ہی- اگر کہا جاوے کہ او تعالے عز وجل تمام جہان و سب اشیاء کا خالق ہی سب اسی کی مخلوق ہی
سب اسی کی ملک ہی وہ اپنے ملک مین جیسے چاہے تصرف کرے اور ظلم تو بیجا تصرف کو کہتے ہین پس اللہ تعالے کی جب سب مخلوق
ملک ہی تو اسکا ہر طرح تصرف کرنا صحیح ہی چاہے سب کو ہلاک کرے چاہے باقی رکھے وہ جو چاہے کرے اس سے کوئی پوچھ گچھ نہین ہی
پھر کیونکر فرمایا کہ لم یکن ربک مہلک القری بظلم واہلہا غافلون- مفسر سیوطی رح نے جواب دیا کہ تقدیر کلام یہ کہ بظلم منہا اے بسبب
ظلم من القری- یعنی نہین ہی تیرا پروردگار ہلاک کرنے والا آبادیون کا بسبب کسی ظلم کے جو آبادیون سے صادر ہو درحالیکہ وہ لوگ نیک
و بد سے غافل و جاہل ہون- قال الامام ابو جعفر بن جریر رحمہ اللہ قولہ بظلم- دو وجہ کو محتمل ہی- اول آنکہ ذلک لاجل ان لم یکن ربک
مہلک القری بظلم اہلہا وہم غافلون- یعنی انکو جلدی عقوبت مین گرفتار فرمانے والا نہین یہانتک کہ انکے پاس ایسے رسول یا رسولون کے

منکم - یعنی منجملہ تم سب کے رسول ضرور آئے ہیں - حالانکہ رسول فقط انس میں سے ہوئے اور جنوں میں سے نہیں ہوئے جیسا کہ حضرت مجاہد و ابن جریج وبہتیرے ائمہ سلف وخلف یعنی علماء صحابہ وتابعین نے صریح فرما دیا ہی اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ رسول تو فقط بنی آدم سے ہوئے ہیں اور جنوں میں نذیر گذری ہیں - قال المترجم یہیں سے مفسر رح نے دوسرا جواب دیا بقولہ اور رسل الجن نذرہم الذین یسمعون کلام الرسل فیبلغون قومہم - یعنی اگر رسل سے حقیقی معنی معروف مراد ہیں تو پہلا جواب گذرا کہ منکم سے مجموع جن وانس میں سے ہونا مراد ہی پس جبکہ انس میں سے ہوئے تو مجموعہ میں سے ہونا صادق ہوا اور دیا رسول سے اعم معنی مراد ہیں پس جنوں کے رسولوں سے انکی نذیر مراد ہیں جو رسولوں سے کلام واحکام الٰہی سنکر اپنی قوم جن کو جا کر سناتے اور نافرمانی سے ڈراتے ہیں اور نذر بضمتین جمع نذیر یعنی ڈر سنانے والا - قال الحافظ ما حاصلہ اور دلیل اسکی کہ رسول فقط انس ہی میں ہوئے قولہ تعالے انا اوحینا الیک کما اوحینا الے نوح والنبیین من بعدہ الآیۃ - اور قولہ تعالے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ - اور کوئی قائل نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے جنوں میں نبی تھے پھر نبوت منقطع ہوئی - وقد قال تعالے وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق الآیۃ - اور معلوم ہی کہ جن اس باب میں انسانوں کے تابع ہیں لہذا فرمایا واذ صرفنا الیک نفرا من الجن الآیۃ - مترجم کہتا ہی کہ جنوں کا وجود جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی تھا تو ممکن ہی کہ پہلے ہوتے ہوں پھر نبوت ورسالت اولاد آدم میں منحصر ہوئی اور جن تابع رہے ہوں - اور آیات جو نقل فرمائیں محتمل ہیں کہ انس کے رسولوں کے بارہ میں ہوں وقد قال الضحاک بن مزاحم رح کہ جنوں میں سے رسول ہوئے ہیں بدلیل اسی آیت کے - پس اس آیت سے استدلال تمام ہونا بوجہ اسکے کہ یہ آیت کریمہ اس مدعا کے ثبوت میں نص صریح نہیں اسی طرح جو شیخ حافظ نے استدلال کیا وہ بھی محتمل ہی لہذا اس مسئلہ میں زیادہ بحث کی حاجت نہیں ہاں اسقدر قطعی ہی کہ معرفت ذات وصفات الٰہی وتوحید وعبادات بذریعہ رسولوں کے ہر دو فریق جن وانس کو پورے طور سے پہونچ گئی ہی پس جو کوئی انمیں سے کافر ہوا وہ بعد حجت کے ہلاک ہوا ہی کیونکہ ہر فریق کے پاس ایمان ومعرفت تبلانے والے واطاعت پر بشارت اور نافرمانی پر عذاب وڈر سنانے والے رسول ضرور پہونچ گئے جیسا کہ آیت کریمہ نے بتقریر فرمایا - الم یاتکم رسل منکم یعنی ضرور آئے تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول کہ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا مفصل بیان کرتے تھے تمپر میری آیات کو اور ڈراتے تھے تمکو اس دن سے جو تمہارے روبرو آیا - حاصل آنکہ جس دن اللہ تعالے سب مخلوق کو محشور فرمادیگا یعنے قیامت کے روز تو گروہ جن وانس کو ملامت کے ساتھ اقرار صادق کرنے کو فرمایگا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا بولے ہم اپنے اوپر گواہ ہیں ف - مومنین تو دنیا ہی میں گواہی دینے والے اور ایمان لائے ہوئے ہونگے جو اسدن ملامت سے بچینگے اور رہے کافر تو وہ بھی اقرار کرینگے چنانچہ معنی یہ کہ جن وانس میں سے کافر لوگ اقرار کرینگے کہ ہم اپنے اوپر گواہی دیتے ہیں کہ ہمکو رسالت الٰہی پہونچائی گئی ہی - یہ ان کافروں کی طرف سے اقرار ہی کہ اوتعالے کی حجت رسولوں کے ساتھ پیغام بھیجکر انکو ہدایت کرلے اور انکے نہ ماننے سے انپر لازم ہی اور یہ جملہ مستانفہ گویا جواب اس امر کا ہی کہ کافر لوگ آخر کیا کہینگے - اللہ تعالے فرماتا ہی وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور انکو زندگانی دنیا نے مغرور وفریب کھایا ہوا کر دیا پس ایمان نہ لائے - قال البعض یہ جملہ معترضہ ہی اور زندگی پر غرور یہ کہ لذات وشہوات دنیا میں عاقبت بھول گئے اور عہد ازلی فراموش کیا اور انجام کار یہ ہوا کہ اپنے اوپر کفر کی گواہی دی کما قال تعالے - وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ اور گواہی دی اپنی جانوں پر کہ ہاں وہ لوگ کافر تھے

تیرا پروردگار اپنی صنع میں حکمت والا اور اپنی خلق کا خوب جاننے والا ہی۔ ظاہر ہی کہ تمام علم و حکمت الٰہی بندہ کی مجال سے باہر ہی فافہم
وَكَذٰلِكَ یعنی جیسے ہم نے نافرمانی کرنے والے جنون و انسانون کو بعض کو بعض سے نفع اٹھانے دیا ایسے ہی نُوَلِّيْ بَعْضَ
الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا دوست کرتے ہین ہم بعض ظالمون کو بعض کا ف تولی از تولیہ مصدر ولایت یعنی دوست کر دینا۔
عن عبد الرحمن بن زید یعنی ظالم جنون کو ظالم انسانون پر مسلط کرتے ہین۔ پس تولیہ بمعنی تسلیط ہی اور فرق درمیان ہر دو ولایت آنکہ
ولایہ بالفتح بمعنی نصرت و یاری و دوستی ہی اور بالکسر بمعنی غلبہ و ملک و سلطنت ہی کذا ذکرہ الزمخشری۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے
لوگون کو انکے اعمال پر باہم متولی کرتا ہی پس ہر مومن دوسرے مومن کا ولی ہی چاہے جہان سے اور جہان ہوا ور ہر کافر دوسرے کافر
کا ولی ہی جہان اور جیسا ہو اور ایمان تمنا کرنے اور صورت بنانے پر نہین ہوتا۔ قال الحافظ اسی تفسیر کو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا۔
قال معمر عن قتادہ رح یعنی دوزخ مین بعضے ظالم بعض کے پیچھے پیچھے ہونگے یعنی دنیا مین جو ایک دوسرے سے موالات کرکے ظلم کرتے
تھے اسی واسطے فرمایا۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنی انکے گناہ کمانے کے سبب سے ایسا کر دیا ہی ف کہ بعضے بعضون کے ولی
ہین۔ ظاہر آنکہ ظلم بیان عام ہی خواہ اپنے نفس پر ظلم ہو بایں طور کہ دوسرے کے موالات مین کفر و شرک کیا یا غیر پر ظلم ہو کہ اسکو ایمان
سے روکا یا مضرت ناجائز پہونچائی۔ عن ابن عباس جب اللہ تعالے کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہی تو انپر انمین سے بہتر کو متولی کرتا ہی
اور جنکی برائی چاہتا ہی تو انکے شریرون کو متولی فرماتا ہی۔ اعمش رح نے کہا کہ مین نے بزرگون کو کہتے سنا کہ جب زمانہ فساد آویگا
تو لوگون پر انکے شریر بدکار سردار ہونگے۔ اللھم انی اعوذ بک من الفتن و اسالک العافیۃ۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ

اے جماعت جنون اور انسانون کی کیا تمکو نہین پہونچے تھے رسول تمھارے اندر کے سناتے

اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا

تمکو میرے حکم اور ڈراتے دن سامنے آنے سے بولے ہمنے مانے

وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝

اپنے گناہ اور انکو بہکا دیا دنیا کی زندگی نے اور قائل ہوے اپنے گناہ پر کہ وہ تھے منکر

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝

یہ اسواسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنے والا نہین بستیون کو ظلم سے اور وہان کے لوگ بیخبر ہون

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ معشر جماعت اور جمع آن معاشر یعنی اے گروہ جن و انسان کے اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
کیا نہین آئے تمھارے پاس رسول جو تم مین سے ہین۔ چونکہ وہم ہوتا تھا کہ جنون مین کوئی جن رسول نہین ہوا لہذا مفسر رح نے توضیح
کردی کہ منکم کے معنی من مجموعکم ہی یعنے جن و انس کے مجموع مین سے پس اگرچہ جنون مین رسول نہین ہوا لیکن انسان مین سے رسول
ہوئے تو منکم اس مجموعہ مین سے صادق ہی جیسے قولہ تعالے یخرج منھما اللؤلؤ و المرجان۔ یعنی آب شیرین و شور مین سے موتی و مونگا نکلتے
ہین حالانکہ فقط آب شور سے نکلتے ہین آب شیرین سے نہین نکلتے لیکن منھما مجموعہ کے اعتبار سے جبکہ ایک ہی ٹکڑے سے نکلے تب بھی صادق
ہی اور یہ جواب شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہی جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا اور فرمایا کہ قولہ الم یاتکم مین استفہام تقریری ہی اور

اور یہی شیخ محلی رح نے سورہ صافات میں فرمایا ہے حالانکہ یہ تاویل خلاف ہے قولہ تعالےٰ یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین منہا الآیۃ کے - اور ملا علی قاری رح نے کہا کہ تعجب ہے کہ باوجود اسکے شیخ سیوطی رح نے اپنی تفسیر در المنثور میں کہا کہ سلف نے فرمایا کہ آگ سے کافر بالکل نہیں نکلینگے - پھر اس تفسیر میں یہ تاویل اختیار کی - قال المترجم جواب ممکن ہے کہ اوتعالےٰ نے جو فرمایا اس سے خلاف اسوجہ سے نہیں کہ وہ نکلنے کا ارادہ کرینگے مگر نہ نکلینگے اور یہان یہ ثابت ہوا کہ اوقات مشیت مین تنویع تعذیب کے واسطے حمیم پینے کو قعر دوزخ سے نکالے جاوینگے اور نیز یہ اصلی خروج نہیں بلکہ تنویع عذاب ہے اور اسی سے ظاہر ہوا کہ سلف کے قول سے بھی خلاف لازم نہیں آتا - اسواسطے کہ دوزخ سے نہ چھوٹے - پھر مفسر رح نے ذکر کیا وعن ابن عباس رض یہ استثناء ایسے لوگون کی طرف راجع ہے جنکے حق مین اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے کہ وہ ایمان لاوینگے - پس ما شاء یعنی من شاء ہے قال البعض یعنے الا من شاء اللہ ایمانہ - سواے اس شخص کے جسکے حق مین اللہ تعالےٰ نے ایمان چاہا پس وہ آگ مین داخل نہوگا اور اس قول ابن عباس کو جمہور نے حکایت کیا اور یہی کرخی کا قول ہے - قال المترجم بعض نے جو یہ معنی قول ابن عباس کے بیان کیے اسپر وارد ہوتا ہے کہ قیامت مین ان لوگون سے جب کہا جائیگا تو استثناء کے کیا معنی ہین کیونکہ مشیت پر ایمان لانا وار دنیا مین واقع ہوچکا اللہم الا ان یقال خطاب مجموع جن و انس سب کو ہوگا خواہ مشرک ہوں یا مومن ہوں - ولیکن یہ خلاف سیاق ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان مجرمون مین سے سب شرک وکفر ہی کے مجرم نہیں ہونگے بلکہ حرام و مرتکب کبیرہ بھی جنھون نے شیطان کی پیروی مین گناہ کیے ہین انکے ساتھ شامل ہونگے جنکے حق مین بدون تعذیب کے رہائی نہونا مقدر ہوا ہے اور جنون کی جماعت کے بڑھانے واستکثار کرنے مین ایسے گناہگار بھی شامل ہونگے پھر سب کے حق مین دخول نار کا حکم ہوگا لیکن خالدین سے استثناء ہوگا یعنی سب خالدین فیہا - رہو سواے ان لوگون کے جنکے حق مین بسبب اسلام دنیاوی کے مشیت ہوچکی ہے کہ ہمیشہ دوزخ مین نہ رہے پس وہ بعد تعذیب کے نکالا جائیگا اور بجاے من کے ما موصولہ سے اشعار وقت مقدر کا ہے اور تاکہ من سے وہم بجانب عدم دخول نہو واللہ تعالیٰ اعلم - اگر کہا جاوے کہ ما بمعنی من نہیں بلکہ اول براے غیر ذوی العقول و دوم براے ذوی العقول ہے تو جواب آنکہ ما موصولہ اعم ہے جیسا کہ محققین نے تصریح کردی ہے - قال الحافظ بعض نے کہا کہ استثناء کا مرجع برزخ کی طرف ہے یعنے زمانہ برزخ تک مستثنیٰ ہو - اور بعض نے کہا کہ مدت بقاء دنیا تک استثناء ہے - اور دیگر اقوال بھی آیۃ مین چنانچہ قولہ تعالےٰ واقع سورہ ہود - خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ماشاء ربک ان ربک فعال لما یرید - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ سب تقریر آویگی - قال البیضاوی فی قولہ الا ماشاء اللہ - سواے ان اوقات کے جنمین آگ سے زمہریر کی طرف منتقل کیے جاوینگے - قال التفتازانی فی حاشیۃ الکشاف - ایک وجہ دیگر نکلتی ہے وہ یون ہے کہ اس استثناء سے مراد مبالغہ ہے ہمیشہ دوزخ مین پڑے رہنے کا یعنی خلود کا وقت کبھی منتہی نہوگا مگر اسوقت کہ اللہ تعالےٰ چاہے حالانکہ معلوم ہے کہ مشیت الٰہی کبھی انکے خروج کے واسطے نہوگی پس خلود مؤکد ہوا اگرچہ پہلے وہم تھا کہ شاید کبھی مشیت ہو اور نیز خلود کو بصورت استثناء بیان کرنے مین طمع دلانے کا تہکم ہے - قال الحافظ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ آیت ایسی آیت ہے کہ کسی کو نہیں سزاوار ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق کے بارہ مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی حکم لگاوے اور مخلوق کو نہ جنت مین اتارے اور نہ دوزخ مین اتارے - رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم اور زیادہ بسط اس مقام کا انشاء اللہ تعالےٰ سورہ ہود کی آیت مین آویگا اور ان مقامات مین زیادہ ضرورت جان لینے کی نہیں ہے بلکہ جہان تک معلوم ہوجاوے بہتر ہو ورنہ او تعالیٰ عزوجل دانا ہے - اِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ

الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ

جو تو نے ہمارا ٹھہرایا تھا فرماویگا آگ ہی گھر تمھارا رہا کرو اُس مین مگر جو چاہے اللہ تیرا

رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

رب حکمت والا خبردار ہی اور اسیطرح ہم ساتھ ملا دینگے گنہگارون کو ایک دوسرے کو بدلہ اُنکی کمائی کا

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ واذکر یوم نحشرہم۔ بیان کر جسدن محشور کرینگے ہم ان لوگون کو۔ نحشرہم بالنون اکثر کی قرارت ہی اور حفص نے بالیاء پڑھا ہے یحشرہم اللہ تعالے یعنی اللہ تعالے انکو یعنی مخلوق کو محشور فرماویگا۔ ظاہر آنکہ تمام مخلوق محشور ہوگی اسمین یہ لوگ بھی محشور ہونگے اور ہم ضمیر سے جن وانس دونون گروہ مراد ہین اور قولہ جَمِيْعًا تاکید ہی کہ تمام مخلوق کو شامل ہی یا ان سب کے واسطے ہی يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ یعنی کہا جائیگا فرشتون کی زبان سے کہ اے گروہ جنون کے۔ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ تم نے بہتسے لیے انسان مین سے۔ عن ابن عباس یعنی بہیرسے انسان مین سے تم نے گمراہ کر لیے۔ وکذا قال مجاہد وقتادہ والحسن۔ مراد جن شیاطین اور کافر جن ہین۔ بعض نے کہا کہ استکثار یعنی استمتاع کثیر ہی اور بنا بر قول اول کے جو اصح ہی معنی یہ کہ تم نے انسانون مین سے بہتسے گمراہ کرکے اپنے ساتھ ملا لیے گویا وہ تمھارے خادم ہوکر تمھارے ساتھ محشور ہوے ہین اور شیاطین اسکا کچھ جواب نہین دے سکینگے کیونکہ شیطان کا معاملہ معروف ہی اور اللہ تعالے نے اسکی کھلی دشمنی سے انسانون کو آگاہ فرماکر اسکی پیروی سے بچنے کا حکم دیدیا ہی اسی واسطے شیطان کی طرف سے جواب نہین ہی بلکہ شیطان کی دوستی و پیروی کرنے والون کا جواب بیان فرمایا۔ لقولہ وَقَالَ اَوْلِيٰۗـؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ یعنی انسانون مین سے جو جنون کے پیرو اور دوست ہوئے ہین وہ کہینگے۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اے ہمارے رب ہم مین بعض نے بعض سے استمتاع اوٹھایا۔ جنون نے تو شہوات کو مزین کیا اس سے انسانون نے استمتاع اُٹھایا اور انسانون نے جن کی اطاعت کی پس وہ مخدوم بنکر خوش ہوئے۔ شیخ ابن جریر رح نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت مین عرب والے اس حال مین تھے کہ انمین کا آدمی کسی جنگل مین اُترتا تو کہتا اعوذ بکبیر ہذا الوادی۔ یعنی مین اس بیابان کے سردار سے پناہ مانگتا ہون کہ کوئی شریر جن مجھکو ستانے نہ پاوے پس یہ تو انسانون نے جن سے نفع لیا اور جنون کا انسان سے یہ استمتاع ذکر کیا کہ انسانون کی تعظیم و استعانت مانگنے سے وہ خوش ہوتے اور کہتے کہ ہم جن و انسان دونون کے سردار ہو گئے۔ عن الحسن رح جنون کا حکم دینا اور انسان کا اسپر عمل کرنا یہی استمتاع مذکور تھا۔ عن محمد بن کعب یعنی دنیا مین میل میل سے بسر کرنا۔ وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا اور ہم اپنی اس میعاد کو پہونچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔ سدی رح نے کہا کہ اجل سے مراد موت ہی یعنے دنیا کی زندگی مین بعض نے بعض سے استمتاع پایا یہانتک کہ موت آگئی۔ قال المفسر رح وہ روز قیامت ہی اور یہ کلام ان لوگون کی طرف سے حسرت کے طور پر ہی۔ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ یعنی ملائکہ کی زبان سے اللہ تعالے کی طرف سے حکم ہوگا کہ آگ یعنی دوزخ تمھارا ٹھکانا ہی یعنے تم دونون فریق آگ مین داخل ہو وہین رہو خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ درحالیکہ تمھارے حق مین حکم ہوا کہ ہمیشہ دوزخ مین پڑے رہو اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ یعنی سوائے ان اوقات کے جسمین حمیم پینے کے واسطے نکلوگے کیونکہ حمیم اس سے باہر ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ثم ان مرجعہم لالی الجحیم یعنی بعد حمیم پینے کے پھر لوٹ کر جہنم مین جاوینگے وہین انکے لوٹ جانے کا ٹھکانا ہی۔ وقیل علیٰ ہذا معنی کلام یہ ہے کہ وہ لوگ سب اوقات بتک دوزخ مین رہینگے الا ما شاء اللہ یعنی سوائے ان اوقات کے جسمین اللہ تعالے نے انکا رہنا نہین چاہا۔ اور یہ بمقتضائے زبان عربی ہی

راہ سے ہے۔ اسی واسطے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تمھاری راہ میری طرف کو ہے بلکہ فرمایا ہذا صراط ربک۔ یعنی میری راہ ہے جسمین انوار صفات روشن ہین جو اس راہ سے آیا اور مضبوط رہا وہ مطمئن و مقبول ہوا۔ شیخ ابو عثمان رح سے فرمایا کہ نہایت قویم اور مستقیم طریقہ یہی کہ بندہ اپنے اعتقاد و اعمال و افعال و اخلاق و اقوال سب مین اللہ تعالے کے کلام پاک و احادیث رسول اللہ صلعم و سنت کی متابعت کرے اور بڑا سست و برباد رستہ یہ ہے کہ دعوے و مخالفت مین سر اٹھا دے۔ سہیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مستقیم راہ پروردگار کی توحید و اسلام ہے۔ پھر جب اس راہ کی ہدایت کرکے انکو منزل سلامت مین اُتارا جہان کشف کے بعد معاینہ و دیدار نصیب ہے کما قال تعالے لھم دار السلام عند ربھم الآیۃ۔ دار السلام وہ مقام ظہور جمال و قدس صفات ہے منزہ از خطرہ حجاب و عتاب حالانکہ مصرح فرمادیا کہ وھو ولیھم۔ اسکی ولایت و رعایت ابدی و سرمدی سے دائمی سلامتی ہے۔ نیز السلام نام حضرت باری تعالے ہے تاکہ عارفون کے دل خوف سے زائل نجاوین اور محبین و واصلین اپنے حال و مقام مین سلامت رہین اور اسی کی طرف متوجہ ہون اور قولہ عند ربھم سے تقلب بانوار صفات ہے و حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمام قلوب حضرت او تعالے کے پنجۂ قدرت کے دو انگلیون کے درمیان ہین جیسے چاہتا ہے انکو پھیرتا ہے۔ او تعالے انکا ولی ہے انکی حفاظت فرماتا ہے تاکہ نفس و شیطان کے وساوس انمین راہ نہ پاوین اور مطالعہ و مشاہدہ مین رہین جسکی خوبی کہانتک بیان ہوسکتی ہے۔ نیز انکو دار کرامت سے لگا و دلایا اور اگر جوار سے تعلق دلایا جاتا تو درمیان سے حدیث الدار ایخ جاتی لیکن فی الجملہ یون ہی لگاو حدوث کا تھا اگرچہ بطریق نصیحت غیر ہو لہذا دار السلام سے متعلق کیا لیکن اپنے فضل سے انکو اسی تعلق مین نہیں چھوڑا بلکہ فرمایا وھو ولیھم۔ یعنی درمیان سے غیر پر نظر رکھنے سے اونچا کرلیا۔ قال المترجم ہذا اقال الشیخ و ظاہر کلام آنکہ جنکو ازل سے انوار معرفت کی بینائی نہیں انکی نظر مخلوقات و محسوسات یعنی غیر پر رہتی ہے اور اغیسار نقط مناظر ہین پس اس راہ سے انکو معارف کی طرف بلایا حتی کہ جو ہلاک ہو وہ بینہ یعنی نور سے ہلاک ہو اور حجت انپر تمام ہو اور اہل معرفت کا اس سے تعلق بسبب اسکے کہ ظہور دیدار وہان موعود ہے پس اس راہ سے جنت محبوب ہے اور اسی معنی کو شیخ نے آگے کے کلام مین بیان کیا بقولہ اور اللہ تعالے نے فرمایا کل شیئ ہالک الا وجہہ سے اشارہ ہے کہ ہر حادث بروقت ظہور قدیم کے مضمحل ہے۔ پھر جب او تعالے نے خود انکو دعوت فرمائی تو تمام جگہین پاکیزہ ہوگئین خواہ دنیا مین ہون یا آخرت مین ہون۔ کیونکہ اسکے حفظ سے اکوان پاکیزہ اور اسکے حسن جمال سے جہان لطیف ہوگئی ؎ اذا نزلت سلمی بواد فماؤہا + زلال و سلسال و شیحا نہا ورد + اور یہ نہیں دیکھا کہ کیونکر حضرت خلیل علیہ السلام کے حق مین فرمایا۔ قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم الآیۃ۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ دار السلام وہ ہے جسمین ہوا جس نفس و وساوس شیطان سے امن ہے۔ بعض نے کہا کہ دار السلام جہان انقطاع یعنے فراق سے سلامتی ہے۔ بعض نے کہا کہ دار السلام جنت ہے اور اسکو اسواسطے دار السلام فرمایا کہ جب اہل جنت بعد حساب و کتاب و معاملہ قیامت کے جنت مین داخل ہونگے اور دوزخ والے دوزخ مین پہونچ جاوینگے تو اللہ تعالے کیطرف سے اہل جنت کو سلام ہوگا۔ کما قال تعالے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار الآیۃ۔ قال المترجم ظاہر آنکہ سلام سے مراد سلامتی ہے وفیہ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ

اور جسدن جمع کرینگے اُنکو سب کو۔ اسے جماعت جنون کی تم نے بہت کچھ لیا انسانون سے

وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا

اور بولے اُنکے دوستدار انسان اسے رب ہمارے کام نکالا ہم میں ایک نے دوسرے سے اور پہونچے اپنے وعدہ کو

کے واسطے جو نصیحت اختیار کرتے ہین - اگرچہ آیات سب مخلوق کے واسطے ہین لیکن انھین لوگون کی خصوصیت اسواسطے کہ آیات
پاکیزہ سے نفع انھین کو حاصل ہوتا ہے - قال المترجم جو علوم غیب و اسرار لطیف ان آیات مین بیان فرمائے بہت عالی
ہین جنکو نورانی عقل والے سمجھ سکتے ہین حتی کہ معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقے بھی خوار و برباد و بے عقل رہے لہذا قوم متذکرین سے
اہل عقل نورانی مفہوم ہین بدلیل قولہ تعالے و ما یتذکر الا اولوا الالباب - کیونکہ عموماً متذکر فقط اولوا الالباب کو ہے واللہ اعلم بالصواب
لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ اے لہم دار السلامۃ وہی الجنۃ عند ربہم - انکے لیے اپنے پروردگار کے یہان
دار السلامۃ یعنے جنت ہے کیونکہ وہان ہر مکروہ چیز سے سلامتی ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے - قتادہ رحمۃ اللہ نے کہا کہ
دار السلام وہ جنت ہے - سدی رحمۃ اللہ و حسن بصری رح نے کہا کہ السلام نام پاک الٰہی ہے اور دار اسکا جنت
ہے یعنے جو اسنے اپنے نیک بندون کے لیے پیدا کیا ہے وہ جنت ہے اور جابر بن زید نے فرمایا کہ دار السلام اسے دار التحیۃ - اور شاید
یہ مستفاد از قولہ تعالے تحیتہم فیہا سلام - یعنی تحیت انکی آپس مین جنت کے اندر سلام سے ہوگی پس جنت دار السلام ہوئی اور ظاہر
ارجح قول حسن بصری رح ہے بنظر ضمیر قولہ - وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنی اور وہ السلام یعنی اللہ تعالے عز و جل انکا ولی
و ناصر ہے ہر بھلائی انکو عطا فرمانے کا متولی ہے بعوض اس چیز کے جسکو بجالاتے تھے دنیا مین یعنی اللہ تعالے کی فرمانبرداری و اسکے
رسول صلعم پر ایمان اور شرک سے پرہیز قطعی وغیرہ - فی العرائس قولہ فمن یرد اللہ ان یہدیہ الآیۃ - یعنی جسکو اللہ تعالے
اپنی صفات و ذات پاک کی معرفت عطا فرماتا ہے اسکا سینہ انوار لطف و قرب سے کشادہ فرماتا ہے تاکہ وہ بندہ بہدایت الٰہی اسکا
مشاہدہ پاتا ہے نہ اور کسی طاقت و قوت سے کیونکہ مشاہدہ الٰہی بقوت صفات الٰہی ممکن ہے ورنہ حادث کو مجال نہیں ہے - نہرجوری رح
نے فرمایا کہ مراد ہو جانے کی صفت یہ کہ جو اسکے واسطے ہے اس سے خالی کرے اور جسپر وہ ہے قبول کرے اور مراد حق تعالی یہ - اسکا
سینہ کشادہ ہو - بعض نے فرمایا کہ نور ہے ابتدا مین وہ نور عقل ہے اور نور ہے وسائط مین وہ نور علم ہے اور نور ہے انتہا مین وہ نور
عرفان ہے پس عقل والا تو برہان کے ساتھ ہے اور علم والا بیان کے ساتھ ہے اور معرفت والا عیان کے ساتھ ہے - اور حضرت
صلعم نے اسکی کیفیت و نشان بیان فرمائے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رض کی بروایت اوپر بیان ہو چکی ہے - شیخ نے کہا کہ حضرت صلعم
نے نور تجلی واقع ہونے سے سینہ کا کھل جانا بیان فرمایا یعنے اسکی روشنی سے سینہ روشن ہوتا ہے اور بندہ پہلے اس سے فقط اللہ تعالے
کی طرف رجوع لاتا ہے اور انوار سے مالامال ہو جاتا ہے اور یہ محض عنایت سے اپنے مشاہدہ کی طرف جذب ہے پس عنایت کا ظہور یہ کہ بندہ
کو اسکا شوق جمال پیدا ہوتا ہے اور ماسوائے حق کے جملہ مالوف و محبوب سے کنارہ کرکے اسکی بندگی کی طرف رجوع لاتا ہے اور یہی
راہ مستقیم ہے جسمین اضطراب نفس و وسواس شیطان سے اللہ تعالے عز و جل کی ہدایت کی وجہ سے امن ملجاتا ہے و قد قال تعالی و ہذا
صراط ربک مستقیما - صراط مستقیم درحقیقت یہ کہ معرفت و کشف کے ساتھ صفات سے ذات کی طرف راہ پاوے اور خود بھی کلام
پاک دلیل ہے کیونکہ ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف ہے اور وہ صفت قدیم ہے پس یہی راہ ہے حضرت قدیم باری تعالے ذو الجلال والاکرام
کی طرف پس یہ صراط ہے کہ روح حالانکہ اجسام مین مقید ہے اپنے مقام مین سیر کرے اور عالم ملکوت سے منور ہو - اور یہ مستقیم ہے کیونکہ
وصول اسکا بانوار ذات قدیم ہے جو عین مقصود ہے اسی واسطے جسنے یہ راستہ مضبوطی سے پکڑ لیا اور داہنے بائین نہین بھٹکا وہ منقطع
و ہلاک نہوگا اور صراط ربک سے مخصوص اپنی طرف نسبت فرمانے مین اشارہ ہے کہ تجلی و اصطفائیت بظہور صفات و انوار ذات اسی

اور زجاج نے کہا کہ حرج نہایت تنگی ہی پس تکرار نہین ہوگی - اورد الحافظ رح فی التفسیر - عمر بن الخطاب رض نے ایک دیہاتی بنو مدلج سے پوچھا کہ حرجہ جانتا ہی اسنے کہا کہ ہان وہ ایک درخت ہوتا ہی کہ اُس تک نہ پالو چرائی کا جانور پہونچتا ہی اور نہ کوئی جنگلی جانور اور نہ کوئی چیز اسکو پاتی ہی تو عمر رض نے فرمایا کہ ایسا ہی منافق کا دل ہی کہ بھلائی اسکو کچھ نہین پہونچتی ہی - قال مجاہد و السدی ضیقا حرجا یعنی تنگ جڑنے والا - قال عطاء یعنی بھلائی کا اسمین گذر نہین ہی **كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ** یعنی جب اسلام لانے کو اس سے کہا جاتا ہی تو اسپر اسقدر سخت ہوتا ہی کہ گویا آسمان کو صعود کرتا ہی - اور یہ بنا بر قراءۃ ابن کثیر رح کے یصعد بسکون صاد از صعود ہی - قال البیضاوی اس کافر کی تنگی دل کی انتہا کو تشبیہ دی ایسے شخص سے جو ایسی چیز کی مزاولت کرے جو اسکی قدرت سے خارج ہی چنانچہ عرب مین اور دیگر محاورات مین آسمان کو چڑھ جانا مثل مشہور ہی کہ آدمی کی اپنی کوشش سے خارج ہی اور یہ ایسے کام کرنے مین بولتے ہین جو آدمی کی وسعت سے باہر ہو حاصل آنکہ اس سے ایمان ایسا ممتنع ہی جیسے آسمان کو چڑھ جانا ممتنع ہی اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اسلام سے ایسا دور بھاگتا ہی گویا انتہاء درجہ کا فاصلہ کیا کہ آسمان پر چڑھ گیا اور حق بات سے نہایت ہی دور بھاگ گیا - ابو بکر کی قراءۃ مین یصاعد بتشدید صاد ہی اور جمہور کی قراءۃ مین یصعد بتشدید صاد و عین ہی اور در اصل یتصعد و یتصاعد تھا پس ادغام تاء در صاد ہی اور معنی اسکے تکلف کرنا آسمان پر چڑھنے مین - حاصل آنکہ اسلام لانے کے وقت اسکو اسقدر تنگی ہوتی ہی جیسے آسمان پر چڑھنے کے قصد مین نہایت تکلف اسکو ہو اور یہ بھی ضرب المثل ہی ایک محال کام کرنے کے بارہ مین بولتے ہین - وذکر الحافظ رح عطاء خراسانی نے فرمایا کہ یہ مثل ہی یعنے اسکی مثال ایسے شخص کے مانند ہی جو آسمان کو نہین چڑھ سکتا ہی - وعن ابن عباس - جیسے آدمی کی مجال نہین کہ اپنی قوت سے آسمان کو پہونچ جاوے ایسے ہی اپنے دل مین ایمان و توحید نہین داخل کر سکتا ہان اگر اللہ تعالے چاہے تو داخل کر دے - اوزاعی رح نے کہا کہ جسکے سینہ کو اللہ تعالی نے مردہ کر دیا اسکو مسلمان ہو جانے کی استطاعت کہان ہی - قال البیضاوی اسمین تنبیہ ہی کہ جسکے حق مین اضلال مقدر ہی اس سے خود اسلام لانا محال ہی جیسے آسمان کو چڑھ جانا ممتنع ہی - آیت مین دلیل ہی کہ جملہ اشیاء سب بمشیت و ارادہ الٰہی عز و جل ہین حتی کہ مومن کا ایمان و کافر کا کفر بمشیت الٰہی ہی پس کفار قریش جو حضرت صلعم پر ایمان نہین لاتے اور اپنی رسالت و ملائکہ کی گواہی اور دیگر اشیاء سے عناد و حسد کی راہ سے سوال کرتے تو مشیت الٰہی مین ناپاک کافر انکا مرنا مقدر تھا - **كَذَٰلِكَ** کما یضیق صدرہ ویبعدہ عن الحق کذلک **يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ** یعنی جیسے کافر کا سینہ تنگ کر دیا اور حق سے دور کر دیا ایسے ہی کر دیتا ہی اللہ تعالے رجس کو ان لوگون پر جو ایمان نہین لاتے ہین - عن ابن عباس قال الرجس بمعنی شیطان - قال مجاہد - ہر وہ چیز جسمین بھلائی نہین ہی - قال عبد الرحمن بن زید - رجس بمعنی عذاب زجاج نے کہا کہ رجس دنیا مین لعنت ہی اور آخرت مین عذاب ہی - لہذا مفسر رح نے کہا کہ کافرون پر عذاب کو یا شیطان کو مسلط کر دیتا ہی - **وَهَٰذَا** یعنے یہ راہ جسپر تو ثابت ہی اے محمد صلعم - **صِرَاطُ رَبِّكَ** راہ تیرے پروردگار کی ہی یعنی اسی کا پسند کیا ہوا دین ہی - **مُسْتَقِيمًا** درحالیکہ مستقیم یعنی راست ہی جسمین بالکل کہین کجی نہین ہی پس مستقیما حال ہی اور یہ حال موکدہ ہی کیونکہ راہ الٰہی تو مستقیم ہی اور عامل اس حال مین ہذا اسم اشارہ کے معنی ہین - **قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ** یعنی صاف بیان کر دیا ہمنے آیات کو - **لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ** یتذکرون - پس تاء فوقانیہ کا ذال معجمہ مین ادغام ہوا ہی - ایسی قوم

جانتے ہین اور اچھی جگہ رکھتے ہین اوتعالے خالق ذوالجلال والاکرام اپنی درگاہ سے کرامت ونبوت کا محل صالح خوب جانتا اور علم اسی کا علم ہی۔ پھر جب اوتعالے جوہر معرفت کسی بندہ صالح کے دل مین رکھا چاہتا ہی تو اسکو نور تجلی ربوبیت سے وسیع وکشادہ وآراستہ وپیراستہ فرماتا ہی تاکہ اسرار ومعارف محبت وعلوم غیب کو برداشت کرسکے چنانچہ آگے کے کلام سے ثابت ہی

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ

سو جسکو اللہ چاہے راہ دے کھول دے اسکا سینہ حکم برداری کو اور جسکو چاہے

يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ

راہ سے بھلاوے کردے اسکا سینہ تنگ خفہ گویا زور سے چڑھتا ہی آسمان پر اسیطرح

يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ

ڈالے گا اللہ عذاب یقین نہ لانے والون پر اور یہ ہی راہ تیرے رب کی

مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ لَهُمْ دَارُ

سیدھی ہمنے کھول دیے نشان دھیان کرنے والون کو انکو سلامتی کا

السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

گھر اپنے رب کے ہان اور وہ انکا مددگار ہی بدلہ اُنکے کیے کا

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ پس جو بندہ کہ اللہ تعالے چاہتا ہی اسکو ہدایت کرتا تو يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ کھول دیتا ہی اسکا سینہ اسلام کے واسطے بایں طور کہ اسکے دل مین نور ڈال دیتا ہی پس اسلام کے واسطے کشادہ ہوجاتا ہی اور اسکو قبول کرلیتا ہی جیساکہ حدیث مین وارد ہوا ہی پوری حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رض کی روایت سے یون ہی کہ آنحضرت صلعم سے یہ آیت پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ نور سینہ مین ڈالا جاتا ہی پس اسلام کے واسطے سینہ کشادہ ہوجاتا ہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اسکی کچھ نشانیان بھی ہین آپ نے فرمایا کہ جھک جانا ایسے گھر کی طرف جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہی اور پہلو تہی کرنا دار الغرور یعنی دنیا کی طرف سے اور استعداد حاصل کرنا موت کی اسکے آجانے سے پہلے۔ رواہ ابن المبارک وعبدالرزاق والفریابی و ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ والبیہقی۔ قال الحافظ ابن کثیر رح بعد ذکر الطرق۔ اس حدیث کے اسقدر طرق ہین بعض مرسل ہین اور بعض متصل ہین جو باہم ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہین اور حاصل کلام یہ کہ حدیث ثابت ہی اور عراقی رح نے تخریج احادیث الاحیاء مین کہا ہی کہ حدیث حسن ہی۔ پس جب حدیث سے اسکی تفسیر ثابت ہوئی تو یہی تفسیر متعین ہی اور یہ بیان کیفیت ہدایت ہی جو محض فضل الٰہی پر ہی اور ایسے ہی اضلال کی کیفیت فرمائی لقولہ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ اور جسکو چاہتا ہی کہ گمراہ کرے تو يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا کردیتا ہی اسکا سینہ تنگ حَرَجًا نہایت بھنچا ہوا یعنی قبول اسلام سے تنگی کرتا اور بھنچتا ہی۔ قال البیضاوی ضیقا کو ابن کثیر رح نے بروزن سیقا بدون تشدید یا پڑھا یعنی جیسے باقیون نے بتشدید یا پڑھا اور حرجا اسکی صفت ہی پس نافع وابوبکر نے حرجا بفتح اول وکسر ثانی صیغہ صفت مشبہ بمعنی الضیق پڑھا اور باقیون نے بفتحتین مصدر پڑھا جو بطریق مبالغہ کے صفت قرار دیا گیا ہی

ہو اشم سے مجھکو برگزیدہ فرمایا - رواہ مسلم - اس سے نکلا کہ اولاد ابراہیم ؑ مین اسحاق و یعقوب کے بہ نسبت اسمٰعیل علیہ السلام برگزیدہ ستھے - وعن ابی ہریرہ مرفوعاً فرمایا کہ اولاد آدم مین سب سے بہتر گروہ بہن مین مبعوث ہوتا آیا یہان تک کہ مین آخر اس قرن مین جسمین ہون پیدا ہوا - رواہ البخاری - عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندون کے دلون پر نظر فرمائی پس علم ازلی مین محمد صلعم کے دل کو سب سے بہتر رکھکر اسکو اپنی رسالت کے واسطے برگزیدہ فرمایا پھر اسکے بعد بندون کے دلون پر نظر فرمائی پس محمد صلعم کے اصحاب کے دلون کو سب سے بہتر رکھکر انکو اپنے رسول صلعم کے وزیر بنائے جو اللہ تعالیٰ کے دین کے واسطے جہاد کرتے ہین پس جس بات کو مسلمانون نے بہتر دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے اور جسکو مسلمانون نے برا دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہے رواہ احمد وغیرہ - قال المترجم یہ اوتعالیٰ کے علم قدیم کا بیان لوگون کی سمجھ کے موافق ہے اور مسلمانون سے حضرت صلعم کے اصحاب مراد ہین جیسا کہ بیان سے خود ظاہر ہے اور معنی یہ ہین کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہین انکو وہی بات بھلی نظر آتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھلی ہے اسی واسطے اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حجت قطعی ہے - فافہم مترجم نے لضرورت یہ تفسیر حدیث مختصر لکھدی - اور حاصل تفسیر آیۂ کریمہ یہ ہوا کہ رسالت فضل الٰہی ہے اوتعالیٰ نے اپنے علم سے جہان بہتر دیکھا وہان رکھی ہے لہذا کفار مکہ یہ ہوس نہ کرین اور ایمان لاوین پھر انکو تہدید فرمائی بقولہ - سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا عنقریب پہونچیگی ان لوگون کو جنھون نے اجرام کیا - یعنی اس قول باطل وغیرہ اذی سے جرم کیا ہے صَغَارٌ ذلت - عِنْدَ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے یہان - یعنی ایسے کفر کی بات کہنے والون کو اللہ تعالیٰ کے یہان ذلت وخواری حاصل ہوگی یعنی قیامت مین خوار ہونگے بعد ازانکہ بڑے مڈھ بنے ستھے یا عند اللہ بمعنی من عند اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف حاصل ہوگی خواری - وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ با سببیہ اور ما مصدریہ ہے یعنے اور عذاب شدید بسبب انکے مکر کرنے کے - یعنی بسبب حسد وکفر کرنے کے - ف - فی العرائس قولہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ - یعنے اوتعالیٰ بندون کے باطن قلوب و اسرار وارواح سے وہ باتین جانتا ہے جو انکے اندر نبوت و معرفت و رسالت و توحید و محبت کی پنہان پیدا کی ہین اور انھین ازل سے ودیعت رکھی ہین - انھین بندون کو آگاہ کردیا کہ کرامت وخیر و شر کو اوتعالیٰ نے ازل ہی سے دلون مین ودیعت رکھدیا ہے یعنی خود اپنی ذات پاک کی طرف نظر فرمائی پس نور صفات چمکا اور اسکی روشنی بلند ہوئی پھر اسکا عکس غیب الغیب پر ہوا اور اس سے روحین جو ملکوتی لاہوتی ہین پیدا فرمائین اور انھین انوار ولایت و رسالت و نبوت کے پنہان ودیعت کیے اور تمام مخلوق سے ان ارواح کو اپنے اس فضل وکرم کے ساتھ مخصوص فرمایا اور اسمین کسی سبب وعلت کو دخل نہین اور نہ کوئی حاجت و باعث ہو غرض کی مجال ہے بلکہ عین فضل وکرم ہے لیکن ان ارواح کو مخلوق کے لیے ہدایت قرار دیا جنکی پیروی سے مخلوق اپنے خالق کی بندگی اور عرفان کی راہ پاتے رہین - پس جسکو اس عنایت سے مخصوص کیا اسکو کسی حاسد کا حسد اور کسی مکار کا مکر کچھ مضر نہین ہوتا بلکہ ہمیشہ اسکا شرف بڑھتا جاتا ہے اور سب حمد وثناء اسی پاک پروردگار کے لیے تمام ہے جسنے ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلعم کو اس کرامت سے برگزیدہ فرمایا جس سے دشمنون کی آبرو خوار ہوئی اور دوستون کی مددگاری ہوئی - نصرآبادی رح نے کہا کہ اوتعالیٰ خوب جانتا ہے ان دلونکو جو اسرار الٰہی و مکاشفات کے لائق ہین پس انکو خاص اپنی طرف سے تربیت اور لطائف علوم سے مطلع فرماتا ہے - ابوبکر الوراق رح نے فرمایا کہ جیسے دنیاوی بادشاہ لوگ اپنے جواہر وخزانہ کے موضع

صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝

ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب سخت بدلا حیلہ بنانے کا

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اور جب آتی ہے اہل مکہ کے پاس - اٰيَةٌ کوئی آیت یعنی آنحضرت صلعم کی تصدیق رسالت کی - قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ کہتے ہیں کہ ہرگز ہم ایمان نہ لاوینگے محمد صلعم پر - حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ یہانتک کہ دیے جاویں ہم مثل اس چیز کے جو اللہ تعالے کے رسولوں کو دی گئی - یعنی رسالت ہمکو بھی ملے اور ہمکو بھی وحی کیجاوے کیونکہ ہم مال میں زیادہ اور سن میں بڑے ہیں - بعض نے کہا کہ ولید بن المغیرہ نے کہا تھا اور بعض نے ابوجہل کا قول بیان کیا کہ شرافت میں ہم اور بنو عبد مناف مقابلہ کرتے رہے یہان تک کہ جب جوڑی کے دو گھوڑے برابر ہونے کو پہونچے تو انکون نے دعوی کیا کہ ہم میں نبی ہے جسپر وحی ہوتی ہے پس واللہ ہم اسپر ایمان نہ لاوینگے یہان تک کہ ہم پر بھی وحی ہو - یہ قول انکا آنحضرت صلعم پر حسد تھا - بعض نے کہا کہ مراد انکی یہ تھی کہ ہم تابع نہونگے ہم بھی متبوع ہونگے اور یہ مقتضاے کمال جہالت ہے - رسل اللہ پر وقف مسنون ہے اور یہان نام پاک دوبار جمع ہوگیا - بعض نے کہا کہ بعد وقف کے دونون کے بیچ میں دعا قبول ہوتی ہے شاید یہ قول تجربہ سے معلوم ہوا ہو واللہ اعلم - پھر اللہ تعالے نے ان جاہلون کا جواب دیا - اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ تعالے جانتا ہے جہان وہ رسالت رکھتا ہے - اکثرون کی قراءۃ میں رسالاتہ بجمع ہے اور ابن کثیر رح و حفص کی قراءۃ میں رسالتہ بافراد ہے اور حیث مفعول بہ ایسے فعل کا ہے جسپر اعلم اسم تفضیل دلالت کرتا ہے کیونکہ خود اسم تفضیل مابعد اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا اور وہ فعل مدلول یعلم ہے اور حیث بمعنی موضع ہے اے یعلم الموضع الصالح لوضعہا یعنے رسالت رکھنے کے لیے مقام صالح اللہ تعالے جانتا ہے پس جو محل صالح ہے وہی رسول ہوتا ہے اور یہ لوگ اسکی اہلیت نہیں رکھتے ہیں - اور یہ تقریر اولی ہے بہ نسبت قول بعض کے کہ اللہ اعلم بمن یستحق ان یجعلہ رسولا - کیونکہ حیث بمعنی موضع و محل وغیرہ ظرف کے ہوسکتا ہے اور من موصولہ کے معنی میں نہیں ہوسکتا اور نیز رسالت کسی استحقاق پر نہیں ہے بلکہ محض فضل عظیم ہے کما قال لحبیبہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان فضل اللہ علیک عظیما - بیضاوی رح نے کہا کہ یہ کلام مستانف ہے جس سے ان کافرون پر رد کردیا کہ رسالت و نبوت کچھ نسب و مال پر نہیں ہے بلکہ وہ فضائل نفسانی ہیں جن سے اللہ تعالے جسکو چاہتا ہے مخصوص فرماتا ہے پس اسکو رسالت کے لیے برگزیدہ کرتا ہے اور یہ محل صالح وہی خوب جانتا ہے - حاصل آنکہ اس بزرگی کے واسطے اللہ تعالے علیم و حکیم عزوجل نے محمد صلعم کو چن لیا پس اور کسی کو یہ ہوس نہیں ہوسکتی بلکہ اورون کے واسطے یہی کمال ہے کہ اس رسول پاک کی پیروی کریں - اور حال تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم میں شرافت ذات و نسب و کمال مرضی اللہ تعالے نے جمع فرمایا تھا - قال الحافظ اہل مکہ اور انکے بڑے بڑے مدھ اس بات کے مقر تھے کہ آنحضرت صلعم کو ہمارے درمیان فضیلت و شرافت و نسب اعلی و طہارت خاندانی و مقام تربیت و منشاء وجود بزرگ و بلند حاصل ہے حتی کہ کافرون کے سردار ابوسفیان نے بروقت سوال ہرقل بادشاہ روم و شام کے کہا تھا کہ وہ شخص یعنی محمد صلعم ہماری قوم میں بڑے مرتبہ کا نسب والا ہے - ہرقل بولا کہ بھلا تم کبھی اسکو دروغ گوئی میں متہم کرتے تھے ابوسفیان نے کہا کہ کبھی نہیں - کما فی حدیث البخاری اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اولاد ابراہیم میں سے اسمعیل کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسمعیل سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور

لہٰذا اسکے توقیر و الرات میں ہوگیا کیونکہ جو اکابر اہل معرفت ہیں وہ تو ازل سے ابد تک ہمیشہ اسکے فضل و لطف سے ایک حال پر زندہ و عارف ہیں۔ جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ قولہ او من کان میتا۔ یعنی ہم سے مردہ تھا۔ فاحییناہ۔ اپنے ساتھ اسکو زندہ کیا۔ وجعلنا له نورا۔ یعنی اسکو ہویدا کر دیا کہ اور لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں۔ کمن مثلہ فی الظلمات۔ یعنی مانند ایسے شخص کے جو اپنی شہوت نفس و ہوا و ہوس کو دیکھتا ہے پس اسکو قرب درگاہ کی تائید نہیں ہوئی ہے۔ احمد بن عطاء رح نے کہا کہ قولہ او من کان میتا یعنی اپنے نفس کی حیات سے اور اپنے قلب کی موت سے مردہ تھا۔ فاحییناہ۔ یعنی اسکو اسکے نفس سے موت دیکر اور اسکے قلب کو زندہ کرکے ہم نے اسکو زندگی دی۔ اسپر راہ توفیق آسان کر دی اور انوار قرب سے اسکی بینائی روشن کر دی کہ وہ ہمارے سوائے غیر کی طرف نظر نہیں کرتا اور کسی اور پر التفات نہیں کرتا۔ جریری رح نے کہا کہ اوتعالے نے جب کسی بندہ کو اپنے انوار سے زندہ کیا تو وہ کبھی نہیں مرتا ہے اور جب کسی کو خوار کرنے سے مار ڈالا تو وہ کبھی زندہ نہیں ہوتا ہے۔ جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ او من کان میتا یعنی اپنی طاعت پر اعتماد کرنے سے مردہ تھا۔ فاحییناہ۔ اسکے واسطے نور عرفان کشادہ کیا کہ جس سے اسنے دیکھ لیا کہ سراپا تقصیر ہے اور تضرع و عذر کرنے کی طرف متوجہ ہوا کہ مجھسے ہرگز کچھ بھی اسکے لائق عبادت نہیں ہو سکتی ہے۔ بعض نے کہا کہ مردہ تھا دیدار افعال سے پس ہم نے دیدار قدرت سے زندہ کیا۔ قاسم رح نے کہا کہ اولیاء کو چونکا کر زندہ کیا جیسے اجسام کو روحوں سے اٹھایا۔ سہل رح نے کہا کہ جہالت سے مردہ تھا اسکو علم سے زندہ کیا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ یعنی ہم سے منقطع ہونے کی وجہ سے مردہ تھا پس وصل عطا کرکے زندہ کیا اور اسکو نور بھی دیا پس یہ ویسا نہیں جسکو ہم نے ملعون و مردود چھوڑ دیا۔ استاذ رح نے فرمایا کہ اکابر اہل عرفان کے نزدیک ایمان یہ ہے کہ دل زندہ ہو جاوے اللہ تعالے کے ساتھ پس جو لوگ غافل ہیں جب انکو یاد الٰہی الہام کی گئی تو وہ مردے تھے اب زندہ ہو گئے اسی طرح جنکو یاد ہے اگر بعد اسکے غفلت میں پڑے تو زندہ تھے اب مر گئے بالجملہ جو شخص کہ انوار قرب و شعاع آفتاب عرفان میں ہے اور اسکی روح کو لبیت ہے تو اسکی برابری کہاں ہو سکتی ہے ایسے شخص سے جو ظلمات و تاریکیوں میں اور آفات قہر میں پھنسا ہوا ہے۔ قال الشیخ رحمہ۔ یہاں مقام حقیقت کا ایک اشارہ منکشف ہوا وہ یوں کہ جو شخص مقام نکرۃ التوحید میں فنا تھا جبکہ اسکو انوار کبریا و عظمت ظاہر ہوئے تھے تو الہی بسبب کہ روح بقاء و مشاہدہ ابدیت سے زندہ کیا کیونکہ وہ میدان نکرہ سے بسبب انوار معرفت کے اسرار و ارواح کے پاؤں سے انوار بقاء کے پر صفا و شگفتہ کشادہ چمنستان میں چلا گیا ہو شخص کبھی انوار جمال سے محجوب نہوگا اور اس سے ہر مردہ دل کو زندگی حاصل ہوگی اور جو نفس کہ طاعت پروردگار سے فتور و قصور کرگیا ہے اسکے دیدار سے مقام طمانیت میں پہونچیگا اور اپنی شہوات میں مشغول نہ رہیگا۔ قال المترجم نکرۃ التوحید ایک مقام خاص ہے جسکا حال پہلے مذکور ہو چکا یعنی بعد طے مراتب صفات کے اول ظہور انوار ذات جل جلالہ میں نکرت طاری ہوتی ہے عظمت کبریاء مختص بذات پاک سے معرفت قاصر ہے پس یہ مقام نکرت ہے اور اشارات مذکورہ مختلف مراتب عرفان پر محمول کرکے سمجھنا چاہیے

وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ

اور جب پہونچے انکو ایک آیت کہیں ہم ہرگز نہ مانینگے جب تک ہمکو نہ ملے جیسا کچھ پاتے ہیں اللہ کے رسول

اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا

اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے اپنے پیغام اب پہونچیگی گنہگاروں کو

وقف لازم

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا یعنی جیسے ہم نے مکہ والون مین سے فاسق انہین سے بڑے بڑون کو کر دیا ایسے ہی کر دیا ہم نے
فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا ہر قریہ مین اکابر مجرمین اسکے۔ کمالین مین کہا کہ اکابر مجرمیہا دونون مفعول جعلنا کے ہین اور
اول بر دوم کو مقدم کیا گیا۔ قال الواحدی۔ اے مجرمیہا اکابر۔ اور اکابر اسواسطے مجرم و فساق ہوے کہ انہین وسعت دولت
ہونے سے مکر و کفر کی طرف زیادہ داعی ہین۔ مروی ہے کہ ولید بن المغیرہ نے کہا کہ اگر نبوت سچ ہوتی تو مین ہوتا کیونکہ مجھمین بزرگی
و مال زیادہ ہے اور یہ شخص بڑا سرکش تبہ کار تھا۔ لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا یعنی تاکہ ایمان لانے سے لوگون کو روکنے مین اس
قریہ مین مکر کرین۔ قریہ گانون و شہر و آبادی کے معنی مین آتا ہے۔ اور ابو عبیدہ رح نے کہا کہ مکر بمعنی فریب و دھوکا و غدر و حیلہ و نحوہ
بعض نے زیادہ کیا اور غیبت و چغلی و جھوٹی قسمین و باطل کا رواج دینا۔ قال الحافظ مراد مکر سے یہان گمراہی کی طرف باطل
اقوال و افعال سے بلانا۔ ابن ابی حاتم نے بعض علماء سے روایت کی کہ قرآن مین جہان مکر کا لفظ ہے وہ عمل ہے۔ حاصل آنکہ ہم نے
مکہ کے فاسقون کے مانند سابق امتون مین بھی ہر قریہ کے بڑے لوگون کو فاسق بنایا تاکہ مکر کو پورا کرین۔ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ
حالانکہ اپنی ہی جان کے ساتھ مکر کرتے ہین۔ کیونکہ وبال اسکا انہین کی جانون پر ہے پس وہ اپنی ہی جانون پر مکر کرتے ہین۔ وَمَا
يَشْعُرُوْنَ بذلک۔ اور اس بات سے انکو شعور نہین ہوتا۔ اسمین تاکید بلیغ ہے یعنی یہ بات اگرچہ ایسی ظاہر ہے کہ جو اس و شعور سے
دریافت کرنے کی ہے مگر اسکو بھی نہین سمجھتے۔ ف۔ فی العرائس قوله تعالے اومن کان میتا الآیہ۔ یعنی جو مردہ تھا عدم مین ہمنے اسکو
نور قدم سے زندہ کیا۔ نیز جو مجاہدات سے مردہ تھا اسکو روح مجاہدہ سے زندہ کیا۔ نیز۔ جو شہوات نفس مین مردہ تھا اسکو صفا قلب
سے زندہ کیا۔ نیز۔ جو مردہ تھا بسبب اسکے کہ مخلوق کی طرف نظر رکھتا تھا یا اپنی خلقت مین پڑا ہوا تھا پھر ہم نے اسکو حقیقت دکھلا کر
زندہ کیا۔ نیز جو مردہ تھا اس وجہ سے کہ ثواب اعمال پر نظر رکھتا تھا پھر ہم نے اسکو یہ دکھلا کر کہ انجام کار رجوع بجانب خالق عز و جل ہے
زندہ کیا اور اسکے واسطے ایک نور دیدیا کہ جسکے ساتھ وہ لوگون مین چلتا پھرتا ہے یعنے اسکو نور فراست دیدیا کہ اس سے لوگون کے
قلوب سے وقوف پاتا ہے اور نیز اسکو انوار غیب سے لباس دیا کہ لوگون کے درمیان چراغ روشن ہو گیا کہ ہدایت سے انکو ضلالت
مین سے نکالتا ہے۔ اور نیز اسکی روح کو لباس مشاہدہ پہنایا اور اسکی عقل کو نور آیات دکھلایا اور قلب کو نور صفات اور اسکے سر باطن
کو نور ذات دکھلایا اور اسکے تمام وجود کو خلائق کے درمیان نور کر دیا کہ ہر نیک بخت جو ازل مین مقدر ہو چکا ہے اس سے راہ راست کی
ہدایت لیتا ہے قال المترجم حدیث صحیح مین آنحضرت صلعم کی دعا تمام اعضاء و جوارح کے لیے نور کی ہے حتی کہ تمام وجود نور ہو جانے کی آئی ہے
فافہم۔ بالجملہ یہان بیان ہے کہ جو بندہ مومن اس طرح منور ہو وہ ہرگز مساوی نہین کسی کافر کے جو اپنی طبیعت و نفس کے اندھیرے مین
اور ہوا و ہوس کی تاریک دوزخ مین متحیر ٹاپتا پھرتا ہے اسکو راہ حق کی طرف نشان نہین ملتا کیونکہ ازل مین مقدر ہو کر ہمیشہ حجاب
قہر مین سرگردان رہیگا۔ یہان سے سچے ایمان والون کو اللہ عز و جل کی حیات مین اسکے فضل و احسان کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے اور
مقہور کافرون کو دیکھکر عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ قال المترجم معتزلہ وغیرہ کی طرح اپنے آپ کو قادر نہ سمجھے ورنہ کافر ہو جائیگا
اور آیت کریمہ میں صریح ہدایت و اضلال کی نسبت حقیقی حضرت باری تعالے کی طرف ہے خصوص جبکہ فرمایا و کذلک جعلنا فی کل قریۃ الآیہ
کیونکہ صریح یہ ایجاد و خلق از حضرت باری تعالے عز و جل ہے۔ قال الشیخ۔ اور تعالے نے ہدایت ہونا اور گمراہ ہونا اپنی عنایت ازلی اور
نسبت تقدیر کی طرف مضاف فرمایا۔ مرد صادق کو نور عرفان حاصل ہونے سے پہلے میت کہا کیونکہ وہ تقصیر کرنے والون مین تھا اگرچہ

يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

حیلہ کرتے ہین سو اپنے اوپر اور نہین بوجھتے

ونزل فی ابی جہل وغیرہ - یعنی نزول اس کلام کا ابوجہل وغیرہ کے حق مین ہوا - اور مراد یہ کہ اس آیت مین جو بیان کیا گیا کہ تاریکی سے خارج نہین ہوا اور کفر وضلالت مین پڑا ہی اس سے ابوجہل واسکے مانند مراد ہین اور یہ غرض نہین کہ جسکو زندہ کردیا نور سے وہ ابوجہل وغیرہ کے حق مین ہی - اور تحقیق عنقریب آویگی انشاءاللہ تعالے - اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا بھلا جو مردہ تھا بسبب کفر کے - فَاَحْيَيْنٰهُ پھر اسکو ہم نے ہدایت سے زندہ کردیا - وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ اور اسکے لیے نور دیا کہ اسکے ساتھ لوگون مین پھرتا ہی یعنے بواسطہ اس نور کے حق کو باطل سے تمیز دیکھتا ہی اور یہ نور ایمان ہی اور بعض نے کہا قرآن مجید ہی اور یہ سب صحیح ہی - كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ مثل کا لفظ زائد ہی اسے کمن ہو فی الظلمات - کیا وہ مثل اس شخص کے جو اندھیاری مین پڑا ہوا ہی - اور بعض نے کہا کہ کمن مثلہ مثل من فی الظلمات - لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا کہ اندھیرے سے نکلا نہین - اور وہ کافر ہی حاصل آنکہ یہ استفہام انکاری ہی اور معنی یہ کہ بھلا جسکو ہم نے زندہ کرکے نور دیا وہ مثل اسکے ہی جو اندھیرے مین پڑا ہوا کفر مین اندھا ہی - یعنے بھلا دونون یکسان ہین یعنے ہرگز ایسا نہین ہی - اور تعالے نے اس سے مومن وکافر کے مثل بیان فرمائی ہی اور معنی نور وظلمت کے یہی روشنی وتاریکی ہی اور مثل کا حاصل ظاہر ہی کہ جو نور کے واسطہ سے چلتا پھرتا ہی وہ ایسا نہین جو اندھیرے مین ٹٹولتا پھرتا ہی اور مقصود یہ کہ جو نور ایمان واسلام وقرآن سے منور ہوا وہ ایسا نہین جو کفر وضلالت وجہالت مین پڑا ہی اور کلام مجید مین بہت ایمان وکفر کی مثل مین زندگی وموت سے اور نور وظلمت سے اور بینائی واندھے پن سے اور سننے والے وبہرے سے مثل فرمائی ہی - کمافی قولہ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور الآیۃ - وکمافی قولہ مثل الفریقین کالاعمی والاصم والبصیر والسمیع ہل یستویان مثلا الآیۃ - وکمافی قولہ تعالے ومایستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور ومایستوی الاحیاء ولا الاموات الآیۃ - ابن عباس رض سے روایت کیا جاتا ہی کہ مراد اس سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہین اور ابوجہل ملعون ہی - زید بن اسلم نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے حق مین اور ابوجہل کے حق مین نازل ہوئی - عکرمہ رح سے مروی ہی کہ عمار بن یاسر رض اور ابوجہل کے حق مین نازل ہوئی اور مقاتل رح نے کہا کہ حضرت سید عالم محمد مصطفٰے صلعم کے حق مین اور ابوجہل ملعون کے حق مین ہی - شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ بعضون نے زعم کیا کہ نزول اسکا دو شخص معین کے حق مین ہی چنانچہ جسکو زندہ کرکے نور دیا وہ عمر رض بن الخطاب ہین یا عمار بن یاسر ہین اور جو ظلمات مین پڑا ہوا رہا اس سے نکلا نہین وہ ابوجہل ملعون ہی - پھر کہا کہ صحیح یہ ہی کہ آیت عام ہی اسمین ہر مومن وکافر داخل ہی یعنے کوئی مومن ہو کسی کافر کے مساوی نہین اور حاصل آنکہ مومن وکافر مین اندراہ آخرت کے کچھ مساوات نہین ہی اور اسی کو اکثر مفسرین نے صحیح کہا ہی - قال المترجم اگر نزول اسکا دو شخص معین کے حق مین ثابت ہو تو بھی اعتبار اسکے عموم معنی کا ہی جس سے ثابت ہی کہ مومن وکافر یکسان نہین - كَذٰلِكَ اسے کما زین للمومنین الایمان کذلک - زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ من الکفر والمعاصی - یعنی جیسے مومنون کی نظر مین ایمان وطاعت ضیا اور سعل مزین کی گئی ہی ایسی ہی مزین کیے گئے کافرون کے لیے جو وہ کرتے ہین کفر ونافرمانیان وگناہ - اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر عمل کرنے والے پر تقدیر جاری ہی اور حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ ہر ایک پر وہ آسان ہی جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہی

الحقیقۃ والمجاز لازم نہ آوے حاصل آنکہ شیاطین اپنے ساتھ موالات رکھنے والون کو القاء کرتے ہین۔ لِيُجَادِلُوكُمْ تاکہ اولیاء الشیطان مردار کھانے مین تمھاری مخالفت کو نہ مانین اور تم سے جھگڑین۔ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ اور اگر تم نے اس بارہ مین انکی پیروی کی تو تم مشرک ہو۔ زجاج نے کہا کہ اسمین دلیل ہی کہ جسنے اللہ تعالےٰ کی حرام کی ہوئی چیزون مین سے کسی چیز کو حلال جانا۔ یا حلال کی ہوئی چیزون مین سے کسی چیز کو حرام جانا وہ کافر مشرک ہی کیونکہ سوائے اللہ تعالےٰ کے اسنے غیر کو اپنا حاکم بنایا۔ عن ابن عباس جب نازل ہوا قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیۃ تو فارس والون نے قریش کو کہلا بھیجا کہ محمد کو قائل کرو کہ جو جانور تم اپنے ہاتھ سے چھری سے ذبح کرو وہ حلال ہی اور جو اللہ تعالےٰ نے سونے کی تلوار سے قتل کیا یعنی مردار وہ حرام ہی تو نازل ہوا قولہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم لیجادلوکم وان الآیۃ۔ یعنی شیاطین فارس کے اپنے اولیاء قریش کو وحی کرتے ہین۔ رواہ الطبرانی۔ وعن ابن عباس فی قولہ وان الشیاطین لیوحون۔ یعنی کہتے ہین کہ جو اللہ تعالیٰ نے ذبح کیا وہ نہ کھاوین اور جو تم نے ذبح کیا وہ کھاوین تو نازل ہوا قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیۃ۔ رواہ ابو داؤد وابن ماجہ وابن ابی حاتم واسنادہ صحیح ورواہ ابن جریر من طرق عنہ۔ اور ابن جریر رح نے قصہ تحریر اہل فارس کو عکرمہ سے روایت کیا اور سدی رح ودیگر جماعۃ تابعین نے مشرکون کا اعتراض مسلمانون پر ذکر کیا جیسا کہ فارس والون کا قریش کو بہکانا مذکور ہوا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ ایسے ہی مشرکین ومسلمانون کا جھگڑا دنیا کے حق مین ہی فلیتفکر واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ف۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم۔ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوا کہ آدمیون سے ایسا مخلوق ہی جو شیطانون کی طبیعت پر پیدا ہوئے ہین۔ کما قال تعالےٰ شیاطین الانس والجن۔ پھر ان شیطان الانس مین وہ لوگ بھی داخل ہین جو سالوس وناموس کے ساتھ روکھے خشک ہین آخرت کی طرف سے مگر لباس ظاہری سنوارے ہوئے اولیاء اللہ کے مراتب کے مدعی ہین انکے دلون مین شیطانی مزخرفات بہت بھرتے ہین اور الفاظ طامات وغرور سے اپنی بڑائی وتعلی بیان کرتے ہین اور جو شخص کہ حق وباطل مین تمیز نہین کرسکتا اسکے نزدیک عزت والے بنتے ہین۔ ابو عثمان مغربی رح نے اس آیت مین کہا کہ شیاطین ایسے انسانون کی طرف جو مدعی لیطال ہین ایسی باتین القاء کرتے ہین جس سے ایسے مریدون کی راہ مارین جو تحقیق پر چلتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ عز وجل نے ایسے لوگون کی مذمت بیان فرمائی جو دنیا کے بندے اپنے مالک خالق سبحانہ تعالیٰ سے غافل کفر وظلمت مین پڑے تو اسکے بعد محجوب جنکو نور قدیم کے مکاشفہ مین لے لیا اور انواع معارف سے حجاب سے نکالکر عارف کیا انکی تعریف فرمائی۔

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ

بھلا ایک شخص کہ مردہ تھا پھر ہمنے اسکو زندہ کیا اور دی اسکو روشنی کہ لیے پھرتا ہی لوگون مین

كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

برابر اسکے کہ جسکا حال یہ ہی کہ اندھیرون مین پڑا وہانسے نکل نہین سکتا اسی طرح بھلا دکھایا ہی کافرون کو جو کام کر رہے ہین

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا

اور یون ہی رکھے ہین ہمنے ہر بستی مین گنہگارون کے سردار کہ حیلہ لایا کرین وہان اور جو

قال الحافظ۔ لیکن مرغینانی کا یہ قول غریب ہی اور ہم پہلے لکھ چکے کہ شافعی رح سے اگلوں نے بھی خلاف کیا ہی واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہی کہ اگلوں سے جو خلاف مذکور رہا وہ بدون انکے کلام کے ہی سوائے قول ابن عباس رض کے پھر جب ابن عباس رض سے متروک التسمیہ کے حرام ہونے کا مذہب نقل کیا گیا تو تناقض کر دیا خلاف اصل ہی پس دو قول ابن عباس کے بتاویل دونوں موافق ہیں تو خلاف ابن عباس باقی نہیں رہا اور علی ہذا دیگر علماء کے قول میں یہی گمان ہی بالجملہ فقط نام ذکر کرنا مثبت خلاف نہیں ہی۔ پھر ابن جریر رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ جس شخص نے بھول کر تسمیہ چھوڑنے والے مسلمان کا ذبیحہ حرام کیا وہ اجماع حجت سے خارج ہی اور حافظ ابن کثیر رح نے بعد کلام طویل کے بیان کیا کہ ابن جریر رح کے نزدیک ایک دو علماء کے خلاف سے اجماع میں خلل نہیں آتا وہ اسکو اجماع ہی کہتے ہیں۔ پھر اس مذہب کی تقویت میں پیش کیا آیت کریمہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا الآیۃ۔ اور نیز وہ حدیث مشہور جسمیں آنحضرت صلعم نے اپنی امت سے خطاء و اکراہ و نسیان مرفوع ہونے کو فرمایا ہی لیکن حنفیہ رح کے نزدیک جو امور شرعی ایسے ہیں کہ جد و ہزل سب طرح سے انکا حکم لازم ہوتا ہی مثل طلاق و عتاق وغیرہ کے انمیں خطاء و نسیان وغیرہ کا غیر موثر ہونا معتبر نہیں بلکہ گناہ مرفوع ہوگا پس شاید کہ مقام ذبیحہ میں اسکا اعتبار ہو بالجملہ حجج قویہ کافی ہیں واللہ اعلم۔ پھر مجاہد رح و عامہ اہل علم سے نقل کیا کہ یہ آیت محکم ہی اسمیں سے کچھ منسوخ نہیں ہی اور حسن بصری و عکرمہ سے ابن جریر رح نے روایت کیا کہ اس سے طعام اہل کتاب مستثنی ہی اور ابن ابی حاتم نے مکحول سے روایت کی کہ اوتعالے نے اسکو منسوخ کر کے فرمایا الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب الآیہ۔ پھر ابن جریر رح نے فرمایا کہ تحریم مالم یذکر اسم اللہ علیہ۔ اور تحلیل طعام اہل کتاب میں کچھ تعارض نہیں اور یہی صواب ہی۔ قال الحافظ۔ یہ قول ابن جریر کا صحیح ہی اور سلف میں سے جسنے نسخ کا لفظ کہا ہی اسکی مراد تخصیص ہی واللہ اعلم۔ بالجملہ معنی قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ۔ کے یہ کہ مت کھاؤ اس چیز میں سے جسپر نہیں مذکور ہوا نام اللہ تعالی کا۔ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ اسی وان الاکل منہ لخروج عما یحل۔ اور کھانا ایسی چیز میں سے البتہ باہر ہونا اس چیز سے جو حلال ہی۔ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ اے یوسوسون الی الکفار۔ اور شیاطین جو شیطان رجیم کے ذریات ہیں وہ مع شیطان کے اپنے اولیاء کو یعنی کافروں کو وسوسہ دلاتے ہیں۔ علی ہذا شیطان سے مراد حقیقی شیطان ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ قسم جن ہیں لیکن مرتے نہیں ہیں بخلاف جن کے کہ انمیں مسلمان بھی ہیں کافر بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ بالجملہ شیاطین حقیقی مراد ہیں اور وحی سے وسوسہ مراد ہی اور وسوسہ انکا اگرچہ عام ہی لیکن کافروں کی خصوصیت اسوجہ سے ہی کہ اہل ایمان انکے وسوسہ کو قبول نہیں کرتے اور رد کر دیتے ہیں بخلاف کافروں کے کہ وہ قبول کر لیتے ہیں اور انھیں پر خوب قابو پاتے ہیں۔ اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابن عمر رض و ابن عباس رض و عکرمہ رح سے قصہ مختار بن ابی عبید ثقفی میں روایت کیا کہ ایک شخص نے آکر ابن عباس رض سے کہا کہ مختار بن ابی عبید کو زعم ہی کہ آج کی رات مجھپر وحی ہوئی تو ابن عباس نے کہا کہ ہاں وہ سچا ہی تو اس شخص نے متنفر ہو کر کہا کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ وہ سچا ہی تو ابن عباس نے فرمایا کہ وحی دو طرح کی ہی ایک وحی الٰہی بجانب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اور دوسری وحی شیطان بجانب اپنے اولیاء کے پھر پڑھا قولہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم۔ یعنی شیطانی آدمی اپنے دوستوں کو گمراہی کی باتیں القاء کرتے ہیں۔ اور بعض نے فرمایا کہ شیاطین سے آدمیوں کے شیطان ہیں اور وحی ایک تشبیہ کے طور پر ہی یعنے ان شیاطین الانس لیلقون الی اولیائہم۔ اور ظاہر آنکہ دونوں کو شامل ہی ایک کو حقیقۃً اور دوسرے کو حکماً تاکہ جمع میں

ہونے مین تسمیہ چھوڑ دیا ہو پس حضرت صلعم نے کھانے کے وقت تسمیہ کہنے کا احتیاطاً حکم دیدیا تاکہ اگر ترک ہوئی ہو تو اس سے عوض کے
مانند ہو جاوے اور مسلمانون کے احکام کو نیک گمان پر جاری رکھنے کا حکم دیا واللہ اعلم - اور ایک جماعت نے کہا کہ اسلام شرط ہی تسمیہ کچھ
شرط نہین بلکہ مستحب ہی پس اگر عمداً یا بھولے سے چھوڑ دی تو کچھ مضر نہین ہی اور یہ امام شافعی وجمہور اصحاب شافعی کا مذہب ہی اور یہ
حضرت ابن عباس وابو ہریرہ وعطاء بن ابی رباح سے مروی ہی واللہ اعلم - اور شافعی رحمہ اللہ نے قولہ وانہ لفسق - کو محمول کیا اس امر
پر کہ وہ غیر اللہ تعالےٰ کے واسطے اسطرح ذبح ہوا ہو کہ اسپر نام الٰہی ذکر نہوا ہو بمانند قولہ تعالےٰ او فسقا اہل لغیر اللہ بہ الآیۃ - پس فسق سے
مراد وہ مذبوحہ براے غیر اللہ تعالےٰ ہی - شیخ ابن کثیر رح نے اسکو قوی کہا اور ذکر کیا کہ ابن جریر رح نے عطاء رح سے نقل کیا کہ آیت مین
ممانعت ہی اُن ذبایح کے کھانے سے جو قریش اپنے بتون کے نام پر ذبح کرتے تھے اور ممانعت ہی مجوس کے ذبایح سے - مترجم
کہتا ہی کہ بیان سے ظاہر ہوا کہ حجت تخصیص آیت کی بنا بر مذہب شافعی رح کے یہ ہی جو مذکور ہوئی اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ کو خود یہ حجت
معلوم تھی چنانچہ مقدمہ اتقان مین بحوالہ تفسیر کبیر فخر رازی اسکی تقویت اسطرح ذکر کی کہ قولہ وانہ لفسق مین واو حالیہ ہی اسے لا تاکلوا مما
لم یذکر اسم اللہ علیہ حال کونہ فسقا - اور وہ فسق نہوگا جب تک کہ اسپر اہلال لغیر اللہ تعالےٰ نہو بدلیل قولہ او فسقا اہل لغیر اللہ بہ الآیۃ
پھر فخر رازی نے دعوی کیا کہ یہی متعین ہی یعنے واو یہان حالیہ ہی ہو سکتا ہی اور عاطفہ نہین ہو سکتا ورنہ عطف جملہ اسمیہ خبریہ کا جملہ فعلیہ
طلبیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہی - قال المترجم فخر رازی نے امام شافعی رح کے استدلال پر اکتفا نہ کیا اور خود ایک طومار نکالو جیسا
مذکور ہوا ویکن یہ ٹھیک نہین ہی چنانچہ شیخ حافظ العماد رح نے اسکو رد کر دیا اسطرح کہ قولہ تعالےٰ وان الشیاطین لیوحون الخ سے
فخر رازی کے اوپر خود نقض وارد ہوتا ہی کیونکہ یہ واو خواہ مخواہ عاطفہ ہی پس جس واو کے حالیہ ہونے کا مدعی ہوا اگر صحیح ہو تو اس جملہ کا عطف
جملہ ماقبل پر ممتنع ہوگا پس اگر جملہ طلبیہ پر عطف کیا جاوے تو جو اسنے امتناع وارد کیا ہی وہ خود اسپر وارد ہوتا ہی اور اگر واو کو حالیہ
نہ لیوے تو جو کچھ اسنے دعوی کیا ہی وہ سرے سے باطل ہو گیا واللہ اعلم - اور صلت السدوسی رح سے جو مرفوعاً روایت ہی کہ مسلمان
کا ذبیحہ حلال ہی خواہ نام الٰہی ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو - تو یہ مرسل ہی اور شافعیہ کے نزدیک مراسیل مالک وزہری کے سوا حجت نہین
مگر آنکہ مذہب ابن عباس بھی مروی ہی جو اسکا مقوی ہی اور حنفیہ اسمین تاویل کرینگے - اور بیہقی نے حدیث عائشہ رضہ مذکورہ بالا سے
حجت پکڑی کہ تسمیہ شرط ہوتا تو آپ نہ فرماتے کہ تم تسمیہ کہکر کھاؤ - مگر پوشیدہ نہین کہ یہ حجت ضعیف ہی اسواسطے کہ مسلمان ذبح کر کے
لانے والے پر گمان ترک تسمیہ کا خلاف ظاہر حال تھا لہذا احتیاطاً ایسا کہا جیسا کہ اشارہ اوپر مذکور ہو چکا - فافہم واللہ اعلم اور ایک
بڑی جماعت علماء نے کہا کہ اگر تسمیہ کہنا بھول گیا تو مضر نہین اور اگر عمداً چھوڑ دی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور یہی حضرت علی وابن عباس رضی اللہ
عنہما وسعید بن المسیب وعطاء وطاؤس وحسن بصری وابو مالک وعبد الرحمن بن ابی لیلی - وجعفر بن محمد وربیعہ بن عبد الرحمن سے
حکایت کیا گیا پس روایات ابن عباس اس امر پر محمول ہونگی کہ تسمیہ ذکر کیا حالت یاد مین اور نہ ذکر کیا حالت فراموشی مین تاکہ ابن عباس
کے اقوال مین اختلاف لازم نہ آوے اور یہی مشہور مذہب امام مالک واحمد بن حنبل کا اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح وانکے اصحاب
اور اسحاق بن راہویہ کا ہی - قال الحافظ ابن کثیر رح اور امام ابو الحسن مرغینانی نے ہدایہ مین نقل کیا کہ شافعی رح سے پہلے
علماء کا اجماع تھا کہ جو کوئی عمداً تسمیہ چھوڑ دے اسکا ذبیحہ حرام ہوا اسیواسطے ابو یوسف ومشائخ نے کہا کہ اگر عمداً تسمیہ چھوڑے ہوے
ذبیحہ کے بیع جائز ہونے پر کوئی قاضی وحاکم حکم دیدے تو اسکا حکم نافذ نہوگا کیونکہ محل مختلف فیہ قابل اعتبار نہین بلکہ اجماع معتبر ہی

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ

اور اسمین مت کھاؤ جس پر نام نہین لیا اللہ کا اور وہ گناہ ہی اور شیطان

لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ

دل مین ڈالتے ہین اپنے رفیقون کے کہ تم سے جھگڑا کرین اور اگر تم نے انکا کہا مانا تو تم

لَمُشْرِكُونَ

مشرک ہوئے

ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ اور مت کھاؤ اس چیز مین سے جسپر اللہ تعالےٰ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔ واضح ہو کہ اس بات مین اتفاق ہی کہ ما موصولہ سے جانور مراد ہین اور جانورین مین سے بھی وہ جانور جنکا کھانا حلال ہی پس اگر اسپر اللہ تعالےٰ کا نام نہین ذکر کیا گیا تو مت کھاؤ۔ پھر ذکر نہ کیے جانے کی کئی صورتین ہو سکتی ہین ایک یہ کہ خود اپنی موت سے مرگیا ذبح نہین کیا گیا اور اگر ذبح کیا گیا تو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا پس اسپر اللہ تعالےٰ کا نام مذکور نہوا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے ذبح کیا گیا مگر عمداً التسمیہ یعنی بسم اللہ نہ پڑھی یا بھول گیا۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ یہ آیت دربارہ مردار جانورون کے اور جو اسکے معنی مین ہین مانند منخنقہ وغیرہ کے ہین وارد ہوئی ہی۔ عطاء رح نے کہا کہ ذبایح کی تحریم مین ہی کہ مشرکین اپنے بتون کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔ مفسر سیوطی رح نے آیت کو اسی پر محمول کیا یعنی یہ آیت مخصوص ہی ایسے جانورون کے حق مین جو خود بخود مرگئے ہون یا کسی بت وغیرہ کے نام پر ذبح ہوئے ہون اور یون کہا کہ اگر ایسا نہووے تو جو جانور کوئی مسلمان ذبح کرے اگرچہ عمداً اسپر تسمیہ نہ کہے وہ بنا بر قول شافعی رح کے حلال ہوتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ طریقہ دلیل خلاف کا جس سے آیت کریمہ کی تخصیص ثابت کیجاوے عجیب ہی کیونکہ مذہب شافعی رح ہین اگر اجتہاد سے کوئی بات قرار پائی وہ مخصص نہین ہو سکتی بلکہ دلیل شرعی لانی چاہیے۔ ابوحنیفہ رح کے نزدیک مسلمان نے اگر عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو ذبیحہ حلال نہین بلکہ مردار ہو گیا۔ اور تفصیل یہ ہی کہ ائمہ علماء رحمہم اللہ کے اس مسئلہ مین تین قول ہین۔ بعد ازانکہ سب کا اجماع ہو گیا کہ جو حلال جانورون مین سے خود بخود مرگیا وہ مردار و قطعاً حرام ہی اور کلام ذبیحہ مین ہی پس اگر ذبیحہ ایسا ہو کہ اسپر اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی غیر کا نام عمداً ذکر کیا تو بالاجماع حرام ہی اور اگر کسی کا نام ذکر نہین کیا تو ایک جماعت علماء کا قول ہی کہ جو ذبیحہ ایسا ہو کہ اسپر اللہ تعالےٰ کا نام نہین ذکر کیا گیا یعنے کوئی نام نہین لیا گیا تو وہ مردار و حرام ہی خواہ عمداً اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو یا سہو سے نہ لیا ہو اور یہی نافع مولیٰ ابن عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہ و عامر الشعبی و محمد بن سیرین رحمہم اللہ سے مروی اور ایک روایت از امام مالک۔ اور قوی روایت از امام احمد رح اور یہی ابو ثور و داؤد ظاہری نے اختیار کیا اور یہی مختار ابو الفتوح محمد بن محمد الطائی الشافعی رح کا ہی اور دلیل اسکی یہی ظاہر آیت اور قولہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ الآیۃ۔ اور یہان قولہ تعالےٰ وانہ لفسق سے اور تاکید ہو گئی اور نیز احادیث صحیحین وغیرہ جنمین حکم تسمیہ مذکور ہی نیز حجت ہین اور وہ بہت ہین اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ کچھ لوگون نے کہا یا رسول اللہ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہین ہمکو نہین معلوم ہوتا کہ اسپر اسم اللہ تعالےٰ ذکر کیا گیا ہی یا نہین۔ تو فرمایا کہ اسپر اللہ تعالےٰ کا نام ذکر کرو اور کھاؤ۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ ان لوگون کو کفر چھوڑے ہوئے تھوڑا زمانہ گذرا تھا۔ رواہ البخاری۔ قال الحافظ العماد اس سے دلالت اسطرح ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھ لیا تھا کہ تسمیہ کہنا ایک امر لابدی ہی اور خوف کیا کہ شاید ذبح کرنے والون نے بسبب اسکے کہ مسلمان ہوئے تھوڑے دن

ہین۔ شیخ قرشی رح نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ یہ لوگ اپنے نفس کی خواہش پر چلتے ہین اور کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم کو چھوڑ دیتے ہین۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ
اور چھوڑ دو کھلا گناہ اور چھپا جو لوگ گناہ کماتے ہین سزا پاوینگے

بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ۝
اپنے کیے کی

فَاذْكُرُوْا اسے واثرکوا۔ اور چھوڑ دو تم لوگ۔ ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ علانیہ و پوشیدہ گناہ۔ بعض نے کہا کہ گناہ زنا اور بعض نے کہا کہ ہر گناہ۔ اول تو مجاہد رح سے مروی ہے اور ایک روایت مین ہے کہ نیت بد وہ پوشیدہ گناہ ہے اور قتادہ رح نے ظاہر یعنے علانیہ و پوشیدہ و قلیل و کثیر سے تفسیر کی۔ سدی رح نے کہا کہ ظاہر الاثم رنڈیون سے زنا کرنا۔ اور باطن الاثم وہ آشنائی کرکے زناکاری ہے۔ عکرمہ رح نے کہا کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا بیٹے کی مدخولہ سے نکاح کرنا۔ اور صحیح یہ ہے کہ آیت کریمہ سب کو شامل ہے اور نیز دیگر گناہ ظاہر و باطن سے ممانعت ہے۔ پس ظاہر وہ جو اعضاء و جوارح سے ظاہر مین محسوس ہو اور باطن وہ جو ظاہر نہو پس حسد و غرور و عجب و خود نمائی اور مسلمانون کی بدی سوچنا وغیرہ سب داخل ہین۔ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اثم کیا ہے فرمایا۔ کہ اثم وہ ہے جو تیرے دل مین کھٹکے اور تو برا جانے کہ لوگ اسپر مطلع ہون۔ رواہ ابن ابی حاتم وغیرہ بسند صحیح۔ پھر گناہ سمیٹنے والون کو وعید شدید فرمائی بقولہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ کسب بمعنی کمانا اور بندہ گناہ کو پیدا کرنے والا نہین بلکہ کمانے والا ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ المعنی جو لوگ گناہ کماتے ہین۔ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ اقتراف بمعنی اکتساب۔ المعنی عنقریب آخرت مین جزا دیے جاوینگے بدلے اس چیز کے جسکو کمایا کرتے تھے۔ ف

فی العرائس قولہ وذروا ظاہر الاثم الآیۃ۔ ظاہری گناہ وہ ہے جسکی مذمت ثابت از ظاہر قرآن و حدیث ہے اور باطن الاثم وہ جسکی مذمت باطن قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ قال المترجم بنا برین تمام عیوب نفس و ریا و خطرات شیطانی و نہایت باریک باتین کہ جب کھل جاوین تو بڑا گناہ معلوم ہوتی ہین سب کو شامل ہے اور یہی کمال تقوی ہے اور حدیث صحیح مین جو آیا کہ آدمی مین شیطان ایسی جگہ گھسا ہوا ہے جہان خون روان ہے تو اسمین ان باطن کے عیوب نفس و خطرات کی طرف خیال رکھنے اور اپنے کو درست رکھنے کا صریح اشارہ ہے۔ فافہم نیز ظاہر الاثم وہ ہے جسکے ساتھ عقول نورانی موافق نہون اور باطن الاثم جنکے ساتھ قلوب صافی موافق نہون اور نیز ظاہر الاثم وہ جو اعضاء کو راہ سنت سے کج کرین اور باطن الاثم جو دلون کو مشاہدہ سے تشویش مین ڈالین۔ نیز ظاہر الاثم اس دنیا کی محبت ہے و باطن الاثم جاہ و مرتبہ کی خواہش ہے۔ نیز ظاہر الاثم وہ اعمال نیک جو تجھے مغرور کرین اور باطن الاثم وہ احوال جنکی لذت مین تجھکو سکون ہو۔ بعض نے فرمایا کہ ظاہر الاثم اپنے افعال پر نظر ہے اور باطن الاثم ان افعال پر باطن مین تسکین ہے۔ سہل رح نے کہا کہ حکم فرمایا ہے کہ اعضاء ظاہر سے نافرمانی اور دل سے انکی محبت چھوڑ دو۔ شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ ظاہری گناہ تو یہ غفلت ہے اور باطنی گناہ یہ کہ سابق تقدیر پر نظر رکھنے سے نسیان ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ باطنی گناہ وہ عقیدے پوشیدہ ہین جو دل مین متردد ہون اور نگاہ باطن کے اندر چور ہون۔

حلال کیا اسکو حلال جانو اور جو حرام کیا حرام جانو اور اسی پر عمل کرو اور مردار وغیرہ کو چھوڑ دو لیکن اول ارجح ہی - مَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ استفہام انکاری ہی یعنی کون مانع ہی تمکو اس سے کہ نہ کھاؤ اس ذبیحہ کو جسپر اللہ تعالے کا نام مذکور ہوا بعد ازانکہ تمکو اسکے کھانے کی اجازت دیدی - وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ابن کثیر و ابو عمرو و ابن عامر نے فصل بصیغہ مجہول پڑھا اور باقیون نے بصیغہ معروف پڑھا - حفص نے حرم بر بناء فاعل یعنی بصیغہ معروف پڑھا اور باقیون نے بصیغہ مجہول پڑھا ہی - والمعنی حال یہ کہ تفصیل کیا تمھارے واسطے جو تمپر حرام ہوا ہی قال المفسر رح یعنی قولہ حرمت علیکم المیتۃ الآیۃ مین تمپر محرمات طعام مفصل بیان کردیے ہین - إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ سوائے اسکے جسکی طرف تم مضطر ہو ان محرمات مین سے تو اس حال اضطرار مین وہ بھی تمپر حلال ہی - المعنی کوئی مانع نہین تمکو کھانے اس چیز سے جسپر اللہ تعالے کا نام مذکور ہوا اور حال یہ کہ جنکا کھانا حرام ہی وہ تمکو مفصل تبلا دیے اور بنام الٰہی ذبیحہ ان محرمات مین سے نہین ہی - واضح ہو کہ استثناء منقطع ہی جیساکہ تفتازانی رح نے کہا اور اعراب القرآن ابو البقاء مین ہی کہ از راہ معنی استثناء متصل ہی کیونکہ انکو اللہ تعالے کے نام پر ذبح کیے ہوے کے کھانے کو ترک کرنے پر توبیخ کی اور یہ متضمن ہی مطلقاً اباحت پر - حاصل آنکہ جنس سے استثناء ہی - اسمین بعض نے کلام کیا کہ اس صورت مین ظرف عام مقدر سے استثناء ہوا تو مفرغ ہوا متصل نہوا - پھر واضح ہو کہ اس مقام مین اشکال ہی جو امام رازی نے تفسیر کبیر مین وارد کیا باین طور کہ یہ سورہ انعام تو مکیۃ ہی پس نزول اسکا سورہ مائدہ مدینہ سے پہلے ہوا خصوص جب کہ سورہ مائدہ کی نسبت آیا ہی کہ وہ قرآن کی سورتون مین سے سب سے آخر نازل ہوئی ہی اور قولہ حرمت علیکم المیتۃ الآیۃ اسی سورہ مائدہ مین ہی پس یہان جو قولہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم سے حوالہ دیا یہ اس آیت پر جب پیچھے نازل ہوئی کیونکر صادق ہوگا کیونکہ جسپر حوالہ ہی اسکا مقدم ہونا لازم ہی - پھر امام رازی نے جواب دیا کہ جس آیت پر حوالہ ہی وہ قولہ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الآیۃ ہی جو کچھ پیچھے مذکور ہی - اور دیگر علماء مفسرین نے یہ جواب دیا کہ علم الٰہی ہر موجود ہونے والے سب کو محیط ہی اور علم الٰہی مین موجود تھا کہ ترتیب قرآن مجید مین جو محفوظ بحفظ الٰہی ہی سورہ انعام پر سورہ مائدہ مقدم ہوگی اگرچہ نزول مین مقدم ہووے پس باین معنی یہ حوالہ بہت خوب ہی - مترجم کہتا ہی کہ بنابرین ثابت ہوا کہ ترتیب قرآن مجید بتوفیق الٰہی عزوجل ہی اور کیون نہین کہ اللہ تعالے عزوجل نے مصحح اس کتاب مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہی - فافہم - وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ یضلون مین دو قراءۃ ہین بفتح یاء از باب ثلاثی مجرد اور بضم یاء از باب افعال - اور مراد ان سے مشرکین عرب ہین جیساکہ سعید بن جبیر رح وغیرہ سے مروی ہی المعنی البتہ بہت سے یعنی مشرکین گمراہ ہوتے یا گمراہ کرتے ہین اپنی خواہش نفسانی سے بدون کسی علم کے جسپر وہ اعتماد کرتے ہون - إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ اعتداء یعنی تجاوز کرنا یعنی تیرا پروردگار جانتا ہی ان لوگون کو جو تجاوز کرتے ہین حلال سے حرام کی طرف یعنی گناہ کرتے ہین پس انکو سزا دیگا ف - فی العرائس قولہ تعالے وان کثیرا لیضلون باھوائھم - اسی مین وہ لوگ بھی شامل ہین جو ضلالت و بدعت کی طرف بلاتے ہین پھر جب وہ لوگ اپنی فضیحت ہونے کو دیکھتے ہین تو چاہتے ہین کہ سچے اہل ارادت بھی انھین کے مثل ہو جاوین پس شہوتون کا راستہ انکو بتاتے ہین - اور اسکی خوبیان بیان کرتے ہین چنانچہ اللہ تعالے نے ایسے لوگون کو بیان فرمایا بقولہ اضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل - اور یہ اسوجہ سے ہی کہ یہ لوگ اللہ تعالے عزوجل کی معرفت سے جاہل ہین اور اسکے علم سے جو تمام موجود ظاہر و باطن کی ماہیت حقیقت کو شامل ہی غافل

كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ

تمکو اسکے حکم پر　یقین ہی　اور کیا سبب کہ تم نہ کھاؤ　اسمین سے جس پر　نام لیا اللہ کا　اور

قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا

وہ کھول چکا　جو کچھ تم پر حرام کیا ہی　مگر　جس وقت ناچار ہو　اسکی طرف سے　اور　بہت لوگ

لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۝

بہکاتے ہین　اپنے خیال پر　بغیر　تحقیق　تیرا رب ہی خوب جانتا ہی　جو لوگ حد سے بڑھتے ہین

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ اکثر سے مراد کفار ہین کیونکہ وہی بہت ہین اور اہل ایمان تھوڑے ہین اور بعض نے کہا کہ ارض سے مراد مکہ ہی یعنے مکہ والون مین سے اکثر لوگون کے اور وہ اسوقت کفار تھے اگر تو اطاعت کریگا تو يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ تجھکو دین الٰہی سے بھٹکا دینگے یعنی ایسی باتین وہم و شیطانی کی بتلا دینگے جنکے ماننے سے غضب الٰہی ہوتا ہی اور اللہ تعالے مغضوب کرکے اسکو ہدایت سے محروم کر دیتا ہی اور یہ شرط ہی مقتضی وقوع نہین بلکہ امت کو تعلیم ہی کہ اہل مکہ یا کفار کے باتون پر نہ رہین اور حق سے تجاوز نہ کرین - إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ مردار کے بارہ مین مکہ کے کفار نے جھگڑا کیا اور کہا کہ جو اللہ تعالے نے مار ڈالا وہ بہ نسبت لوگون کے مارے ہوئے جانور کے بدرجہ اولی کھانا چاہیے تو فرمایا کہ ان یتبعون الا الظن - یعنی تیرے ساتھ مجادلہ کرنے مین یہ لوگ نہین پیروی کرتے مگر اپنے وہم و گمان کی جسکی کچھ اصل نہین اور ایسے ہی بتون کے بارہ مین انکو مستحق عبادت خیال کرتے ہین اور مانند اسکے وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ خرص در اصل اندازہ کرنے کو کہتے ہین جسمین تحقیقی بات معلوم نہو جیسے درخت کے پھل اندازہ کرنے کو خرص بولتے ہین پس حاصل آنکہ حالت انکی یہ ہی کہ تحقیقی بات کو نہین مانتے اور اپنے اندازہ و تخمینہ پر چلتے ہین جہان خرص جائز نہین ہی پس خارص اپنی خرص کو تحقیق کہے تو جھوٹا ہی لہذا مفسر رح نے کذب سے تفسیر کی جیساکہ بعض سلف سے مروی ہی یعنے نہین یہ لوگ مگر آنکہ جھوٹ بولتے ہین - إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ واضح ہو کہ اعلم صیغہ اسم تفضیل ہی اور وہ اسم ظاہر کو نصب نہین دیتا لہذا من اس سے منصوب نہین ہو سکتا تو بعض نے کہا کہ من مقدر بباء ہی اور بعض نے کہا کہ منصوب بفعل یعلم ہی جسکی جگہ اسم تفضیل آیا ہی اور مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ اعلم بمعنی عالم ہی کیونکہ اللہ تعالے کی راہ سے گمراہ مرنے والے کو سوائے اسکے کوئی نہین جانتا ہی وہی عالم ہی اور بعض نے کہا کہ اسم تفضیل بھی کبھی اسم ظاہر کو نصب دیتا ہی اور بیضاوی رح نے کہا کہ منصوب بفعل مقدر ہی جسپر اعلم دلالت کرتا ہی - اور نیز کہا کہ اعلم بمعنی اسم تفضیل اس معنی مین کہ اوتعالے کا علم محیط و کثیر ہی ان وجوہ کو جنسے علم کا متعلق ہونا ممکن ہی اور نیز لازمی ہی اور نیز علم الٰہی بالذات ہی نہ بالغیر - حاصل آنکہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہی ہر ایسے شخص کو جو اسکے دین سے گمراہ ہو - وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ اور وہی خوب جانتا ہی ہدایت و طاعت پر چلنے والون کو پس دونون مین سے ہر ایک کو اسکا بدلا ثواب یا عذاب دیگا فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اے ذبح علی اسمہ یعنی کھایا کرو اسمین سے جسپر اللہ تعالے کا نام ذکر کیا گیا ہو حلال جانورون مین سے - یعنی جو اللہ تعالے کے نام پر ذبح کیا گیا ہو - فاء فکلوا - جواب شرط مقدر کی کما قال الزمخشری یا عطف پر محذوف ہی کما قال الواحدی - إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ یہ شرط نہین ہی بلکہ مومنون کو شرایع الٰہی پر چلنے کے لیے آمادہ کیا ہی پس یہ خطاب ہی مسلمانون کو اور بعض نے مشرکون کی طرف خطاب قرار دیا بمعنی آنکہ جو کچھ اللہ تعالے

بلاکہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہیگا جب تک کہ اللہ تعالے چاہے اور تمام کے معنی یہ کہ انتہا پر پہونچا اور حضرت انس رضہ سے روایت
ہو کہ یہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہی - رواہ ابن النجار و ابن مردویہ عنہ مرفوعاً - عامر بن عبداللہ سے روایت ہو کہ فتح مکہ کے روز حضرت صلعم
مسجد الحرام مین داخل ہوئے اور بتون کو مارتے اور توڑتے اور باہر پھینکواتے جاتے اور زبان سے پڑھتے جاتے وتمت کلمۃ
ربک صدقا وعدلا الآیۃ - قولہ صدقا وعدلا مفسر رح نے مانند شیخ ابن جریر اور شیخ عکبری رح کے اسکو تمیز قرار دیا اور ابن عطیہ نے کہا
کہ یہ صواب نہین کیونکہ اسمین ابہام نہین ہی اور سمین حلبی کہتا ہو کہ یہ وہم ہو کیونکہ تمام ہونے مین تمامیت باعتبار تکمیل افادہ وغیرہ
امور کے ہو سکتی ہو پس صدق وعدل سے مراد ہونا متمیز کردیا - کواشی نے اسکو حال کا یا مفعول لہ کا اعراب بیان کیا - قتادہ رح نے کہا
کہ صدق ان کلمات مین جنمین وعدہ و وعید ہو اور عدل ان کلمات مین جنمین حکم ہو اور بعض نے کہا کہ ہر وعدہ و وعید و احکام سب صدق و
عدل سے ہین اور نیز وعدہ و وعید و احکام و اگلی امتون کے اخبار اور آیندہ قیامت تک ہونے والے امور کے اخبار وغیرہ جملہ امور جنکی
خبر قرآن مجید مین ہو سب صدق وعدل ہین اور یہ اولی ہو باعتبار عموم کے فافہم - قولہ لا مبدل لکلماتہ - اسمین محمد بن کعب رح سے
مروی ہو کہ جو کچھ امر دنیا و آخرت مین فرمایا کسی مین تبدیل نہین ہو - اسمین دلیل ہو کہ جو دوزخی ہوا وہ جنتی نہین ہو سکتا اور جو جنتی ہوا
آیندہ دوزخی نہین ہو سکتا اور یہی متواتر اخبار صحیح و آیات کریمہ سے ثابت ہو اور یہی اہل سنت کا اعتقاد ہو فاحفظ فــی العرائس
قولہ وتمت کلمۃ ربک الآیۃ - اوتعالے نے اپنے سابق کلمات قدیم سے خبر دی جو کلام نفسی ہین جنمین خود بخود در ذات خود کلام فرمایا
پس جو اہل معرفت و توحید بندون کے حق مین قبل انکے وجود کے اور قبل انکی نماز روزہ وغیرہ نیک اعمال کرنے کے بدون کسی علت و سبب
کے بلکہ قبل انکے وجود کے انکے حق مین محض فضل و کرم سے انعام و اکرام مقدر فرمایا ہو اسمین تبدیل کسی فعل و حرکت سے نہین ہو سکتی ہو
اور جو اسکی مشیت ہو وہ عین صدق و عدل ہو پس اہل توحید و عرفان کے حق مین حسن قبول اسکی مشیت و احسان و فضل ہو
اوتعالے قادر مختار ہو جو چاہے کرے کسی بندہ کو جو ناچیز مخلوق ہو دم مارنے کی مجال نہین ہو اور تمام ہونا کلمات کا یہ بھی ہو کہ
لطف عنایت سے بدون بندون کی طرف سے کسی علت کے انکو انعام و اکرام سے قطعاً سرفراز کیا اور جو وعدہ فرمایا وہ ضرور
واقع ہونے والا ہو - اور قولہ لا مبدل لکلماتہ سے واضح ہوا کہ اہل عنایت پر جو سابقہ رحمت ہو اسکو کوئی تبدیل نہین کر سکتا
اور سوا وہ امتحان انکو مردود نہین کر سکتے جیسے مردود کو ظاہری افعال مقبول نہین کر سکتے ہین - بعض نے قولہ صدقا وعدلا
کی تفسیر مین کہا کہ صدق ہو مومنین کے لیے کہ انکو جو دیا سب فضل ہو اور عدل ہو کافرون پر کہ سزا ان عمل مین

ہلاک ہوئے اور پورے نہ اترے

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا

اور اگر تو کہا مانے اکثر لوگون کا جو دنیا مین ہین تجکو بہکا دین اللہ کی راہ سے سب یہی چلتے ہین

الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ

خیال پر اور سب اٹکل دوڑاتے ہین تیرا رب ہو خوب جانتا جو بہکتا ہو اسکی

سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ

راہ سے اور وہ خوب جانتا ہو جو اسکی راہ پر ہین سو تم کھاؤ اس مین سے جس پر نام لیا اللہ کا اگر

مشرکون نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ اپنے و انکے درمیان کسی کو حکم بناوین تو نازل ہوا - أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِي حَكَمًا یعنی بھلا سوائے اللہ تعالے کے اور کسی کو قاضی و حاکم بناؤن کہ وہ میرے تمھارے درمیان مین حکم ہو حالانکہ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ وہی پاک پروردگار ہی جسنے تمھاری طرف قرآن نازل کیا - مُفَصَّلًا حال ہی کہ وہ قرآن مفصل ہی یعنے اسمین حق کو باطل سے جدا کرکے بیان کیا گیا ہی - یہ استفہام توبیخی انکاری ہی یعنے اے مشرکو تم پر ملامت ہی کہ سوائے اللہ تعالی کے اور کو حکم بناتے ہو - اگر کوئی کہے کہ پھر دنیا مین قاضی و حاکم کیون شرع مین جائز ہین اور نیز اللہ تعالے کے قاضی بنانے سے فیصلہ کیونکر معلوم ہوگا - تو جواب یہ ہی کہ جملہ وہو الذی الخ اسی وہم کا رد ہی یعنے اسنے کتاب مفصل آتار دی جسمین باطل و حق کو جدا و متمیز کر دیا پس حکم الٰہی میرے تمھارے معاملہ مین اس کتاب سے ثابت ہی - اور قاضی بنانے کے یہ معنی ہین کہ قرآن مجید سے سمجھکر ہر معاملہ کا حکم بتا دے نہ آنکہ اپنی رائے سے بتا دے ورنہ حکم حق نہوگا - آیت مین دلیل ہی کہ قاضی ضرور ہی کہ احکام قرآن کو جانتا ہو - اور دلیل ہی کہ مدعی و مدعا علیہ اگر کسی عالم فقیہ سے اپنے مقدمہ مین حکم الٰہی حاصل کرین تو جائز ہی بلکہ یہی صواب ہی کہ مسلمان اس زمانہ مین اسی طرح فیصلہ کر لین تاکہ اپنے معاملہ مین حکم حق حاصل کرین اور کچہریون مین زحمت نہ دین اور نہ اٹھاوین - فافہم - وَالَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ الف لام عہد کا ہی اور مراد توریت ہی لہذا مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ معنی آنکہ اور جن لوگون کو ہم نے دی کتاب اے توریت مانند عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھیون کے - يَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ اکثر کی قراءۃ منزل از انزال ہی اور ابن عامر و حفص کی قراءۃ مین تنزیل سے بتشدید ہی - فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ امترا بمعنی شک مین ہونا - یعنی تو شک والون مین سے مت ہو - اور چونکہ آنحضرت صلعم پر نزول وحی خود تھا پس انکو تو اسمین شک نہین تھا اور یہ ظاہر ہی لہذا مراد اس سے کافرون پر مقرر ثابت کرنا ہی کہ قرآن مجید حق ہی اور زمخشری وغیرہ نے یہ اختیار کیا کہ معنی یہ ہین کہ تو اس بات مین شک کرنے والا مت ہو کہ اہل کتاب جانتے ہین کہ قرآن اللہ تعالے کی طرف سے نازل ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ ارجح ہی اسواسطے کہ سورہ مکیہ ہی اور عبد اللہ بن سلام کا ایمان مدینہ مین واقع ہوا لہذا مراد آیت سے یہ ہی کہ اہل کتاب کو قرآن حق ہونے کا علم ہی پس اگر جہال مکہ اسکو نہ مانین تو تجھکو غم نہونا چاہیے اور یہ اخبار از غیب ہی - فافہم بالجملہ تجھکو شک نہ کرنا چاہیے اس امر مین کہ اہل کتاب تیری نبوت اور قرآن کی حقیت کو اپنی کتابون سے بخوبی جانتے ہین وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ کلمہ سے مراد احکام شرع و وعدہ و وعید ہین اور یہ مومنون پر فضل ہی کہ قرآن مین انکی تکمیل ہوئی ہی - یعنی پورا ہوا کلمہ تیرے پروردگار کا صِدْقًا وَّعَدْلًا از راہ صدق و عدل کے - یہ تمیز محول از فاعل ہی یا حال ہی یعنے کوئی اسمین سے کچھ تبدیل نہین کر سکتا چنانچہ فرمایا - لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ یعنی کوئی چیز ایسی نہین کہ ان احکام کو تبدیل کرے یا اسکے وعدہ و وعید مین خلاف ہو - اس سے ظاہر ہوا کہ احکام شرع مین زمانہ کی گردش سے کوئی تبدیل نہین ہو سکتی ہی اور جو شخص تبدیل کو جائز سمجھے وہ کافر گمراہ ہی جیسے اس زمانہ مین بعضے ملحد مبتدع کہتے ہین - اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وعید عذاب مین بھی خلاف نہوگا بلکہ جسکو جسطرح وعید ہوئی ہی ویسا ہی واقع ہوگا مگر اشاعرہ خلف الوعید کو بنظر کرم جائز سمجھتے ہین وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یعنی ہر قول کا سننے والا اور ہر فعل کا جاننے والا ہی اسپر کچھ پوشیدہ نہین پس جو کوئی جیسا کریگا اسکی جزا و سزا پاویگا ف - بعض نے کہا کہ قولہ تمت کلمۃ ربک مین کلمہ سے مراد قرآن ہی اور حاصل آنکہ جیسے توریت وغیرہ مین لوگون نے تحریف کی ویسے قرآن مجید کی تحریف پر کوئی قادر نہوگا پس اس سے

ولاتے دبہکاتے ہیں۔ اور زخرف معنی باطل جو اوپر سے ملمع کیا ہوا اور لیپ پوت دیا گیا ہو یا نقش و نگار بیہودہ کیا گیا ہو۔ مدارک میں ہے کہ مالک بن دینار نے فرمایا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتا ہوں تو شیطان بھاگ جاتا ہے ولیکن شیطان الانس بہت سخت ہیں کہ میری آنکھوں کے سامنے آکر مجھکو بہکاتے ہیں۔ بالجملہ شیطان اپنے پردے کرنے والوں کو وسواس دلاتا ہے اور وہ لوگ اسکو قبول کر لیتے اور بسبب جہالت اور عدم نور باطن و عدم ہدایت کے نہیں پہچانتے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے پھر اسکو یقین کر کے دوسروں کو بہکاتے ہیں اور یہ سب اہل حق و اہل ایمان کی ایذا رسانی کرتے ہیں اور مترجم پناہ مانگتا ہے اللہ تعالے سے ان شیطانوں انس و جن سے اور دعا کرتا ہے کہ او تعالے اپنی رحمت سے مترجم کو انکے شر و فتنہ سے محفوظ فرماوے آمین اور واضح رہے کہ بدون مشیت الٰہی کے ان شیطانوں کو کوئی قدرت نہیں ہے اسی واسطے فرمایا۔ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ ای ما فعلوا الایحار المذکور۔ اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو یہ لوگ آپس میں ایسے وسوسہ ڈالنے کو جو مذکور ہوا نہ کرتے لیکن مشیت حکمت الٰہی میں جاری ہوا اسلیے یہ سبب کے سبب ایسی گمراہی وکفر کو کرتے ہیں۔ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ اے فدع الکفار و ما یفتری الکفار من الکفر وغیرہ و ما زین لہم۔ یعنی چھوڑ دے کافروں اور انکے مفتریات کفر وغیرہ کو جو انکی نظروں میں مزین کیے گئے ہیں۔ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ حکم قتال ہونے سے پہلے یہ حکم آیا تھا۔ وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ یہ عطف ہے غرورا پر اور معنی صغو کے میل کرنا ہے لتمیل الیہ تاکہ اسکی طرف مائل ہوں۔ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ دل ان لوگوں کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں یعنی زخرف و غرور کی طرف کافر لوگوں کے دل مائل ہوں۔ لتصغی میں لام امر نہیں ہے بلکہ لام کی ہے۔ اور مفسر رحمہ نے جو غرورا پر عطف قرار دیا وہ باعتبار معنی کے ہے۔ یعنی لیغروہم ولتصغی۔ یعنی زخرف القول کی وحی کرتے ہیں تاکہ مغرور ہوں اور تاکہ جھکیں اسکی طرف الخ۔ وَلِيَرْضَوْهُ اور تاکہ اس زخرف القول کو گوش دل سے سنکر اپنے واسطے پسند کریں وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ابن عباس نے فرمایا اور تاکہ کماویں جو کچھ وہ کما رہے ہیں یعنی کفار جو گناہ سمیٹ رہے ہیں وہ بھرپیٹ خوب کماویں تاکہ آخر قیامت میں جسپر ایمان نہیں رکھتے ہیں پورا عذاب پاویں۔ ابو حیان رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ ان باتوں میں ترتیب نہایت فصاحت کے ساتھ ہے کہ پہلے تو شیاطین کی طرف سے غرور و فریب ہوا جسکو کافروں نے گوش دل سے سنکر میل کیا پس اپنے حق میں اسکو پسند کیا پھر اسی کے موافق بد اعمالیاں کمانے لگے

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ

اب سوا ہے اللہ کے کسی اور کو منصف کروں اور اسی نے تمکو یہ کتاب بھیجی واضح اور جنکو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ

ہمنے کتاب دی وہ سمجھتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کے پاس سے تحقیق سو تو مت ہو جیو

مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ

شک لانے والا اور تیرے رب کی بات پوری سچ ہے اور انصاف کی کوئی بدلنے والا نہیں اسکے کلام کو

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اور وہی ہے سنتا جانتا

صلعم نے بیان کیا سب برحق ہی تو بھی ایمان نہ لاوین - بیضاوی و زمخشری وغیرہ نے قبیل کی کبنیل ہی سے تفسیر لکھی ہی - حاصل آنکہ اوتعالے نے ایسے لوگون کے ایمان سے قطعی انقطاع کر دیا کہ جنکے حق مین گمراہی مقدر رہی اگر وہ جملہ آیات دیکھہ لین تو بھی ایمان نہین لاسکتے ہین - **اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ** مفسر رح نے اسکو بمعنی لکن قرار دیا یعنی استثنار منقطع ہی اور بیضاوی نے زمخشری کے مانند استثنار متصل کیا بتقدیر آنکہ لیس لہم ان یومنوا فی حال الا فی حال المشیئۃ - یعنی یہ لوگ نہین ایمان لاسکتے کسی حال مین الا درحالیکہ مشیت الٰہی مین انکا ایمان مقدر ہو - و قول مفسر رح ارجح ہی - **وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ** اے لایعلمون ذلک - یعنی انمین سے بہتون کو یہ بات معلوم نہین ہی - پس اصل اس بارہ مین یہ ہی کہ اوتعالے عز وجل کی طرف رجوع لاوے اور اس سے ہدایت کا اور اسپر ثابت رہنے کا سوال کرے اور آیات وغیرہ پر یا اپنی قدرت پر زعم کرنا غلط اور جہالت ہی اور یہ صریح ہی کہ ہدایت فقط اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہی پس جسکو اوتعالے ہدایت نہ دیوے وہ کبھی ہدایت نہ پاویگا - اور یہ آیت بمانند قولہ تعالے ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یومنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم - جن لوگون پر تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہو چکا وہ ایمان نہین لاوینگے اگرچہ انکے پاس تمام آیات و معجزات آجاوین یہان تک کہ عذاب الیم دیکھین یعنی عذاب موت و عذاب قبر و عذاب آخرت اوسوقت ایمان لاوینگے ولیکن کچھ فائدہ نہوگا اور اسمین حضرت صلعم کو علم دیا اور تسلی فرمائی -

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ

اور اسیطرح رکھے ہین ہمنے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن سکھاتے ہین

بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ

ایک دوسرے کو ملمع باتین فریب کی اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نکرتے

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

تو چھوڑ دے وہ جانین اور انکا جھوٹ اور تا جھکین اس طرف دل انکے جو یقین نہین رکھتے

بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝

آخرت کا اور وہ اسکو پسند کرین اور تا کیے جاوین جو غلط کام کر رہے ہین

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا یعنی اے محمد صلعم ایسے ہی ہم نے اگلے انبیار ع کے دشمن کر دیے تھے جیسے تیرے دشمن کر دیے ہین پس تو غمگین مت ہو پھر عدوًا کا بدل قرار دیا - **شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ** شیطان بمعنی سرکش و شریر و نافرمان مراد ہی جسکو عربی مین مارد کہتے ہین اور جمع اسکی مردۃ ہی - یعنی ایسے ہی ہر نبی کے دشمن کر دیے اور وہ دشمن شیاطین الانس والجن ہین - قال قتادہ رح انسانون مین سے شیطان ہین اور جنون مین سے شیطان ہین - عن ابی ذر رضی اللہ عنہ فی الحدیث مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو نے شیاطین الانس والجن سے پناہ مانگی یعنے نماز مین انسے پناہ کی دعا مانگی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آدمیون مین بھی شیطان ہین فرمایا کہ ہان اور آدمیون کے شیطان بہ نسبت اصلی شیطانون کے زیادہ ضرر پہونچاتے ہین رواہ عبد الرزاق والامام احمد وابن مردویہ وابن جریر وابن ابی حاتم من طرق عنہ منقطعًا وموصولًا کما اوردہ الحافظ رح وذکر ان المجموع یفید انہ حدیث صحیح - **يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا** وحی سے مراد وسواس ہی یعنی آپس مین ایک دوسرے کو وسواس

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ

اور اگر ہم اُن پر اُتارین فرشتے اور اُن سے بولین

الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ

مُردے اور جِلا دین ہم چیز کو ان کے سامنے ہرگز ماننے والے نہین مگر جو چاہے

اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝

اللہ پر یہ اکثر نادان ہین

وَلَوْ اَنَّنَا یعنی اگر ہم ان لوگون کا سوال نزول آیات و معجزات کا قبول کر کے نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ انکی جانب ملائکہ کو نازل فرماتے جیسے ان لوگون نے ہمارے رسول صادق مصدوق حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہے - کما قال تعالے او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا الآیۃ - یعنی کافرون نے مجادلہ کیا کہ ہم تجھے جب مانینگے کہ چنین وچنان ہو ازانجملہ یہ کہ تو ہمارے روبرو لاوے اللہ تعالے کو اور ملائکہ کو یعنے وہ تیرے صدق نبوت کی گواہی دین تب ہم مانینگے - اور کہا - لولا انزل علیہ الملائکۃ او نری ربنا الآیۃ - یعنی رسول پر گواہی کے لیے فرشتے کیون نہین نازل کیے گئے یعنی جو اللہ تعالے کی وحدانیت کے لیے اسپر گواہی دیتے یا ہم لوگ خود ہی اللہ تعالے کو دیکھ لیتے - ھ - یا ہم سے ہمارے باپ دادے جو صدہا برس پہلے مر چکے ہین دوبارہ زندہ ہو کر گواہی دین کہ بے شک یہ شخص رسول ہے یا آیندہ دار آخرت ہے یا قیامت مین حشر و نشر ہوگا بلکہ ان مردون کا زندہ ہو کر ہم سے باتین کرنا بھی ہمارے واسطے اس امر کی دلیل ہوگی کہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے پس حق عزوجل نے ان جاہلون کی فہمایش کے لیے ارشاد فرمایا - کہ لو اننا نزلنا الخ یعنے اگر ہم انکی خواہش کے موافق انپر ملائکہ اُتارین - وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى - کما اقترحوا - یا انسے مردے باتین کرین جیسے کہ انھون نے ہٹ باندھی تھی پس موتیٰ اگلے زمانہ کے زندہ ہو کر آتے - وَحَشَرْنَا - جمعنا - اور جمع کر دیتے ہم - عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا - انپر ہر چیز کو فوج فوج یا آنکھون کے سامنے - مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا - تو بھی نہ تھا کہ یہ لوگ ایمان لاوین کیونکہ علم الٰہی مین انکا کافر ہونا مقدر ہو چکا ہے پس ہدایت پر آنا انکی قدرت مین نہین بلکہ اوتعالے کی طرف سے ہے بلکہ ملائکہ و موتیٰ سے انکو استطاعت نہین ہے - قبلا بضمتین جمع قبیل یعنے فوج فوج کر کے اور یہی مجاہد رحمۃ اللہ نے فرمایا اور حاصل آنکہ اگر انکے پاس تمام اُمتین گذری ہوئی فوج فوج کر دیجاتین اور وہ رسولون کی سچائی کی گواہی دیتین تو بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے - اور علی بن ابی طلحہ و عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قُبُلًا بضمتین کے معنی مقابلہ و معائنہ کی روایت کیے اور یہی قتادہ و عبدالرحمن بن زید کا قول ہے - اور واحدی رحمہ اللہ نے اہل لغت کا اسپر اجماع ذکر کیا لیکن نافع وابن عامر نے جو قبلا بکسر قاف و فتح باء موحدہ بمعنی معائنہ و مقابلہ پڑھا ہے تو دونون قراءۃ سے ایک ہی معنی ہو گئے - اور یہی اصل ہے - ابن جریر رحمۃ اللہ نے کہا کہ احتمال ہے کہ قبلا جمع قبیل بمعنی کفیل ہو جیسے قولہ او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا - یعنی ہے حاصل آنکہ اگر محشور کر دین ہم ہر شے کو جو انپر کفیل ہو کہ بعد موت کے جو حال انبیاء علیہم السلام خصوص محمد

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اُنمین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخرالدین صاحب کامل دو جلد مین -

تفسیر زاد الآخرت - نظم مین پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے از مولوی عبدالسلام -

تفسیر سورۂ اذا زلزلت - جدید الطبع -

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -

تفسیر سورۂ یوسف - مع مصرعہ از مولوی اشرفعلی -

پنجسورہ مترجم - با ترجمۂ اُردو -

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ - متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط -

تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف -

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج لیجیے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی زینت کیجیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط - فرعون و قارون کا نام بے نقط - روات کا ترجمہ سب بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا -

تفسیر جلالین مع کمالین - بہ تحشی جدید مطبوعۂ دہلی -

تبیان فی اعراب القرآن - مؤلفۂ شیخ عبداللہ بن حسین عبکری محدث مفسر نحوی - متوفی سنہ ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند مین طبع نہوئی - غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہوگیا ہے ساتھ مین رسالۂ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ محدث دہلوی کا لگا ہوا ہے -

درر النظیم - خواص و تاثیرات آیات و سورہائے قرآنی مولفۂ قاضی ابوالحسن المصری -

توریت - بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے اُسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا اور اردو ترجمہ بصرف زر خطیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا -

فتح الخبیر - مصنفۂ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعۂ غیر -

احادیث اردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوۃ المصابیح مترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہے حاصل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی پھر اُسکا ترجمہ اردو مین -

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار ترجمہ مولوی خرم علی -

ترجمۂ جامع ترمذی - حاصل المتن جلد اول مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین -

ایضاً - جلد دوم حسب مراتب بالا -

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حاصل المتن شرح مشکوۃ از مولانا محدث عبدالحق دہلوی چار مجلدات مین -

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبدالرحمن بن علی یمنی معروف -

جامع ترمذی - امام ابوعیسیٰ جو صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمایل ترمذی جدید -

قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین پوری شرح

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منتور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف وحقائق ذخیرۂ اسرار ودقائق تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات سے مستخرج ہیں بہت سے فوائد القرآن کی رعایت کی گئی ہے عماد دین ایمان

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد المعاندین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب مترجم فتاوی الہندیۃ المسماۃ بعالمگیریہ عین المدرسین دام ظلہ العالی بدوام الایام واللیالی بہ اہتمام محمد حسن ...

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی